عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا
فتاویٰ محمودیہ
جلد ۲۵
از
فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ
مفتی اعظم ہند دار العلوم دیوبند
ترتیب جدید
محمد فاروق غفرلہٗ
خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ الہند
مکتبہ محمودیہ
جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) الہند 245206
Design by: M.Rahman Qaasmi 9758814654

F.M.Fainal\Jild-1\S.R.Waraq

۲۵

مقدمہ فتاوی محمودیہ

از

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ
مفتی اعظم ھند و دار العلوم دیوبند

ترتیب جدید

محمد فاروق غفرلہٗ

ناشر
مکتبہ محمودیہ
جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ، یوپی ۲۴۵۲۰۶

انتباہ

تفصیلات

نام کتاب	:	فتاویٰ محمودیہ......۲۵
صاحب فتاویٰ	:	فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ (مفتی اعظم ہند و دار العلوم دیوبند)
مرتب	:	محمد فاروق غفرلہٗ
کمپوزنگ	:	مجیب الرحمٰن قاسمی جامعہ محمودیہ علی پور 7895786325
سن اشاعت	:	۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹ء
صفحات	:	۵۰۴
قیمت	:	

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) پن کوڈ: ۲۴۵۲۰۶

E:\f.m.Final \ Jild-25\ Fahrist

اجمالی فہرست

E:\f.m.Final \ Jild-25\ Fahrist

☆......☆......☆......☆......☆

E:\f.m.Final \ Jild-25\ Fahrist

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد...... ۲۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب الدین	
	مسائل قرض	
۱	مقروض کے تین حالات	۲۸
۲	مقروض کا نفلی چندہ دینا	۲۹
۳	غیر جنس سے اپنا دین وصول کرنا	۳۰
۴	قرض اس کی جنس سے ہی ادا کیا جائے	۳۱
۵	قرض کی ادائیگی کی صورت	۳۱
۶	پیداوار کی قلت کی وجہ سے قرض لیکر کھایا الخ	۳۳
۷	قرض ادا کرتے وقت کچھ زیادہ دینا	۳۴
۸	مطل الغنی ظلم	۳۵
۹	حق واجب ادا نہ کرنا	۳۷

E:\f.m.Final \ Jild-25\ Fahrist

E:\f.m.Final \ Jild-25\ Fahrist

E:\f.m.Final \ Jild-25\ Fahrist

☆...... باب ہفتم ......☆

اجارہ کے متفرق مسائل

E:\f.m.Final \ Jild-25\ Fahrist

كتاب المزارعة

﴿احکام مزارعت﴾

E:\f.m.Final \ Jild-25\ Fahrist

E:\f.m.Final \ Jild-25\ Fahrist

E:\f.m.Final \ Jild-25\ Fahrist

E:\f.m.Final \ Jild-25\ Fahrist

تمت وبالفضل عمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقروض کے تین حالات

سوال:۔ زید نے تین شخصوں کا بیان کیا جو قرضدار مرجاتے ہیں، ان کا قرض اللہ کے ذمہ ہے۔

(۱) کسی شخص کے کفن کے لئے کسی شخص سے دینے کی نیت سے قرض لیا اور وہ بوجہ غربت یا اتفاق سے مرجانے کی وجہ سے ادا نہ کرسکا۔

(۲) کسی شخص کو شادی کی خواہش ہے اگر شادی نہیں کرتا تو زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، چونکہ وہ مفلوک الحال ہے اس لئے قرض لیا اور دے نہ سکا۔

(۳) کوئی شخص جہاد میں کمزور و بیمار ہوکر واپس آیا اور اس نے کسی سے قرض لیا، اس خیال سے کہ خوب تندرست وطاقت ور ہوکر جہاد میں جاکر دشمنوں سے لڑونگا، یعنی کفار ومشرکین سے اور اتفاق سے وطن ہی میں یا جہاد میں جاکر شہید ہوجائے، یا انتقال کرجائے۔

کیا ان تینوں اشخاص کا قرضہ جو اس طرح مرجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے یا حق العباد میں سے ہے، اور ان قرضوں کی بابت باز پرس ہوگی، یا بالکل نہیں، کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے اس مسئلہ میں بڑی تنگی کردی فتاویٰ عالمگیری[1] میں تو یہ قید نہیں بلکہ اس میں

---

[1] رجل مات وعلیه قرض ذکر الناطفی نرجو ان لایکون مواخذة فی دارالاخرة اذاکان فی نیته قضاء الدین الخ ،عالمگیری، کوئٹہ ص ۳۶۶/ج۵/ کتاب الکراهیة ،الباب السابع والعشرون فی القرض، ولو غیر قادر علیٰ وفائه ویرجی أن لا یؤاخذه اللّٰه بذلک أی لوناویاً وفاء إذا قدر کما قیده فی الظهیریة، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۵۵ ج۳ کتاب الحج.

تو مطلقاً لکھا ہے کہ جو شخص کسی ضرورت و پریشانی سے مجبور ہو کر قرض لے اور نیت یہ ہو کہ اس کو ادا کردوں گا، پھر باوجود کوشش کے ادا کرنے کی قدرت ووسعت نہ ہوئی، اور اسی حال میں انتقال ہوگیا، تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے آخرت میں مواخذہ نہ فرمائینگے ایسا ہی مضمون اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے، جو کہ مشکوٰۃ ص۲۵۲[1] باب الافلاس والانظار فصل اول میں بحوالہ بخاری منقول ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"عن ابی ہریرۃؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من اخذ اموال الناس یرید ادائہا ادی اللّٰہ عنہ ومن اخذیرید اتلافہا اتلفہ اللّٰہ علیہ" رواہ البخاری، اور اس مسئلہ کو تصریح کے ساتھ فتح الباری[2] ص۴۲/ج۵/ میں اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مقروض کا نفلی چندہ دینا

سوال:۔ ایک شخص پانچ سوروپیہ سے تجارت کررہا ہے، اور چھ سوروپیہ کا مقروض ہے، کیا اس قرضہ کی صورت میں کسی مدرسہ یا مسجد وغیرہ کی کچھ امداد کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، یا نہیں، یا مقدم قرض کی ادائیگی ہے، اور امداد کی صورت میں ثواب کا مستحق ہے کہ نہیں؟

---

[1] مشکوٰۃ شریف، ص۲۵۲/ (مطبوعہ یاسرندیم دیوبند) باب الافلاس والانظار الفصل الاول، بخاری شریف ص ۳۲۱ ج ۱ کتاب فی الاستقراض باب من اخذ اموال الناس یریداہا، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے لوگوں کا مال قرض لیا اور اس کی ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو ادا کرا دیگا، اور جس نے لوگوں کا مال تلف کرنے کی نیت سے لیا، اللہ تعالیٰ اس کو تلف کردیگا۔

[2] فتح الباری، ص۴۰-۴۱/ج۵/ (مطبوعہ مصری) کتاب الاستقراض واداء الدیون الخ باب من اخذ اموال الناس لیرید ادائہا الخ .

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ چندہ نفل کے درجہ میں ہے اور قرض ادا کرنا فرض ہے، اگر فرض ذمہ میں باقی رہتے ہوئے کوئی شخص نفل پڑھتا ہے، تو اسکو ثواب بھی ملتا ہے، اور قرض کی تاخیر پر باز پرس بھی ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ ثواب نہیں ملیگا صحیح نہیں! البتہ قرض کی ادائیگی کا اہتمام چاہئے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر جنس سے اپنا دین وصول کرنا

سوال:۔ ایک صاحب کے ذمہ میرے ٹرک کا کرایہ ۹۵/روپے باقی تھے، میرے ٹرک ڈرائیور نے ان کی سائیکل چھین لی، اب وہ سائیکل ۱۰/ماہ سے میرے پاس رکھی ہے، باجود تلاش کے نہ وہ ملے اور نہ خود آئے، سائیکل میں نے استعمال بالکل نہیں کی، کیونکہ وہ بہت خراب حالت میں ہے، اور مشکل سے اس کی قیمت پچاس روپے ہوگی، کیا میں یہ سائیکل نیو کرنے کے بعد اپنے استعمال میں لاسکتا ہوں، یا فروخت کرکے قیمت اپنے کام میں لاسکتا ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سائیکل جتنی قیمت کی بازار میں ہے اتنی مقدار گویا کہ آپ نے اپنا روپیہ وصول کرلیا، آپ کو اختیار ہے کہ اس کو ٹھیک کراکے استعمال میں لائیں یا فروخت کرکے قیمت استعمال میں لائیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۹۰ھ

---

[1] الفرض افضل من النفل بسبعين درجة الخ مرقاة شرح مشكوٰة، ص ۳۳۵/ج۳/ (مطبوعه ممبئی) باب الافلاس والانظار. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قرض اس کی جنس سے ہی ادا کیا جائے

سوال:۔ زید نے عمر سے تنگ دستی کی وجہ سے ایک من جو قرض لئے تھے، اس وقت بھاؤ بھی ۲۰/روپیہ تھا اب اسکو دو سال کا عرصہ ہوگیا، عمر اپنے غلہ کا تقاضہ کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں نے تو چالیس روپے کے بھاؤ لگالیا ہے، تو عمر کو یہ لینا اس طرح سے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک من جو قرض لئے ہیں، ایک من جو ہی کی واپسی لازم ہے، اس کی قیمت کا واپس کرنا لازم نہیں، خواہ کچھ ہی نرخ ہو پس چالیس روپے قیمت لگا کر وصول کرنے کا حق نہیں، **الاقراض تقضیٰ بامثالها** [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۸ھ

قرض کی ادائیگی کی صورت

سوال:۔ احقر کی ایک ہمشیرہ کا انتقال والدصاحب کی زندگی میں آپریشن کے ذریعہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] لیس لذی الحق ان یاخذ غیر جنس حقه قال الشامی ان عدم الجواز کان فی زمانهم اما الیوم فالفتویٰ علی الجواز الخ درمختار مع الشامی زکریا، ص۲۰۶/ج۹/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، شامی زکریا ص۲۲۱ج۹ کتاب الحجر، ایضاً ص۱۵۸ج۶ کتاب السرقة مطلب یعذر بالعمل بمذهب الغیر عند الضرورة، طحطاوی علی الدر المختار ص۸۶ج۴ کتاب الحجر، مطبوعه دار المعرفة بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [۱] شامی زکریا، ج۵/ص۶۷۵/ کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب القتل، مطلب الدیون تقضی بامثالها، الاشباه والنظائر مع حاشیة الرافعی ص۱۴۳ الفن الثانی کتاب المداینات، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

ایک بچی ریحانہ تولد ہوکر انتقال ہوا تھا، ان ہمشیرہ کی شادی میں والد صاحب نے ایک مکان جہیز میں دیا تھا، بچی ریحانہ کی پرورش والدہ ہی نے کی ہے، اور اب بالغ ہوچکی ہے، جہیز میں دیئے ہوئے مکان کو والد صاحب نے اپنی زندگی میں ضرورتاً پندرہ سو روپیوں میں فروخت کرکے، اس رقم کو خرچ کرلیا تھا، بعد ازاں والد نے ایک اور مکان فروخت کرکے ریحانہ کی رقم پندرہ سو کے بجائے پچیس سو روپے علیحدہ کرکے محفوظ کردیئے تھے، لیکن بعد میں ان روپیوں سے ایک انجن اور پمپ خرید کر زراعت کے لئے بورنگ پر نصب کرادیئے اور زبانی وتحریری یہ ہدایت کئے ہیں، کہ پچیس سو روپیہ ریحانہ کی شادی کے وقت ادا کریں، علاوہ ازیں کچھ سرکاری رقم تقریباً پانچ سو روپے بضمن شادی وغیرہ ادا کرتے ہیں، اب ہم بھائیوں نے یہ طے کیا کہ ایک زمین جو آٹھ ایکڑ ہے قرض کی ادائیگی کے لئے علیحدہ کردیں، یعنی لڑکی کی شادی کے وقت ۲ ½ ہزار روپئے اس کو دیدیں گے، اس کو چھوڑ کر باقی زمین کو سات حصوں میں منقسم سمجھا گیا یعنی ہم پانچ بھائیوں کے پانچ حصے اور والدہ کا ایک حصہ اور باقی، ایک حصہ میں دو بہنوں کا آدھا آدھا حصہ لیکن عملاً اس پوری زمین کے ٹکڑے نہیں کئے گئے، اور فی الحال زمین کی آمدنی کے لئے چھوڑ کر ان ہی کو اس کے انتظام ونگرانی کا ذمہ دار قرار دیا، لیکن والدہ چاہتی تھیں کہ آمدنی انہیں دی جائے، اور خرچ سب مل کر تقسیم کرلیں، لیکن اس کو قبول نہیں کیا گیا، احقر کی رائے ہے کہ اس سالم زمین کو فروخت کرکے اس کی رقم سے حیدرآباد میں ایک مکان خرید لیں، اور اس کے کرایہ کی آمدنی سے اپنا خرچ پورا کریں، اب حضرت والا سے حسب ذیل امور میں رہبری چاہتا ہوں:۔

(۱) حضرت والد صاحب مرحوم کے قرض کی ادائیگی کے لئے صرف زمین کا فی الحال علیحدہ کردینا کافی ہے، یا اس کو فروخت کرکے فی الفور نقد رقم سے قرض ادا کردینا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جس کا قرض ہے اس سے معاملہ کرلیا جائے، وہ اگر رضامند ہو کہ زمین لے

لے تو زمین دے دی جائے، اگر وہ نقد کا طالب ہو تو زمین فروخت کر کے اس کی قیمت دیکر قرض ادا کر دیا جائے [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پیداوار کی قلت کی وجہ سے قرض لیکر کھایا اور زمین کی پیداوار کی دیکھ بھال کی اس لئے قرض ڈالنا کیسا ہے؟

سوال:۔ والدین کے انتقال کے بعد ہم دونوں بھائیوں نے ساری جائیداد کو نصف نصف تقسیم کرلیا ہے، ہم دونوں بھائیوں کی صرف ایک بہن ہے، تقسیم جائیداد کے وقت ہمشیرہ کو جائیداد سے محروم رکھا گیا، اس لئے کہ بڑے بھائی صاحب ہمشیرہ کو حصہ دینے پر آمادہ نہ ہوئے، اب احقر نے موجودہ نصف حصہ میں سے ہمشیرہ صاحبہ کو پانچواں حصہ دینے کا پختہ عزم کرلیا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ جائیداد کی تقسیم کے وقت تقریباً پندرہ سو روپے احقر کے ذمہ بڑے بھائی صاحب نے قرض ڈالے ہیں، احقر نے بڑے بھائی سے دریافت کیا کہ یہ قرض کیسے ہوا، مجھ کو اس سے کیا تعلق ہے؟ تو بھائی صاحب نے جواب دیا کہ تقریباً تین سال پیداوار نہ ہونے کی وجہ سے میں نے قرض کر کے کھایا، اور زمین کی دیکھ بھال کی اس لئے آپ کے ذمہ قرض ڈال رہا ہوں، جس کو احقر نے مجبوراً قبول کرلیا، اس طرح کا قرض احقر اپنی ہمشیرہ صاحبہ کے ذمہ بھی کچھ ڈال سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ احقر ہمشیرہ کو پانچواں حصہ دے رہا ہے، اگر قرض ڈالنا ہے، تو کس طرح ڈالا جائے؟

---

[۱] عن ابی یوسف لیس له اعطاء غیره الابرضاه (شامی کراچی، ج۵/ص ۱۶۱/ اول فصل فی القرض، کتاب البیوع، شامی زکریا ص۳۸۸ ج۷ باب المرابحة والتولیة فصل فی القرض البحر الرائق کوئٹه ص ۱۲۲ ج۶ باب المرابحة والتولیة فصل فی بیان التصرف تتمة فی مسائل القرض.

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کو اس صورت میں ہمشیرہ پر یہ قرض ڈالنے کا حق نہیں [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۲۳/۶/۹۲ھ

قرض ادا کرتے وقت کچھ زیادہ دینا

سوال:۔ مالا بدمنہ میں ہے کہ حضور ﷺ جب کسی سے قرض لیا کرتے تھے، تو کچھ زیادہ دیا کرتے تھے، تو یہ زیادہ دینا بخوشی کیسا ہے، لینے والے کے لئے تو سود نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس سے قرض لیا جاوے، واپس کرتے وقت کچھ زیادہ دینا یہ کہہ کر کہ اتنا آپ کا اصل مطالبہ ہے اتنا میری طرف سے زائد ہے، یہ حدیث [۲] پاک سے ثابت ہے، لیکن قرض دینے والے کو پہلے سے اس کا لالچ اور خیال نہ ہونا چاہئے کہ زیادہ ملے گا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۱۰/۱/۸۸ھ

---

[۱] کمایستفاد مات عن ابنین صغیر وکبیر والف درھم فانفق علیٰ الصغیر خمسائة نفقة مثله فھو متطوع الخ شامی زکریا، ج۱۰/ص۴۳۳/ کتاب الوصایا فصل فی شھادة الاوصیاء، فلا رجوع فیما وھب لذی رحم محرم، ملتقی الابحر مع مجمع الأنھر ص۵۰۳ ج۳ کتاب الھبة باب الرجوع عنھا، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۵۱۳ ج۸ باب الرجوع فی الھبة، لا رجوع فیما تبرع عن الغیر، قواعد الفقة ص۱۰۶ رقم القاعدة ۲۵۱، الرسالة الثالثة، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[۲] عن جابر قال کان لی علی النبی ﷺ دین فقضا لی وزادنی ،مشکوٰۃ شریف، ص۲۵۳/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)باب الافلاس والانظار، الفصل الثالث، بخاری شریف ص۳۲۲ ج۱ کتاب الاستقراض واداء الدیون باب حسن القضاء. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مطل الغنی ظلم

سوال:۔(۱) بعض مالدار لوگ جن کے پاس عالی شان بلڈنگ ہے، باغات ہیں اراضی ہیں، اس کے باوجود وہ قرضخواہوں کا قرضہ ادا نہیں کرتے ہیں، بلکہ چھڑوانے کے درپے رہتے ہیں، کیا وہ ''**مطل الغنی ظلم**'' کے تحت ظالم نہیں؟

(۲) اس طرح کے اقدامات سے معاملات کے اندر نادہندگی کا ایک بہت غلط راستہ کھل رہا ہے، جو پوری مارکیٹ کے لئے مہلک ہے، تو کیا ایسے اغنیاء ''**من سن سنة سيئة فله وزرها ووزرمن عمل بها**'' کے مصداق نہیں ہیں؟

(۳) ایسے اغنیاء کا جملہ کا مطالبہ میں کچھ دینا اس شرط پر کہ جملہ مطالبات کی رسیدات بھرپائی لکھدو، توان کا یہ عمل شرعاً کیسا ہے؟ اور قرضخواہوں کا محض اغنیاء کے اعزاز میں رسیدات کی بھرپائی غلط گوئی کے ساتھ صراحۃً جھوٹ ہے، یا نہیں؟ اور قرض خواہوں کا جھوٹ لکھنا معصیت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

''**مطل الغنی ظلم الحدیث**[۱]''اور دوسری روایت میں ہے کہ ''**لی الواجد یحل عرضه، وعقوبته**[۲]'' اس لئے قرض خواہوں کا قرض جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہے، اپنے

(**گذشتہ صفح کا حاشیہ**) **ترجمہ**:. حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ پر میرا قرض تھا، تو آپ نے میرا قرض ادا فرمایا اور زائد عطا فرمایا۔

(**صفحہ ہذا**) [۱] مشکوٰۃ شریف، ۲۵۱/(مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) باب الافلاس والانظار، الفصل الاول، بخاری شریف ص۳۲۳ ج ۱ کتاب الاستقراض واداء الدیون باب مطل الغنی ظلم، مطبوعه اشرفی دیوبند، ترمذی شریف ص۲۴۴ ج ۱ ابواب البیوع باب ما جاء فی مطل الغنی ظلم مطبوعه اشرفی دیوبند.

ترجمہ:۔غنی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔(حاشیہ [۲] اگلے صفحہ پر)

E:\F.M.Fainal\Jild-25\01-Masaile Qarz

گذارہ میں تنگی وترشی برداشت کر کے ادا کرنا چاہئے، ایک صحابیؓ کے ذمہ قرض ہوگیا تھا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا تمام مال فروخت کردیا، تاکہ قرض ادا کردیا جائے، حتی کہ وہ صحابیؓ خالی رہ گئے، ان کے پاس کچھ بھی نہ رہا[1]

(۲) اگر کوئی شخص صاحب وسعت ہوکر بھی قرض ادا نہ کرے اور معاف کرانے کی تدابیر اختیار کرے تو وہ یقیناً نادہندہ ہے، اور اس کو دیکھ کر جولوگ اس کی روش اختیار کریں گے، اس کا حصہ بھی ان کی کمائی میں ہوگا، موت کا حال معلوم نہیں کہ کب آجائے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''**صاحب الدین ماسور بدینه یشکوا الیٰ ربه الوحدة یوم القیامة**'' **الحدیث**.[2]

جب ایک شخص اپنی زندگی میں وسعت کے باوجود قرض ادا نہیں کرتا تو ورثہ سے بھی یقین نہیں کہ وہ ادا کردیں گے۔

(۳) بعض اغنیاء کا یہ طریقہ یقیناً ظلم ہے، قرض خواہ اگر اس مجبوری سے یہ رسید لکھدے کہ ایسی رسید نہ لکھنے کی صورت میں کچھ بھی وصول نہ ہوگا، سب ہی مارا جائے گا، تو وہ ایک حد تک معذور ہے[3] بلا مجبوری کے لکھنے سے وہ معصیت کذب میں معاقب ہوگا،''

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) [2] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۵۳/(مطبوعه یاسرندیم دیوبند) باب الافلاس والانظار، الفصل الثانی. **ترجمہ**: غنی شخص کا ٹال مٹول کرنا اس کی بے آبروئی اوراس کی سزا کو حلال کرتاہے۔ بخاری شریف ص ۳۲۳ ج ۱ کتاب الاستقراض واداء الدیون باب مطل الغنی ظلم، مطبوعه اشرفیه دیوبند.

(**صفحہ ہٰذا**) [1] وروی ان مُعاذاً کان یدّان فاتیٰ غرماء ہ الی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فباع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ماله کلّه فی دینه حتی قام معاذ بغیر شیء، مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۲ باب الافلاس، والانظار الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۵۲/(مطبوعه یاسرندیم دیوبند) باب الافلاس والانظار، الفصل الثانی.
ترجمہ: مقروض اپنے قرض میں قید کردیا جائیگا، اپنے رب سے قیامت کے دن تنہائی کی شکایت کریگا۔

[3] الکذب مباح لاحیاء حقه ودفع الظلم عن نفسه وفی الشامی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان[1]، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۱/۸۹ھ

حق واجب نہ ادا کرنا

سوال:۔ ایک آدمی نے کہا کہ تم کچھ پیسے دیدو میں دغا نہیں کرونگا، اس پر حلف اٹھایا قسم کھائی پھر اس نے کہا کہ اچھا تو قسم اتار دے، اس نے کہا کہ اتار دی، تو اس نے کہا کہ اب کچھ نہیں دیتا، ایسے آدمی کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص کسی کا حق واجب ادا کرنے پر قادر ہو کر بھی ادا نہ کرے وہ ظالم اور غاصب ہے،[2] سخت گنہگار ہے، قسم نہ کھاتا تب بھی ادا کرنا لازم تھا، قسم اتارنے سے بھی وہ بری نہیں ہوا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۱/۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) واعلم ان الكذب قد يباح وقد يجب والضابط فيه ...... أن كل مقصود محمود يمكن التوصل اليه بالصدق والكذب جميعا فالكذب فيه حرام وإن امكن التوصل اليه بالكذب وحده فمباح إن ابيح تحصيل ذالک المقصود وواجب إن وجب تحصيله، الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۶۱۲ ج ۹ كتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء وغيره، الزواجر عن اقتراف الكبائر ص ۲۹۸ ج ۴ الكبيرة الاربعون بعد الاربع مائة الكذب الذى فيه حدٌّ او ضرر مطبوعه مكتبه نزار مصطفى الباز اتحاف السادة بشرح إحياء ص ۵۲۲ ج ۷ كتاب آفات اللسان بيان ما يرخص فيه من الكذب مطبوعه دار الفكر بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] سورة المائده آیت ۲/ اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔(از بیان القرآن)

[2] مطل الغنى ظلم الحديث مشكوٰة شريف، ص ۲۵۱/ (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) باب الافلاس والانظار، الفصل الاول، ترمذى شريف ص ۲۴۴ ج ۱ ابواب البيوع باب ما جاء فى مطل الغنى ظلم مطبوعه اشرفى ديوبند.

ترجمہ:۔ مالدار شخص کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

دھان کا قرض

سوال:۔ دھان کے بدلے دھان لینا یا دینا بطور قرض کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دھان بطور قرض لئے پھر اسی قدر دھان واپس کر دیئے کمی زیادتی نہیں کی تو یہ شرعاً درست ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ابراء دین معلق

سوال:۔ زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہوا بہت دن تک زید کے متعلقین اور ہندہ کے متعلقین کے درمیان تعلقات استوار رہے پھر بعض وجوہ سے دونوں کے متعلقین کے درمیان کچھ شکر رنجی ہوگئی، اس اثناء میں یہ بات معلوم ہوئی کہ اب اگر ہندہ اپنے میکہ میں گئی تو میکہ والے اس کو پھر رخصت نہ کریں گے، اس بات کے معلوم ہونے کے بعد بار بار ہندہ کے میکہ والے آتے رہے مگر زید کے متعلقین ہندہ کو رخصت کرنے پر تیار نہ ہوئے، بالآخر ہندہ کے میکے والوں کی طرف سے ایک آدمی نمائندہ بن کر آئے اورانھوں نے کہا کہ میں اس کے

---

[۱] كل مايكال ويوزن فالقرض فيه جائز الخ شامي زكريا ،ص ۳۹۰/ج۷/ كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية،فصل فى القرض، البحر الرائق كوئٹه ص۱۲۲ ج۶ باب المرابحة والتولية فصل فى بيان التصرف تتمة فى مسائل القرض الديون تقضٰى بامثالها، شامى زكريا كتاب الايمان، باب اليمين فى الضرب والقتل مطلب الديون تقضٰى بامثالها الاشباه والنظائر حاشية الرافعى ص۱۴۳ الفن الثانى كتاب المداينات، مطبوعه اشاعت الاسلام، دهلى.

رخصت کرانے کی ذمہ داری لیتا ہوں آپ لوگ اس کو جانے دیجئے زید کی طرف کے نمائندہ نے کہا کہ آپ ضمانت دیں تو میں رخصت کرادوں اور وہ ضمانت یہ ہے کہ آپ کا (نمائندہ ہندہ کا) سلسلہ کاروبار میرے (نمائندہ زید) کے ذمہ باقی ہے اس کو ضمانت میں دیجئے یعنی آپ جا کر پھر رخصت نہ کرائیں گے تو میں آپ کو روپیہ نہ دونگا، انہوں نے اس ضمانت کو منظور کرلیا اور رخصت کرا کر لوالے گئے، مگر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا کہ پھر رخصت نہ کرا سکے اور اب طلاق کا مطالبہ کررہے ہیں، دیافت طلب امر یہ ہے کہ جو روپیہ انہوں نے ضمانت دینا منظور کیا تھا اس کا روک لینا یعنی ان کو نہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بظاہر تو یہ ضمانت ہے لیکن یہ حقیقۃً ابراء عن الدین ہے جس کو معلق بالشرط کیا گیا ہے، ابراء کو معلق بالشرط کرنا صحیح نہیں" **کمالایصح تعلیق الابراء عن الدین بشرط محض کقوله لمدیونه اذا جاء غدا وان مت بفتح التاء فانت برئ من الدین اوان مت من مرضک هذا اوان مت من مرضی هذا فانت فی حل من مهری فهو باطل لانه مخاطرة وتعلیق اھ درمختار**"[1] جو روپیہ بطور دین پہلے سے واجب الاداء ہے رخصت نہ کرانے کی وجہ سے اس کو روکنا جائز نہیں ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۶/۸۵ھ

---

[1] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ،زکریا ،ص۵۱۶/ ج۸/کتاب الهبة،فصل فی مسائل متفرقة، البحر الرائق کوئٹه ص۲۹۶ ج۷ کتاب الهبة باب الرجوع فی الهبة فصل بمنزلة مسائل شتی، مجمع الأنهر ص۵۰۸،۵۰۷ج۳ باب الرجوع فی الهبة تحت فصل مطبوعه دار الکتب العلمة بیروت.

[2] عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال مطل الغنی ظلم، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دین قرض کا مطالبہ

سوال:۔ایک عورت نے اپنے بھتیجہ کو کچھ رقم بابت اُدھار دی، لیکن اس عورت کے لڑکے اور اس عورت کے بھتیجے مشترک کاروبار میں شامل تھے، اس کاروبار میں جو منافع یا مزدوری ہوئی، اس عورت کے لڑکے نے حساب پورا نہیں دیا، جب حساب چیک ہوا تو اس عورت نے جو رقم اپنے بھتیجہ کو دی تھی اس سے زیادہ حساب اس آمدنی میں سے انکی طرف نکلا انہوں نے ادا نہیں کیا، اس عورت کے لڑکے نے ادا نہیں کیا، اور وہ عورت اپنی رقم اپنے بھتیجے سے طلب کرتی ہے، جبکہ اس کے نوٹس میں یہ بات ہے کہ میرے بیٹے کی طرف میرے بھتیجہ کی رقم واجب ہے، پھر بھی اس عورت کا بھتیجے پر تقاضہ بدستور باقی ہے، لہٰذا اس مسئلہ کی پوری وضاحت فرمائی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عورت نے اگر اپنی مملوکہ رقم اپنے بھتیجے کو ادھار دی تھی، تو وہ اس کی واپسی کا مطالبہ کرسکتی ہے، [1] اور بھتیجہ کے ذمہ اس کا واپس کرنا لازم ہے، جو کاروبار مشترک ہے یا جو حساب اس عورت کے لڑکے سے متعلق ہے، اس میں وہ ادھار کی رقم محسوب کرنے کا حق نہیں ہے،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) أی تاخیرہ أداء الدین من وقت الی وقت (ظلم) فان المطل منع أداء ما استحق أداء ہ وھو حرام من المتمکن، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف، ص۳۳۷ ج۳ باب الافلاس والانظار الفصل الاول، مطبع اصح المطابع بمبئی.

(صفحہ ھذا) [1] عن ابی ھریرۃ ان رجلاً تقاضٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاغلظ، فی القول (لہ فھم اصحابہ فقال دعوہ) (فان صاحب الحق مقالاً) قال ابن الملک المراد بالحق ھنا الدین أی من کان لہ علی غریمہ حق فما طلہ فلہ أن یشکوہ ویرافعہ الی الحاکم ویعاتب علیہ (واشتروا لہ بعیراً فاعطوہ ایاہ)، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف ص۳۳۶ ج۳ باب الافلاس والانظار الفصل الاول، مطبع اصح المطابع بمبئی.

جب تک وہ عورت اور اس کا لڑکا رضا مند نہ ہوں، اور شرکاء اجازت نہ دیں [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۱/۹/۹۰ھ

قرض لیکر واپس نہ کرنا

سوال:۔ زید اور بکر کا دوستانہ اور برادرانہ تعلق تھا، جب بکر پریشان ہوا تو زید نے ازراہِ ہمدردی قرض کے طور پر آٹھ سو پچاس روپئے دیا، مگر اب بکر نے اس روپیہ کی واپسی سے صاف جواب دیدیا ہے، زید اس روپیہ کی جبکہ وہ بکر کے پاس تھا زکوٰۃ بھی ادا کرتا رہا۔

(۱) کیا بکر اور اس کے باپ کی نماز یا عبادت قبول ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر روپیہ ادا کئے بغیر بکر کا انتقال ہو گیا تو شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) جو آدمی اس مشورہ میں شریک ہے اس کا کیا حکم ہے؟

(۴) شرعاً بکر کا بائیکاٹ ہونا چاہئے یا نہیں؟

(۵) زید کو کیا اجر ملے گا، جیسا کہ زید کا ارادہ اس روپیہ سے حج کرنے کا تھا، اور یہ روپیہ ضبط کرلیا، تو زید کا حج قبول ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

(۱) اگر ضرورت اور مصیبت سے مجبور ہو کر قرض لیا اور ادا کرنے کی نیت بھی تھی، تو شرعاً یہ کوئی عیب اور معصیت نہیں ہے، لیکن پھر قرض کی واپسی سے انکار کردینا

---

[۱] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا، ص ۲۹۱/ج۹/ کتاب الغصب ،مطلب فیما یجوز من التصرف الخ، شرح المجلة ص ۶۱ ج۱ رقم المادۃ ۹۶ مطبوعہ اتحاد بکڈپو دیوبند، قواعد الفقة ص ۱۱۰ الرسالة الثالثة رقم القاعدۃ ۲۷۰، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

E:\F.M.Fainal\Jild-25\01-Masaile Qarz

درست نہیں[1]، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اگر اب واپس کرنے کے لئے موجود نہیں تو مہلت لے لی جائے، لیکن دوسرے کے روپے بالکل مار لینا سخت گناہ ہے[2] اگر باوجود قدرت کے نہیں دے گا، تو اس کی عبادت مردود نہیں ہوگی، بلکہ مقبول ہوکر قرض خواہ کو ملے گی[3] ناجائز کام کی اعانت بھی ناجائز ہے۔[4]

(۲) اس کی تجہیز وتکفین مسنون طریقہ پر کی جائے، اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے، بلانماز جنازہ دفن نہ کیا جائے۔[5]

---

[1] لابأس بان یستدین الرجل اذاکانت له حاجة لابدمنه وهویرید قضاء ها ولواستدان وقصدان لایقضیه فهو اٰکل السحت الخ .عالمگیری ،ص۳۶۶/ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب السابع والعشرون فی القرض والدین (مطبوعه کوئٹه) مرقاة.

[2] عن ابی هریرة أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال مطل الغنی ظلم، ای تأخیر اداء الدین من وقت الی وقت (ظلم) فان المطل منع اداء، ما استحق اداء ه وهو حرام من المتمکن ولو کان غنیا ولکنه لیس متمکناً جاز له التأخیر الی الامکان، مرقاة شرح مشکوٰة شریف ص۳۳۷ج۳ باب الافلاس والانظار الفصل الاول، مطبع اصح المطابع بمبئی.

[3] عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رحمه اللّٰه عبداً کانت لاخیه مظلمته فی عرض أو مال فجاء ه فاستحله قبل أن یؤخذ ولیس ثم دینار ولا درهم فان کانت له حسنات اخذ من حسناته وان لم تکن له حسنات حملوا علیه من سیّاٰتهم، ترمذی شریف ص۶۷ج۲ ابواب صفة یوم القیامة باب ما جاء فی شان الحساب والقصاص، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند، فتح الباری ص۱۳۹ج۵ کتاب المظالم، باب من کانت له مظلمة عند الرجل مطبوعه دار الفکر بیروت، مرقاة شرح مشکوٰة ص۷۶۰ج۴ باب الظلم الفصل الاول، مطبوع اصح المطابع بمبئی.

[4] ولاتعاونوا علیٰ الاثم والعدوان الاٰیة سورة المائده آیت ۲ .

ترجمہ:۔اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔(بیان القرآن)

[5] ویصلی علی کل مسلم مات بعد الولادة صغیر اً کان اوکبیراً ذکراً کان اوانثی حراً کان اوعبداً الا البغاة وقطاع الطریق ،عالمگیری کوئٹه ،ج۱/ص۱۶۳/ الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت، الدرالمختار علی الشامی زکریا ،ج۳/ص۱۰۷/ باب صلاة الجنازة ، مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی.

(۳) برا مشورہ دینا برا ہے[۱]

(۴) اگر اس کے پاس روپیہ موجود ہے، اور وہ قرض واپس نہیں کرتا بلکہ ہضم کرنا چاہتا ہے، اور بائیکاٹ سے توقع ہے کہ وہ قرض واپس کردے گا، تو بائیکاٹ مناسب ہے[۲]، اگر اسکے پاس روپیہ موجود نہیں، وہ تنگدست اور مفلوک الحال ہے تو اس کو مجبور نہ کیا جائے، نہ بائیکاٹ کیا جائے، اگر قوم اس کی اعانت کر کے قرض ادا کرے گی تو بہت بڑا اجر ملے گا، اگر زید معاف کردے گا، تو وہ بھی مستحق اجر ہوگا[۳]

(۵) اگر حج فرض ہو تو ادا کرنے سے ہی ادا ہوتا ہے[۴]، کسی غریب مصیبت زدہ کی امداد سے نہیں ہوتا، اگرچہ کسی مصیبت زدہ کی امداد سے بہت بڑا اجر ملتا ہے[۵]، لہٰذا زید یقیناً ثواب کا مستحق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۸۵ھ

---

[۱] من استشاره اخوه فاشار علیه بغیر رشدفقد خانه ،کنزالعمال، ج۳/ص ۴۱۱/رقم الحدیث ۷۱۹۳ المشورة، الاکمال، مطبوعه مؤسسة الرسالة، بیروت.

[۲] قوله نهی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثة وهودلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلایسلم علیه إلا أن یقلع وتظهر توبته الخ المفهم شرح المسلم ،ص ۹۸/ج۷/ کتاب الرقاق/باب یهجرمن ظهرت معصیته حتی تتحقق توبته، (مطبوعه دارابن کثیر بیروت)، مرقاة المفاتیح ص۷۱۶ج۴ باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع الفصل الاول، مطبوع اصح المطابع بمبئی.

[۳] من انظر معسراً اووضع عنه انجاه الله من کرب یوم القیامة الحدیث ،مشکوٰة شریف،ص ۲۵۱/ باب الافلاس والانظار، مطبوعه یاسرندیم دیوبند،

ترجمہ:۔ جوشخص تنگدست کومہلت دے یااسکومعاف کردے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سختیوں سے نجات بخشے گا

[۴] النوع الثانی شروط الاداء وهی التی إن وجدت بتمامها مع شروط الوجوب وجب اداؤه بنفسه، شامی زکریا ص ۴۵۵ ج۳ کتاب الحج مطلب فیمن حج بمال حرام. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ابراء کے بعد پھر مطالبہ

سوال:۔ میں نے زید سے راب کی تجارت کی، اس میں کل رقم ساڑھے تین ہزار کی تھی جو میرے حصہ کی تھی، مگر وہ بے ایمان ہوگئے، اور انہوں نے میری رقم دبالی، جب وہ حج کو جانے لگے تب میں نے کہا کہ تم صاحب ثروت ہو میری رقم دیدو؟ مگر انہوں نے حیلہ حوالہ کیا، بعدہٗ میں نے یہ سوچ کر معاف کردی کہ یہ اگر حج سے واپس آ گئے تو دیکھا جائیگا، واقعہ یہ ہوا تھا، کہ جب دوران گفتگو کہنے لگے کہ مجھے تم معاف کردو گے، میں نے ایک دم ان سے کہدیا کہ میں نے معاف کیا، اور نیت یہ تھی کہ واپس آکر خود شرمندہ ہوکر ادا کردینگے، اب واپسی پر میں نے مطالبہ کیا تو اب بھی انہوں نے سنی ان سنی کردی، اب سوال یہ ہے کہ زید کیلئے کیا حکم ہے؟ کیا زید مجھ سے روپیہ معاف کرا کر اللہ کے سامنے جواب دہ نہ ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب رقم معاف کردی ہے تو وہ معاف ہوگئی، اب مطالبہ کا حق نہیں رہا، اگرچہ بلاوجہ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) ۵؎ عن انسؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ افضل الصدقة ان تشبع كبداً جائعاً. مشكوٰة شريف، ص ۱۷۲/باب افضل الصدقة،الفصل الثالث، عن ابن عمر أن رجلاً جاء الى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فقال يا رسول اللّٰه اى الناس احب الى اللّٰه ؟ واى الاعمال أحب الى اللّٰه فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم احب الناس الى اللّٰه تعالٰى انفعهم للناس واحب الاعمال الى اللّٰه تعالى سرور تُدخله على مسلم أو تكشف عنه كربة أو تقضى عنه ديناً أو تطرد عنه جوعاً ولأن أمشى مع اخٍ فى حاجة أحب الىّ أن اعتكف فى هذا المسجد" يعنى مسجد المدينة" شهراً الى قول النبى صلى اللّٰه عليه وسلم ومن مشى مع اخيه فى حاجة حتى يتهيأ له أثبت اللّٰه قدمه يوم تزول الاقدام، معجم الكبير للطبرانى ص۳۴۷ج۱۲ رقم الحديث ۱۳۶۴۶ مطبوعه دار احياء التراث العربى.

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا بہترین صدقہ یہ ہے کہ تو بھوکے جگر کا پیٹ بھردے

شرعی کسی کی رقم دبالینا اور باوجود وسعت کے مطالبہ پر بھی واپس نہ کرنا حرام اور ظلم ہے[۱] لیکن آپ کو معاف کردینے کے بعد اب مطالبہ نہیں کرنا چاہئے " **الساقط لایعود**[۲] (اشباہ) **لایحل مال امرأ مسلم الابطیب نفس منه الحدیث**[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۸/۸۷ھ

قرض خوشدلی سے معاف کرنے کی علامت

سوال:۔ اگر کوئی شخص سرکاری نوکری کرتا ہے، اس کے یہاں ٹھیکہ وغیرہ کا کام چلتا ہے، اس کا ٹھیکہ دار ہوتا ہے، اس سے وہ ملازم پیسہ قرض کی شکل میں لے لے اور بعد میں ادا نہ کرسکے، اور وہ ٹھیکہ دار معاف کردے کہ کوئی بات نہیں تو اس پر مواخذہ تو نہیں ہوگا، ٹھیکہ دار کے معاف کرنے کے بارے میں اس کی قلبی کیفیت کا پتہ کیسے چلے؟

---

[۱] عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مطل الغنى ظلم، فان المطل منع اداء ما ستحق اداء ه وهو حرام من المتمكن، مرقاة شرح مشكوٰة شريف ص۳۳۷ ج۳ باب الافلاس والانظار الفصل الاول مطبع اصح المطابع بمبئى.

[۲] قواعدالفقه، ص۸۳/(مطبوعه اشرفى ديوبند) الاشباه والنظائر مكمل ،ص ۱۷۵/(الفن الثالث هوفن الجمع والفرق بيان ان الساقط لا يعود (مطبوعه دهلى)، اذا أبرأ واحد آخر من حق سقط ذالک الحق ولا يبقى له ان يدعى به هذا اذا كان الحق مما يسقط بالاسقاط كالدين، شرح المجلة ص۸۴۸، ۸۴۹ ج۲ رقم المادة ۱۵۶۲ وفيه الساقط لا يعود كما ان المعدود لا يعود ومنها لو ابرأ الدائن مديونه من الدين سقط الدين ولا تسمع الدعوى به ص۴۰ ج۱ رقم المادة ۵۱ شرح المجلة مطبوعه اتحاد بکڈپو ديوبند.

[۳] شعب الايمان للبيهقى ص۲۶۷ ج۲ الباب الثامن والثلاثون فى قبض اليد عن الاموال المحرمة الخ مطبوعه مكتبة نزار مصطفى الباز مشكوٰة ص۲۵۵ باب الغصب والعارية، الفصل الثانى، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

ترجمہ:۔ مسلمان آدمی کا مال حلال نہیں ہے، مگر اس کی خوشی سے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کا روپیہ ہو وہ معاف کرسکتا ہے[۱]، اگر یہ اطمینان نہ ہو تو اس کا امتحان اس طرح کرلیا جائے کہ مقدارِ قرض روپیہ کسی سے لے کر قرض خواہ کو دیدیا جائے ، وہ پھر لے کر دیدے کہ میں نے یہ آپ کو ہی دیا تو معلوم ہو جائیگا کہ اس نے خوشدلی سے معاف کیا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرض لینے کے بعد چاندی کا بھاؤ بڑھ گیا

سوال:۔(۱) یوسف کا قرض بشیر پر ہے، غالباً اب سے چودہ پندرہ سال ہوئے اب تک قرض ادا نہ کرسکا، اب دیتا ہے، یوسف کہتا ہے کہ جس سال میں نے قرض دیا تھا، اس وقت چاندی کا بھاؤ دو یا ڈھائی روپیہ تولہ تھا، اب تو میں اتنی چاندی کے نوٹ لونگا، کم نہیں لے سکتا، یہ خیال محمد یوسف کا درست ہے یا نہیں؟

(۲) زید کا قرض بکر پر اس زمانے کا آتا ہے، جس زمانے میں چاندی کا روپیہ چلتا تھا، یا اس کا نوٹ تھا، اب بکر ادا کرنا چاہتا ہے، لیکن زید کہتا ہے کہ میں نے تو چاندی کے روپئے دیئے تھے، لاؤ چاندی کے یا اتنی چاندی کے نوٹ لاؤ، ورنہ میں نہیں لیتا، زید کا یہ خیال کیسا ہے؟

(۳) ایک شخص اپنا قرض لینا نہیں چاہتا ہے، قرضدار چاہتا ہے کہ دنیا ہی میں دیدے تا کہ قیامت کے دن دینا نہ پڑے، رسوائی نہ ہو تو کیا کرنا چاہئے؟ کیسے ادا کرے؟

[۱] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء الخ بیضاوی شریف،ص ۷/ سورة الفاتحه، مطبوعه رشیدیه دهلی، شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة ۱۱۹۲ مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص۱۰ ج۷ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم، ص۲۳۵ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد مطلب فی تعریف المال.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اب سے ۱۴/۱۵/ برس پہلے قرض جتنے نوٹ لئے تھے، اتنے ہی نوٹ واپس کرنیکا حکم ہے، [۱] چاندی کا بھاؤ تیز ہوجانے کیوجہ سے قرض کے نوٹ زیادہ لینا درست نہیں [۲]۔

(۲) اگر چاندی کے روپیہ قرض دیئے تھے تو اتنی چاندی یا اسکی قیمت واپس کیجائے [۳]۔

(۳) جس سے جو قرض لیا تھا اب وہ واپس لینا نہیں چاہتا تو وہ معاف کردے، اگر نہ واپس لیتا ہے، اور نہ معاف کرتا ہے، تو مقدار قرض اس کے سامنے رکھدی جائے، پھر اس کا جو دل چاہے کرے، یہ بری ہوجائے گا [۴]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۲/۵/۹۲ھ

---

[۱] الدیون تقضٰی بامثالھا، الاشباہ والنظائر ص ۱۴۳ الفن الثانی کتاب المداینات، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، شامی زکریا ص ۶۷۵ ج ۵ کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب والقتل مطلب الدیون تقضٰی بامثالھا.

[۲] ان استقرض دانق فلوس ونصف درھم ثم رخصت اوغلت لم یکن علیه الامثل عدد الذی اخذہ، شامی کراچی ،ج۵/ص ۱۶۲/ شامی زکریا ،ج۷/ص ۳۹۰/کتاب البیوع، فصل فی القرض، رجل استقرض من آخر من الدراھم وتصرف بھا ثم غلا سعرھا فھل علیه کراچی ص ۲۹۴ ج ۱ باب القرض، "تنبیه الرقود علی مسائل النقود" من مجموعة رسائل ابن عابدین ص ۶۲، ۶۴ ج ۲، مطبوعه ثاقب بکڈپو دیوبند.

[۳] واذا استقرض عشرۃ افلس ثم کسدت لم یکن علیه الامثلھا فی قول ابی حنیفة وقالا علیه قیمتھا من الفضة یستحسن ذٰلک، شامی کراچی،ج۵/ص ۱۶۲/ مطبوعه زکریا ، ج۷/ص ۳۹۰/ کتاب البیوع ،فصل فی القرض، المحیط البرھانی ص ۳۵۴ ج ۱۰ کتاب البیوع الفصل الثالث والعشرون فی القروض نوع آخر منه، مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل، بدائع الصنائع زکریا، ص ۵۱۸ ج ۶ کتاب القرض ورکنه، عالمگیری کوئٹه ص ۲۰۴ ج ۳ کتاب البیوع الباب التاسع عشر فی القرض.

[۴] وضع المغصوب بین یدی مالکه ،برئی وان لم یوجد حقیقة القبض وکذاالمودع، شامی کراچی، ج۶/ص ۱۸۲/ مطبوعه زکریا، ج۹/ص ۲۶۶/ کتاب الغصب، مطلب فی ردالمغصوب الخ.

نوٹ قرض لیا پھر سونا گراں ہوگیا

سوال:۔نوٹ بنانے والے (گورنمنٹ) دھوکہ کرتی ہے، وہ اس طرح کہ اتنا سونا پاس نہیں ہوتا جتنا کہ وہ نوٹ چھاپ کر ملک میں پھیلاتے ہیں، اشیاء کی گرانی بھی بہت ہے، تو اگر ۳۸ھ میں کسی نے سو روپیہ قرض لیا جبکہ سونا سو روپیہ تولہ تھا، تو اب قرض میں سو روپیہ اگر مقروض ادا کرے گا تو سونا ڈھائی سو روپیہ کا ایک تولہ آئے گا، تو مقروض کس طرح ذمہ سے سبکدوش ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نوٹ بنانے والوں نے جو بھی دھوکہ بازی کی ہو اسکے ذمہ دار وہ ہیں[1]، جن سے نوٹ قرض لیا ہے، اس سے نوٹ ہی واپس لینے کا حق ہے، اگر سو کا نوٹ لیا تھا، تو سو کا نوٹ واپس کردے، بری الذمہ ہوجائیگا، اسکی گرانی سے اس پر اثر نہیں ہوگا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱۲/۹۲ھ

چاندی کا روپیہ قرض لیا اور اس کو اب ادا کرنا چاہیں تو کونسا روپیہ ادا کریں

سوال:۔عمر کا زید سے لین دین تھا، مثلاً زید کے ذمہ عمر کے ۹۳۶/روپے اصل تھے،

---

[1] ولاتزروازرة وزراخری. سورۂ اسراء آیت ۱۵/.

[2] ان استقرض دانق فلوس ونصف درهم ثم رخصت اوغلت لم يكن عليه الامثل عدد الذى اخذه، شامى كراچى، ج۵/ص ۱۶۲/ كتاب البيوع، فصل فى القرض، بدائع الصنائع كراچى ص ۲۴۲ ج۵ كتاب البيوع، فصل وأما حكم البيع "تنبيه الرقود على مسائل النقود" مجموعه رسائل ابن عابدين ص ۶۴، ۶۲ ج ۲ مطبوعه ثاقب بكڈپو ديوبند.

اور باقی سود تھا، اس صورت میں عمر نے زید کے اوپر نالش کردی، اور اس پر بڑا بھاری مقدمہ لڑا، دونوں فریق کا کافی روپیہ خرچ ہوا، عمر مقدمہ ہار گیا، زید نے عمر کا روپیہ طلب کرنے پر نہیں دیا، لیکن اقرار کرتا رہا، زید نے جو روپیہ لیا تھا، وہ چاندی کا تھا، اور اس وقت وہی سکہ رائج تھا، نوٹ نہیں تھا، اب زید کے وارث عمر کے وارثوں کو وہ اصل روپیہ ۹۳۶ /روپے نوٹ کی شکل میں ادا کرنا چاہتے ہیں، مگر عمر کے وارث یہ کہتے ہیں کہ ہمارے چاندی کے روپیہ تھے، ہم تو چاندی ہی کے لیں گے، اور جو مقدمہ میں خرچ ہوا ہے، اور جو مقدمہ کے ہارنے پر ہم سے ڈگری وصول ہوئی ہے، وہ سب لیں گے، کیونکہ روپیہ ہمارے طلب کرنے پر نہیں دیا تھا، اب اگر عمر کے وارث اصل رقم نہ لیں جیسا کہ وہ مطالبہ کر رہے ہیں، سود وغیرہ کا اور زید کے وارث سود دینے سے انکار کر رہے ہیں، تو اس شکل میں کیا ہوگا؟ زید کو قرض سے نجات کیسے ملے؟ آیا اس روپیہ ۹۳۶ /کو خیرات کردیں یا کیا کریں؟

نوٹ:۔عمر کے وارث مطالبہ خود نہیں کر رہے ہیں بلکہ زید کے وارث دینا چاہتے ہیں، اس پر عمر کے وارث سود کا مطالبہ وغیرہ کرتے ہیں، اس پر شرعی حکم جو وارد ہوتا ہو اس کو بتلایا جاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سود کا لینا بھی حرام ہے، اور دینا بھی حرام ہے، سود لینے اور دینے والے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے[1] اس لئے سود کا مطالبہ ہرگز نہ کیا جاوے، نہ سود ادا کیا جائے، لہٰذا سود تو بالکل ختم ہے۔

---

[1] عن جابر رضی اللّٰہ عنہ قال لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم آکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ. مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۴/ باب الربوا، الفصل الاول مطبوعہ یاسرندیم دیوبند، مسلم شریف ص۲۷ ج۲ کتاب المساقاۃ والمزارعۃ باب الربا، مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

جب زید کو اقرار تھا تو مقدمہ کیوں ہار گیا، سمجھ میں نہیں آیا، نیز اقرار کے باوجود مقدمہ کی ضرورت کیوں پیش آئی، اگر زید کے پاس ادا کرنے کی گنجائش نہیں تھی، تو اس کو مہلت دی جاتی، ایسی صورت میں مہلت دینے کا حکم ہے " **وان کان ذوعسرة فنظرة الیٰ میسرة (الایة[۱])** غالب گمان یہ ہے کہ عدالت میں اقرار نہیں کیا ہوگا، اور تحریری ثبوت موجود نہیں ہوگا، تاہم جو ہوا ہو، اب اگر مرحوم مقروض کے ورثاء دینا چاہتے ہیں تو ۹۳۶/روپے چاندی کا دیں، اگر یہ دشوار ہو تو اس نوسو چھتیس روپے کی جو اس وقت قیمت ہو وہ دیں[۲]، اور جو روپیہ مقدمہ ہارنے پر ڈگری کے تحت وصول کیا گیا ہے، وہ دیں[۳] اور یہ سب مقروض کے ترکے سے ادا کریں، اپنے پاس سے ادا کرنا واجب نہیں ہے[۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۹۱ھ

اپنا قرض بڑوں اور دوستوں سے مانگنا

سوال:۔ زید کا قرض کسی ایسے شخص کے ذمہ ہے کہ جس سے وہ اپنا قرض مانگ نہیں

---

[۱] سورہ بقرہ آیت ۲۸۰/ **ترجمہ**: اور اگر تنگ دست ہو تو مہلت دینے کا حکم ہے، آسودگی تک (از بیان القرآن)

[۲] وحاصله ان الصاحبين اتفقا على وجوب رد القيمة دون المثل لانه لمابطل وصف الثمنية بالكساد تعذ رردعينها كماقبضها فيجب رد قيمتهاوظاهر الهداية اختيار قوله الخ شامی زکریا ،ج۷/ص ۳۹۰/ باب المرابحة والتولية ،فصل فی القرض، بدائع الصنائع زکریا ص۵۱۸ ج۶ کتاب القرض وشرائطه المحيط البرهانی ص۳۵۴ج۱۰ كتاب البيوع، الفصل الثالث والعشرون فی القرض مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل.

[۳] واشار بالتبرع الى ان ذٰلک ليس بواجب على الولی،شامی زکریا ،ج۲/ص ۵۳۴/ باب قضاء الفوائت ،فی اسقاط الصلاة عن الميت.

[۴] وللورثة ان ياخذ وا الیٰ قوله وبالغرامة اللتى اداها الى السلطان لان الكل حصل بتسبيبه وهو متعدفی هذا التسبيب البحرالرائق کویٹه ،ج۵/ص ۷۰/ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سکتا، اس کی عظمت مانع ہے، یا زیادتی تعلق مانع ہے، عظمت مانع ہونے کی یہ صورت ہے، کہ زید کا قرض کسی اپنے استاذ یا پیر یا کسی بڑے کے ذمہ ہے، زیادتی تعلق کی صورت یہ ہے کہ وہ شخص زید کا دوست ہے، اس سے قرض مانگتے ہوئے شرم آتی ہے، لہٰذا زید ان سے مطالبہ تو نہیں کرسکتا، اب اگر زید اپنے قرض کے بقدر بلا اجازت چپکے سے اپنے مقروض کے مال میں سے لے لے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ یا یہ کہ مطالبہ کرے اور پھر وہ مقروض اگر انکار کرے تو زید اپنے قرض کے بقدر لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلے مطالبہ کرے، اگر مقروض دینے سے انکار کردے تو پھر دوسرے طریقہ سے وصول کرے[1] معاملات میں عظمت اور دوستی مانع نہیں ہونی چاہئے، ورنہ تو پھر قرض معاف کر کے ان کو بری الذمہ کردے، اس میں عظمت کی بھی رعایت ہے، اور دوستی کی بھی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/۹۳ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) باب قطع الطریق قبیل کتاب السیر، عالمگیری کوئٹہ ص۳۶۷ ج۵ کتاب البیوع الباب التاسع والعشرون فی القرض والدین.

(**صفحہ ہٰذا**) [1] الی قولہ والفتوی الیوم علی جواز الاخذ عند القدرة من ای مال کان لا سیما فی دیارنا لمداومتهم الحقوق، شامی زکریا ص ۲۲۱ ج۹ کتاب الحجر ان یأخذ بیدہ اذا ظفر بجنس حقہ بغیر رضاء المدیون للدائن. شامی نعمانیہ ،ص ۹۵/ ج۵/ کتاب الحجر، حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار ص۸۶ ج۴ کتاب الحجر، مطبوعہ دار المعرفة بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص۲۰۳ ج۳ کتاب البیوع، الباب التاسع عشر فی القرض والاستقراض.

جو شخص اپنا قرض قبول نہ کرے اس کی ترکیب

سوال:۔ ہمارے والد صاحب نے پنڈت کو جبکہ چک بندی ہورہی تھی، سوروپیہ دیا، اس غرض سے کہ وہ اے سی او کو یہ روپیہ دیکر میرا چک اچھی جگہ کرادے، میں نے جب اے سی او، سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں آپ کا چک بلا رشوت لئے ہی اچھی جگہ پر دیدونگا، تو میں جا کر پنڈت سے روپیہ لے آیا، اسکے بعد پھر پنڈت آیا، اور کہا اے سی او صاحب روپیہ مانگ رہے ہیں تو ہم نے اسے ۵۵/روپیہ دیدیا اور اس کا ذکر اے سی او صاحب سے کیا، تو انہوں نے کہا کہ مجھے روپیہ نہیں ملے، اور مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں، آپ روپے اس سے لے لیجئے، ہمارے ذمہ اس کا سوروپے پہلے ہی سے تھا، اور اسی درمیان میں ہمارے والد صاحب کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد ہم نے ۵۵/روپے کاٹ کر اس کا بقیہ ۴۵/روپے دینے گئے تو اس نے کہا کہ مجھے پورے سوروپیہ ملنے چاہئیں، میں نے آپ کا روپیہ اے سی او، کو دیدیا تھا، اور اے سی او، اس سے انکار کرتا ہے، اور پنڈت کہہ رہا کہ مجھے سوروپیہ دو، اور اگر پورے سو نہیں دیتے تو بقیہ روپیہ بھی لے جاؤ میں نہیں لونگا، اب ہم لوگ کیا کریں، پورے روپیہ دیں یا اپنا روپیہ کاٹ کر؟ اور بقیہ روپیہ لینے پر وہ راضی نہیں، تو بقیہ روپے دینے کے لئے کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۵۵/روپیہ کاٹ کر بقیہ ۴۵/روپیہ لفافہ میں رکھ کر اسکے سامنے رکھدیں کہ اسکو دیکھ لو[1] اور پڑھ لو، اور ایک پرچہ بھی اس میں رکھدیں کہ تمہارے سوروپیہ ہماری طرف تھے، ۵۵/روپے

---

[1] والتمکن من القبض کالقبض، الدرالمختار علی الشامی زکریا، ص ۴۹۲/ج۸/ اول کتاب الھبة، وضع المغصوب بین یدی مالکه برئی وان لم یوجد حقیقة القبض وکذا المودع، شامی زکریا ص ۲٦٦ ج۹ کتاب الغصب، مطلب فی رَدّ المغصوب وفیما لو أبی المالک قبوله.

پہلے دیئے تھے، اور بقیہ ۴۵/روپیہ یہ ہیں، جب وہ لفافہ اٹھائے گا، تو اس کا قبضہ ہو جائے گا، اور آپ بری ہو جائینگے، اگر فتنہ اور فساد کا خطرہ ہو تو مصیبت ٹلانے کیلئے پورے سو ہی دیدیں [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۳/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۳/۹۳ھ

مال مشترک میں قرض

سوال:۔ایک تجارت میں چھ شرکت دار ہیں، ہر شریک کی رقم اس شرکت میں شامل ہے، اور کام کرنے والے صرف دو شریک ہیں، نفع اور خسارے کی شرائط اس طرح طے تھے، چالیس فی صد کام کرنے والے شریک کو اور بیس فی صد کل رقم پر، پھر کام کرنے والے ایک شریک نے شدید ضرورتوں کے تحت اپنے طور پر دوکان سے قرضہ لیا، رمضان المبارک میں حساب کرنے کے بعد معلوم ہوا، کام کرنے والے اسی شریک کے اخراجات کی زیادتی کی وجہ سے وہ شریک دوکان کا مقروض ہو گیا، اب سوال یہ ہے کہ یہ تجارت قدیمی شرائط پر چلے گی یا کوئی جدید تبدیلی ہونی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شرائط پہلے طے کر چکے ہیں، ان میں ترمیم کی ضرورت نہیں [۲] قرض کا معاملہ صاف کر لیا جائے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۱۴۰۰ھ

---

[۱] عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا ينبغي للمؤمن ان يذل نفسه قالوا وكيف يذل نفسه قال يتعرض من البلاء لما لا يطيق، ترمذی شریف ص۵۰ ج۲ ابواب الفتن باب بلا ترجمة، مطبوعه رشيديه دهلی. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

دین ادا کرنے میں ٹال مٹول

سوال:۔ جلال پور فیض آباد میں اکثر عموماً مالی حیثیت سے پسماندہ بنکر (پارچہ باف) لوگ بستے ہیں مال فروخت کرنے میں ان کو دشواری یہ ہوتی ہے کہ یہاں کوئی ایسی آڑت نہیں کہ جس کے ہاتھ نقد مال فروخت کرسکیں، اس لئے وہ مجبوراً کسی آڑت پر ادھار مال فروخت کرتے ہیں، دوسری پریشانی یہ ہوتی ہے کہ انہیں نقد دام اگر نہیں ملتے تو مال کی قیمت ازسکہ رائج الوقت ملنا چاہئے، مگر مال کی جگہ سوت دیتے ہیں، بلکہ سوت ہی لینے پر مجبور کرتے ہیں، تیسری بات یہ ہے کہ حسب مرضی ایک گٹھر دو گٹھر بازار کی قیمت سے بڑھا کر دیتے ہیں، چوتھی یہ کہ معاملہ کے وقت مدت کا تعین نہیں ہوتا، خریدار کو اختیار ہوتا ہے، اور اختیار اس کا خود وضعی ہوتا ہے، آڑت والوں کا کہنا ہے کہ آمدنی کی کمی کی وجہ سے اپنے دو روپیہ سوت بڑھا کر دیتے ہیں، ٹال مٹول سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ کاریگروں ہی کے روپیہ سے پھیر پھار کر کے گویا کمائی کرتا ہے، کاریگر بھی مذکورہ حالات کے پیش نظر ایک دوآنہ عام طور سے تیز دیتا ہے، لیکن یہ تیز وستا دینا تو معاملہ کے وقت ہی کی بات ہے، دونوں کے اعذار میں سے کس کا عذر کہاں تک قابل قبول ہے نیز مذکورہ صورت کے پیش نظر آڑت والوں کی کمائی مشتبہ تو نہیں اور ایسی صورت میں کیا بہتر ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جس کا دین واجب الاداء ہو اور ادا کرنے کے لئے پاس موجود ہو پھر ٹال مٹول کرنا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ؎ المسلمون علی شروطهم الحدیث، ترمذی شریف، ص ۲۵۱/ج ۱/ مکتبہ یاسر ندیم دیوبند) ابواب الاحکام، باب ماذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس معجم الکبیر للطبرانی ص ۲۲ ج ۱۷ رقم الحدیث ۳۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی۔

E:\F.M.Fainal\Jild-25\01-Masaile Qarz

اورنہ دینا ظلم ہے، نیز نقد کے بجائے سوت لینے پر مجبور کرنا بھی ظلم ہے، ”لی الواجد یحل عرضہ (الحدیث[۱]) او کماقال علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے باوجود صاحب حق مجبور ہوکر ہی سہی اپنا حق بصورت سوت لینا منظور کرلیتاہے، اورلے لیتاہے، تو مدیون بری ہوجاتاہے[۲] اوراس کی آمدنی کوناجائز نہیں کہاجائیگا، حق تلفی یا ٹال مٹول کا مواخذہ ہوگا۔[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۹/۸ھ

---

[۱] بخاری شریف،ص ۳۲۳/ج ۱/ کتاب الاستقراض،باب مطل الغنی ظلم، مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند، ابوداؤد شریف، ص ۱۱۵/ج ۲/مکتبہ رشید یہ دھلی کتاب القضاء،باب فی الدین ھل یحبس۔ دوسری روایت میں مطل الغنی ظلم الخ بخاری شریف، ۳۲۲/ج باب مطل الغنی ظلم رقم الحدیث،ص ۲۳۳۸۔

ترجمہ:۔ آدمی کا ٹال مٹول کرنا اس کی عزت کو حلال کردیتاہے۔

[۲] فلو باع ابلا بدراھم أو بکرّ برّ جاز أخذ بدلھما شیئاً آخر وکذا الحکم فی کل دین، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۳۷۷ج۷ کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة مطلب فی تعریف الکر.

[۳] عن ابی ھریرة ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال مطل الغنی ظلم، أی تأخیر اداء الدین من وقت الی وقت (ظلم) فان المطل منع اداء ما استحق اداء ہ وھو حرام من المتمکن، مرقاة شرح مشکوٰة شریف ص۳۳۷ج۳ باب الافلاس والانظار الفصل الاول مطبع اصح المطابع بمبئی، عن ابی ھریرة قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رحم اللّٰہ عبداً کانت لاخیہ عندہ مظلمته فی عرض أو مال فجاء ہ فاستحله قبل أن یؤخذ ولیس ثم دینار ولا درھم فان کانت له حسنات اخذ من حسناته وان لم تکن له حسنات حملوا علیه من سیّاٰتھم، ترمذی شریف ص۶۷ ج۲ ابواب صفة یوم القیامة باب ما جاء فی شأن الحساب والقصاص، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند، فتح الباری ص ۱۳۹ج۵ کتاب المظالم، باب من کانت له مظلمة عند الرجل مطبوعه دار الفکر بیروت.

ثبوت دین کے لئے حلف

سوال:۔ ایک تاجر کے ۴۵/روپے دوسرے تاجر کے سرمایہ میں جس سے کہ اس کالین دین تھا، خرد برد ہوگیا، دویم اس کا روپے کی تعین کے بارے میں تاجروں سے ہی اٹھوانا یاقسم لینا چاہتا ہے، تاجروں کا اس کے علاوہ بھی کچھ روپیہ تاجر دویم کے ذمہ ہے، مگر اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، ایسی صورت میں تاجروں کو اس جھگڑے والے روپے کے لئے قسم کھانا یانامہ تحریر کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر تاجر دویم مدعی ہے، اور تاجروں سے روپیہ وصول کرنا چاہتا ہے، اور تاجر اس سے کہتا ہے کہ روپیہ ضائع ہوگیا، تاجر دویم اس کا یقین نہیں کرتا بلکہ حلف لینا چاہتا ہے، اور تاجر اپنے قول میں صادق ہے، اس کو قسم کھانا خواہ زبانی ہو، خواہ تحریری ہو شرعاً درست ہے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/۸۵ھ

قرض لیکر اس کی واپسی کیلئے اقساط مقرر کرنا

سوال:۔ (۱) زید، بکر کو ۳۰/ ہزار روپے میں اپنا مکان قسط پر فروخت کرتا ہے، اور ہر ہفتہ دو ہزار روپے ادا کرتا ہے، بعدہ ہر سال ایک ایک ہزار روپیہ ادا کرنے کا متعین کرتا ہے، تو یہ طریقہ شرعی درست ہے؟

---

[۱] البینة علی المدعی والیمین علی المدعیٰ علیه الحدیث ترمذی شریف، ص ۱۶۰ ج ۱/ (مکتبه رشیدیه دهلی)ابواب الاحکام)، باب ما جاء فی ان البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه، قواعد الفقه ص ۲۶ رقم القاعدة ۲۶، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

(۲) میں یہ مخصوص شرط عائد کرنی ہوتی ہے کہ زید کی مماتی کے بعد زید کا کفن دفن اور قرضہ وغیرہ ان قسطوں میں سے ادا کرکے بقایا رقم میرے ورثاء یعنی زید کے وارث داروں کو ازروئے شریعت تقسیم کردی جائے، اور زید کے ورثاء لوگ پاکستان رہتے ہیں، اور وہاں پیسے حصہ دار کو پہنچانے کا یہاں کی گورنمنٹ کا قانون نہیں ہے، تو یہ نظام جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

مکان کی مجموعی قیمت طرفین کی رضامندی سے مقرر ہوگئی اور اس کی ادائے گی کے لئے قسطیں طرفین نے منظور کرلی اور ان قسطوں میں کچھ تفاوت بھی رکھا کہ پہلی قسط اتنے روپے کی ہوگی، دوسری اتنے کی تو شرعاً یہ طریقہ درست ہے اس میں کوئی خرابی نہیں[1] یہ شرط عائد کرنا بھی درست ہے کہ انتقال بائع کے بعد بقیہ قسطوں میں تجہیز وتکفین کرکے ورثاء پر تقسیم کردیں[2] پھر جو ورثاء دیگر ممالک میں ہیں ان سے دریافت کرلیا جائے، کہ آپ کے روپے کو کیا کیا جائے؟ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۴/۷ ۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۷ ۸ھ

---

[1] رجل قال بعت منک هذا الثوب بعشرة علیٰ ان تعطینی کل یوم درهماً وکل یوم درهمین الخ البحرالرائق ۲۸۰/ج۵/ کتاب البیوع تحت قول الکنز صح بثمن حال وبأجل معلوم خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۲۶۹ ج۲ کتاب البیوع، باب الصرف فصل فی الاجل، منحة الخالق علی هامش البحر ص۲۸۰ ج۵ کتاب البیوع، مطبوعه کوئٹه.

[2] عن عمر بن عوف المزنی عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال الصلح جائز بین المسلمین الی قول النبی صلی اللّٰه علیه وسلم والمسلمون علی شروطهم الا شرطاً حرّم حلالاً أو أحل حراماً، مشکوٰة شریف ص۲۵۳ باب الافلاس والانظار الفصل الثانی مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ترمذی شریف ص۲۵۱ ج۱ ابواب الاحکام باب ما ذکر عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی الصلح بین الناس، مطبوعه مکتبۂ بلال دیوبند.

قرض لیکر مکان کرایہ پر دینا

سوال: ۔ایک شخص نے اپنے کرایہ دار سے کہا کہ تو مجھے پانچ ہزار روپیہ دیدے جب تک تیرا روپیہ ادا کرنہ کردوں اس وقت تک تجھ سے مکان کا کرایہ نہیں لونگا، تو یہ جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پانچ ہزار روپیہ اس شرط پر قرض لینا کہ واپسی تک دوکان یا مکان کا کرایہ نہ لے گا، یہ سود ہے جو کہ ناجائز ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۶/۲۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۶/۲۵ھ

حج کیلئے پرائیویٹ فنڈ سے قرضہ

سوال: ۔زید کسی فرم کا ملازم ہے وہ عازم تبلیغ اور عازم حج بیت اللہ ہوکر ایک سال کے لئے حجاز مقدس کا سفر کرنا چاہتا ہے، زادسفر کے لئے اُسے اپنے پرویٹ فنڈ سے قرضہ لینا ہوگا، پرائیویڈنٹ فنڈ یا دیگر فنڈ سے قرض لینے کی شرط یہ ہے کہ وہ قرض یا تو مکان بنانے کے لئے یا لڑکی یا بہن کی شادی وغیرہ ہی کے نام پر مل سکتا ہے، اس کے بعد اس کی تنخواہ سے بینک کے سود کے ساتھ ہر ماہ رقم وضع ہوتی رہے گی اب مسئلہ یہ ہے کہ :

---

[1] فی الاشباہ کل قرض جرنفعاً حرام الخ الدرالمختار علی الشامی،زکریا ،ص ۳۹۵/ج۷/ باب المرابحۃ والتولیۃ فصل فی القرض، مطلب کل قرض جرنفعاً حرام، الاشباہ والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانی کتاب المداینات، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، کل قرض جر نفعا فھو ربا حرام، قواعد الفقہ ص۱۰۲ رقم القاعدۃ ۲۳۰، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

(الف) پرائیویڈنٹ والے قرض سے زید کے مذکورہ بالا ہر وہ مقاصد کی تکمیل میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں۔

(ب) کیا شرط کے مطابق شادی یا مکان کا جھوٹا بہانہ بنا کر پرائیویڈنٹ فنڈ سے لیا ہوا قرضہ کا مذکورہ بالا مقاصد پر خرچ کیا جانا جائز ہے یا نہیں فی الحال دوسرے سے قرض لیکر زید نے ٹکٹ بنالیا اور پرائیویڈنٹ فنڈ والی رقم ہی سے اس قرضہ کی ادائیگی کا خواہاں ہے براہ کرم مذکورہ بالا احوال کا شرعی نقطہ نظر سے جائزہ لیکر اپنی مدلل رائے عنایت فرمائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید اس سال بھر کی جدوجہد کے ذریعہ جنت میں مکان بنانا چاہتا ہے جس کی ضرورت کا اس کو یہاں کے مکان کی ضرورت سے زیادہ احساس ہے اس مقصد کے لئے اس کو روپیہ لینے کی زیادہ ضرورت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۱۳۹۹ھ

حقہ پینا اور قرض لیکر دوسروں کی خدمت کرنا

سوال:۔ زید مفلس ہوگیا، لیکن غیر مسلم فاسق سادھو اور دیندار کی خدمت قرضہ سے

---

[1] عن ابی موسیٰؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من اَحبَّ دنیاہ اَضرّ باٰخرتہ ومن اَحبّ اخرتہ اَضرّ بدنیاہ فاٰثروا ما یبقٰی علی ما یفنٰی، مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۱ کتاب الرقاق، الفصل الثانی مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، وإن أمکن التوصل إلیہ بالکذب وحدہ فمباح إن أبیح تحصیل ذٰلک المقصود، وواجب إن وجب تحصیلہ رد المحتار وفی در المختار الکذب مباح لاحیاء حقہ الی قولہ والمراد التعریض لان عین الکذب حرام، شامی زکریا ص ۶۱۲ ج ۹ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع، اتحاف السادۃ شرح احیاء ص ۵۲۳ ج ۷ کتاب آفات اللسان بیان ما یرخص فیہ من الکذب، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

کرتا رہتا ہے، لیکن ادھار ادا کرنے کا نام نہیں لیتا، اور حقہ نوشی کا اس قدر زور ہے کہ منہ سے بدبو نکلتی ہے، کسی کام نام لے کر جھوٹی تاویلات پیش کر کے بچاؤ کرتا ہے، تو ایسے شخص کے بارے میں شرعی ضمان کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرض حقوق العباد میں سے ہے، حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک جنازہ لایا گیا نماز کیلئے دریافت فرمایا کہ اس نے کوئی قرض چھوڑا ہے، عرض کیا گیا ہے کہ جی ہاں پھر دریافت فرمایا کہ ادا کرنے کیلئے بھی چھوڑا ہے، تو معلوم ہوا کہ نہیں چھوڑا، تو حضور ﷺ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھانے سے انکار کردیا تھا[1] احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دو پیسے (قلیل مقدار) کے عوض سات سو مقبول فرض نمازیں قیامت کو دلائی جائیں گیں[2] بدبو سے ملائکہ اور انسانوں کو اذیت ہوتی ہے، جس کے منہ سے پیاز وغیرہ کی بدبو آتی ہے اس کو بغیر منہ صاف کئے مسجد میں آنے سے روک دیا جاتا تھا[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۸۷ھ

---

[1] عن ابی سعید الخدریؓ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بجنازۃ لیصلی علیھا فتقدم لیصلی فالتفت الینا فقال ھل علی صاحبکم دین قالوا نعم قال ھل ترک من وفاء قالوا لاقال صلوا علی صاحبکم (کتاب الترغیب والترھیب للاصبھانی، ج۲/ص ۱۵۵/ باب الدال، مکتبۃ النھضۃ الحدیثیۃ بیروت، مشکوٰۃ شریف ص۲۵۳ باب الافلاس، والانظار الفصل الثانی مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] جاء فی بعض الکتب انہ یوخذ لدانق ثواب سبع مائۃ صلوۃ بالجماعۃ (الاشباہ والنظائر، ص۷۴/ القاعدۃ الثانیہ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

قرض خواہ کا مقروض کو رسوا کرنا

سوال:۔ زید نے اپنے لڑکے کی شادی میں بکر سے کچھ قرضہ اور غلہ وغیرہ قرض لیا، شادی کے بعد زید کسی مجبوری کیوجہ سے قرضہ غلہ ادا نہ کر سکا بکر نے ادھر اُدھر رسوا کرنا شروع کر دیا، برادری اور غیر برادری ہر جگہ پر رسوا کرنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ تقریب اور شادی میں بھی بدنام کیا اور بے ایمان اور خدا جانے کیا کیا کہا زید بہت شرمندہ ہوا اور پریشان ہوا کہ اب وہ قرضہ اور غلہ وغیرہ کچھ نہیں دیتا اور کہتا ہے ہماری عزت گئی اور رسوائی ہوئی اور بے ایمان ہیں تو کچھ نہیں دیں گے، عزت بھی کوئی چیز ہے، ہماری بدنامی و بے عزتی ہوئی عزت گئی اور قرضہ گیا اس میں حضرت کا کیا حکم ہے کیا آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کا مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اللہ تعالیٰ کے یہاں ضرور معاملہ ہوگا بکر کو اپنا قرضہ وصول کرنے کا حق تھا اور ہے[1]، زید کے ذمہ لازم ہے قرضہ ادا کرے یا معاف کرائے ورنہ سخت پکڑ ہوگی[2] اور دنیا میں بھی اس

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [3] یکرہ............اکل نحوثوم ویمنع منه وکذا کل موذٍ .(الدرالمختار) نحو ثوم ای کبصل ونحوه مماله رائحة کریهة للحدیث الصحیح فی النهی عن قربان اٰکل الثوم والبصل المسجد علة النهی اذی الملائکة واذی المسلمین (شامی کراچی ،ج ۱/ص ۶۶۱/ کتاب الصلوٰة، باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها احکام المسجد مطلب فی الغرس فی المسجد، شامی زکریا ص۴۳۵ ج۲ عمدة القاری للعینی ص۱۴۶ ج۳ الجزء السادس، کتاب الاذان، باب ما جاء فی اکل الثوم بیان اکل الثوم النئی وغیره من کل ماله رائحة کریهة، حلبی کبیر ص ۶۲۵، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه مکتبۂ رحیمیه دیوبند.

(صفحہ ہٰذا) [1] الحق لایسقط بتقادم الزمان،قواعد الفقه، ص ۷۷/ رقم القاعدة ۱۱۶ (مطبوعه اشرفی دیوبند) (حاشیہ [2] اگلے صفحہ پر)

کے ترکہ سے وصول کرنے کا حق ہوگا،[1] بکر نے اگر اپنا قرضہ وصول کرنے میں حدود شرع سے تجاوز کیا ہے یعنی ذلیل کیا ہے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہوگا[2] مگر اس کی وجہ سے قرضہ معاف نہیں ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۱/۸۹ھ

ادائے قرض کے لئے میعاد مقرر کرنا

سوال:۔ اس مسئلہ میں وضاحت فرمادیجئے کہ قرضہ کی میعاد مقرر کرنا وصول یابی کی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم رحم اللّٰه عبداً كانت لاخيه عنده مظلمته فى عرض أو مال فجاء ه فاستحله قبل أن يؤخذ وليس ثم دينار ولا درهم فان كانت له حسنات اخذ من حسناته وان لم تكن له حسنات حملوا عليه من سيّاٰتهم ترمذى شريف ص۶۷ ج۲ ابواب صفة يوم القيامة باب ما جاء فى شأن الحساب والقصاص، مطبوعه مكتبهٔ بلال ديوبند، فتح البارى ص ۱۹۳ ج۵ كتاب المظالم باب من كانت له مظلمة عند الرجل، مطبوعه دار الفكر بيروت.

(صفحه هذا) [1] رجل مات وعليه دين ...... وان علم الوارث بدين المورث كان عليه أن يقضى دينه من تركة المورث، عالمگيرى كوئٹه ص۳۶۷ ج۵ كتاب البيوع، الباب السابع والعشرون فى القرض والدين، الدر المختار مع الشامى زكريا ص۴۹۵ ج۱۰ كتاب الفرائض.

[2] عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم المسلم اخوالمسلم لايظلمه ولايخذله ولايحقره الىٰ قوله كل المسلم على المسلم حرام دمه ومالهٗ وعرضه الحديث ، مشكوٰة شريف ،ص ۴۲۲/ باب الشفقة والرحمة على الخلق(مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی کوئی مسلمان کسی مسلمان پر نہ تو ظلم کرے نہ اس کو رسوا ہونے دے، اور نہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھے، مسلمان کی ساری چیزیں مسلمان پر حرام ہیں یعنی مسلمان کا خون مسلمان کا مال اور مسلمان کی آبرو۔

ناجائز ہے؟ کیا قرضہ کا اور اُدھار شئی کا وصول کرنا دونوں برابر ہیں، مجہول وغیرہ تو جائز ہیں؟ جیسے کہ ہفتہ عشرہ میں دے دونگا، ذرا تفصیل سے بیان کر دیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرضہ کی میعاد وصول کے لئے مقرر کرنے سے وہ میعاد لازم نہیں ہوتی ہے، بلکہ اس سے پہلے بھی مطالبہ کرنے کا حق رہتا ہے[1]، شرعاً قرضہ تو یہ ہے کہ مثلاً دس روپیہ لئے اور وعدہ کیا کہ پندرہ روز میں واپس کر دونگا، اگر کوئی چیز خریدی اور شرط یہ کرلی کہ اسکی قیمت پندرہ روز میں دیگا تو میعاد سے پہلے قیمت دینے پر مجبور کرنے کا اختیار نہیں یہ قیمت شرعاً دین ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۷/۸۵ھ

امام کے ذمہ مسجد کا قرض ہے اسکی وصولی کی صورت

سوال:۔ ایک جگہ مسجد میں امام رہتا تھا اور امام صاحب کا فصلانہ تھا جس سے امام صاحب کے اخراجات پورے ہوتے تھے، جس وقت فصل کا وقت آیا یعنی فصل کٹنی شروع

---

[1] القرض فلایلزم تاجیله ای انه یصح تاجیله مع کونه غیرلازم فللمقرض الرجوع عنه (درمختار مع الشامی زکریا ،ص ۳۸۴/ج۷/ کتاب البیوع باب المرابحة والتولیة مطلب فی تاجیل الدین) الدار المنتقیٰ مع مجمع الأنهر ص۱۱۷ ج۳ کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة تحت فصل مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۲۱ ج۶ باب المرابحة والتولیة، فصل فی بیان التصرف فی المبیع.

[2] ولزم تاجیل کل دین،ماوجب فی الذمة بعقد اواستهلاک، إن قبل المدیون، (در مختار مع الشامی زکریا ،ج۷/ص ۳۸۳/ . حواله بالا البحر الرائق کوئٹه ص ۱۲۲ ج۶ باب المرابحة والتولیة، فصل فی بیان التصرف فی المبیع، النهر الفائق ص۴۶۷ ج۳ کتاب البیوع، باب التولیة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

ہوئی تو امام صاحب کے اوپر الزام اٹھایا گیا، یہ خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ الزام سچ ہے یا جھوٹ بہر حال اس الزام کی گرفتاری میں امام صاحب تشریف لے گئے، تمام فصلانہ چھوڑ کر، اب امام کا ایک آدمی رہ گیا فصلانہ لینے کی غرض سے، چند آدمیوں نے فصلانہ باقی نہیں دیا اور کسی مجبوری کی وجہ سے امام نے مسجد کے پیسے سے کچھ قرض لیا تھا، توجس وقت امام وہاں سے چلے کوئی پیسہ اپنے پاس نہیں تھا، اب مسجد والوں نے امام صاحب سے پیسوں کا تقاضہ کیا، تو امام صاحب نے جواب دیا کہ میرا فصلانہ ابھی باقی ہے، دس بارہ بچوں کا انعام بھی رہ گیا ہے، جن کو ہم نے قرآن پڑھایا ہے، آپ ان بچوں سے انعام لے کر اور فصلانہ وصول کر کے مسجد کا جو قرضہ مجھ پر ہے پہلے وہ وصول کرلو، پھر باقی روپے مجھے دیدو، بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

امام صاحب کا جواب صحیح ہے اس کے موافق عمل کیا جاوے مسجد کا پیسہ چھوڑنے کا کوئی حق نہیں ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۵/۹۰ھ
الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

مسجد کا روپیہ کسی کے ذمہ ہو تو اس کو معاف نہیں کیا جاسکتا

سوال:۔ مسجد کے متولی، امام یا مسجد کے کسی خدمتی مؤذن وغیرہ کو مسجد کی بقایا رقم

---

[1] أکار تناول من مال الوقف فصالحه المتولي علی شيء ان وجد المتولي بينة علی ما ادّعی أو کان الاکار مقراً لا يملک المتولي أن يحط شيئاً منه ان کان الاکار غنياً، عالمگيری کوئٹه ص۴۲۵ ج۲ کتاب الوقف الباب الخامس في ولاية الوقف وتصرف القيم الخ، محيط برهانی ص۴۰ ج۹ کتاب الوقف، الفصل السابع تصرف القيم في الأوقاف، مطبوعه ڈابهيل، خانية ص۲۹۸ ج۳ کتاب الوقف باب الرجل يجعل داره مسجداً الخ مطبوعه کوئٹه.

جبکہ مجبوری ہو ادانہ کرسکتا ہو، معاف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

اس کو معاف کرنے کا حق کسی نہیں، جو لوگ معاف کرنا چاہتے ہیں وہ چندہ کر کے اس کی طرف سے ادا کریں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند

مال کافر کی ادائیگی

سوال: ۔ اگر کسی مسلمان کے ذمہ کسی کافر کا قرض ہو اور اس کی ادائیگی ناممکن ہوگئی ہو تو اس سے بری الذمہ ہونے کے لئے کیا صورت ہو سکتی ہے مع کتب وصفحہ تحریر فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

معاف کرالے اگر ادا کرنے کی وسعت نہ ہو ورنہ مواخذہ ہوگا، "**وفی فتاویٰ قاضی خان رجل لهٗ حق علی خصم فمات ولا وارث لهٗ تصدق عن صاحب الحق بقدر ماله علیه لیکون ودیعة عندالله تعالیٰ یوصلها الی خصمائه یوم القیامة واذا غصب مسلم من ذمی مالا اوسرق منه فانه یعاقب به یوم القیامة لان الذمی لایرجی منه العفو فکانت خصومة الذمی اشداھ،شرح فقه اکبر ص۱۹۴[1] / ولاوجه لاعطائه ثواب طاعة المسلم لانه لیس من اهل الثواب ولالوضع وبال الکفر علی المسلم فتبقی خصومته افاده ابوالسعود وقد یقال لامانع من وضع**

---

[1] وانه لایباع ولایوهب (شامی کراچی ،ص ۳۳۹/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب لووقف علی الاغنیاء وحدهم لم یجز)

[1] شرح فقه اکبر ،ص ۱۹۴/(مطبوعه مجتبائی دهلی) بحث التوبة.

وبال غير الكفرمن السيئات على المسلم فيعذب بها عنه روى من ظلم ذميا كنت حجيجه يوم القيامة وحمله بعض العارفين على معنى ان النبى صلى الله عليه وسلم يحاجج عن المسلم لان الذمى يقول لاارضى بخصومتى الا ان يكون خصمه معه فى حمل استقرار ۱ھ طحطاوی[1] على الدرالمختار باب استيلاد" فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱/۵۹ھ

---

[1] طحطاوى على الدرالمختار ص۳۱۹، ج۲، كتاب العتق، باب الاستيلاد، مطبوعه دارالمعرفة بيروت، شامى كراچى ص۳/۶۹۴، كتاب العتق، باب الاستيلاد، مطلب خصومة الذمى اشد من خصومة المسلم، النهر الفائق ص۳/۴۴، كتاب العتق، باب الاستيلاد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وکیل کی آمدنی اور اس کا ہدیہ

سوال:۔(۱) وکلائے عدالت کی وکالت کی آمدنی حلال ہے، یا حرام جب کہ وکالت کرنے میں حق وناحق ہر طرح کے مقدمے کی وکالت کرتے ہیں؟

(۲) ایسے وکیل کی آمدنی سے ہدیہ کا قبول کرنا جائز ہے یا ناجائز۔

(۳) مسلم وغیر مسلم کی وکالت کی آمدنی سے ہدیہ کے قبول کرنے میں کچھ فرق تو نہیں؟

(۴) اگر وکیل کی آمدنی کا ذریعہ علاوہ وکالت کے اور بھی کوئی ہو مثلاً تجارت تو ایسی حالت میں ہدیہ کے قبول اور اس کے استعمال میں کیا حکم ہے، جب کہ یہ امر مخفی ہے، کہ یہ ہدیہ وکالت کی آمدنی کا ہے، یا اور کسی آمدنی کا ناجائز ہونے کی صورت میں یہ امر قابل دریافت ہے کہ کسی حیلۂ شرعی سے اس ہدیہ کو جائز بھی کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

امور بالا کا جواب برائے صدکرم مدلل تحریر فرما کر ممنون وشاکر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وکالت ایک عقد اجارہ ہے اگر اجارہ میں عمل یا وقت اور اجر کی تعیین ہو جائے نیز وہ عمل معصیت نہو اور ان طاعات میں سے بھی نہ ہو کہ جن پر اجر لینا ناجائز ہے، تو اجارہ درست ہے، اس طرح اگر وکالت میں امور مذکورہ کا لحاظ رکھا جائے، تو وکالت کی آمدنی حلال ہوگی، اور جس وکالت میں معصیت پر اجر لیا جائے، یعنی جھوٹے اور ناحق مقدمہ کی پیروی کی جائے ، اور ظالم کی اعانت کی جاوے ، ایسی وکالت اور اس کی آمدنی ناجائز ہے ، ’’لایجوزاخذ الاجرة علیٰ المعاصی کالغناء والنوح والملاهی لان المعصية لايتصور استحقا قها بالعقد فلايجب عليه الاجروان اعطاه الاجر وقبضه لايحل

له ویجب علیه رده اھ مجمع الانهر، ص ۳۸۴/"۔[1]

(۲) اختلاط کی صورت میں غلبہ کا اعتبار ہوگا، یعنی اگر غالب آمدنی حلال ہے تو ہدیہ کا لینا بھی درست ہے، اور اگر غالب آمدنی حرام ہے تو ہدیہ کا لینا بھی حرام و ناجائز ہے ہاں اگر اس ہدیہ کے متعلق حلت وحرمت کا علم ہوجائے، تو پھر اس کا اعتبار ہوگا" اذا اهدی الرجل الیٰ انسان اواضافه ان کان غالب مال المهدی من الحرام ینبغی له ان لایقبل الهدیة ولایأکل من طعامه مالم یخبر انه حلال اوانه استقرض من غیره وان کان غالب مال المهدی من الحلال لابأس بان یقبل الهدیة ویأکل مالم یتبین عنده انه حرام لان اموال الناس لاتخلوعن قلیل حرام فیعتبر الغالب "فتاویٰ قاضی خاں، ص ۸۷۷/ج۴/۲[2] مقتدا کو اجتناب احوط ہے۔

(۳) جو معاملات مسلمانوں کے لئے ممنوع ہیں وہ کفار کے لئے بھی ممنوع ہیں، قبول ہدیہ کے لئے وکالت مسلم پر وکالت کافر کو قیاس کرلیا جاوے۔ "اما المعاملات فهی دائرة بیننا وبینهم ای الکفار فینبغی ان نتعامل معهم حسب ماتعاملنا بیننا فی البیع والشراء والاجارة وغیرها سوی الخمر والخنزیر فانهما مباحات لهم لالنااھ نورالانوار، ص ۲۹/[3] وغایت التحقیق[4]، کشف المبهم، ص۲۳۹/۔[5]

[1] مجمع الانهر ص۵۳۳/ج۳/ (مطبع دارالکتب العلمیة بیروت) کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة، در مختار مع الشامی زکریا ص۵۷ ج۷ باب الإجارة الفاسدة، مطلب فی الاستئجار علی المعاصی، البحر الرائق ص ۲۰ ج۸ باب الإجارة الفاسدة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] فتاویٰ قاضی خاں علی الهندیة، ص۴۰۰/ج۳/ اول کتاب الحظر والاباحة، عالمگیری ص ۳۴۲ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، مطبوعه کوئٹه، مجمع الأنهر ص۱۸۶ ج۴ کتاب الکراهیة فصل فی الکسب، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] نورالانوار ص۶۳/ مطبع یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند، مبحث الامر،

[4] غایت التحقیق ص۲۸۷/ باب القیاس، فصل فی بیان الاهلیة، مطبوعه کراچی .

[5] کشف المبهم، ص ۲۲۹/مسئلة الکافر مکلف بالفروع، مطبوعه کانپور.

(۴) اس میں بھی غلبہ کا اعتبار ہوگا، بر تقدیر عدم جواز حیلۂ شرعی یہ ہے "وفی شرح حیل الخصاف شمس الائمة ان الشیخ اباالقاسم کان یأخذ جائزة السلطان وکان یستقرض لجمیع حوائجه وما یأخذ من الجائزة یقضی به دیونه والحیلة فی هذه المسائل ان یشتری نسیئة ثم ینقد ثمنه من ای مال شاء وقال ابویوسفؒ سألت ابا حنیفةؒ عن الحیلة فی مثل هذا فاجابنی بماذکرنا کذا فی الخلاصة اھ. فتاویٰ عالمگیری، ص ۳۴۲ / ج ۵ / [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۱۰/ ۵۵ھ

الجواب صحیح بندہ عبداللطیف

صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۱۰/ ۵۵ھ

وکالت کا پیشہ

سوال:۔ وکالت کا پیشہ اختیار کرنا کسی مسلمان کو کیسا ہے، جبکہ شریعت حقہ کے خلاف اکثر قوانین ہوتے رہتے ہیں، اس سے جو رقم ملے وہ کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سچے مقدمات لیتا ہو، اور کسی خلاف شرع امر کا ارتکاب اس میں نہ کرنا پڑتا ہو تو پیشہ وکالت جائز ہے، اور جو آمدنی خلاف شرع طریقہ پر کی جائیگی وہ حرام ہوگی [2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/ ۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/ ۸۸ھ

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۳۴۲/ ج ۵/ (مطبع کوئٹہ) کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایاو الضیافات، مجمع الأنهر ص ۱۸۷ ج ۴ کتاب الکراهیة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پیشۂ وکالت

سوال:۔ وکالت کرنا کیسا ہے، اور جو اس سے روپیہ کمایا جاوے وہ کیسا ہے، اور ان کے گھر کا کھانا کھانا کیسا ہے، درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سچے مقدمہ میں باقاعدہ کام اور اجرت معین کرکے وکالت کی جائے اور بھی کوئی کام خلاف شرع اس میں نہ کیا جاوے[1] تو نفس وکالت اور اس کی اجرت کا روپیہ اور اس کا کھانا درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۰/۵۴ھ

الجواب صحیح:۔ سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۰/۵۴ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) فصل فی الکسب، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، بزازيه على الهندية ص ۳۶۰ ج۶ کتاب الكراهية، الفصل الرابع فی الهدية والميراث، مطبوعه كوئٹه.

[2] لايجوز اخذ الاجرة علىٰ المعاصى كالغناء والنوح والملاهى الخ مجمع الانهر، ص۵۳۳/ج۳/ (مطبع دارالكتب العلمية ،كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة)، البحر الرائق ص ۲۰ ج۸ كتاب الإجارة باب الإجارة الفاسدة، مطبوعه الماجديه كوئٹه، در مختار مع الشامى زكريا ص۷۵ ج۷ باب الإجارة الفاسدة، مطلب فى الاستئجار على المعاصى.

(صفحہ ہٰذا) [1] لايجوز اخذ الاجرة على المعاصى الخ مجمع الانهر ،ص۵۳۳/(دارالكتب العلمية) كتاب الاجارة،باب الاجارة الفاسدة ، درمحتار مع الشامى زكريا ص۷۵ ج۷ باب الإجارة الفاسدة، مطلب فى الاستئجار على المعاصى، بحر ص ۲۰ ج۸ باب الإجارة الفاسدة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] امدادالفتاوىٰ ص ۳۲۰/ج۳/ مطبع ادارۂ تاليفات اولياء ديوبند، كتاب الوكالة، قال الاستاذ الدكتور وهبة الزحيلى تصح الوكالة بأجر وبغير أجر الا ما قال لأن الوكالة عقد جائز لا يجب على الوكيل القيام فيجوز أخذ الأجرة فيها بخلاف الشهادة الخ الفقه الاسلامى وادلته ص۴۰۵۸ ج۵ تعريف الوكالة، مطبوعه رشيديه كوئٹه، فتاوى كاملية ص ۱۳۶ كتاب الوكالة، مطبوعه پشاور.

ایک شخص کیا متعدد معاملات میں وکیل بن سکتا ہے

سوال:۔ اگر کوئی شخص کسی کا ایک مرتبہ کسی مقدمہ میں وکیل بن جائے، تو پھر تمام عمر وہ کسی کا بھی مقدمہ میں وکیل نہیں بن سکتا، الا وکیلِ نکاح کے، کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ایک مقدمہ میں جب ایک آدمی کسی طرف سے وکیل بن چکا ہے، تو اس مقدمہ میں دوسرے فریق کی طرف سے وکیل نہیں بن سکتا[۱] جب تک فریق اول کی وکالت سے علیحدہ نہ ہوجائے، اس کے علاوہ یہ بات کہ وہ کسی کا بھی وکیل نہیں بن سکتا، تمام عمر بیکار ہی رہے گا، اس سے وکالت کی صلاحیت ہی ختم ہوجائے گی، الا وکیل نکاح کے تو یہ بات غلط ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱/۸۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱/۸۱ھ

وکیل بالشراء کو قیمت میں تصرف کرنا

سوال:۔ اگر کسی شخص نے ایک آدمی کو کوئی شئی خریدنے کو کہا اور پیسے اپنے پاس سے دیئے تو وکیل کو یہ جائز ہے کہ یہ پیسہ بوجہ ضرورت اپنے تصرف میں لائے، اور مؤکل کو اپنے پیسے سے چیز کو خرید کر دیدے اور خریدنے کے بعد وکیل موکل کے لئے وہ شے لارہا تھا، کہ

---

[۱] کمایستفاد: البیع لایصح ان یکون الواحدفیه وکیلاً من جهة البائع والمشتری فانه فیه مباشر ترجع الحقوق الیه الخ، فتح القدیر ص۳۰۷/ج۳/ مکتبه دارالفکر، کتاب النکاح، فصل فی الوکالة بالنکاح، بدائع زکریا ص۴۸۹ ج۲ کتاب النکاح فی بیان ان النکاح هل ینعقد لعاقد واحد الخ.

راستہ میں وکیل سے ایک شخص نے کہا کہ یہ شئی مجھ کو دیدو اور تم اور بازار سے خرید کر مؤکل کو دے دو، تو وکیل کو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وکیل امین ہوتا ہے، امانت میں اس قسم کا تصرف ناجائز ہے[1]، اگر تصرف کرلیا ہے تو وہ ضامن ہوگا[2]، امین نہیں رہا، مؤکل کے داموں سے جو چیز خریدی ہے اسکو کسی اور کے ہاتھ فروخت کرنا درست نہیں، یہ فضولی کی بیع ہوئی، جو اصل مالک کی اجازت پر موقوف رہے گی[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۴/۵۹ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۴/۵۹ھ

وکالت کی آمدنی

سوال:۔ موجودہ وقت کے پیش نظر وکالت سے جو رقم زکوٰۃ کے نصاب کو پہنچ جاتی

---

[1] ولیس للمودع حق التصرف والا سترباح فی الودیعة الخ المبسوط للسرخسی، ص ۱۲۲/ج ۱۱/ (مطبع دارالفکر) کتاب الودیعة، عنایة علی فتح القدیر ص ۴۹۰ ج ۸ کتاب الودیعة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] والودیعة لاتودع الی قوله ان فعل شیأ منها ضمن الخ عالمگیری، ص ۳۳۸/ج ۴/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الودیعة، الباب الاول، البحر الرائق ص ۲۷۵ ج ۷ کتاب الودیعة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] والحاصل ان بیعه ای الفضولی موقوف، الدرالمختار علی الشامی، ص ۳۱۵/ج ۷/ (مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، فصل فی الفضولی، زیلعی ص ۱۰۳ ج ۴ کتاب البیوع، باب الاستحقاق، بیع الفضولی، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص ۱۳۴ ج ۳ کتاب البیوع، فصل فی بیع الفضولی، دار الکتب العلمیة بیروت.

ہے،اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یانہیں،اوراس رقم سے حج واجب ہوتا ہے،یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

حوادث الفتاویٰ حصۂ ثانیہ،ص۱۵۳رمیں کچھ توجیہات کی ہیں،جن سے پیشہ وکالت کا جواز بعض قیود کے ساتھ مستفاد ہوتا ہے،لیکن وہ قیود عامۂ ملحوظ نہیں ہوتی،اس لئے فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول[۱] میں لکھا ہے کہ ''اس زمانہ کی وکالت اورمختنانہ حلال نہیں ان کا کھانا بھی اچھا نہیں،مگر بتاویل''پس اگرمحض ناجائز وکالت کی آمدنی ہے تو اس پر نہ زکوٰۃ ہے نہ حج بلکہ واجب الرد ہے،ارباب اموال کوواپس کرے،وہ مرگئے ہوں توانکے ورثہ کو دیا جائے ، اگرارباب اموال کاعلم نہ ہوتوغرباء پرصدقہ کردی جائے،اس نیت سے کہ اللہ پاک اس کے وبال سےنجات دے،''**والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده عليهم والا فان علم عين الحرام لايحل ويتصدق به بنية صاحبه،ردالمحتار**[۲]

اگرمخلوط ہو کچھ حرام ہواور کچھ حلال تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایسے مال پر زکوٰۃ بھی فرض اورحج بھی بشرطیکہ مقدار حلال بقدرنصاب ہومقدارحرام کا ضمان ادا کرنالازم ہے، '' **لوان سلطاناً غصب مالا وخلطه صارملكاً له حتى وجبت عليه الزكوٰة الخ فتح القدير ،ج ا ''**ر[۳]

[۱] فتاویٰ رشیدیه ،ص ۱۵۱ج ۱ / كتاب الحظر والاباحة..

[۲] شامی زکریا،ص ۳۰۱رج۷ر مطلب فیمن ورث مالاً حراماً،باب البیع الفاسد، عالمگیری ص ۳۴۹ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، مطبوعه کوئٹه شرح فقه اکبر ص ۱۹۴ ، بحث التوبة، مطبوعه مجتبائی دهلی.

[۳] فتح القدیر،ص ۱۵۴ رج۲ر كتاب الزكوٰة ،مطبوعه دارالفكر، النهر الفائق ص۴۱۳ ج ا كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، در مختار علی الشامی زکریا ص۲۱۷ ج۳ باب زكاة الغنم.

اگر مال حرام سے حج کیا تو فریضہ ساقط ہو جائے گا، مگر حج قبول نہیں ہوگا، "ویجتهد من تحصیل نفقة حلال فانه لایقبل الحج بالنفقة الحرام مع انه یسقط الفرض معها وان کانت مغصوبة ولا تتنا فی بین سقوطه وعدم قبوله فلایثاب لعدم القبول ولایعاقب فی الاٰخرة عقاب تارک الحج فتح القدیر، ج ۲/ص ۲۱۹ [1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۴/ ۷۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۴/ ۷۰ھ

وکیل کو خرید میں نفع لینا

سوال: ۔ میری والدہ کی بیوہ پڑوسن نے کراچی سے روپیہ روانہ کئے، یہاں سے جڑاؤ زیور خرید کر روانہ کرنے میں مختلف جگہ سے ایک ایک چیز خرید کر اس پر اپنا نفع رکھ کر ان کو روانہ کئے ہوں، تو کیا یہ نفع لینا جائز ہے، وہ عورت تو بیوہ ہے، لیکن ان کا لڑکا اچھا ملازم ہے، سسرال والے مدد بھی کرتے ہیں، میرا روپیہ، وقت خرچ ہوا، محنت کر کے محنت کا نفع لیا جا سکتا ہے، میری کوئی دوکان نہیں ہے، دوکان سے سامان خرید کر اس پر اپنا نفع رکھتی ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ نے اس بیوہ کے بھیجے ہوئے روپیہ سے اسکے لئے سامان خریدا اس پر آپ کو نفع لینا جائز نہیں [2] البتہ بازار جانے دوکان سے خریدنے میں جو آپ کا وقت خرچ ہوا حق المحنت کی

[1] فتح القدیر، ص ۴۰۷/ج ۲/کتاب الحج .مطبوعه دارالفکر بیروت، عالمگیری ص ۲۲۰ ج ۱ کتاب المناسک، الباب الاول، مطبوعه کوئٹه، شامی زکریا ص ۴۵۳ ج ۳ کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام.

[2] لانه یؤدی الیٰ تغریر الآمر حیث اعتمد علیه مجمع الانهر، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حیثیت سے آپ ان سے مطالبہ کرسکتی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۵/۱۴۰۰ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ص ۳۱۹ ج۳، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، باب الوكالة بالبيع والشرا، البحر الرائق ص۱۵۸ ج۷ كتاب الوكالة، باب الوكالة، بالبيع والشراء، مطبوعه كوئٹه شامی زکریا ص ۲۵۲ ج۵ كتاب الوكالة، باب الوكالة بالبيع والشراء.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصل مطالبہ سے زائد کا دعویٰ کرنا

سوال:- میں نے مقروض ہوکر سودی لئے ہوئے قرض سے ایک انجن خریدا تھا، جو حالات ناسازگار ہونے کی بناء پر مجھے ۲۹۰۰/ میں بیچنا پڑا ۲۱۰۰/ وصول کر لئے ۸۰۰/ روپے چالو ہونے پر وعدہ کیا گیا ہے، مگر اب وہ روپیہ دیتا نہیں، عدالت سے فیصلہ ہوگا، وکیل کہتے ہیں کہ ۲۹۰۰/ ہی کا دعویٰ کرو، جب کامیابی کی کچھ امید ہے ایسی صورت میں ۲۹۰۰/ سو کا دعویٰ کرسکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ۲۱۰۰/ روپئے کے وصول پانے کی آپ نے ان کو رسید دیدی ہے تو آپ یہ دعویٰ کرسکتے ہیں، کہ ۲۱۰۰/ روپئے وصول کرچکا ہوں ۸۰۰/ باقی ہیں، بیعنامہ مکمل ہوجانے اور انجن فٹ ہوکر چالو ہوجانے کے بعد محض بقیہ ۸۰۰/ واجب الادا کے مطالبہ پر تو شاید بیع کو عدالت فسخ نہ کرے، بلکہ آپ کا روپیہ دلوادے، اگر آپ نے ۲۱۰۰/ کی رسید نہیں دی اور آپ ۸۰۰/ کا مطالبہ کریں اور عدالت اس کی کل قیمت ۸۰۰ ہی تجویز کردے بیع نامہ تحریری موجود نہ ہو تب بھی آپ کو ۸۰۰/ روپیہ مل جائے تو مطالبہ پورا ہوجائے گا، اگر بیع فسخ کردے اور انجن آپ کو واپس ملے تو آپ کو ضابطہ میں ۸۰۰/ دینا پڑے گا، اس صورت میں قانوناً آپ نفع میں رہیں گے، ۱۳۰۰/ آپ کو بچے گا (مگر شرعاً اس کا رکھنا درست نہیں ہوگا) تاہم اگر قانوناً پیچیدگیوں کی وجہ سے (جن کو میں نہیں جانتا) ۲۹۰۰/ ہی کا دعویٰ کرنا ضروری ہے تو فیصلہ اور ڈگری ہونے پر آپ کو صرف اپنا مطالبہ ۸۰۰/ ہی رکھنے کا حق ہوگا، جو رقم زائد ملے اس کو واپس

کرنا ہوگا[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۱/۸۵ھ

خرچہ مقدمہ مدعیٰ علیہ سے وصول کرنا

سوال:- ایک قطعہ زمین کو زید، بکر، خالد وغیرہ نے مشترکہ خرید کی خرید کردہ زمین کا کچھ حصہ باقی بچ رہا تھا زید نے عمر (جو کہ ان شرکاء مذکورہ میں سے ہے) سے کہا کہ اس بقیہ جز کو تم لے لو تا کہ پورا قطعہ ہم لوگوں کی خریداری میں آجائے، عمر نے کہا کہ کچھ ضرورت نہیں ہے، اور نہ میرے پاس روپیہ ہے، زید نے کہا کہ روپیہ میں دونگا تم اپنے نام لکھوالو۔

عمر نے کہا کہ اگر اس وقت میں لکھوالوں تو گھر پہنچ کر پھر تمہیں روپیہ کہاں سے دونگا، اس لئے کہ گھر پر بھی میرے روپیہ نہیں موجود ہے، اور نہ کوئی صورت فراہم کرنے کی ہے، زید نے کہا لکھوالو جب ہوگا اور جس طرح ہوگا دیتے رہوگے، عمر نے کہا بہت اچھا جب یہ بات ہے تو روپیہ دے دو اگر روپیہ میں دے سکا تو میری ورنہ تمہاری، چنانچہ بیع کی رجسٹری ہوگئی، داخل خارج ہوگیا ہے، مکان پر آکر عمر نے کچھ روپیہ فراہم کر کے زید کو دیدیا چونکہ آراضی مذکورہ مشترکہ چند شرکاء کی تھی اس لئے شرکاء نے پٹواری کو بلوا کر پیمائش کرا کے باہمی تقسیم کرا کے قرعہ ڈالا، بموجب قرعہ سب نے منظور کیا زید نے عمر سے کہا کہ تم قرعہ کے موافق زمین آباد کرو، عمر نے کہا کہ میں اس وقت روپیہ نہیں دے سکتا ہوں، تمہارا روپیہ ہے تم ہی

---

[۱] صرح الفقهاء بان من اكتسب مالاً بغير حق فاما ان يكون كسبه بعقد فاسد كالبيوع الفاسدة والاستئجار على المعاصي والطاعات اوبغير عقد كالسرقة والغصب والخيانة والغلول ففي جميع الاحوال المال الحاصل له حرام عليه ولكن ان اخذه من غير عقد لم يملكه ويجب عليه ان يرده على مالكه الخ، بذل المجهود ج ۱ / ص ۳۷ / باب فرض الوضو، مطبوعه رشيديه سهارنپور، شامى زكريا ص ۳۰۱ / ج ۷ / باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاحراما عالمگيرى كوئٹه ص ۳۴۹ / ج ۵ / كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر فى الكسب،

E:\F.M.Fainal\Jild-25\03-Dawa Ke Ahkam

زمین آباد کرو پس کچھ دنوں تک زید نے اس زمین کو آباد کیا بعدہٗ زید و عمر کے باہمی کچھ گفت و شنید ہوئی، اب عمر کہتا ہے کہ آراضی مذکورہ کا میں مستحق ہوں، اور تم روپیہ کے مستحق ہو تم اپنا روپیہ قسطوار مجھ سے لے لیا کرو اور قبضہ آراضی پر اب میں کرونگا، چنانچہ عمر نے قبضہ کر لیا اور اب تک قبضہ باقی ہے، زید کہتا ہے کہ تم میرے نام بیع کر لو، عمر کہتا ہے، کہ بیع کرنے کی کیا ضرورت ہے تم برائے مہربانی اپنا روپیہ ہم سے قسط وار لیتے رہو، قسط وار تو لازمی طور پر ادا کرتا رہوں گا، نیز ہوسکا تو قسط سے بھی زائد دیتا رہوں گا، مگر وہ نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ جب تک تم میرا روپیہ کل ادا نہیں کرو گے تو زمین پر میں قابض رہوں گا، اور زید، فساد، فوجداری، مقدمہ بازی پر تلا ہوا ہے، عمر نے کہا تمہاری تعدی سے اگر مجبوراً عدالت میں جانے کی ضرورت ہوئی تو اس کے اخراجات وضع کر کے بقیہ رقم تم کو دونگا، آپ ارشاد فرمائیے کہ مقدمہ میں صرف شدہ رقم قرض میں محسوب ہوگی یا نہیں، نیز اگر زید زمین پر قبضہ کر لے تو اس سے نفع حاصل کرنے کا کیا حکم ہوگا، عمر نے زید کا کچھ روپیہ ادا کیا ہے، زیادہ حصہ باقی ہے اس صورت میں زمین مذکورہ عمر کی ملکیت ہے یا زید کی باقی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے عمر کو جو روپیہ دیا ہے، وہ روپیہ قرض ہے اور زمین عمر نے خریدی ہے، (اگرچہ روپیہ زید سے قرض لے کر دیا ہے) لہٰذا عمر زمین کا مالک ہے، اور جس قدر روپیہ عمر نے قرض لیا ہے، وہ واجب الاداء ہے اور اگر عمر کے پاس فی الحال ادائیگی کے لئے روپیہ موجود نہیں تو زید کو چاہئے کہ عمر کو مہلت دے "لقوله تعالیٰ وان کان ذوعسرة فنظرة الیٰ میسرة"[1]، تاہم زید کو مطالبہ کا حق ہر وقت حاصل ہے، اگر عمر کے پاس روپیہ موجود نہیں ہے، تو عمر کو چاہئے کہ وہ زمین وغیرہ کو فروخت کر کے روپیہ ادا کرے اگر باوجود قدرت کے ادا نہیں کرتا تو وہ گنہگار ہوگا[2]،

[1] سورة البقرہ آیت ۲۸۰ ۔

[2] عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اورعدالت کاخرچہ تین قسم کا ہے۔

اوّل:– وہ جوکہ ہرصورت میں مدعی کے ذمہ رہتا ہے جیسے مدعی کے وکیل کامحنتانہ وہ تو مدعی کو مدعیٰ علیہ سے وصول کرنے کاحق نہیں ہے۔

دوم:– وہ جوکہ سرکار نے ظلماً مقرر کیا ہے، جیسے کہ درخواستوں کے ٹکٹ اور کورٹ فیس وغیرہ وہ بھی مدعی کو مدعیٰ علیہ سے وصول کرنے کاحق نہیں ہے۔

سوم:– وہ جوکہ مدعی علیہ کوطلب کرانے میں خرچ ہو، پس اگر مدعی علیہ حاضر نہیں ہوتا تھا، اور کچھ خرچ کرکے جبراً حاضر کرایا ہے، نیز بلاطلب کرائے باوجود قدرت کے ادانہیں کرتا تھا، تواس قسم کاخرچہ وصول کرنے کاحق ہے، کیونکہ وہ مدعیٰ علیہ اپنے خرچ کاخودسبب بنتا ہے اگرقرض ادا کردے تواس خرچ کی نوبت ہی نہ آتی وفی البزازیہ"**ویستعین باعوان الولی علیٰ الاحضار واجرة الاشخاص فی بیت المال وقیل علیٰ المتمرد فی المصرمن نصف درهم الیٰ درهم وفی خارجه لکل فرسخ ثلاثة دراهم اواربعة الیٰ قوله ،والحاصل ان الصحیح ان اجرة المشخص بمعنی الملازم علیٰ المدعی وبمعنیٰ الرسول المحضر علیٰ المدعیٰ علیه لوتمرد بمعنی امتنع عن الحضور والافعلی المدعی** شامی ج۴/ص۴۳[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور ۱۰/۷/ ۵۵ھ

الجواب صحیح سعیداحمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۱۱/رجب ۵۵ھ

(پچھلے صفحہ کاباقی حاشیہ) قال مطل الغنی ظلم واذا اتبع احدکم علی ملئی فلیتبع مسلم شریف ص۱۸/ج۲/کتاب البیوع،باب تحریم مطل الغنی،مطبوعہ رشیدیہ دهلی،ابوداؤد شریف ص۴۷۵/ج۲/کتاب البیوع، باب فی المطل، مطبوعہ سعدبکڈپو دیوبند،مشکوة ص۲۵۱/ باب الافلاس والانظار،مطل الغنی ای تاخیره اداء الدین من وقت الی وقت ظلم فان المطل منع اداء ما استحق اداءه وهو حرام من المتمکن مرقاة شرح مشکوة ص۳۳۷/ج۳/مطبوعه بمبئی، شرح الطیبی ص۱۱۷/ ج۶/ مطبوعه زکریادیوبند. (نمبر۱/حاشیہ اگلے صفحہ پرملاحظہ فرمائیں)

فریق مخالف پر عدالت کے خرچہ کا دعویٰ کرنا

سوال:- زید نے عمر پر فوجداری کا دعویٰ کر کے بلاقصور پھنسا دیا اور ہائیکورٹ تک عمر بری رہا، مگر پیروی میں اس کے اخراجات کثیر ہوئے، اور بدنامی اور زیرباری و بے آبروئی اور اپنے کاروبار کا نقصان عظیم ہوا ابتدائی عدالت سے ہائی کورٹ تک مقدمہ چلا اور زید آگے بڑھتا رہا، عمر ہر عدالت سے بری ہوتا گیا، چونکہ عمر نہایت درجہ زیر بار اور بے آبرو ہوا اور مالی نقصان اٹھایا اور روحانی وجسمانی اذیت پائی تو اگر عمر اپنی ہتک عزت وروحانی وجسمانی اذیت اور نقصانات کا دعویٰ کسی رقم کا جو مناسب حال ہو دائر کرے تو شرعاً جائز ہے یا ناجائز اگر دعویٰ کرسکتا ہے تو کس قدر رقم تک دعویٰ کرسکتا ہے، جو عنداللہ گنہگار نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلياً

غلط دعویٰ کی جوابدہی میں جس قدر خرچ ہو وہ سب وصول کرنا درست ہے[۱]، جسمانی و روحانی اذیت اور بے آبروئی کا کوئی مالی ضمان نہیں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ۱؎ شامی نعمانیه ج۴/ ۳۱۰/شامی کراچی ج۵/ص ۳۷۲/ شامی زکریا ج۸/ ص۴۸/ کتاب القاضی،مطلب فی اجرة المحضر، بزازية علی الهندية کوئٹه ص ۱۴۲/ ج۵/ کتاب ادب القاضی، الثانی فی ادبه، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۷۹/ ج۶/ کتاب القضاء، فصل فی التقليد.

۱؎ وكذا يضمن لو سعیٰ بغير حق عند محمدؒ زجراً له أی للساعی وبه يفتی، (الدر المختار كراچی، ج۶/ص ۲۱۳/ زكريا ج۹/ص ۳۰۵/ كتاب الغصب، مطلب فی ضمان الساعی، مجمع الانهر ص ۹۹/ ج۴/ كتاب الغصب، فصل ثالث،مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، سكب الانهر علی مجمع الانهر ص ۹۸/ ج۴/ كتاب الغصب،فصل ثالث،مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

۲؎ والحاصل ان المذاهب عدم التعزير باخذ المال شامی زكريا ص ۱۰۶/ ج۶/ كتاب الحدود، فصل فی التعزير،مطلب فی التعزير باخذ المال،البحر الرائق كوئٹه ص ۴۱/ ج۵/ كتاب الحدود، فصل فی التعزير.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاسق کی شہادت کے سلسلہ میں دوفتوؤں میں رفع تضاد

سوال:- میں نے ایک فتویٰ بھیجا تھا، سوال یہ تھا کہ ایک شخص نمازی ہے، روزہ بھی رکھتا ہے، دین کے تمام کام کرتا ہے، لیکن داڑھی منڈواتا ہے، ایسا آدمی شریعت کے اندر معتبر ہے یا نہیں؟ یعنی رمضان کے چاند کی یا عید کے چاند کی ایسے آدمی کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟ شریعت میں معتبرہ آدمی کس کو مراد لیتے ہیں، اس کا جواب مفتی احمد علی صاحب نے ۲۷/۹/ ۹۵ھ کونمبر ۱۲۶/ پر یہ دیا ہے، کہ وہ ذی اقتدار اور لوگوں میں قابل اعتبار ہے، تو اس کی شہادت مان لی جائے گی۔

اور سہارنپور سے اس کا یہ جواب آیا ہے: ’’وہ آدمی فاسق ہے، اس کی شہادت قبول نہیں اور متبع شریعت کو ہی معتبر کہا جاتا ہے۔‘‘

اس سے قبل دیوبند سے فتویٰ منگایا، اس میں یہ لکھا تھا، کہ ایک شخص داڑھی منڈواتا ہے، تو اس کی شہادت چاند کی، اور نکاح کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ آیا۔

الجواب حامداًومصلیاً

چاند کی شہادت قبول نہیں نکاح کی گواہی بھی رد کی جاسکتی ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ ذی اقتدار انسان کو تمام گناہ جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

گواہ اگر عادل ہو تو اس کی گواہی کا قبول کرنا اور اس کے موافق حکم کرنا واجب ہے[1]

---

[1] وحکمها وجوب الحکم علی القاضی بموجبها(الیٰ قوله)فلو امتنع بعد وجود شرائطها اَثِم لترکه الفرض واستحقق العزل، درمختارعلی الشامی کراچی ج۵/ (باقی حاشیہ اگے صفحہ پرملاحظہ ہو)

اگر عادل نہ ہو، بلکہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے فاسق ہو تو اس کی گواہی قبول کرنا واجب نہیں[۱]لیکن اگر حاکم کو قرائن سے معلوم ہو کہ فلاں شخص باوجود فاسق ہونے کے یہ بات صحیح کہتا ہے، کیونکہ جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے[۲]اور حاکم ایسے آدمی کی گواہی کو قبول کرے تو اس کو قبول کرنے کا بھی حق ہے[۳]، امید ہے کہ اس تفصیل کے بعد تضاد مرتفع ہو جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گواہ سے قسم لینا

سوال:- ایک مسئلہ میں بہت تذبذب پیدا ہوگیا ہے، کتب فقہ کی عبارات سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ گواہوں سے قسم نہیں لی جاسکتی جیسا کہ "**فلو امر قضائه بتحليف الشهود وجب على العلماء ان ينصحوه الخ رد المحتار ج۴/ ص ۳۵۸/ كتاب**

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ص ۴۶۳/ اول کتاب ا لشهادة، البحر الرائق کوئٹه ص۵۷/ ج۷/ کتاب الشهادات، مجمع الانهر ص۲۵۷/ ج۳/ کتاب الشهادات مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت.

[۱] ومتى ارتكب كبيرة سقطت عدالته، الدرالمختار على الشامي كراچي ص۴۷۳/ ج۵/ كتاب الشهادة باب القبول وعدمه، البحر الرائق كوئٹه ص ۸۹/ ج۷/باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل، سكب الانهر على هامش المجمع ص ۲۷۶،۲۷۷/ ج۳/باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[۲] وفي المثل ان الكذوب قد يصدق، طيبي شرح مشكوٰة ج۴/ ص ۲۳۰/ كتاب فضائل القرآن الفصل الاول، تحت حديث ابي هريرةؓ (جاء فيه) فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم مافعل اسيرك؟ قال: اما انه صدقك وهو كذوبٌ الخ، المصدر السابق، مطبوعه ادارة القرآن كراچي.

[۳] وقيد اى قيد قبول شهادة الفاسق في القاعدية، بما اذا غلب على ظنه صدقه فليحفظ، درمختار مع الشامي ج۵/ ص ۳۵۶/ كتاب القضاء قبيل مطلب في قضاء العدو على عدوه، مجمع الانهر مع سكب الانهر ص ۲۱۲/ ج۳/ كتاب القضاء، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

القضاء، وکذا لوعلم الشاهد ان القاضی یحلفه ویعمل بالمنسوخ لهٗ امتناع عن اداء الشهادة لانه لایلزمه،رد المحتار ج۴/ص ۴۴۲/(کتاب الدعویٰ) وغیرہ عبارات سے معلوم ہوتا ہے اب خلجان یہ ہے کہ اکثر لوگ طلاق وغیرہ کے فتویٰ لے کر آتے اور اپنی حسب منشاء جواب لکھوانا چاہتے ہیں، ان سے گواہیاں طلب کی جاتی ہیں، گواہیاں اکثر جھوٹی دی جاتی ہیں بلکہ قسمیں بھی بعض اوقات جھوٹی کھا لیتے ہیں، اگر بلا قسم لئے اور اطمینان کئے فتاویٰ صادر کئے جائیں تو بڑے فتنے پیدا ہونگے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

المضارع موضوع للاخبارفی الحال فاذا قال اشهدفقد اخبرفی الحال وعلیه قوله تعالیٰ قالوا نشهد انک لرسول اللّٰه ای نحن الاٰن شاهدون بذالک وایضا فقد استعمل اشهد فی القسم نحو اشهد بالله لقد کان کذا ای اقسم فتضمن لفظ اشهد معنی المشاهدة والقسم والاخبار فی الحال فکان الشاهدقال اقسم باللّٰه لقد اطلعت علیٰ ذٰلک وانا الاٰن اخبربه[1](البحرالرائق،اول کتاب الشهادة ج۷/ص ۹۴/ مطبوعه زکریادیوبند)

اگر شاہد کو یہ چیز مستحضر کرادی جائے کہ شہادت قسم کو متضمن ہے تو شاید کچھ موثر ہو اور آپ کے لئے مفید ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ ۱۰/۱/۸۷ھ

جواب صحیح ہے۔ اور جھوٹی شہادت وبیان پر جو وعیدیں قرآن وحدیث میں وارد ہیں، ان کو موثر انداز میں بتلایا اور مستحضر کرادیا جائے، جب بھی بہت موثر ہوگا۔

بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۰/۸۷ھ

[1] البحرالرائق ج۷/ص ۵۵/ مطبوعه کراچی اول کتاب الشهادة،درمختارمع الشامی مطبوعه کراچی ص ۴۶۲/ج۵/کتاب الشهادات.

شہادت کی ایک صورت اور قاتل کی مدد

سوال:- زید وعمر دو بھائی تھے، زید نابالغ اور عمر بالغ، عمر نے اپنے باپ خالد کا قرضہ مشترکہ زمین سے اداء کیا زمین کو فروخت کر کے لیکن زید کی نابالغی کی وجہ سے دستخط نہیں ہوئے اب چک بندی کے دوران بیع شدہ زمین عمر کے حصہ میں آئی اور زید کے حصہ میں نہیں آئی، اس لئے کہ دستخط نہیں ہے، عمر کا دعویٰ یہ ہوا کہ موجودہ زمین سے نصف مجھے دو زید نے انکار کی جس کی وجہ سے معاملات کشیدہ ہوگئے، یہاں تک کہ زید کے قتل کی ترکیب کی، پھر دونوں بھائیوں نے مل کر مصالحت چاہی، مگر عمر نے دوسرے روز زید کو دن میں مصالحت کے بہانہ سے بلا کر قتل کر دیا، جب زید کی عورت نے شور مچایا تو اس کو بھی ختم کر دیا، کیا اس صورت میں زید اور اس کی بیوی شہید ہوگئی، کہ نہیں اور عمر کی قید سے خلاصی کے لئے مدد کی جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید اور اس کی عورت دونوں شہید ہیں[1]، اگر عمر نے اپنی حرکت پر نادم ہو کر سچی توبہ کر لی ،اور اس پر اعتماد ہو تو اس کی مدد کرنا بھی درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۰/۸۷ھ
الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

دنیوی عداوت کی تشریح

سوال:- دنیوی دشمنی جس سے شریعت میں شہادت قبول نہیں ہوتی وہ کس کو کہتے ہیں؟

---

[1] والمقتول ظلماً اذاوجب بقتله مال الخ شامی کراچی ج ۲/ص ۲۵۲/باب الشهيد مطلب في تعداد الشهداء.

الجواب حامداً ومصلیاً

درمختار میں اس کو اس طرح بیان کیا ہے "والعدو لاتقبل شهادتهٔ علیٰ عدوه اذا كانت دنيوية[1] وفى شرح الوهبانية للشرنبلالى ثم انما تثبت العداوة بنحو قذف وجرح وقتل ولى لابمخاصمة نعم هى تمنع الشهادة فيما وقعت فيه المخاصمة كشهادة وكيل فيما وكل فيه ووصى وشريك اھ[2] (قال الشامى قال ابن وهبان) وقد يتوهم بعض المتفقهة من الشهود ان من خاصم شخصا فى حق اوادعىٰ عليه يصير عدوه فيشهدون بينهما بالعداوة وليس كذالک وانما تثبت بنحو الخ قلت لكن قد علمت ان مختار ابن وهبان ان العداوة لاتمنع قبول الشهادة الا اذا فسق بها فعلم انها قد تكون مفسقة وقد لاتكون فقوله وانما تثبت الخ يريد به العداوة المانعة وهى المفسقة ولايخفىٰ ان هذه تمنع القبول على العدووعلىٰ غيره اھ ردالمحتار[3] ج ۴/ ص ۳۰۱/ كتاب القضاء والمسئلة مذكورة فى كتاب الشهادة ايضاً ص ۳۸۱/.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۹۲ھ

---

[1] درمختار على الشامى كراچى ج۵/ص ۳۵۶/كتاب القضاء مطلب فى قضاء العدوعلى عدوه مجمع الانهرص ۲۷۴/ج۳/كتاب الشهادات باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص ۸۵/ج۷/كتاب الشهادات،بامن تقبل شهادته ومن لاتقبل.

[2] شامى كراچى ج۵/ص۳۵۸/كتاب القضاء مطلب فى قضاء العدوعلى عدوه، البحرالرائق كوئٹه ص۸۵/ج۷/باب من تقبل شهادته من لاتقبل،شرح منظومة،ابن وهبان ص ۳۱۹/ج ۱/ فصل من كتاب الشهادات،عدم جوازالشهادة الرجل على الرجل بينهماعداوة،مطبوعه الوقف المدنى الخيرى ديوبند.

[3] درمختارالشامى كراچى ج۵/ص۳۵۸/ كتاب القضاء مطلب فى قضاء العدوعلى عدوه، البحرالرائق كوئٹه ص۸۶،۸۵/ج۷/باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل،شرح منظومة ابن وهبان ص ۳۱۹/ج ۱/فصل من كتاب الشهادات عدم جوازالشهادة الرجل على الرجل بينهما عداوة الخ، مطبوعه الوقف المدنى الخيرى ديوبند.

E:\F.M.Fainal\Jild-25\04-Gawahi Ke Ahkam

جھوٹی گواہی پر اعتماد

سوال:- ایک قاضی جو سرکاری مدرس بھی ہیں، چند آدمیوں کی موجودگی میں چند مشہور ذمہ دار حضرات پر اپنا تبادلہ کرانے کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگا کر قوم میں نفاق پیدا کرتا ہے، لیکن بوقت صفائی ان ہی آدمیوں کی موجودگی میں جن سے اس نے یہ بات کہی تھی، حلف کی رو سے انکار کر دیتا ہے، اور دوسری طرف وہ چار پانچ مسلمان بھی حلف اٹھا کر بیان کرتے ہیں، کہ قاضی نے الگ الگ اوقات میں اور الگ الگ نشستوں میں بات ایسے کہی ہے ایسی صورت میں شرعی نقطہ نظر سے کس کی بات بھروسہ کے قابل ہے۔؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی غلط خبر یا غلط گمان کی وجہ سے بلا تحقیق الزام لگانا فتنہ کا باعث ہوتا ہے، اس لئے اس کی صفائی اور تحقیق لازم ہے، جس کا متعلق غلط بات کہی ہو اس کی صفائی کر لی جائے، فلاں وجہ سے اس کی نوبت آئی ہے، اب معلوم ہوا کہ وہ بات غلط تھی اس لئے معذرت خواہ ہوں، جھوٹ بولنا اور جھوٹا حلف اٹھانا اتنا سخت گناہ ہے کہ اس کو شرک کے قریب ذکر کیا گیا ہے، اس سے پورا پرہیز لازم ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۱۰/۹۱ھ

اداء شہادت جبکہ صحیح فیصلہ کی توقع نہ ہو

سوال:- پنجاب میں وارثت کی تقسیم کی نسبت اسلامی قانون کے بجائے برادریہ

---

[1] قال تعالیٰ: فاجتنبوا الرجس من الاوثان وفاجتنبوا قول الزور ای اجتنبوا الرجس الذی هو الاوثان وقرن الشرک بالله بقول الزور ومنه الشهادة الزور (تفسیر ابن کثیر ص ۳۵۱/ ج۳/ سورة الحج) آیت ۳۰/ مطبوعه المکتبة التجارية مصطفى احمدالباز.

رواج کے مطابق تقسیم ہوتی ہے، لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا بیوگان کو بجائے شرعی قانون کے ان کا حق دینے سے محض گذارہ دینا چاہتے ہیں، اگر وہ عدالت میں دعویٰ کرتی ہے، تو تمام جائیداد پر وہ قابض ہوجاتی ہے، اور دوسرے وارث محروم ہوجاتے ہیں، اگر وراثت کے متعلق کوئی مقدمہ موجودہ عدالت میں پیش ہو اور یہ بھی یقین ہو کہ عدالت میں شریعت مقدسہ کے خلاف فیصلہ صادر ہوگا تو ایسی حالت میں اگر کوئی شخص عدالت میں شہادت نہ دے تو وہ گنہگار ہوگا، یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جب اس بات کا یقین ہے کہ عدالت فیصلہ شریعت کے مطابق نہیں کرے گی، بلکہ خلاف کرے گی اور سچی شہادت پر ثمرہ مرتب نہیں ہوگا، تو ایسی حالت میں شاہد کے ذمہ شہادت واجب نہیں اور جب ظن غالب ہو کہ عدالت شہادت کو قبول کر کے موافق شرع فیصلہ کرے گی، اور بغیر شہادت ادا کئے مسلم کا حق ضائع ہوجائے گا، تو ایسی حالت میں مسلم کے ذمہ اداء شہادت (بغیر مشقتِ کبریٰ) واجب ہے۔ "**الثانی: ان یعلم ان القاضی یقبل شهادته فان علم انه لایقبلها لایلزمه، الیٰ قوله: الخامس ان یکون القاضی الذی طلب الشاهد للاداء عنده عدلاً** اھ بحر ج۷/ ص ۵۸"[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۶/ ۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/ ج ۲/ ۶۰ھ

---

[1] البحر الرائق ج۷/ ص ۵۸/ مکتبہ الماجدیہ کوئٹہ، کتاب الشهادة،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عہدۂ قضا

سوال:۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین فرمائے، خداوند کریم آپ کو نیک توفیق عطا فرمائے، کیا عہدۂ قضا بھی کوئی چیز ہے، اگر ہے تو کیا اس کا اصلی وارث (یعنی جو متقی پرہیز گار ہے) اپنے حق کا وارث اور مالک ہوسکتا ہے، جب کہ اس پر کوئی شرائط وقف وغیرہ کے لازم نہ آتے ہوں اور موجود نہ ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیا

اسلامی حکومت میں رعایا کے مقدمات فیصل کرنے اور لاوارثوں کے حقوق کی نگرانی وغیرہ کے لئے قاضی کا مقرر کرنا مشروع ہے، اس کی شرائط کتب فقہ میں مذکور ہیں[1] بعض جگہ غیر مسلم بادشاہوں نے بھی مسلمانوں کے لئے قاضی مقرر کئے ہیں، بعض جگہ رعایا نے اپنے معاملات خاصہ نکاح وغیرہ کے لئے خود بھی قاضی کو مقرر کیا ہے، پس اگر کسی جگہ قاضی کے لئے کچھ شرائط ہوں اور کسی نے اس کے لئے وقف کیا ہو تو وہ قاضی اس وقف کا مستحق ہوگا، اور اس

---

[1] ولاتصح ولاية القاضي حتى يجتمع في المولى شرائط الشهادة من الاسلام والتكليف والحرية الخ، عالمگیری ج۳/ ص۳۰۷/ مطبوعه الماجديه كوئٹه، كتاب آداب القضاء في الباب الاول،

کے انتقال کے بعد حسب شرائط واقف جو اہل ہو وہ قاضی اور مستحق وقف ہوگا، یعنی اگر واقف نے کسی مخصوص خاندان کے لئے کوئی وقف کیا ہے تو اس خاندان کے افراد مستحق ہونگے، اور اگر کچھ شرائط مقرر کی ہیں، مثلاً یہ کہ جو شخص اس خاندان کا متقی اور فلاں فلاں صفت کے ساتھ موصوف ہو وہ مستحق ہے تو ان شروط کی رعایت لازم ہے، اور جو شخص ان صفات سے خالی ہوگا وہ مستحق نہ ہوگا، اسی طرح اگر خاندان کی تخصیص نہیں کی بلکہ کام کی تخصیص کی ہے تو محض خاندانی ہونے کی وجہ سے استحقاق نہیں ہوگا، بلکہ اس کام کیوجہ سے استحقاق ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ گنگوہی

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

وقف میں تو جو شرط واقف نے لگائی ہو اس کا اعتبار کیا جائے گا، لیکن عہدہ قضا میں وراثت جاری نہیں ہوتی، اس میں جو اہل ہو اور جس کو وقت ارباب حل وعقد قاضی بنائیں وہ قاضی ہوسکتا ہے، آج کل ہندوستان میں حکومت اسلامی نہیں، صرف وہ لوگ قاضی کہلاتے ہیں جو نکاح خوانی وغیرہ کراتے ہیں، یا کسی قاضی کی اولاد میں ہیں، محض نکاح خوانی یا کسی قاضی کی اولاد میں ہونے سے قاضی نہیں بن جاتا، ایسے لوگوں کو اہل شہر جب چاہیں بدل سکتے ہیں نہ وہ سرکاری قاضی ہیں اور نہ ان کے احکام قضاۃ کے ہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد سعید احمد غفرلہٗ

۱۶/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

---

[1] شرط الواقف كنص الشارع فيجب اتباعه، شامی زکریا ج۶/ ص۶۳۵/ مطبوعه کراچی ج۴/ ص۴۹۵/ كتاب الوقف مطلب ماخلف شرط الواقف فهو مخالف للنص.
مراعاة غرض العاقفين واجبة، شامی زکریا ج۶/ ص۶۶۵/ مطبوعه کراچی ج۴/ ص۴۴۵/ كتاب الوقف مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة،

مفتی اور قاضی میں فرق

سوال:-مفتی اور قاضی میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مفتی اور قاضی کے احکام میں متعدد طرق سے فرق ہے۔نفس منصب کے اعتبار سے ایک اہم فرق یہ ہے کہ مفتی مخبر ہے اور قاضی ملزم ہے۔

لافرق بین المفتی والقاضی الاان المفتی مخبرعن الحکم والقاضی ملزم اه در مختار قال الشامی قولهٗ لافرق الخ ای من حیث ان کلامنهما لایجوز لهٗ العمل بالتشهی بل علیه اتباع مار جحوه فی کل واقعةٍ وان کان المفتی مخبراً والقاضی ملزماً ولیس المراد حصر عدم الفرق بینهما من کل جهةٍ فافهم اه رد المحتار[1]. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۵/۶۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/ج ۱/۶۷ھ

اگر قاضی کو دوسرے فریق پر اختیار حاصل نہ ہو

سوال:-کسی ایسے قضیہ میں کہ جس کے دو فریق ہونے کی وجہ سے ایک پر قاضی عدالت کو اپنے فیصلۂ منفذہ کے لئے اختیار نفاذ حاصل ہوا اور دوسرے فریق پر اختیار نفاذ حاصل نہ ہو، قاضی عدالت قضیہ مندرجہ بالا میں فیصلہ صادر فرمانے کے مجاز ہیں یا نہیں؟

[1] شامی نعانیه ص ۵۱/ج ۱/مقدمه مطلب اذاتعارض التصحیح، رسم المفتی ص ۴۷، الفرق بین المفتی والقاضی، مطبوعه زکریا دیوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً

قاضی اگر شرعی قاضی ہے، تو ایک فریق پر حکم نافذ ہونے کی قدرت ہونا اور دوسرے فریق پر قدرت نہ ہونا یہ کیسے ہوگا، اس کو واضح کریں یا قاضی شرعی نہیں، جس کے پاس قوت منفذہ ہو بلکہ ایک فریق نے اس کو قاضی بنایا ہے، دوسرے نے نہیں بنایا، تو وہ شرعی قاضی کہاں ہوا اس کو حکم کی صورت دی جاسکتی ہے، وہ بھی جب کہ فریقین متفق ہوں ورنہ اس کی حیثیت حکم کی بھی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دارالقضاء کا قیام ایک قاضی ہوتے ہوئے دوسرے کا تقرر

سوال:- خدا تعالیٰ نے آیت کریمہ ”**فان تنازعتم فی شیئی فردوہ الی اللّٰہ والرسول**“ میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ ہر قسم کے خصومات کا فیصلہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق کرائیں، مگر بعض مخصوص مسائل مثلاً خیار بلوغ، حرمت مصاہرت وغیرہ ایسے ہیں جن کا فیصلہ کتاب وسنت کے مطابق قاضی شریعت سے کرانا شرط ہے، اس لئے ان مخصوص خصومات کا فیصلہ قاضی کے علاوہ کوئی دوسرا کرے گا تو وہ فیصلہ شرعاً معتبر اور نافذ نہ ہوگا، ہم مانتے ہیں کہ قاضی سے مراد مسلم جج ہے، لیکن ہندوستان میں حکومت کی قائم کردہ عدالتوں میں اولاً مسلم جج خال خال ہی ہوتا ہے، یا کم از کم ہر زمانہ میں مسلمان عموماً نہیں ملتے، اس لحاظ سے پبلک طور پر قاضی اور دارالقضاء قائم کرنا نہ صرف یہ کہ ایک دینی خدمت ہے بلکہ بسا اوقات ضروری بھی ہے، اس بنیاد پر سوال یہ ہے کہ دارالقضاء کا قیام اور قاضی کا تقرر کیسے عمل میں آئیگا، شرعاً کیا طریقہ ہوگا؟

مغلیہ دور میں مغل بادشاہوں کی طرف سے ہر قسم کے فیصل خصومات کے لئے قاضی

شریعت مقرر ہوتے تھے، ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کے بعد محکمہ قضاء توڑ دیا گیا، پھر بھی مسلم جج عدالتوں میں ہوا کرتے ہیں آہستہ آہستہ عدالتوں میں مسلم جج کم ہوتے گئے بالآخر آج سے پچاس سال قبل اس وقت کے چوٹی کے علماء کرام نے بالخصوص ان مقدمات کے فیصلہ کے لئے جن کا فیصلہ شرعاً معتبر ہونے کے لئے قضاء قاضی شرط ہے، قیام دارالقضاء کی ضرورت شدت سے محسوس کی مگر حالات کی مجبوری کے تحت پورے ہندوستان میں قاضی شریعت اور محکمۂ قضاء قائم نہ کر سکے تاہم اولاً صوبہ بہار میں محکمہ قضاء قائم کرنا تجویز پایا اس کے لئے اس وقت اصحاب الرائے ملت اور علماء کرام نے متفقہ طور پر امارت شرعیہ بہار کی بنیاد رکھی ضروری صفات کے ساتھ متصف ایک شخص کو اپنا امیر شریعت منتخب کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کی جس پر امیر شریعت کو ادارہ امارت شرعیہ کا سربراہ تسلیم کیا پھر منتخب امیر شریعت نے اولاً امارت شرعیہ کے مختلف شعبوں میں ایک شعبہ دارالقضاء اور اس کے سربراہ کو قاضی شریعت نامزد کیا تو کیا قاضی کے تقرر میں پہلے رائے عامہ میں سے کسی ایک کو امیر یا والی منتخب کرنا شرعاً ضروری تھا، پھر والی یا امیر شخصی طور پر کسی کو قاضی مقرر کرے گا، آج سے ۱۵، ۲۰/سال قبل موجودہ امیر شریعت رابع نے دارالقضاء کی توسیع فرمائی چنانچہ اس وقت ماشاء اللہ بہار کے مختلف اضلاع میں ۱۵/دارالقضاء موجود ہیں، موجودہ امیر شریعت نے ذیلی دارالقضاء کے لئے حسب ذیل چند باتیں ضروری قرار دیں۔

(۱) ہونے والے قاضی کے لئے ٹریننگ۔

(۲) قیام دارالقضاء کے موقع پر اطراف وجوار کے متعدد علماء ومعززین کا اجتماع،

(۳) اسی اجتماع میں سند قضاء دے کر قاضی کا اعلان کرنا۔

(۴) تمام ذیلی دارالقضاء کے لئے مرکزی دارالقضاء کے تحت رہنا تاکہ بوقت ضرورت فریقین میں سے کوئی بھی مرافعہ کر سکے۔

(۵) ہر ایک قاضی کے لئے حدود دارالقضاء مقرر کرنا تاکہ کسی امیر کا کوئی مدعی مدعا علیہ

دوسرے امیر کے پاس مدعی بن کر دعویٰ پیش نہ کر سکے۔

(۶) ان تمام پابندیوں اور سند قضا دینے کے باوجود اکثر و بیشتر قاضی کے لئے ضروری قرار دیا گیا، کہ وہ مقدمات اور خصومات کی ضروری کاروائی مکمل کر کے اپنی رپورٹ کے ساتھ مرکزی دارالقضاء کو بھیج دے، اس کا فیصلہ صرف مرکز کرے گا، ان تمام پابندیوں کے ساتھ اسی کٹیہار میں ایک دارالقضاء امارت شرعیہ بہار دس سال سے قائم ہے، تو کیا کسی بھی قیام دارالقضاء کے لئے علاوہ امیر یا والی ہونے کی یہ مذکورہ پابندیاں بھی شرعی لازم ہیں کٹیہار بہار کا ایک ضلع ہے، یہاں سے بنگال کی سرحد ۲۰/۲۵/میل پر واقع ہے، اسی کٹیہار میں ایک مدرسہ ۴۰/سال سے دارالعلوم لطیفی ہے، اب تک اس مدرسہ میں دوسرے مدارس کی طرح صرف تعلیم اور افتاء کا کام ہوتا آیا ہے، باوجود ۸، ۱۰/سال سے یہاں دارالقضاء امارت شرعیہ بہار کی جملہ پابندیوں کے ساتھ قائم ہے، دارالعلوم لطیفی کے ناظم صاحب نے دارالقضاء امارت شرعیہ کے مقابل دوسرا دارالقضاء محکمہ شرعیہ کے نام سے قائم کیا ہے، اور ایک مدرس کو محکمہ شرعیہ کا ذمہ دار قاضی نامزد کیا ہے، قاضی انہیں مقدمات کا فیصلہ کرتے ہیں، جن میں قضاء قاضی شرط ہے، ناظم صاحب نے ان کے لئے حدود واختیار کچھ مقرر نہیں کیا، اس لئے یہ بہار بنگال دونوں کے مقدمات لیتے ہیں، ناظم صاحب مدرسہ کے ناظم ہیں، اور رائے عامہ کے ذریعہ منتخب امیر نہ والی اندریں صورت۔

تیسرا سوال:- (۱) منتخب امیر یا والی کے بجائے کسی ناظم مدرسہ کا قائم کردہ محکمہ شرعیہ شرعاً جائز ہے؟

(۲) منتخب امیر یا والی کے قائم کردہ دارالقضاء کے مقابل میں دوسرا محکمہ شرعاً جائز ہوا یا نہیں؟

(۳) ایسے قاضی محکمہ شرعیہ کا نکاح فسخ کردہ لڑکی نے دوسرے سے نکاح کر لیا تو شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

(۴) کسی ایک مقام میں بیک وقت دو دارالقضاء شرعاً جائز ہیں یا نہیں؟

(۵) اگر محکمہ شرعیہ بنگال کے لئے قائم کیا جائے اس کا دفتر کٹیہار بہار میں قائم کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۶) نیز بہار کے مقدمے محکمہ شرعیہ کے قائم کردہ برائے بنگال میں لے جانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قاضی کیلئے سلطان کی طرف سے منتخب ہونا ضروری ہے[۱] سلطان کا منشور اس کے لئے ہدایت نامہ ہوگا، اور اسی وجہ سے اس کو قوۃ منفذہ حاصل ہوگی، تاکہ وہ قاضی کے فیصلہ سے انحراف نہ کرسکے، انحراف کرنے پر مستحق تعزیر قرار دیا جائے[۲] یہ صورت اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے یہاں نہ اب موجود ہے، نہ پچاس یا ساٹھ سال پہلے تھی، زعماء ملت نے انگریز کے شر اقتدار سے نکالنے کے لئے امارات شرعیہ قائم کی تھی، کہ اہل اسلام اپنے مقدمات انگریز کی عدالت میں نہ لے جائیں، اور فسخ نکاح کے مقدمات امارات شرعیہ میں لائیں اور شرعی فیصلہ حاصل کریں، توقع تھی کہ اس ادارہ کو آئندہ چل کر استحکام ہوگا، اور صوبے وار ایسے ادارے قائم کرکے ان کا ایک مرکز بنالیا جائیگا، اور انگریز کا کلیۃً مقاطعہ کردیا جائے گا، جس سے اس کا اقتدار ختم ہوکر مرکز کو اقتدار ہوجائے گا، پھر وہ مرکز قوۃ قاہرہ حاصل کرلے گا، اور مستقلاً اسلامی حکومت کی صورت پیدا ہوجائے گی، تو یہ ایک ابتدائی تشکیل تھی، اس کو فی الجملہ ترقی تو ضرور

---

[۱] ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ای الظالم وهذا ظاهر فی اختصاص تولية القضاء بالسلطان شامی نعمانیه ص ۳۰۸/ ج ۴/ مطلب ابو حنيفة دعی الی القضاء ثلاث مرات ، کتاب القضاء.

[۲] المفتی مخبر بالحكم والقاضی ملزم به (رسم المفتی ،ص ۲۷/ مطبوعه سهارنپور، شامی نعمانیه ص ۱/۵۱، مقدمه مطلب اذا تعارض التصحيح الخ،

ہوئی، مگر خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی، مجبوراً ایسے مسائل میں کہ جن میں قضاء قاضی ضروری ہے مالکیہ کا مسلک اختیار کرنا پڑا تا کہ معاصی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو حتی الوسع روکا جائے، کیوں کہ معاصی اپنے حد سے تجاوز ہوکر الحاد اور ارتداد تک پہنچ رہے تھے، مالکیہ کے یہاں شرعی قاضی نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین (پنچایت یا شرعی کمیٹی) فسخ نکاح وغیرہ میں قاضی کا کام دے سکتی ہے[1] کہیں کہیں ایسی ہی پنچایت ہیں کسی ایک کو قاضی تجویز کرلیا جاتا ہے، جب کہ مقدمہ کی پوری کارروائی میں شرعی کمیٹی میں جملہ ارکان کا حاضر ہونا دشوار ہو، ایسے قاضی کے لئے نہ کسی مرکز کی حاجت ہے، نہ تمام مسلمین کا اتفاق ضروری ہے، بلکہ ارکان کمیٹی کا قاضی تجویز کرلینا کافی ہے، جو لوگ اپنا مقدمہ فیصلہ کرانا چاہیں ان کو اختیار ہے اس قاضی کے لئے کچھ حدود کی تعیین بھی لازم نہیں، جہاں کے آدمی بھی اپنا مقدمہ لیکر آئیں، شرعی قانون کے تحت اس کو فیصلہ کرنے کا حق ہے، ایک شہر میں اگر ایسا قاضی موجود ہے، اور اس کے فیصلے شرعی طور پر قابل اطمینان ہیں، تو محض مقابلہ کے لئے دوسرا دارالقضاء قائم کرنا نہیں چاہئے، کہ اس سے خلفشار بڑھتا ہے، اور نزاعات رفع ہونے کے بجائے ترقی کرتے ہیں، کہ ایک قاضی کے فیصلے سے ناخوشی ہوئی تو دوسرے قاضی کے پاس اپیل کردیا، جب فیصلہ شرعی قانون کے موافق ہوا تو اس کو ماننا لازم ہے، اگر تفریق کی گئی ہے، تو وہ بھی شرعاً معتبر ہوگی، اور حسب قواعد شرع نکاح ثانی کا اختیار ہوگا، امید ہے کہ تحریر بالا میں جملہ امور کا جواب واضح ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱/۹۹ھ

فاسق کو قاضی بنانا

سوال: ۔ زید علم دینیات سے ناواقف اور سارق سزایافتہ ہے، سرقہ داڑھی منڈاتا اور

---

[1] راجع الحیلۃ الناجزۃ ص ۲۸/ مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند،

تارک الصلوٰۃ ہے اوراس کے اوربھی اعمال خلاف شرع ہیں توایسی صورت میں زیدشرعی عہدہ قضاء کے لائق وموزوں ہوسکتا ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

صورت مسئولہ میں افعال مذکورہ کی وجہ سے زید فاسق ہے، لہٰذا عہدۂ قضاء کے لئے شرعاً موزوں نہیں عادل اورامین اورصالح کوقضاء کاعہدہ سپردکرنا مناسب اورموزوں ہے، البتہ اگرقاضی بنادیا گیاتو قاضی بنجائے گا، اوراس کی قضاء نافذ ہوگی، جبکہ اس میں حدودشرعیہ سے تجاوزنہ ہو"فی الکنزوالفاسق اهل للقضاء كماهو اهل للشهادة الاانه لاينبغى ان يقلد وفى البحر لاينبغى تقليدهٗ لان القضاء من باب الامانة والفاسق لايؤتمن فى امر الدين لقلة مبالاته به ،بحر، ج٦/ص ٢٦٠/[1] وفى الهندية، ج٣/ص ٣١٠/[2]

"فيجوز تقليد الفاسق وتنفذ قضاياه اذالم يجاوز فيها حدالشرع ولكن لاينبغى ان يقلد الفاسق كذافى البدائع " فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور٦/١٠/٥٢ھ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہرعلوم ١٧/شوال ٥٢ھ

عورت کوقاضی بنانا

سوال:۔مقدمات فیصلہ کرنے کیلئے عورت کوقاضی بنانا شرعاً درست ہے یانہیں؟ اگروہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرے تووہ قابل اعتبار ہوگایانہیں؟

---

[1] (مطبع الماجدية كوئٹه) كتاب القضاء.

[2] كتاب آداب القاضى فى الباب الاول ،ج٣/ص٣٠٧/ (مطبع كوئٹه پاكستان)

الجواب حامداً ومصلیاً

جن امور میں عورت کی شہادت معتبر ہے ان امور میں اس کا فیصلہ بھی معتبر ہوگا، جبکہ وہ شریعت کے مطابق ہو، لیکن اس کو قاضی بنانے والا گنہگار ہوگا، جن امور میں اس کی شہادت معتبر نہیں ان امور میں اس کا فیصلہ بھی معتبر نہیں، جیسے حدود قصاص'' **والمرأة تقضی فی غیر حدوقود وان اثم المولی لها قوله فی غیر حدالخ لانها لاتصلح شاهدة فیهما فلاتصلح حاکمة**، شامی، ج۴/ص ۳۵۶ [۱] مطبوعہ نعمانیہ۔

جیسے کوئی شخص ارضِ مغصوبہ میں نماز پڑھے یا ثوب حریر میں پڑھے یا ازار ٹخنوں سے نیچے ہو ان سب صورتوں میں فریضۂ نماز ادا ہو جائے تو حج بھی ہو جائیگا، اور گناہ بھی ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بے علم صدر کا قاضی کی مدد سے فیصلہ کرنا

سوال: ۔صحیح طریقہ پر لعنت کا نہ جاننے والا شخص جماعت کا صدر ہے اور اس کو مشورہ دیا جائے کہ چونکہ آپ کو شریعت کا علم نہیں ہے، اس لئے قاضی صاحب کو ساتھ لیکر فیصلہ دیں تو کیا یہ مشورہ دینا غلط ہے؟

---

[۱] وشامی زکریا ج۸/ص ۱۴۲/ مطبوعہ کراچی ج۵/ص ۴۴۰/ کتاب القضاضی، باب کتاب القاضی، قبیل مطلب فی جعل المرأة شاهدة الوقف، فتح القد ج۷/ص ۲۹۷/ کتاب القاضی الیٰ القاضی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت،

[۲] وكذاتكره فی اماكن الیٰ قوله وأرض مغصوبة، درمختار علی الشامی کراچی ج ۱/ ص ۳۸۱/

[۳] ولوحجت بلامحرم جاز مع الكراهية ،الخ شامی کراچی، ج۲/ص ۴۶۵/.

E:\F.M.Failnal\Jild-25\05-Qaza v Tahkeem Ke Ah..

الجواب حامداًومصلیاً

جوشخص شریعت سے واقف نہیں اس کو لازم ہے کہ واقف شریعت سے علم شریعت حاصل کرے اوراس کی نگرانی میں کام کرے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمود غفرلہٗ

ایضاً

سوال:۔ اگر جماعت کا صدرانگریزی داں وکیل ہے،اورشریعت کامکمل علم نہ رکھتا ہو،اوراس کو یہ کہا جائے کہ آپ شریعت کاعلم نہیں رکھتے اس لئے قاضی صاحب کوساتھ لیکر فیصلہ دیں تو کیا جماعت اورصدر جماعت کی توہین ہے؟

الجواب حامداًومصلیا

اس مشورہ دینے میں توہین نہیں البتہ ناواقف شریعت کوشرعی جماعت کاصدر بنانے میں جبکہ فیصلہ بھی شرعی احکام کے کرنے کی نوبت آتی ہو،جماعت کی توہین ہے[2]،کیا ذمہ داری

---

[1] مستشیر لاھل العلم فی المسائل فلاینتقل برأیه وان مجتهداً لان الصواب لابتقید به الخ، حاشیه الدسوفی ج۶/ص۷/ دارالکتب العلمیة بیروت، باب فی القضاء واجب علی الولاۃ مشاورہ العلماء فیما لایعلمون الخ، تفسیر قرطبی ج۲/ص۲۳۵/ مطبع دارالفکر بیروت، تحت الایة وشاورھم فی الامر الایة، سورۂ آل عمران آیت ۱۵۹/

[2] اذاوسد الا مر الیٰ غیراھله فانتظر الساعة،مشکوٰۃ شریف، ص ۴۶۹/ (مطبوعه دیوبند) کتاب الفتن با اشراط الساعة ،بخاری شریف، ج ۱/ص ۱۴/ کتاب العلم.

ترجمه:۔ جب عہدہ نااہل کے سپرد کیا جائے تو قیامت کاانتظار کرو۔

”واجب علیٰ الولاۃ مشاورۃ العلماء فیما لایعلمون الخ تفسیر قرطبی ص۲/۲۳۵، مطبوعه دارالفکر بیروت، تحت آیة وشاورھم فی الامر الایة، سورۂ آل عمران آیت ۱۵۹/“

ہے کہ وہ فیصلے شریعت کے موافق ہونگے ۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۱۶؍۳؍۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیو بند ۱۶؍۳؍۹۴ھ

تحکیم کا طریقہ

سوال:۔ ہمارے یہاں قصبہ میں ایک عالم ہیں جو کہ سیاست سے بھی شغل رکھتے ہیں، ان کو ہم نے اپنے اور پڑوسی کے درمیان ایک نزاع میں کچھ لوگوں کے اصرار سے فیصلہ کرنے کی درخواست اس طرح کی تھی جو بعینہ نقل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں اپنے جناب رعایت اللہ صاحب کے معاملات مقدمات وغیرہ میں آپ کو بحیثیت قاضیٔ شرعی مقرر کرتا ہوں آپ جو شرعی طور سے فیصلہ ہم لوگوں کے دعوے جات پر کریں گے، ہمیں منظور ہوگا جس وقت آپ حکم دیں گے ہم اپنے دعوے آپ کے سامنے علیحدہ علیحدہ پیش کر دیں گے، اللہ تعالیٰ ہم کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ، اس پر عالم صاحب نے ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس تحریر سے ایک عالم صاحب کی توہین ہوتی ہے ،اگر آپ اس طرح کی تحریر دیں تو میں فیصلہ کروں گا میرے اور جناب رعایت اللہ صاحب کے درمیان جو اختلاف ہے اور جس پر مقدمات چل رہے ہیں، اس پر فیصلہ کرنے کے لئے میں عالم صاحب کو حکم مقرر کرتا ہوں، مجھے ان کا فیصلہ منظور ہوگا، اور فریق ثانی سوائے ان عالم صاحب کے کسی دوسرے عالم سے فیصلہ کرانے کو تیار نہیں ہے، اور ان مقدمات سے قبل اور اب بھی کچھ ایسی باتیں ہیں کہ جس کی وجہ سے یہ گمان ہوتا ہے، کہ وہ فریق ثانی کے طرف دار ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا میری تحریر میں کوئی شرعی نقص ہے، جو عالم لفظ

شرعی فیصلہ بڑھا دینے سے فیصلہ کرنے سے گریز کرے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

کیا میں اس کا مجاز ہوں کہ اب بدرجہ مجبوری اپنا شرعی حق حاصل کرنے کے لئے عدالت مجاز سے چارہ جوئی کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عالم صاحب کو جب فیصلہ نزاع کے لئے تجویز کیا جاتا ہے، تو اس عتماد پر تجویز کیا جاتا ہے، کہ وہ شرعی فیصلہ کریں گے، خواہ لفظ شرعی درخواست ہو یا نہ ہو اس سوء ظن سے احتراز کیا جائے، کہ وہ شرعی فیصلہ نہیں کریں گے، اس خیال کو بھی نکال دیا جائے کہ وہ فریق ثانی کے طرف دار ہونے کی وجہ سے غیر شرعی فیصلہ کردیں گے، ان عالم صاحب سے ہی توہین کا پہلو دریافت کر لیتے تو بہتر ہوتا، میرا خیال تو یہ ہے کہ لفظ شرعی فیصلہ میں توہین نہیں بلکہ ان کو قاضی مقرر کرنے سے ان کا ذہن اس طرف گیا ہوگا کہ قاضی مقرر کرنا سلطان وقت کا کام ہے[1] آپ نے ان کو قاضی مقرر کیا تو آپ بمنزلہ سلطان کے ہوگئے اور وہ آپ کے ماتحت ہوگئے اور حکم مقرر کرنا فریقین کا کام ہے[2] کہ خود ماتحت ومحکوم ہو کر حکم کے حکم کو اپنے اوپر نافذ کرتے ہیں، اگر ان کے بتائے ہوئے طریقہ پر درخواست کرنے سے وہ فیصلہ کردیں تو آپ کو انکار نہیں کرنا چاہئے، لیکن اگر خدانخواستہ فریقین میں سے کسی ایک کو ان پر اعتماد نہ ہو کہ وہ شرعی فیصلہ کریں گے، تو پھر مجبوراً اپنا حق واجب دوسری طرح بھی حاصل کرسکتے ہیں، شرعی فیصلہ کو تسلیم

---

[1] والقاضی الذی تعین ونصب من جهة السلطان لاجل فصل (كتاب التعريفات الفقهيه، ص ۲۵۸/ المسمى بقواعدالفقه،

[2] التحكيم هو عبارة عن اتخاذ الخصمين حاكماً برضاها بفصل خصوما تهما ويقال لهٗ الحكم والمحكم، كتاب التعريفات الفقهيه ص ۲۲۲، قواعد الفقه،

E:\F.M.Failnal\Jild-25\05-Qaza v Tahkeem Ke Ah..

نہ کرنا بڑی بدقسمتی اور محرومی ہے جس کا انجام دنیا وآخرت میں مہلک بھی ہوسکتا ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

کیا حکم کے فیصلہ کو رد کرنے کا حق ہے؟

سوال:۔ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کسی کو حکم بنانے کے بعد حکم کے فیصلہ دینے سے قبل کسی فریق کے اس حکم کو منسوخ اور رد کردینے کی وجہ سے وہ شرعاً رد اور منسوخ ہوجاتا ہے، یانہیں؟ جبکہ حکم پر کچھ بے اعتمادی ہوجائے، یعنی معقول وجہ سے حکم کے حکم کو منسوخ کیا جائے۔

الجواب حامداًومصلیا

اعتماد رہے یا نہ رہے دونوں صورتوں میں جوفریق بھی چاہے اس تحکیم کو فسخ کرسکتا ہے ،اور یہ فسخ کرنے کا حق فیصلہ سنانے سے پہلے حاصل ہے " **ولكل واحد من المحكمين ان يرجع قبل حكمه اھ كنز لانه تقلد من جهتهمافكان لكل منها عزله وهو من الامور الجائزة فينفرد احدهما بنقضه كالمضاربة والشركة والوكالة فان حكم لزمهما لصدوره عن ولاية شرعية فلايبطل حكمه بعزلهما، البحر** ج۷/ص۲۶[2] / فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۳/۹۱ھ

---

[1] رجل عرض عليه خصمه فتوىٰ الائمة فردها وقال چه بارنامه فتوىٰ آوردۀ قيل يكفر لانه ردحكم الشرع، عالمگيری ج۲/ص۲۷۲، باب مايتعلق بالعلم والعلماء،

[2] البحرالرائق ص۳۶/۷، مطبوعه المكتبة الماجديه كوئٹه، كتاب القضاء باب الحكم.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجارہ کی تعریف

سوال:- اجارہ کا مفہوم شرعی کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تملیک المنفعۃ بالعوض[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اجارہ اور تجارت کے احکام

سوال:- میں تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتا ہوں جماعت میں بتلایا جاتا ہے کہ ہر کام کرنے سے پہلے اس کا طریقہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت جس ڈھنگ سے کرنے کو بتلاتی ہے، اس کو علماء حضرات سے معلوم کر کے پھر اس کام کو کرو تا کہ وہ دین اور ثواب دلوانے والا بن سکے؟

(۱) لہٰذا میں ملازمت کرتا ہوں مجھے صاف صاف اس بات سے آگاہ کریں کہ ملازمت میں کون کون سا حکم ٹوٹے گا تو قیامت کے دن خون کے آنسو رونے پڑیں گے، تا کہ جان کر ان ٹوٹنے والے حکم کی نگہداشت کی جا سکے، مفتی صاحب اس بات سے آگاہ کر دیں کہ

[1] البحر الرائق ج۷/ص۲۹۷/مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ کتاب الاجارۃ، شامی کراچی ص۴/ج۶/ کتاب الاجارۃ، فتح القدیر ص۵۸/ج۹/کتاب الاجارۃ، دارالفکر مصر، عالمگیری کوئٹہ ص۴۰۹/ج۴/کتاب الاجارۃ.

ملازمت کے یہ کام خداوندی ہیں، جن کی رعایت کرنے سے ملازمت دین رضاء الٰہی اور جنت دلوانے والی بنے گی، لہٰذا گزارش ہے کہ دونوں طرح کے احکام سے کھول کھول کر مجھے آگاہ فرما دیں، احکام ادا کرنے سے جنت کی طرف جانا پڑے گا۔

(۲) کوئی بھی چیز خریدنے اور فروخت کرنے کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، کہ اس معاملہ میں کیا کیا احکام شریعت خرید اور فروخت کے بارے میں بتلاتی ہے، جن پر عمل کر کے دین بنایا جا سکے، اور کن کن طریقہ پر اگر کوئی چیز فروخت کی گئی یا خریدی گئی، اور خدا کا حکم ٹوٹتا گیا، تو پھر قیامت کے روز سوائے افسوس کرنے کے کوئی حاصل نہ ہوگا، لہٰذا مجھے آپ خریدنے اور فروخت کرنے کے دونوں طرح کے احکام سے آگاہ کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ملازمت سے پہلے نیت صحیح ہو[۱] کہ حلال روزی کے ذریعہ اپنی اور اپنے متعلقین کی حوائج ضروریہ کو پورا کرنا ہے، تاکہ چوری غصب بھیک وغیرہ سے اللہ پاک محفوظ رکھے، اور دین کی خدمت اور مخلوق کی اعانت مقصود ہو، خود شغل ملازمت ناجائز نہ ہو، عین ملازمت کی حالت میں ناجائز امور کا ارتکاب نہ ہو، مثلاً جھوٹ دھوکہ خیانت وغیرہ ملازمت کی وجہ سے کوئی حکم شرعی نہ ٹوٹے مثلاً اس کی مشغولیت سے نماز نہ چھوٹے وغیرہ وغیرہ اگر ملاقات کر کے زبانی دریافت کر لیں تو جس جس کے متعلق تردد ہو، اس کی پوری تفصیل سامنے آئے گی۔

---

[۱] انما الاعمال بالنیات الحدیث، بخاری شریف ج ۱ / ص ۲ / (مطبوعه اشرفیه دیوبند) رقم الحدیث ۱ / مشکوۃ ص ۱۱ / قبیل کتاب الایمان، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، مسلم شریف ص ۱۴۰ / ج ۲ / کتاب الا مارة، باب قوله صلی اللّه علیه وسلم انما الاعمال بالنیة، مطبوعه رشیدیه دهلی.

ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

(۲) یہ بھی طویل بحث ہے اس کے مسائل عام فہم الفاظ میں بہشتی زیور[۱] میں ہیں ان کی رعایت کی جائے، ان کے علاوہ کوئی مسئلہ پیش آجائے تو دریافت کرلیا جاوے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۸۵ھ

تنخواہ دار مدرس اجیر خاص ہے یا اجیر مشترک؟

سوال:- تنخواہ دار مدرس اجیر خاص ہوتا ہے یا اجیر مشترک؟ اور انقطاع کے لئے مدرسہ نے جو جو چیزیں اس کے حوالہ کی ہیں مثلاً پنکھا وغیرہ ان چیزوں کا وہ مدرس امین ہوتا ہے یا شرعاً اس کی کیا حیثیت ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ مدرس کے لئے اوقات متعین کردیئے گئے تو ان اوقات میں وہ اجیر خاص ہے ان اوقات میں اس کو دوسرا کام اجارہ پر کرنا جائز نہیں[۲] بغیر اجارہ کے معمولی مختصر سا کام جس پر عرفاً چشم پوشی کی جاسکتی ہے کہ اس سے مدرسہ کے کام میں کوئی معتد بہ حرج نہ ہو یا وہ ضروریات میں سے ہو اس کی اجازت ہے۔ جیسے مثلاً کوئی معمولی خط لکھ دیا یا پیشاب پاخانہ کی

---

[۱] بہشتی زیور ج ۵/ص ۲/ بیچنے اور مول لینے کا بیان۔ (مطبوعہ تھانوی دیوبند)

[۲] ولیس للخاص أن یعمل لغیرہ بل ولا أن یصلی النافلة واذا استأجر رجلا یوماً یعمل کذا فعلیه أن یعمل ذٰلک العمل الی تمام المدة ولا یشتغل بشئ اٰخر سوی المکتوبة(درمختار مع الشامی کراچی ص ۷۰/ ج ۶/ کتاب الاجارة، مطلب لیس للاجیر الخاص أن یصلی النافلة) البحر الرائق کوئٹه ص ۲۹/ ج ۸/ باب ضمان الاجیر، سکب الانهر علی هامش المجمع ص ۵۴۷/ ج ۳/ فصل فی ضمان الاجیره، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

ضرورت پیش آ گئی[1] جو چیزیں اوقات درس میں استعمال کرنے کے لئے دی جائیں مثلاً بچھانے کے لئے دری یا گدا یا پنکھا یا قلم وغیرہ، مدرس کو مدرسہ کے کام میں ان چیزوں کے استعمال کا حق ہوتا ہے مگر امانت و دیانت کے ساتھ احتیاط سے استعمال کرے کہ خراب یا ضائع نہ ہو جائیں[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

ملازم کے سرکاری حقوق

سوال: -زید جوتے کی تھوک فروش دوکان میں عرصہ ۲۵؍سال تک ملازمت خریداری حساب نویسی نہایت باضابطگی اور دیانتداری سے انجام دیتا رہا، اوراب صحت کی خرابی کی بناء پر سبکدوشی حاصل کی اور اپنی متعینہ مابین تنخواہ ماہ بماہ لیتا رہا، سرکار نے ملازمین کے لئے خواہ سرکاری ہو یا پرائیویٹ دوکانوں کے کچھ حقوق علاوہ مشاہرہ کے قانوناً دوکان مالکان پر عائد کئے ہیں، ان حقوق میں سے ایک حبّہ بھی زید کوفرم مذکورہ نے نہیں دیا، دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ آیا شرعاً عنداللہ فرم مذکور پر اس سرکاری حق ملازمت کی ادائیگی عائد ہوتی ہے یا نہیں؟

---

[1] اذاغاب عن المدرسة فاما ان يخرج من المصر اولا الى قوله وان لم يخرج من المصر، فان اشتغل بكتابة علم شرعى فهو عفوٌ،امام يترك الامامة لمصيبة او لاستراحة لابأس به ومثله عفوفى العادة والشرع، شامى كراچى ص۴۱۸، ۴۱۹/ج۴/كتاب الوقف، مطلب فيما اذاقبض المعلوم وغاب قبل تمام السنة،الاشباه والنظائر ص۴۸/الفن الاول،القاعدة السادسة العادة محكمة فائدة، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى،

[2] وأما بيان حال المستعار فحاله أنه أمانة فى يد المستعير فى حال الاستعمال بالاجماع (بدائع كراچى ص۲۷۷/ج۶/كتاب العارية)شرح المجلة ص۴۵۰/ج۱/ رقم المادة ۸۱۳/ الباب الثالث فى العارية،الفصل الثانى فى احكام العارية،مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند،اذاحصل من المستعير تعداوتقصيربحق العارية ثم هلكت او نقصت قيمتها ضمن المستعير الخ،شرح المجلة ص۴۵۱/ج۱/رقم المادة ص۸۱۴/مطبوعه اتحادبكڈپوديوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

عند اللہ تو جو معاملہ مالک وملازم کے درمیان طے ہوا اس کی ہی ذمہ داری ہے[1]، سرکاری قانون جو کچھ ہو اس کی ذمہ داری صرف قانونی ذمہ داری ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] المسلمون علی شروطهم الحديث ترمذی شريف ج ۱/ ص ۱۶۱/ مطبوعه رشيديه دهلی ،ابواب الاحكام، باب ماذكر عن رسول الله صلی الله عليه فی الصلح بين الناس،مشكوة ص ۲۵۳/باب الافلاس والانظار،الفصل الثانی،مطبوعه دارالكتاب ديوبند، المعجم الكبير للطبرانی ص ۲۲/ج۱۷/عمروبن عوف بن ملحة المزنی، مطبوعه داراحياء التراث العربی بيروت.

ترجمہ: مسلمانوں پر اپنی شرطوں کی پابندی لازم ہے۔

باب اول: اجارۂ صحیحہ

لگان پر زمین دینا

سوال:- زید نے اپنی چار بیگھہ زمین بعوض ایک ہزار روپیہ دو سال کاشت کیلئے دو شرطوں پر دیتا ہے، اول یہ کہ دوسو روپیہ سالانہ لگان دوں گا (کرایہ ہوگا) دوسرے یہ کہ دو سال کے بعد خالی ہونے پر واپس لے لیگا، اور باقی رقم یعنی سولہ سو روپے واپس کرونگا، دو سال کا لگان کاٹ کر، آیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس زمین کا لگان دوسو روپیہ ہی ہے تو پیشگی لگان لے کر زمین کرایہ پر لینا درست ہے[1] لیکن معاملہ صرف دو سال کے لئے نہ کیا جائے بلکہ پانچ سال کے لئے معاملہ کرلیا جاوے، پھر دو سال گزرنے پر فریقین چاہیں تو بقیہ مدت کے اجارہ کو فسخ کردیں[2]، اور سولہ سو روپے واپس کردیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۱۷ ۹۴ھ

زراعت کی اجرت پیشگی لے لینا

سوال:- اس طرح زمین کسی کو کرایہ پر دینا کہ چار سو روپیہ دیدو، اور اس سال تم

---

[1] یعتبر ویراعی کلٌ اشترط العاقد ان فی تعجیل الاجرة وتاجیلها، شرح المجلة ص ۲۶۴/ ج ۱/ المادة ص ۴۷۳/ الفصل الثانی فی المسائل المتعلقة بلزوم الاجرة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

[2] وتفسخ (ای الاجارة) بالقضاء اوالرضاء الخ، درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ ص ۱۰۴/ کتاب الاجارة، باب فسخ الاجارة، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۵/ ج۸/ باب فسخ الاجارة، المحیط البرهانی ص ۳۷۱/ ج ۱۱/ کتاب الاجارة، الفصل الثامن عشر فی فسخ الاجارة بالعذر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

زمین میں ہل وغیرہ چلا کے جو کچھ پیدا کرو وہ تمہارا ہے، سو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زمین کرایہ پر دینا کہ سب پیداوار تمہاری ہوگی، اور مجھے اتنا روپیہ پیشگی کرایہ دیدو، درست ہے، پھر جس مدت کے لئے زمین دی گئی ہے، اس کے ختم ہونے پر زمین واپس کردی جائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۸۷ھ

غیر مسلم سے گھر کا کام کم قیمت پر

سوال:- غیر مسلم عورت یا مرد سے جب کہ کوئی مسلم عورت یا مرد کم قیمت پر پانی بھرنے اور گھر کے برتن وغیرہ دھونے کے لئے نہیں ملتے تو ان سے کام لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۱۱/۸۷ھ

---

[1] تصح اجارة ارض للبناء والغرس فان مضت المدة قلعهما وسلمها فارغة الخ، درمختار على الشامى زكريا ج۹/ص۴۰/كتاب الاجارة، باب مايجوزمن الاجارة، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۱/ ج۸/باب مايجوز من الاجارة، مجمع الانهر ص ۵۲۲/ج۳/باب مايجوزمن الاجارة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، يعتبر ويراعى كل ما اشترط العاقدان فى تعجيل الاجرة وتاجيلها، شرح المجلة ص ۲۶۴/ ج۲/ المادة ۴۷۳/ كتاب الاجارة، الفصل الثانى فى المسائل المتعلقة بلزوم الاجرة، مطبوعه اتحادبكڈپو ديوبند.

[2] واسلامه ليس بشرط اصلافتجوز الاجارة والاستئجار من المسلم والذمى والحربى والمستامن الخ، عالمگيرى ج۴/ص۴۱۰/ مطبوعه كوئٹه، كتاب الاجارة، الباب الاول، بدائع الصنائع كراچى ص ۱۷۶/كتاب الاجارة، فصل واماشرائط الركن فانواع.

زمین کا اجارہ کئی سال کے لئے

سوال:-(۱) ایک شخص نے اپنی تین بیگھہ خام آراضی اپنی ضرورت کیلئے ایک شخص کو مبلغ ایک ہزار روپئے میں رکھی ہے، اوراس زمین تین بیگھہ پر پچاس روپئے سالانہ کٹتے ہیں، جوکہ بیس سال میں ایک ہزارروپئے ختم ہوجائیگا، یہ طریقہ جائز ہے یاناجائز؟

سود کا روپیہ مسجد میں لگانا

سوال:- (۲) ایک شخص ضرورتمند سے آٹھ سوروپیہ میں چھ بیگھہ خام آراضی گروی رکھی ہے، جس کے سوروپئے سالانہ کٹتے ہیں، یہ زمین سوبیگھہ سالانہ لگان پراُٹھ سکتی ہے، یہ بھی طریقہ جائز ہے یاناجائز، یہ سود ہے یانہیں؟

شراب کی کمائی کا پیسہ، رشوت کا پیسہ، سود کا پیسہ، پھردوبارہ تحریر کیجئے گا، ایک مرتبہ آپ نے حرام فرمایا ہے، اوروہ پیسہ مسجد میں نہیں لگاسکتے ہیں، وہ تین بیگھہ آراضی ایک سو پچاس روپئے میں سالانہ لگان پراُٹھ سکتی ہے؟

الجواب حامداومصلیاً

(۲،۱) تین بیگھہ یاچھ بیگھہ زمین کا جولگان سالانہ عام طور پرہوتا ہے، اتنی ہی مقدار سالانہ پیشگی دیتے ہوئے روپئے سے کٹئے تو یہ اجارہ کا معاملہ ہوکر درست ہوگا، اس کو قرض نہیں کہا جائیگا، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ ایک ہزارروپئے پیشگی لگان دیدیا گیا ہے[۱] جس میں سے سالانہ

---

[۱] تلزم الاجرة بشرط التعجيل يعنى لوشرط ان تكون الاجرة معجلة لزم المستاجر تسليمها سواء كان وارداً على الاعيان اوالعمل، شرح المجلة ص ۲۶۱ / ج ۱ / المادة ص۴۶۸ / الفصل الثانى فى المسائل المتعلقة بلزوم الاجرة،مطبوعه اتحادبکڈپو دیوبند،عالمگیری کوئٹہ ص۴۱۳ / ج۴ / الباب الثانى فى بيان انه متى تجت الاجرة،البحرالرائق کوئٹہ ص۴ / ج۸ / كتاب الاجارة.

اتنی مقدار کٹتی رہتی ہے، اگر اس میں سے سالانہ مقدار روپئے دینے، دباؤ کی وجہ سے کم تجویز کیجائے تو یہ ناجائز ہے، جوکہ سود کے حکم میں ہے، شراب کی کمائی کا پیسہ، رشوت کا پیسہ، سود کا پیسہ حرام ہے[۱]، مسجد میں لگانا منع ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۹۶ھ

سرکاری اسکول میں استاذ بن کر ملازمت

سوال:- سرکاری اسکولوں میں بحیثیت استاذ کام کرنا جائز ہے یا نہیں، نیز تنخواہ حلال ہے یا مشتبہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہاں غلط عقائد، غلط اخلاق، غلط اعمال کی تعلیم نہیں دی جاتی، بلکہ کوئی غلط بات آجاتی ہو تو اس کی تردید کردی جاتی ہے، تو وہاں ملازمت کرنا اجرت وتنخواہ لینا درست ہے[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] احل اللّٰہ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو الآیة سورۂ بقرہ آیت ۲۷۵/۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کردیا اور سود کو حرام فرمادیا۔ (از بیان القرآن)

[۲] اما لو انفق فی ذٰلک مالاً خبیثاً ومالاً سببه الخبیث والطیب فیکره لان اللّٰه تعالیٰ لایقبل الا الطیب فیکره تلویث بیته بمالا یقبله الخ، شامی زکریا ج ۲/ص ۴۳۱/باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها قبیل مطلب فی افضل المساجد.

[۳] والاجارة جائزة علی تعلیم القرآن وتعلیم العلم مشاهرة وجملةً الخ، اعلاء السنن ج ۱۶/ص ۱۷۴/ مطبوعه امدادیه مکه مکرمه، کتاب الاجارة باب الرد علی ابن حزم فی تفریقه بین الاذان والصلوٰة الخ، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۹/ج ۸/باب الاجارة الفاسد، مجمع الانهر ص ۵۳۲/ج ۳/باب الاجارة الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

ٹھیکیداری کا پیشہ

سوال:- زید ٹھیکیدار ہے اور ضمنیہ ٹھیکہ میں کام کرتا ہے، اور منجانب حکومت ٹھیکیدار کی کوئی تنخواہ متعین نہیں ہے، اس لئے وہ کام انجام دیکر اس سے کچھ روپیہ بچا کر اپنا پیٹ پالتا ہے، تو کیا زید کا اس سے روپیہ بچا کر لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ ٹھیکہ نہیں لے گا، تو حکومت دوسرے کو دیدے گی، اور دوسرا ٹھیکیدار زید کی طرح کام بھی نہیں کرتا، بلکہ اس سے زیادہ مال ہڑپ کر لیتا ہے، تو کیا زید ٹھیکیداری چھوڑ دے، یا اگر زید ایسا کرے کہ جو مال بچاتا ہے، وہ غریب مسلمانوں میں تقسیم کر دے تاکہ مسلمان کی مالی حالت سدھر جائے، تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حکومت نے جس کام کا ٹھیکہ دیا اور زید نے اس کو منظور کر لیا کہ اتنے روپے لونگا، اور کام کر دوں گا، تو یہ درست ہے، پھر روپیہ اس میں برابر خرچ ہو یا کم زیادہ خرچ ہو سب درست ہے، جیسے ایک شخص کتابوں کی جلد بندی کرتا ہے، اور روپیہ طے کر لیتا ہے، اس میں سامان زیادہ روپیہ کا لگے یا کم کا سب طرح درست ہے، کوئی مکان تعمیر کرانا ہو یا سڑک بنوانا ہو سب کا یہی حال ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۱۴۰۱ھ

---

[1] الصلح جائز بين المسلمين الاصلحا حرم حلالاً اواحل حراماً والمسلمون على شروطهم الا شرطاحرم حلالاً اواحل حراماً ترمذی شریف ج ۱/ص ۲۵۱/ ابواب الاحکام باب ماذكر عن النبي صلى الله عليه وسلم في الصلح بين الناس،مشكوة ص ۲۵۳/باب الافلاس والانظار، الفصل الثاني،مطبوعه یاسرندیم دیوبند،المعجم الكبيرص ۲۲/ج ۱۷/عمروبن عوف بن ملحة المزني،مطبوعه داراحياء التراث العربي بيروت،وكذالك لو استاجر رجلا ليخبزله عشرين منا من الخبز بدرهم يجوزوان لم يذكر الاجل لان العمل معلوم (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

سال بھر کی تنخواہ یکمشت لینا

سوال:- ایک شخص جو جامع مسجد کا امام ہے، ماہانہ تنخواہ نہیں لیتا، روپے سال میں ایک مرتبہ رمضان المبارک شب قدر میں ایک مشت دوسوپچیس سالانہ اس خدمت کا عوض نذرانہ کے نام پر وصول کرتا ہے، اگر لوگ اس کی منشاء سے کچھ کم دینا چاہیں تو نہیں لیتا، اب جب اضافہ کر کے دیتے ہیں، اس وقت ان کو قبول کر لیتا ہے، لیکن مشہور کرتا ہے کہ وہ بلا معاوضہ خدمت انجام دیتا ہے، اس شخص کا یہ عمل شریعت کی رو سے کیسا ہے؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح ماہانہ تنخواہ کا معاملہ درست ہے، اس طرح سال بھر میں یک مشت مقدار معین پر بھی معاملہ درست ہے[1]، خواہ اسکا نام نذرانہ ہی رکھا جائے، اس سے امامت میں نقصان نہیں آتا، لیکن یہ سمجھنا اور مشہور کرنا غلط ہے، کہ یہ خدمت امامت بلا ومعاوضہ ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۹۱ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) وفی الاصل استاجره لیبنی له حائطا بالآجر والجص وسمی کذاکذااجرة من هٰذاالاجارات وکذاکذاکرامن الجص ولم یسم الطول والعرض کانت الاجارة فاسدة قیاسا صحیحة استحسانا، المحیط البرهانی ص۳۵۳/ ج ۱۱/کتاب الاجارة، الفصل الخامس عشر، نوع مطبوعه ڈابھیل، عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۱/ کتاب الاجارة، مطلب الاستئجار علی الافعال المباحة.

[1] ان استاجرها سنة صح وان لم یسم کل شهر یعنی بعد ماسمّی الاجرة جملة الخ، تبیین الحقائق ج۵/ص۱۲۳/(مطبوعه امدایه ملتان) باب الاجارة الفاسدة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۸/ ج۸/ باب الاجارة الفاسدة، مجمع الانهر ص ۵۳۱/ ج۲/ باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت،

جلد ساز اجرت کا مستحق کب ہوگا

سوال:- جلد سازی کی اجرت ابھی باقی ہے، اور جلد ساز بکر اپنی اجرت کا زید سے مطالبہ کر رہا ہے، اب ایسی صورت میں جب کہ جلد ساز کی تحویل میں ہوتے ہوئے کتابیں فساد میں تلف ہوگئی، تو جلد ساز از روئے شریعت اجرت پانے کا مستحق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو صرف زید سے یا عمرو بھی اجرت دینے کا ذمہ دار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جلد ساز اپنی اجرت کا مستحق اس وقت ہوتا ہے جب کہ کتابیں جلد کر کے واپس کر دیتا، لہٰذا جو کتب تجلید کے بعد ضائع ہوگئیں، واپس نہیں کی گئی، ان کی جلد سازی کی اجرت واجب نہیں، اس کو مطالبہ کا حق نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۱ھ

شریک تجارت کو اجرتِ کار

سوال:- چار آدمیوں نے مل کر ایک دوکان رکھ لی ان میں سے ایک دو آدمی اس دوکان میں کام کرتے ہیں، اور تنخواہ لیتے ہیں، ان لوگوں کو تنخواہ لینی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ شریک ہیں تو کارِ شرکت کی اجرت لینا درست نہیں، یہ اجارہ نفعہ ہوجائیگا،

---

[1] ولو هلكت العين في يدالاجيرمن غير صنعه ومن غيرأن يحبسها بالاجرفان كان لعمله أثرفي العين كمافي الخياط والسباغ سقط الاجرالخ، عالمگیری ج۴/ ص۴۱۵/ مطبوعه کوئٹه، کتاب الاجارة الباب الثانی،فی بیان انه متی تجب الاجر،المحيط البرهانی ص۲۲۹/ج۱۱/کتاب الاجارة،الفصل الثانی،ومماىتصل بهٰذاالفصل،مطبوعه ڈابهیل،مجمع الانهرص۵۱۹/ج۳/ کتاب الاجارة،مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت.

البتہ کام کرنے کی وجہ سے اگر نفع میں کچھ زیادہ حصہ ان کے لئے سب شرکاء مل کر تجویز کرلیں تو درست ہے، "وتصح شركة العنان مع التفاضل فی المال دون الربح وعكسه وهذا مقيد بان يشترط الا كثر للعامل منهما او لا كثرهما عملاً، شامی کراچی ج ۴/ ص ۳۱۲"[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۸۸ھ

مزدور کے ذریعہ جنگلات کی لکڑیاں کٹوا کر لانا

سوال:- سرکاری جنگلات سے مزدور کی مزدوری دیکر لکڑی کٹوا کر لایا ہوں اور یہ لکڑی کسی کو فروخت کررہا ہوں، یہ لکڑی کا کاروبار کس حد تک شرعی لحاظ سے درست ہے، یا نہیں؟ اور اس کاروبار میں میں نے کسی قسم کی رشوت نہ لی ہے، نہ دی ہے، یہ کاروبار کس حد تک صحیح ہے، اسلامی اصول کے تحت؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آپ مزدور سے اس طرح معاملہ کریں کہ ایک دن میں مثلاً آٹھ گھنٹے تم سے یہ کام لینا ہے، اور آٹھ گھنٹے کام کی مزدوری مثلاً چار روپے دوں گا، اور مزدور اس کو منظور کرلے تو شرعاً یہ معاملہ درست ہے[2] اور وہ لکڑی آپ کی ملک ہوگی، آپ جس طرح چاہیں فروخت

[1] شامی زکریا ج ۶/ ص ۴۸۳، ۴۸۴/ کتاب الشركة، مطلب فی شركة العنان، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۷۴/ ج ۵/ كتاب الشركة، مجمع الانهر ص ۵۵۳/ ج ۲/ كتاب الشركة.

[2] وشرطها ای الاجارة كون الاجرة والمنفعة معلومتين الخ، الدر المختار على الشامی ج ۹/ ص ۷/ مطبوعه زكريا اول كتاب الاجارة، مجمع الانهر ص ۵۱۲/ ج ۳/ كتاب الاجارة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص ۱۰۵/ ج ۵/ كتاب الاجارة، مطبوعه امداديه ملتان.

کریں[۱]اگر وہاں سے لکڑی کاٹنا خلاف قانون اور جرم ہوتو اس سے پوری احتیاط کی جاوے، مال وعزت کا خطرہ مول لینا دانشمندی کے بھی خلاف ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند

اُجرت پر ملک کا تحقق کب ہوتا ہے؟ اور ملازمین کے فنڈ پر ہدایہ کی عبارت سے اشکال

سوال:- بعض مدارس میں ایک قسم کا فنڈ مدرسین وملازمین کے لئے جاری کیا گیا ہے، جس میں تنخواہ میں سے مہینہ پورا ہونے پر کچھ حصہ کاٹ کر مدرسہ میں جمع رکھا جاتا ہے، اور مدرسہ اپنی طرف سے کچھ اس میں اضافہ کرتا ہے، اس طرح ان کے لئے رقم جمع کی جاتی ہے، جو ملازمت کے ختم ہونے پر ان کو دی جائے گی، تاکہ اس کو اپنے موقع پر پریشانی نہ ہو، اب اس

۱؎ المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک، بیضاوی ص۸/ ج۱/ سورۂ فاتحہ تحت آیت ۲/ مطبوعہ مصطفائی دیوبند، معجم المصطلحات والالفاظ الفقهیة ص ۳۵۱/ ج۳/ حرف المیم، الملک التام، مطبوعہ دارالفضیلة القاهرة، شرح المجلة ص۶۵۴/ ج۱/ المادة ص ۱۱۹۲/ الکتاب العاشر الشرکة، الفصل الاول فی احکام الاملاک، مطبوعہ اتحاد بکڈپو دیوبند.

۲؎ عن حذیفة قال قال رسو ل اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف ج۲/ص ۵۰/ کتاب الفتن، باب ماجاء فی النهی عن سبب الریاح، باب (مطبوعہ رشیدیہ دهلی) المعجم الکبیر للطبرانی ص ۳۱۲/ ج۱۲/ حدیث ص۱۳۵۰۷/ مجاهد عن ابن عمر، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، جامع الاصول ص۳۲۳/ ج۱۲/ قبیل وصیة عائشة لمعاویة حدیث ص ۹۳۱۱/ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت.

ترجمہ: مسلمان کے لئے اپنے آپ کو ذلیل ورسوا کرنا مناسب نہیں ہے الخ۔

میں سوال یہ ہے کہ صاحب ہدایہ کی تشریح کے مطابق استیفاء منافع پر اجیر اُجرت کا مالک ہوتا ہے، نیز تنخواہ کے رجسٹر میں اس پر ملازم کے دستخط بھی ہوجاتے ہیں، اور عرفاً وہ بقایا ملازمین اپنا ہی تصور کرتے ہیں، تو یہ مزید جوادارہ دیتا ہے، جبکہ اس میں ملازمین کے کٹے ہوئے پیسہ کا ہونا شرط ہے، تو کیا یہ سود کی نوعیت نہیں ہوگی؟ اگر یہ نوعیت نہیں تو بے غبار حلال ہے، یا کسی قسم کے شائبۂ سود سے قابل التفات ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً

ہدایہ میں ثبوت ملک سے مراد حقیت ملک نہیں بلکہ استحقاق ملک مراد ہے، جیسا کہ عنوان باب سے ظاہر ہے "باب الاجر متی یستحق" اور متن میں ہے" قال الاجرة لاتجب بالعقد وتستحق باحدی معانی ثلاثة "[1] محشی[2] نے بھی اسی کی تشریح کی ہے، امداد الفتاوی[3] میں خوب تفصیل سے اس پر بحث موجود ہے، امید ہے کہ اب اس تقدیر پر اشکال نہیں ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۹۲ھ

حَکم کے لئے حقِ محنت اور فریقین کے یہاں کھانا

سوال:- زید اور عمر دونوں میں نزاع ہوا، بکر کو دونوں نے فیصل مان لیا، بکر نے کہا

---

[1] هداية ج۳/ص ۲۹۴/مطبع یاسر ندیم دیوبند كتاب الاجارة باب الاجر متٰى يستحق، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۱۲،۴۱۳/ج۴/كتاب الاجارة،الباب الثاني،في بيان انه متى تجب الاجر،الدر المختار على الشامي زكريا ص۱۳/ج۹/كتاب الاجارة.

[2] قوله الاجرة لاتجب الخ المرادنفس الوجوب لاوجوب الاداء فانه عقدمعاوضة فيعتبر فيه المساواة ولم يوجد في المعقودعليه لانفس الوجوب ولانفس الاداء فكذالك في جانب العوض، حاشية على الهداية ص ۲۹۴/ج۳/باب الاجر متى يستحق،مطبوعه تهانوى ديوبند، فتح القدير ص۶۶/ ج۹/ مطبوعه دار الفكر بيروت،عناية على فتح القدير ص۶۶/ج۹/ مطبوعه دارالفكر بيروت.

[3] امدادالفتاوىٰ ج۳/ص ۱۵۰، ۱۵۱/مطبوعه ادارۂ تاليفات ديوبند كتاب الربوا.

کہ میری ایک شرط ہے، اگر تم دونوں راضی ہو تو فیصلہ کرنے پر تمہیں اس نزاع میں مجھ کو دس روپیہ دینا ہوگا، دونوں راضی ہوگئے، لیکن شرط میں کھانے پینے کی کوئی بات نہ تھی، مگر بکر نے دونوں کے گھر میں کھایا یا ایک کے گھر میں کھایا، تو بکر کے لئے یہ سب جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

روپیہ بطور خدمت ومحنت لینا درست ہے[۱]، کھانا ایک فریق کے یہاں ٹھیک نہیں، اس میں رشوت کا شائبہ ہے[۲]، اگر دونوں فریق کا کھانا کھایا تو درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۹۲ھ

کرایہ داری منتقل کرنا

سوال:- زید جامع مسجد کھتولی کی ایک دوکان کا کرایہ دار عرصہ دراز سے چلا آتا تھا، آٹھ سال قبل اپنے بھائی محمد اسلم اور ایک دیگر شخص محمد الیاس کو کاروبار مشترک کرنے کی غرض سے مکان مذکور دے دیا تھا، اور کرایہ داری بعد تک جاری رکھی، لیکن کرایہ محمد اسلم، محمد الیاس کی کاروباری مشترکہ ہونے کی وجہ سے مشترکہ کاروبار سے اداء کیا جاتا رہا، اب سے تقریباً ایک سال قبل زید نے اس مسجد کی دوکان جس کا وہ کرایہ لیتا تھا، مجلس منتظمہ کا ممبر بننے کے لئے بتقاضائے قانون دوکان مذکور کی کرایہ داری سے استعفاء دیکر دوکان مذکور کی کرایہ داری مجلس

[۱] وفی الصیر فیة، حکم وطلب اجرة لیکتب شهادته جاز قال الشامی تحت قول لیکتب شهادته لعل المرادبهاخطه الذی یکتب علی الوثیقة الخ، الدرالمختارعلی الشامی زکریا ج ۹/ص ۱۲۷/کتاب الاجارة، باب فسخ الاجارة، مطلب فی اجرة صک القاضی والمفتی.

[۲] ولا یجب دعوة خصم الخ، الدرالمختار مع الشامی زکریا ج۸/ص ۵۱۷/کتاب القضاء مطلب فی حکم الهدیة للمفتی، مجمع الانهر ص ۲۲۱/ج۳/کتاب القضاء، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۲۸۱/ج۶/کتاب القضاء، فصل فی التقلید.

منتظمہ کے علم میں لائے بغیر اپنے بھائی محمد اسلم کے نام کردی اور کرایہ کی رسید اپنے بھائی کے نام کرادی جس وقت یہ رسید محمد اسلم کے نام کی گئی، اس وقت دونوں فریق کی طرف سے دوکان مذکور میں مشترکہ کاروبار تھا، محمد الیاس کے علم میں جب یہ واقعہ آیا تو اس نے اعتراض کیا اور کرایہ داری میں شرکت کا مطالبہ کیا اور دوکان مذکور کی کرایہ داری کی رسید میں اپنا نام شامل کرنے کا مطالبہ کیا۔

اس دوکان مذکور میں محمد الیاس ومحمد اسلم کی گذشتہ چند ماہ نقصان ہوگیا، جس کی بنا پر محمد اسلم اپنے شریک محمد الیاس کو کاروبار سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے، محمد اسلم کا کہنا ہے کہ میں دوکان کا کرایہ دار جائز طور پر ہوں، اور کاروبار محمد اسلم اور محمد الیاس کے مشترکہ سرمایہ سے جاری تھا، اور طے پایا تھا کہ دونوں فریق دوکان کاروبار میں نفع ونقصان کا برابری کا ذمہ دار ہونگے، لہٰذا دریافت طلب یہ ہے:

(۱) یہ کہ زید کا کرایہ داری دوکان مذکور سے بالا طور پر مستعفی ہونے کے بعد کرایہ داری لے کر فریق محمد اسلم کا نام کرانا درست ہے کہ نہیں۔

(۲) یہ کہ محمد الیاس کا مطالبہ کہ محمد زید کے مستعفی ہونے پر محمد اسلم کے ہمراہ دوکان کا کرایہ داری میں شرکت کا مستحق ہوں، جب کہ برابر گذشتہ آٹھ سال سے کاروبار میں بھی برابر کا ذمہ دار ہوں درست ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جب کہ محمد زید نے وہ دوکان محمد اسلم ومحمد الیاس دونوں کو مشترکہ کاروبار کے لئے کرایہ پر دی اور دونوں سے معاملہ کیا تو دونوں ہی کرایہ دار ہوں گے، اگرچہ ضابطہ اور تحریر میں اولاً صرف زید کرایہ دار تھا، اور پھر کرایہ داری سے دست بردار ہوگیا، ایسی حالت میں اس کے ذمہ لازم تھا کہ مجلس منتظمہ کو مطلع کردیتا کہ اب میں کرایہ دار نہیں[1] میں نے کرایہ دار اب ان

[1] چونکہ زید کرایہ دار تھا اور کرایہ داری کے فسخ کے لئے ضروری ہے کہ کرایہ دار اصل (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

دونوں کو تجویز کر دیا ہے، مجلس ان دونوں سے کرایہ وصول کرے اور دونوں مجلس کو کرایہ ادا کریں مگر معاملہ صاف صاف طے کرنے کے باوجود اس نے کرایہ داری میں صرف محمد اسلم کا نام لکھوایا حالانکہ دوکان اور کاروبار میں محمد اسلم اور محمد الیاس دونوں شریک ہیں یہ طریقہ نادرست ہوا[1]

(۲) معاملہ کی رو سے اس کا یہ مطالبہ درست ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۲۱/۱۰/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیو بند ۲۲/۱۰/۸۷ھ

کرایہ دار سے قرض اور مکان خالی نہ کرنے کی شرط

سوال:- خلاصۂ سوال یہ ہے کہ ایک مکان کچھ رقم بطور قرض مکان کو کرایہ پر لینے والے سے لینا چاہتے ہیں، تو کرایہ دار یہ شرط کرلے کہ جب تک ہم رہنا چاہیں، ہم سے خالی نہ کرانا اور نہ کرایہ بڑھانا، یہ شرط کیسی ہے؟ دراصل مالک مکان سابق کرایہ دار کے قرضدار ہیں، وہ کرایہ دار مکان خالی کرتے وقت اپنا قرض طلب کررہے ہیں؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) مالک کو فسخ کرایہ داری کی اطلاع کرے۔ ولا یفسخ ای الاجارة الابمحضر صاحبه بالاتفاق، مجمع الانهر ص ۵۳۰/ ج۳/باب الاجارة الفاسدة،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،سكب الانهرعلى مجمع الانهر ص ۵۳۱/ ج۳/باب الاجارة الفاسدة،مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت،الدرالمختارعلى الشامي زكرياص ۶۹/ج۹/باب الاجارة الفاسدة.

[1] عناية على فتح القدير ص ۱۹۰/ج۶/كتاب الشركة،مطبوعه دارالفكربيروت،وكل دين لزما احدهما بما تصح فيه الشركة كبيع وشراء واستيجار سواء كان استأجره لنفسه اولحاجة التجارة لزم الآخر، سكب الانهرعلى مجمع الانهر ص ۵۴۸/ج۲/كتاب الشركة،مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] حوالہ بالا ملاحظہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اسطرح قرض لے کر سابق کرایہ دار کا معاملہ صاف کر دینا درست ہے، مگر یہ شرط نہ کی جائے کہ جب تک ہم رہنا چاہیں مکان خالی نہ کریں گے[۱]۔

دوسری صورت ادائے قرض کی یہ بھی ہے کہ نئے کرایہ دار سے ایک رقم پیشگی کرایہ کے طور پر لے کر قرض ادا کر دیں، پھر وہ رقم کرایہ میں محسوب ہوتی رہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۱/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۱/۸۹ھ

مکان کی پگڑی

سوال:- جو پگڑی پر دوکانیں دی جاتی ہیں، یا لی جاتی ہیں، کیا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے، تو صورتِ جواز کیا ہوسکتی ہے، اور اگر ناجائز ہے تو کس وجہ سے ناجائز ہے، نیز ایک آدمی کے قبضہ میں دوکان عرصہ طویل سے تھی، اب وہ شخص بیمار ہو کر تقریباً چار پانچ سال سے گھر پڑا ہوا ہے، اور دوکان بند پڑی ہے، اور وہ شخص اس دوکان کا کرایہ ادا کرنا مفت کا سمجھتا ہے، چونکہ وہ بیمار پڑا ہے گھر پر، تو کیا وہ شخص اس دوکان کو پگڑی پر دیکر کرایہ وصول کرسکتا ہے

---

[۱] والاجارة تفسدها الشروط التی لایقتضیها العقد، عالمگیری ج۴/ص ۴۴۲/ کتاب الاجارة، الباب الخامس تحت الفصل الثانی، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۶۴/ ج۹/ باب الاجارة الفاسدة، البحرالرائق ص ۱۶، ۱۷/ ۸/ باب الاجارة الفاسدة.

[۲] لزم الاجرة بشرط التعجیل یعنی لو شرط ان تکون الاجرة معجلة لزم المستاجر تسلیمها، شرح المجلة ص ۲۶۱/ ج۱/ الفصل الثانی فی المسائل المتعلقة بلزوم الاجرة، ماده ۴۶۸/ مطبوعه اتحادبکڈپو دیوبند، المحیط البرهانی ص ۲۲۵/ ج ۱۱/ الفصل الثانی فی بیان انه متی یجب الاجر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، مجمع الانهر ص ۵۱۵/ ج۳/ کتاب الاجارة، مطبوعه دارالکتاب الاجارة بیروت.

یانہیں؟ اور پگڑی کا یہ طریقہ کثرت سے رائج ہے عوام میں، کسی کی تو پانچ سو ہوتی ہے، اور کسی کی چارسو، اور کسی کی چار ہزار ہوتی ہے، کسی کی پانچ ہزار، گو موقع محل کے اعتبار سے ادا کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مالک دوکان اپنی دوکان کسی کو کرایہ پر اس طرح دے کہ مثلاً یہ دوکان ایک سال کیلئے کرایہ پر دیتا ہوں، بیس روپیہ ماہوار کرایہ ہوگا، اور چارسو روپیہ پگڑی کے اور ایک ماہ کا کرایہ پیشگی لوں گا، تو یہ صورت درست ہے، اور یہ کہا جائے کہ عموماً سال میں سے پہلے مہینے کا کرایہ چارسوبیس روپیہ ہیں، جو پیشگی ہے، باقی گیارہ مہینہ کا کرایہ بیس روپے ماہانہ ہے[1] کرایہ دار کے لئے اس کی اجازت نہیں کہ جتنے کرایہ پر خود دوکان لی ہے اس سے زائد کرایہ پر کسی کو دے، اور پگڑی لے یا مالک اگر خالی کرائے تو اس سے پگڑی لے، البتہ اگر کرایہ دار نے دوکان کی حیثیت کو بڑھا دیا مثلاً اس میں الماریاں لگوادیں، اور کوئی ایسا تصرف کیا جس سے دوکان کی شان بلند ہوگئی، تو اس کے موافق پگڑی کے نام یا اضافہ کرایہ کے نام سے لینا درست ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۸/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۹/۸/۹۰ھ

---

[1] نعم جرت العادة أن صاحب الخلوحين يستاجر الدكان بالاجرة اليسيرة يدفع للناظر دراهم تسمى خدمة هى فى الحقيقة تكملة اجرة المثل اودونها وكذا اذامات صاحب الخلواونزل عن خلوه لغيره ياخذالناظر من الوارث اوالمنزول له دراهم تسمى تصديقاً فهذه تحسب من الاجرة ايضاً،شامى زكرياج۷/ص ۱۴۱/ مطبوعه كراچى ج۴/ص۵۲۳/كتاب البيوع،مطلب فى الكدك.

[2] واذا استاجر داراً وقبضهاثم اٰجرها فانه يجوز ان آجرها بمثل مااستاجر اواقل الى قوله ولو زاد فى الدارزيادة طابت له الزيادة،عالمگيرى ج۴/ص۴۲۵/مطبوعه كوئٹه،كتاب الاجارة، الباب السابع فى اجارة المستاجر،المحيط البرهانى ص ۲۶۹/ج۱۱/كتاب الاجارة،الفصل السابع فى اجارة المستاجر،مطبوعه ڈابهيل،الدرالمختارمع الشامى زكرياص۳۸/ج۹/ باب مايجوزمن الاجارة.

مکان کرایہ پر دینے کے لئے پگڑی

سوال:- آج کل مالک مکان یا دوکان کرایہ پر جائیداد دیتے وقت ۲۵-۳۰/ ہزار پگڑی بھی لیتے ہیں، اور بعدۂ طے شدہ کرایہ ماہ بماہ یا سال ادا کرتے ہیں، تو یہ پیشگی رقم تو خالی عن العوض ہے، یہ پگڑی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اجرت کی دو قسمیں قرار دے لی جائیں، ایک معجّل جس کی یکمشت مقدار متعین ہو، دوسری قسط وار ہر ماہ یا ہر سال ہے[1] اول کو عرف میں پگڑی کہتے ہیں، ثانی کو کرایہ داری کہتے ہیں، اس طرح اگر مالک مکان یا دوکان کسی کو کرایہ پر دے تو بظاہر گنجائش معلوم ہوتی ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۸۷ھ

---

[1] ویعتبر ویراعی کل ما اشترط العاقدان فی تاجیل الاجرة وتاجیلها الی قوله واذا کانت الاجرة موقتة بوقت معین کالشهریة او السنویة بلزم ایفاء ها عند انقضاء ذالک الوقت فلو کانت مشاهرة فتؤدی عندنهایة الشهر وان کانت سانهة ففی ختام السنة، شرح المجلة ص ۲۶۴،۲۶۵/الفصل الثانی فی المسائل المتعلقة بلزوم الاجرة، مطبوعه اتحادبکڈپو دیوبند، المحیط البرهانی ص ۲۲۵/ج ۱۱/الفصل الثانی فی بیان انه متی یجب الاجر، مطبوعه ڈابھیل، مجمع الانهر ص ۵۱۵/ج۳/کتاب الاجارة مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] مالک مکان ودوکان کیلئے جائز ہے کہ وہ کرایہ دار سے خاص مقدار میں یک مشت رقم لے لے، جسے متعینہ مدت کا پیشگی کرایہ قرار دیا جائے، یہ یکمشت رقم سالانہ یا ماہانہ کرایہ کے علاوہ ہوگی۔ (فقہی مقالات ج ۱/ص ۲۱۷/از مولانا تقی عثمانی)

مکان کی پگڑی

سوال:- (۱) مکان کی پگڑی لینا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ بمبئی جیسے شہر میں مکان ملنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

(۲) مکان مالک کرایہ دار کے تبدیل ہوتے وقت ایک کرایہ دار کے نام سے دوسرے کرایہ دار کے نام پر کرایہ کا بل تبدیل کرنے کا معاوضہ طلب کرتے ہیں، ساتھ ہی کرایہ میں کچھ مخصوص تناسب کے لحاظ سے بڑھا دیتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مالکِ مکان اگر کرایہ پر دیتے وقت کہے کہ اتنی رقم یکمشت پیشگی لوں گا، اور پھر اتنی ماہانہ اور پھر اتنی سالانہ لونگا، تو اس کی گنجائش ہے[۱] لیکن کرایہ دار مکان خالی کرنے کے لئے یا دوسرے کرایہ دار کو اپنی طرف سے دینے کے لئے پگڑی لے تو اس کی اجازت نہیں[۲]۔

(۲) مالکِ مکان کو اس کا بھی حق ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] نعم جرت العادة ان صاحب الخلو حين يستاجر الدكان بالاجرة اليسيرة يدفع الناظر دراهم تسمى خدمة هى فى الحقيقة تكملة اجرة المثل اودونهاوكذااذامات صاحب الخلواونزل عن خلوه لغيره ياخذالناظرمن الوارث اوالمنزول له دراهم تسمى تصديقاً فهذه تحسب من الاجرة ايضاً، شامى زكرياج۷/ص ۱۴۱/مطبوعه كراچى، ج۴/ص۵۲۳/كتاب البيوع، مطلب فى الكدک.

[۲] مايدفع لدفع الخوف من المدفوع اليه على نفسه وماله حلال للدافع حرام على الآخذ لان دفع الضررعن المسلم واجب ولايجوز اخذالمال ليفعل الواجب، شامى زكرياص۳۵/ج۸/كتاب القضاء مطلب فى الكلام على الرشوة والهدية، البحرالرائق كوئٹه ص۲۶۲/ج۶/كتاب القضاء، النهرالفائق ص۵۹۹/ج۳/كتاب القضاء مطبوعه دارالكتاب العلمية بيروت.

[۳] المالک هو المتصرف فى الاعيان المملوكة كيف شاء الخ، بيضاوى شريف ج۱/ص۷/ تحت سورة الفاتحة. شرح المجلة ص۶۵۴/ج۱/رقم المادة ص۱۱۹۲/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

پگڑی

سوال:- ممبئی میں عام طور سے لوگ دوسروں کی بلڈنگوں میں کرایہ پر رہتے ہیں، جن کو مالک مکان بھی قانوناً نکال نہیں سکتا ہے، اسے صرف کرایہ وصول کرنے کا حق ہے، اور بوقت ضرورت کرایہ دار اپنے ان مکانوں کو جوان کی ملکیت نہیں آپس میں بڑی بڑی رقم پر خرید وفروخت کرتے ہیں، یہاں اس رقم کو ''پگڑی'' کہتے ہیں، اس معاملہ میں اصل مالک کو دخل نہیں ہوتا، حالانکہ اس طرح کا معاملہ قانوناً بھی جرم ہے، مگر اس کے باوجود اس کا عام رواج ہے، اور سب جانتے ہیں کہ اس کے لئے مستقل دلال ہوتے ہیں، جو درمیان میں پڑ کر معاملہ طے کراتے ہیں، کسی کو مکان نہیں مل سکتا، موجودہ حالات میں پگڑی کی رقم بھاری مقدار میں پہنچ گئی ہے، اگر کسی وجہ سے کسی کو مکان تبدیل کرنا ہے، تو اس صورت حال کے بغیر چارہ نہیں ہے اب اسے عموم بلویٰ کہا جائے، یا عرف عام؟ بہر حال یہاں اس کے بغیر مفر نہیں ہے، شرعاً کرایہ داروں کا یہ صفقہ بیع وشراء صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کرایہ دار کو اس کا حق ہے کہ جس کرایہ پر اس نے مکان لیا ہے، اسی کرایہ پر دوسرے کو وہ مکان دیدے، لیکن جتنا کرایہ اس نے مالک مکان کو دیا ہے، اس سے زیادہ کرایہ کسی سے وصول کرنے کا حق نہیں، البتہ اگر مکان میں الماری وغیرہ لگا کر اس کو شاندار بنا دیا ہے، تو جس قدر اس نے خرچ کیا ہے اس کو وصول کرنے کا حق ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) الکتاب العاشر الشرکة، الفصل الثانی فی احکام الاملاک، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، معجم المصطلحات والالفاظ الفقهیة ص ۳۵۱ ج ۳/ حرف المیم، الملک التام، دار الفضیلة القاهرة.

[1] وله السکنیٰ بنفسه واسکان غیره باجارة وغیرها ولو أجر باکثر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

پگڑی میں مالکان مکان کا حصہ

سوال:- اس طرح معاملہ ہوجانے کے بعد بائع ومشتری دونوں مالک مکان کے پاس جاتے ہیں، اور طے شدہ رقم کا ایک حصہ مثلاً چوتھائی اسے دیتے ہیں، اس کے بعد وہ مکان کے کرایہ کا بل (رسید) نئے کرایہ دار کے نام کردیتا ہے، تاکہ اس کی طرف سے اور قانون کی طرف نئے سے کرایہ دار کو حق رہائش حاصل ہوجائے، مالک مکان کرایہ تو وصول کرتا ہی ہے، اس کے علاوہ اس صورت میں مزید رقم وصول کرتا ہے، عام طور سے یہ رقم پرانے کرایہ دار نئے کرایہ دار یا مشتری سے یوں وصول کرتا ہے، کہ اگر پندرہ ہزار میں معاملہ طے ہوا ہے، تو اس سے مالک مکان کے حصہ کا مزید پانچ ہزار روپے وصول کرکے اسے دیتا ہے، مالک مکان کو یہ رقم لینی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مالک مکان کو حق ہے، کہ جس کرایہ پر چاہے مکان دے، اور دوسرے کرایہ دار کو دینا چاہئے تو اس سے بھی جو معاملہ چاہے طے کرلے، نیز اس کو حق ہے کہ جس قدر چاہے پیشگی طے کرلے[1]، لیکن ایک کرایہ دار کو حق نہیں کہ وہ اس کرایہ سے زیادہ کسی کرایہ دار سے وصول

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) تصدق بالفضل الافی مسئلتین اذا أجرها بخلاف الجنس اواصلح فیهاشیئاً بأن جصصها اوفعل فیها مسناة الخ، درمختارمع الشامی زکریا ص ۳۸/ ۹/ کتاب الاجارة، باب مایجوزمن الاجارة الخ،عالمگیری کوئٹه ص ۴۲۵/ ج ۴/الباب السابع فی اجارة المستاجر، المحیط البرهانی ص ۲۶۹/ ج ۱۱/ کتاب الاجارة،الفصل السابع فی اجارة المستاجر.

[1] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء الخ، بیضاوی شریف ج ۱/ ص ۷/ سوره فاتحه،معجم المصطلحات والالفاظ الفقهیة ص ۳۵۱/ ج ۳/حرف المیم،الملک التام، مطبوعه دارالفضیلة القاهرة،شرح المجلة ص ۶۵۴/ ج ۱/رقم المادة ص ۱۱۹۲/الکتاب العاشرالشرکة،الفصل الاول فی احکام الاملاک،مطبوعه اتحادبکڈپو دیوبند.

کرے، جو خود ادا کرتا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۹۴ھ

سفیر کی خوراک جزوِ تنخواہ پر

سوال:- مدرسہ کا چندہ کرنے کیلئے جو مدرس یا سفیر باہر جاتے ہیں، ان کی تنخواہوں کے ساتھ ان کا کھانا بھی منجانب مدرسہ طے ہوتا ہے، چنانچہ کہیں سستا کہیں مہنگا، جیسا بھی ملتا ہے، مدرسہ کا خرچ ہوتا ہے، اس کی کوئی مقدار معین نہیں ہے، اگر یہ غیر معین ہونے کے باوجود اس لئے درست ہو کہ مستاجر کے ذمہ اجیر کا کھانا بھی سفر کی حالت میں ہوگا، تو فبہا، ورنہ کیا یہ صورت جواز کی ہوسکتی ہے، کہ جن اوقات میں اہل خیر حضرات اس سفیر کو کھانا کھلائیں، جیسا کہ عام دستور ہے کہ مدرسہ کی اعانت سمجھ کر سفیر کو کھانا کھلا دیتے ہیں، ان اوقات کے علاوہ کو وہ سفیر درج کرلے اور وقت یا دن کے حساب سے مثلاً فی یوم ایک روپیہ تنخواہ پر مزید اضافہ کیا جائے، یا مطلقاً جتنے دن سفر کرے اتنے دن کے ایک روپیہ کے حساب سے مثلاً مقرر کردیا جائے، خواہ وہ خرید کر کھائے یا کوئی اس کو کھلائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسی ذیل میں یہ کھانا داخل کرلیا جائے، جس کو آپ نے "فبہــا" لکھا ہے[2]، اگر تنخواہ کا جزء قرار دے کر ایک روپیہ یومیہ مثلاً مزید تجویز ہوجائے، تو اس کی بھی گنجائش ہے، خواہ یہ

---

[1] ولو آجر بأكثر تصدق بالفضل الخ، الدرالمختار على الشامى زكريا ج ۹/ص ۳۸/كتاب الاجارة، باب مايجوز من الاجارة الخ، المحيط البرهانى ص ۲۶۹/ج ۱۱/الفصل السابع فى اجارة المستاجر، مطبوعه ڈابھیل، مجمع الانهر ص ۵۶۲/ج ۳/كتاب الاجارة، مسائل منثوره مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] امافى زماننا فالعبد ياكل من مال المستاجر عادةً، عالمگيرى ج ۴/ص ۴۴۲/كتاب الاجارة، الفصل الثانى فيما يفسد العقدفيه الخ، شامى زكرياص ۶۴/ج ۹/باب الاجارة الفاسدة.

مزید کل یا جزء خرچ ہوجائے، یا بچ جائے، اور بالکل مزید ہی بن جائے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳؍۴؍۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳؍۴؍۹۲ھ

روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے تنخواہ نہیں ملی، اب روپیہ ہونے کی صورت میں ان کو وصول کرنا

سوال:- زید نے ایک امدادی مدرسہ میں تمام گاؤں والوں کے رکھنے سے مبلغ چھ روپیہ ماہانہ طے پاکر تعلیم کا کام شروع کیا، اور تقریباً تین سال تک برابر اپنے فرض منصبی کو انجام دیتا رہا، اس درمیان میں تنخواہ بھی وصول ہوتی رہی، روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے اکثر کئی کئی ماہ کی تنخواہ ایک دم ضرور ملی لیکن حساب صاف ہوتا رہا، زید بھی اپنے کام میں مشغول رہا، اس تین سال کی زندگی کے بعد ایک شخص کہتا ہے میں آپ کی تنخواہ کا ذمہ دار نہیں، گاؤں والے دیں یا نہ دیں، زید نے اس ایک شخص کے کہنے پر کچھ زیادہ توجہ نہ کی اور یہ خیال کیا کہ یہ وصولیابی کی پریشانیوں کی وجہ سے کہتا ہے، زید کو یہ وہم بھی نہ نہ گزرا کہ معاملہ ختم ہی ہوجائیگا، بہرحال تمام گاؤں والے ذمہ دار تھے، تو ایک شخص کا کہنا کیا معنی رکھتا ہے، اور رہی تنخواہ سو ایسی ہی تاخیر ہوتی رہتی تھی، غرض کہ ایک سال یوں ہی گزر گیا، تنخواہ کا مطالبہ کیا تو مہتمم صاحب مدرسہ فرماتے ہیں، کہ روپے ہی نہیں کہاں سے دیا جاوے، یہ واقعہ ہے اس مجبوری پر علیحدگی اختیار کرنی

[1] الزیادة فی الاجرة من المستاجر تصح والزیادة من جانب الموجر فتجوز مطلقا الخ، الدر المختار مع الشامی زکریا ج۹/ ص ۲۹/ مطبوعہ کراچی ج۶/ ص ۲۱/ کتاب الاجارة، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۳۹/ ج۴/ الباب الرابع عشر فی تجدید الاجارة بعدصحتها الزیادة فیها، المحیط البرهانی ص ۳۲۰/ ج ۱۱/ الفصل الرابع عشر فی تجدیدالاجارة.

پڑی، اب مدرسہ ہذا میں کافی روپیہ موجود ہے، اگر زید اپنی اس ایک سال ماضیہ کی تنخواہ کا مطالبہ کرے، کیا وہ حق بجانب ہے، درصورت اس بات گاؤں والے مدرسہ کے لالچ کی وجہ سے اگر انکار کریں تو عندالشرع وہ کس درجہ کے مجرم ہیں، اور کس سزا کے مستحق ہیں۔؟

الجواب حامداًومصلیاً

جب کہ زید نے تمام گاؤں والوں کے رکھنے سے ملازمت اختیار کی ہے، تو صرف ایک غیر ذمہ دار شخص کے اس کہنے کی وجہ سے کہ میں آپ کی تنخواہ کا ذمہ دار نہیں، گاؤں والے دیں یا نہ دیں؟ ملازمت ختم نہیں ہوئی، لیکن اگر وہ شخص ذمہ دار تھا اور تمام گاؤں والوں نے جن سے ملازمت کا معاملہ طے ہوا تھا، اس کو اپنا نائب یا وکیل یا مختار کل بنا دیا تھا، تو ملازمت کا معاملہ ختم ہو چکا تھا، اس آخری صورت میں مطالبہ بے ضابطہ ہے، اور پہلی صورت میں اگر مہتمم صاحب سے علیحدگی کے وقت ایک سال کی تنخواہ کا مدرسہ کے ذمہ قرض دینا قرار پایا ہے، تب تو مطالبہ کا حق حاصل ہے[1] اگر مدرسہ کے ذمہ قرض دینا نہیں پایا، بلکہ زید ابراء کر چکا تھا، تو اب مطالبہ کا حق نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/رجب ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/رجب ۵۹ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/رجب ۵۹ھ

---

[1] هو اى القرض عقدمخصوص اى بلفظ القرض ونحوه يردعلى رفع مال مثلى لآخرليردمثله، الدر المختارعلى الشامى زكرياص ۳۸۸/ج۷/باب المرابحة والتولية،فصل فى القرض،البحر الرائق كوئٹه ص ۱۲۲/فصل فى بيان التصرف فى المبيع.الحق لايسقط بتقادم الزمان قواعد الفقه ص۷۷/مطبوعه اشرفى بكڈپو ديوبند.

[2] اذاابرأواحد آخرمن حق سقط ذالک الحق ولايبقى له ان يدعى به هذااذاكان الحق مما يسقط بالاسقاط كالدين وحق المرور، شرح المجلة ص۸۴۸/ج۲/ الفصل الثانى فى المسائل المتعلقة باحكام الابراء، المادة ۱۵۶۲/ مطبوعه اتحادبكڈپوديوبند،الاشباه والنظائر ص۴۷۱/ الفن الثانى،مايقبل الاسقاط من الحقوق،مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى.

امتحان کے پرچے بنانے اور جانچنے کی اجرت

سوال:- (۱) عموماً یونیورسٹیاں اور مدارس ممتحنین سے سوالات بنواتے ہیں، جن میں ان صاحبوں کا وقت صرف ہوتا ہے؟

(۲) اور پھر جوابات امتحان بھی ان حضرات کو دیکھنے پڑتے ہیں، جس میں وقت کا کثیر حصہ صرف میں آتا ہے، نیز ان کی روانگی وغیرہ بھی انہیں کے ذمہ ہوتی ہے؟

(۳) تو کیا اس محنت کا معاوضہ ان حضرات کو تبرعاً دیا جاتا ہے، اور اس صرف شدہ وقت کی بابت حق الخدمت جو عام طور سے یونیورسٹی کی جانب سے دیا جاتا ہے، لینا درست ہے یا نہیں، اور یہ شرعی معاملہ کی کونسی نوع میں داخل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں دو عمل ہیں، ایک سوالات امتحان بنانا، دوسرا جوابات امتحان کو دیکھنا، اور اوّل پر معاوضہ لینا شرعاً درست ہے، اگر پہلے متعین کرلیا جائے، عمل کو بھی اور معاوضہ کو بھی اس طرح کہ مثلاً اتنے بڑے کاغذ پر اتنی سطروں کا سوال لکھنا ہوگا، اور اس کا یہ معاوضہ ہوگا، تاکہ جہالت عمل مفضی الی النزاع نہ رہے تو اجر مسمیٰ واجب ہوگا، "**لو استاجر رجلاً لیکتب لها غناء بالفارسیة او بالعربیة یطیب لهٗ الاجر ولو استاجرته امراة لیکتب لها کتاباً الی حبیبها یجب الاجر ویطیب لهٗ هذا اذا بین الشرائط وبین اعداد الخط وقدره الکل فی التجرید وفی الاصل استاجر رجلا لیکتب لهٗ مصحفاً او فقهاً او لوحاً او غناءً او هو معلوم جائز اھ** خلاصہ[1] ج ۲/ص ۱۱۶/۔

[1] خلاصة الفتاوی ص ۱۱۶/ج۳/الفصل الثانی فی صحة الاجارة وفسادها، جنس فی المتفرقات، مطبوعه لاهور، عالمگیری کوئٹه ص ۴۴۹، ۴۵۰/ج۴/کتاب الاجارة، الباب السادس عشرفی مسائل الشیوخ فی الاجارة، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰/ج۸/باب الاجارة الفاسدة.

E:\F.M.Failnal\Jild-25\07-Ijarah Sahiha

اگر پہلے معاوضہ متعین نہیں کیا گیا، تو اجر مثل ہوگا" سئلت فیمن کتب لآخر صکا ولم یقاوله علی اجر معین فهل یجب له اجر مثله فالجواب نعم یجب لهٗ اجر مثله ففی تنقیح الفتاویٰ الحامدية نصه وانما یجب للصکاک اجر مثله بقدر عمله فی صنعته کما یستاجر الثقاب والحکاک باجر کثیر علی مشقة قلیلة اھ فتاویٰ[1] کاملية ۱۸۹."

عمل ثانی کے جواز کی کوئی دلیل کتب فقہ میں نہیں ملی،" اذا استاجر قاریا لیقرأ علیه شئی لا یجوز سواء کان شعراً او فقها او غیره اھ خلاصة[2] ج ۲/ ص ۱۱۵/.

لیکن شمس الائمہ سرخسیؒ نے بطلان استیجار قاری علی القرأۃ کی جو علت بیان کی ہے، اس سے بطور مفہوم مخالفت کے جزئیہ مسئولہ کا جواز نکلتا ہے،" کذا لک الاستیجار علی الحداء وکذا لک الاستیجار لقرأة الشعر لان هذا لیس من اجارة الناس والمعتبر فی الاجارة عرف الناس ولان ماهو المقصود انما یحصل بمضی فی المستاجر وهو السماع والتامل والتفهم فلا یکون ذٰلک موجباً للاجر علیه اھ مبسوط[3] ج ۱۶/ ص ۳۸/۔ اگر وقت کی تعیین کی جائے، اور پھر اس وقت کا معاوضہ لیا جائے، تو بظاہر گنجائش معلوم ہوتی ہے۔[4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] فتاوی کاملیه ص ۱۸۹/ کتاب الاجارة، مطبوعه حقانیه پشاور، تنقیح الفتاوی الحامدية ص ۱۳۲/ ج ۲/ کتاب الاجارة، مطبوعه مصر.

[2] خلاصة الفتاوی ص ۱۱۵/ ج ۳/ کتاب الاجارة، جنس فی تعلیم القرآن والحرف، مطبوعه لاهور المحیط البرهانی ص ۳۴۹/ ج ۱۱/ کتاب الاجارة، نوع آخر فی الاستئجار علی المعاصی، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[3] مبسوط سرخسی ص ۳۸/ ج ۸/ الجزء السادس عشر باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[4] اذا وقعت ای الاجارة علی وقت معلوم فتجب الاجرة بمضی الوقت ان هو استعمله اولم یستعمله وبمقدار مامضی من الوقت تجب الاجرة، النتف فی الفتاوی ص ۳۳۸/ کتاب الاجارة، مطبوعه دار الکتب العلمية بیروت.

اگر عمل معلوم ہو اور متعین ہو خواہ تعیین سے خواہ عرفاً ہو الغرض ایسی جہالت باقی نہ رہے، جو مودی الی النزاع ہو، تو جواز میں تردد نہیں[1]۔ فقط

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

قلی کو متعینہ مزدوری سے زیادہ لینا

سوال:- میرے ایک دوست قلی نے یہ سوال کیا کہ ہم گورنمنٹ کے ملازم نہیں، بلکہ ہم سالانہ روپیہ اسٹیشن میں آنے جانے کیلئے جمع کراتے ہیں، اور ہم کو اس سے اسٹیشن پر کام کرنے کا اجازت نامہ مل جاتا ہے، گورنمنٹ نے ۳/آنہ فی بستر مع بکس ریٹ مقرر کیا ہے، مقرر کیا ہے، لیکن ہم اکثر مسافروں سے زائد لیتے ہیں، جو ہمارے اور مسافروں کے درمیان طے ہو جائے، یہ زائد مزدوری لینا ہمارے لئے جائز ہے یا نہیں، اگر جائز نہیں تو جواز کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پتہ چلنے پر گورنمنٹ مقدمہ نہ چلائے اور ذلیل نہ کرے تو جائز ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فان وقعت علی عمل معلوم فلاتجب الاجرة الابا تمام العمل اذاکان العمل مما لایصلح اوله الابآخره وان کان یصلح اوله دون آخره فتجب الاجرة بمقدارماعمل،النتف فی الفتاوی ص۳۳۸/ کتاب الاجارة،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف، ج۲/ص۵۰/مطبوعه رشیدیه دهلی کتاب الفتن.

ترجمہ: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔

کوئی شئی آدھ گھنٹہ کیلئے کرایہ پرلیکر ۵؍منٹ میں واپس کردینا

سوال:- سائیکلیں جو کرایہ پر دی جاتی ہیں اس میں شرط ہوتی ہے کہ کم ازکم آدھ گھنٹہ کا پیسہ لیا جائے گا چاہے، ۵؍منٹ میں ہی واپس کردے، اور عوام کا اتفاق اس پر ہے، لہٰذا یہ ۲۵؍منٹ کا فاضل کرایہ لیا جانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معاملہ آدھ گھنٹہ کا کیا ہے، کرایہ دینے والا اپنی ضرورت ۵؍منٹ میں پوری کرکے اپنی خوشی سے سائیکل واپس کرگیا، اور کرایہ آدھ گھنٹہ کا دے گیا، تو یہ درست ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳؍۹؍۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۳؍۹؍۹۰ھ

حرام آمدنی سے تنخواہ لینا

سوال:- میں اپنے بھائی صاحب کی دوکان میں ملازم کی حیثیت سے دوسوروپیہ ماہانہ تنخواہ پر کام کررہاہوں، ابتدائی ہی سے بھائی صاحب کے مکان میں رہائش وخورد ونوش ہے، اور وہی کفیل رہے ہیں، بھائی صاحب کی آمدنی تمام ترحرام ہے، اور دوکان سامانِ تقاریب کی ہے، جوکہ کرایہ پردیئے جاتے ہیں، اور یہ سامان بھی اسی حرام مال سے خریدا گیا ہے، یہ عاجز اپنے لئے حلال کی فکر میں ہے، اس لئے باوجود کوشش اور پیشکش کے بجائے

---

[1] وان ترک المستاجر الانتفاع من نفسه فعلیه الاجرة کاملةً، منهاج المسلم ص ۴۹۹/ مطبوعه مطبع المدینة المنورة، المادة الرابعة فی الاجارة تحت الفصل الرابع، الهندیة ص ۴۱۳/ ج ۴/ الباب الثانی، کتاب الاجارة، مطبوعه کوئٹه، شرح المجلة ص ۲۶۳/ ج ۱/ رقم المادة ۴۷۰/ الفصل الثانی کتاب الاجارة، اتحاد بکڈپو دیوبند.

شریک بننے کے ملازم بن کر رہنا گوارا کرلیا، اگر میں ملازمت چھوڑ دوں تو فی زمانہ دوسری ملازمت ملنا بہت دشوار ہے، بچپن سے بھائی صاحب کے مکان میں زندگی گزاری ہے، اور میں ابھی تک غیر شادی شدہ ہوں، اس لئے علیحدہ رہنا بھی بظاہر دشوار ہے، ان حالات میں ان کے گھر کا پکا کھانا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟

دوسرے اگر میں ماہانہ کچھ رقم بطور خوراک دیدوں تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ حال ہی میں بھائی صاحب نے ماہانہ تنخواہ میں پچاس روپیہ زائد دینے کی پیش کش کی جسے اس وقت قبول نہیں کیا تھا، اگر میں ان سے یہ کہدوں کہ میری ماہانہ تنخواہ میں بجائے پچاس روپے کے اضافہ کے میری خوراک کے معاوضہ میں داخل کرلی جائے، تو آیا اس صورت میں اس گھر کا کھانا میرے لئے جائز ہوگا؟ موجودہ صورت میں جناب عالیٰ شریعت مطہرہ کے حکم سے مطلع فرما کر اس عاجز کو آخرت کے بگاڑ سے بچالیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کی تحریر میں سامانِ تقاریب مجمل ومبہم لفظ ہے، میں اسکا مطلب سمجھتا ہوں شامیانہ، میز، کرسی، گیس، فرش وغیرہ ان اشیاء کو کرایہ پر دینا اور کرایہ وصول کرنا حرام نہیں ہے، اگرچہ کرایہ پر لینے والے اپنی محفل میں کچھ غلط قسم کے کام بھی کرتے ہوں مگر اس کی وجہ سے وہ کرایہ کی آمدنی حرام نہیں، ایسی آمدنی سے کھانا اور تنخواہ لینے میں مضائقہ نہیں ہے، دونوں طرح درست ہے، اگر آمدنی حرام ہونے کی کوئی اور صورت ہے تو صاف لکھئے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۹/۹۰ھ

---

[1] وعلم من هذاانه لايكره بيع مالم تقم المعصية به الخ، شامي زكريا ج۹/ص ۵۶۱/ مطبوعه كراچي ج۶/ ۳۹۱/كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع،عالمگيري كوئٹه ص ۴۵۰/ج۴/ الفصل الرابع في فسادالاجارة،المبسوط للسرخسي ص ۳۹/ج۱۶/باب الاجارةالفاسدة دار الفكر.

کھیت کا کرایہ غلّہ کی صورت میں

سوال:- بکر نے عمر کو اپنا کھیت دیدیا اور اس سے کہا کہ ہر سال یا ہر ششماہی میں چھ من گندم دے دیا کرنا، تم میرے کھیت میں جونسا غلہ چاہو بویا کرو، اسکا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح نقد اجرت مقرر کرنا درست ہے، اسی طرح غلہ مقرر کر لینا بھی درست ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۲/۸/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دار العلوم دیوبند ۱۲/۸/۸۸ھ

زمین کی اجرت دھان قرار دینا

سوال:- زید عمر کو ایک بیگہ زمین اس شرط پر دیتا ہے کہ تمہیں ۵۰/من دھان دینا ہے پیدا ہو یا نہ ہو، عمر بھی اس پر راضی ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مزارعت نہیں ہے، بلکہ زمین کرایہ پر دینا ہے، اور ۵۰/من دھان اجرت ہے، خواہ دھان کی کاشت کرے یا کسی اور چیز کی یا بالکل ہی کاشت نہ کرے، یہ معاملہ شرعاً درست ہے،

---

[1] وکل ماصلح ثمنا ای بدلاً فی البیع صلح اجرةً الخ، الدرالمختار علی الشامی ج ۹/ص ۵/ مطبع زکریا مطبوعہ کراچی ج ٦/ص ۴/کتاب الاجارة، البحر کوئٹہ ص ۳/ج ۸/کتاب الاجارة تبیین الحقائق ص ١٠٦/ج ۴/کتاب الاجارة، مکتبہ امدادیہ ملتان.

قال محمد لابأس بکراء الارض بالذهب والورق وبالحنطة کیلامعلوماً وضربا معلوماً مالم یشترط ذالک ممایخرج منها الخ الروضة الندیة ج ۲/ص ۱۹۷/مطبوعہ قطر، کتاب الاجارة.

جیسا کہ ۵۰/روپیہ کو اجرت قرار دینا درست ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۷ھ

جانور ذبح کرنے کی اجرت

سوال:- قصاب لوگ کسی وجہ سے خود تو مویشی کو ذبح نہیں کرتے ، بلکہ زید سے اجرت مقررہ دے کر ذبح کراتے ہیں، آیا زید کو حلال کرنے کی اجرت لینا جائز و درست ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو لوگ زید سے یوں کہتے ہیں کہ حلال کرنے سے دل سخت ہوجاتا ہے، اورحلال کرنے والے کی روح سختی سے نکالی جائے گی ، یہ پیسہ جائز تو ہے مگر مکروہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فتاویٰ عالمگیری[۲] میں صراحۃً مذکور ہے، کہ جانور ذبح کرنے کی اجرت شرعاً جائز ہے، اس لئے کوئی فکر نہ کریں، اور یہ بات کہ ذبح کرنے والے کی روح سختی سے نکالی جائے گی یہ شرعاً بے اصل ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۸/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۸۹ھ

---

[۱] وتصح اجارة أرض للبناء والغرس الیٰ قوله حتی تلزم الاجرة بالتسلیم امکن زراعتها ام لا، الدر المختار علی الشامی ج۹/ص ۴۰/مطبوعه زکریادیوبند،مطبوعه کراچی ج۶/ ص ۳۰/ کتاب الاجارة،باب مایجوز من الاجارة الخ،البحر کوئٹه ص ۱۱/ج۸/کتاب الاجارة، باب مایجوزمن الاجارة ومالایجوز، الدرالمنتقی علی المجمع ص ۵۲۲/ج۴/کتاب الاجارة، دار الکتب العلمیه بیروت.

قال محمدلابأس بکراء الارض بالذهب والورق وبالحنطة کیلامعلوماً الخ الروضة الندیة، ج۲/ص۱۹۷/ مطبوعه قطر ،کتاب الاجارة.

[۲] ویجوز الاستئجار علی الذکوٰة الخ عالمگیری ج۴/ص ۴۵۴/مطبوعه کوئٹه کتاب الاجارة، فصل فی المتفرقات.

غیر حاضری کی تنخواہ ملازم کے لئے

سوال:- ملازم وقف دو دن کی رخصت لیکر گیا اور چھ روز میں آیا دریافت یہ ہے کہ ملازم کو اس چار دن کی تنخواہ لینی کیسی ہے، اور متولی کو دینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ملازمت کے شرائط میں یہ ہے کہ بلا تحصیل رخصت غیر حاضری پر تنخواہ وضع ہوگی، تو صورتِ مسئولہ میں تنخواہ وضع کیجائے گی، اگر شرائط میں کچھ مدت بلا تحصیل رخصت چھٹی پر رہنے اور حاضر نہ ہونے کی بھی موجود ہے تو اس مدت کی تنخواہ وضع نہ ہوگی، زائد کی وضع ہوگی، غرض حسب شرائط عمل کیا جائے، جب کہ وہ موافق شرع ہوں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ملازم کی غیر حاضری پر تنخواہ وضع کرنا

سوال:- کسی شخص نے ایک نوکر ایک سال کے لئے رکھا نوکری پر پھر وہ دو ماہ یا چار ماہ کے بعد چلا گیا، اور پھر آ گیا مالک نے نوکر کے دو روپیہ یومیہ کاٹ لئے جب نوکر کو ایک سال کی تنخواہ دی، تو ڈیڑھ سو روپیہ بیٹھتا ہے، تو یہ پیسہ کاٹنا درست ہے یا نہیں۔؟

---

[1] ومنها البطالة في المدارس والمسئلة علیٰ وجهين فان كانت مشروطة لم يسقط من المعلوم شئی والا فينبغی ان يلحق ببطالة القاضی فقال فی المحيط انه يأخذ فی يوم البطالة الخ، الاشباه والنظائر ص ۱۵۳ / تحت القاعدة السادسة الفن الاول، طبع اشاعت الاسلام دهلی، واما لو شرط شرطاً تبع كحضور الدرس اياماً معلومةً فی كل جمعة فلايستحق المعلوم الا من باشر خصوصاً اذاقال من غاب عن الدرس قطع معلومه فيجب اتباعه الخ .شامی زكريا ج۶ / ص ۶۳ / كتاب الوقف مطلب فی الغيبة التی يستحق بها العزل عن الوظيفة الخ، البحر كوئٹه ص ۲۲۴ / ج۵ / كتاب الوقف.

الجواب حامداً ومصلیاً

سال بھر کی تنخواہ کو ایام پر تقسیم کر کے ایام غیر حاضری کی تنخواہ وضع کر لینا درست ہے، جیسے مکان سال بھر کے لئے کرایہ پر لیا، تو اس کرایہ کو ایام پر تقسیم کرنا درست ہے، یا مراحل پر کرایہ کو تقسیم کرنا درست ہے!

درمختار کتاب الاجارہ میں ہے "وللمؤجر طلب الاجر کل یوم وللدابة کل مرحلة قال الشامی المراد کل ماتقع الاجارة فیه علی المنفعة اوعلیٰ قطع المسافة او علی العمل[1] درمختار مع الشامی نعمانیه ج۵/ص ۹/اذا آجرها سنة بکذا صح وان لم یسم أجر کل شهر وتقسم سویة ای علی الشهور وفائدته تظهر فی الفسخ اثناء المدة، شامی ج۵/ص۳۲/نعمانیہ[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبرستان کی حفاظت کے لئے شیعہ کو ملازم رکھنا

سوال:- ایک شخص کو قبرستان میں ملازم رکھا ہے، حفاظت کیلئے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شیعہ ہے، مگر معاملات بہت صاف ہیں، حفاظت خوب کرتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے آدمی کو رکھنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس سے کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہیں تو اس کو ملازم رکھنا درست ہے[3]، اگر کسی قسم

---

[1] شامی زکریا ج۹/ص ۱۹/اول کتاب الاجارة.

[2] شامی زکریا ج۹/ص ۷۰/کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة،البحر کوئٹه ص۱۸/ج۸/ باب الاجارة الفاسدة،تبیین الحقائق ص۱۲۳/ج۵/باب الاجارة الفاسدة،مکتبه امدادیه ملتان.

[3] لاباس بان یکون بین المسلم والذمی معاملة اذاکان ممالابدمنه، فتاوی عالمگیری ص۳۴۸/ ج۵/الباب الرابع عشر فی اهل الذمة والاحکام التی تعودالیهم ،مطبوعه کوئٹه.

کے نقصان کا اندیشہ ہے یا احتمال ہے کہ سنیوں کی قبروں کا احترام نہیں کرے گا، بلکہ بے حرمتی کرے گا تو اس کو ملازم رکھنا درست نہیں[1] تاہم اس سے بہتر اچھے عقائد کا آدمی اگر مل جائے تو اس کو رکھنا زیادہ اچھا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳؍شوال المکرّم ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ ہذا، ۳؍شوال ۵۹ھ

کرایہ کے مکان کا ایندھن کس کا ہے

سوال:- بموجب حکم سرکاری کرایہ دارانِ دوکانات کو دوکانوں کے تختے جو کٹوانا پڑے ایندھن ان کا مالکان کی ملک ہے، احقر کی دوکان کے مالک لکھنؤ میں رہتے ہیں، کارندہ یہاں رہتا ہے، جو کرایہ وغیرہ وصول کرتا ہے، ایندھن کا مطالبہ مالک کی طرف سے تو ہے نہیں، اگر کارندہ کو دیا جائے تو غالباً اس کے کارآمد ہوگا، تاہم اپنی برأت کے لئے کارندہ ہی سے معاملہ کیا جائے، تو تین صورتیں ہیں:

(۱) ایندھن کارندہ کو دیدیا جائے۔

(۲) کارندہ سے اس کو خرید لیا جائے، بازاری نرخ سے۔

(۳) کارندہ ویسے ہی ہمیں کارآمد کرنے کی اجازت دیدے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کارندہ کو اگر اصل مالک کی طرف سے تینوں باتوں کا اختیار ہے، تو تینوں باتیں

---

[1] نهى الله عزوجل المؤمنين بهذه الآية ان يتخذوا من الكفار واليهود واهل الاهواء دخلاء ولجاء يفاوضون نهم في الآراء ويسندون اليهم امورهم، احكام القرآن للقرطبي ص ۱۶۹ / ج ۲ / تحت الآيت ياايها الذين آمنوا لاتتخذوا بطانةً من دونكم ص ۱۱۸ / مطبوعه دارالفكر بيروت، احكام القرآن للجصا ص ۳۶ / باب الاستعانة باهل الذمة دارالكتب العلمية.

درست ہیں[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دوکان کرایہ پر دینا اس شرط پر کہ جب چاہیں خالی کرالیں

سوال:- ہماری برادری میں مندرجہ ذیل مقدمہ درپیش ہے، جس میں مدعی مدعیٰ علیہ کی یہ رائے ہے۔

شمس الدین نے اپنی دوکان محمد یٰسین کو کرایہ پر دی، اور شرط کرلی کہ جس وقت مجھے خود کی ضرورت ہوگی، دوکان خالی کرنا پڑے گی، اس شرط کو محمد یٰسین نے منظور کرلیا، اس کے بعد ضرورت ہونے پر محمد یسین نے انکار کردیا، شمس الدین نے محمد یٰسین سے دوکان کا مطالبہ کیا تو یاسین نے انکا کردیا، اور ٹلادیا کہ کچھ دیر بعد اس شرط پر خالی کردی کہ ازسرِ نوتعمیر ہونے پر اسی سے ایک دوکان مجھے دینا یا اور کوئی دوکان دلوادینا، چنانچہ دوکان خالی ہوگئی، اور تعمیر کے بعد محمد یٰسین کو وہ نہیں دی گئی، بلکہ دوسری دلوادی گئی، اور شرط پوری ہوگئی، اور ایک رقعہ بھی اس دباؤ کے لئے لکھوایا گیا ہے کہ دوکان مل جاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شمس الدین نے دوکان محمد یٰسین کو کرایہ پر دی اور یہ شرط کرلی کہ جس وقت مجھے خود کی ضرورت ہوگی، دوکان خالی کرنی پڑے گی، اس شرط کو محمد یٰسین نے منظور کرلی، اس کے بعد شمس الدین نے محمد یٰسین سے مطالبہ کیا تو محمد یٰسین نے انکار کردیا، اور ٹلایا کچھ دیر بعد اس شرط

---

[۱] کمایستفاد لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریا ج ۹/ص ۲۹۱/کتاب الغصب. مطلب فیما یجوز من التصرف الخ، قواعدالفقہ ص ۱۱۰/ دارالکتاب دیوبند، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷/الفن الثانی کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، شرح المجلۃ ص ۶۱/ ج ۱/ رقم المادۃ ۹۶/ اتحاد بکڈپو دیوبند.

پر خالی کی کہ از سرِ نو تعمیر پر ایک دوکان مجھے دینا یا اور کوئی دوکان دلوا دینا، چنانچہ دوکان تعمیر ہوگئی، تعمیر کے بعد محمد یٰسین کو دوکان نہیں دی گئی، بلکہ دوسری دوکان دلوادی گئی، اور شرط پوری ہوگئی، رقعہ بھی لکھوالیا گیا، کہ دوکان مل گئی، قانون شرع کے مطابق محمد یٰسین سے دوکان خالی کرنے کا شمس الدین کو حق ہے،[۱] اگر چہ کرایہ پر دیتے وقت خالی کرنے کی شرط نہ کی ہو، از سرِ نو تعمیر کے لئے جب محمد یٰسین نے دوکان خالی کر دی، تو اس کو رقعہ لکھوانے کا کوئی حق نہیں تھا، تو اب محمد یٰسین اس دوکان میں کام کرے جو کرایہ پر لی ہے، یا اور جگہ کام کرے، شمس الدین کو مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے، کہ وہ اس تعمیر شدہ دوکان کو محمد یٰسین کو دے، اس جعلی رقعہ کے ذریعہ روپیہ بھی وصول کرنیکا حق نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شوہر کے لئے بیوی کی ملازمت

سوال:- ہندہ کا ایک کارخانہ ہے، جس میں بہت سے ملازم ہیں، شوہر غریب ہے ہندہ حفاظت کیلئے شوہر کو ملازم رکھنا چاہتی ہے، بلا تنخواہ وہ کام لینا نہیں چاہتی ہے، نہ وہ کام کرنا چاہتا ہے، تو اس کو نوکری کرنی چاہیئے یا نہیں؟ اگر چاہیئے تو کیا قلب موضوع لازم نہ آئے گا، اور اگر نہیں تو دلیل شرعی و عقلی کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً

شوہر کو بیوی کی ایسی نوکری جائز نہیں، کہ جس سے شوہر کی تذلیل و اہانت ہوتی ہو،

---

[۱] فان مضت المدة قلعهما وسلمهافارغةالخ، درمختارعلی الشامی ص ۴۱/ ج ۹/ کتاب الاجارة باب مایجوزمن الاجارة، البحر کوئٹه ص ۱۱/۸/ باب مایجوز من الاجارة، مجمع الانهر ص ۵۲۲/ ج ۳/ باب مایجوزومالایجوز، دارالکتب العلمیه بیروت.

کیونکہ قلب موضوع لازم آتا ہے[۱] نیز ایسے کام کی نوکری بھی جائز نہیں کہ وہ کام شوہر کے ذمہ بغیر نوکری ضروری تھا، اورصورتِ مسئولہ میں دونوں باتیں نہیں، لہٰذا یہ نوکری جائز ہے،''کمافی البدائع ج ۲/ص ۱۷۱/وج ۴/ص ۱۹۲/[۲] وقاضی خاں ج ۳/ص ۳۶/[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۷/۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/رجب المرجب ۵۲ھ

بینک کے لئے مکان کرایہ پر دینا

سوال:- گذارش خدمت یہ ہے کہ از روئے شرع بینک کے لئے عمارت کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور کرایہ حلال ہوگا یا نہیں؟ اطلاعاً عرض ہے کہ بینک دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ جس میں اکثر حصہ سودی لین دین کا ہوتا ہے، اور کچھ دوسرے کاروبار بھی ہوتے ہیں مگر کم، دوسرے وہ بینک جس میں اکثر کاروباری معاملات چلتے ہیں اور کچھ سودی لین دین بھی

---

[۱] وان تزوج حرٌامرأة علی خدمته ایاهاسنة اوعلی تعلیم القرآن فلهامهر مثلها لان خدمة الزوج الحر لایجوز استحقاقهابعقدالنکاح لمافیه من قلب الموضوع، هدایه ص۳۲۷/ج۲/کتاب النکاح،باب المهر،فتح القدیر ص ۳۴۰/ج۳/کتاب النکاح،باب المهر،دارالفکر.

[۲] فی البدائع ولواستاجرت المرأة زوجها لیخدمها فی البیت باجر مسمّی فهوجائز لان خدمة البیت غیرواجبة علی الزوج فکان هذا استیجار علی امرغیر واجب علی الاجیر وکذا لو استاجرته لرعی غنمها لان رعی الغنم لایجب علی الزوج الخ، ج۴/ص ۱۹۲/مطبوعه ایچ ایم سعیدکمپنی کراچی کتاب الاجارة مطلب فیما یرجع الیٰ المعقودعلیه.

[۳] فتاویٰ قاضیخان علی الهندیة ج۲/ص ۳۱۸/مطبوعه مصر کتاب الاجارة فصل فیما یجب الاجرعلی المستاجر ومالایجب،عالمگیری کوئٹه ص۴۳۵/ج۴/الباب الحادی عشرفی الاستیجارللخدمة،کتاب الاجارة،المبسوط للسرخسی ص۵۵/ج۱۶/باب اجارة الرقیق فی الخدمة وغیرها.

ہوتا ہے، براہِ کرم کرایہ کے سلسلہ میں دونوں قسم کے بینکوں کا حکم تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام اعظمؒ کے نزدیک عمارت کرایہ پر دینا درست ہے، مستاجر جس کام میں بھی استعمال کرے، وہ اس کا فعل ہے صاحبینؒ کے نزدیک ناجائز کام کے لئے کرایہ پر دینا مکروہ و ممنوع ہے، کام مخلوط ہو تو غالب کا اعتبار ہوگا، پس دوسرے قسم کے بینک کے لئے بالاتفاق درست ہے، اور پہلی قسم کے بینک کے لئے عمارت کرایہ پر دینے میں امام صاحبؒ کے نزدیک گنجائش ہے، "وھو الاوسع" اور صاحبینؒ کے نزدیک مکروہ وممنوع ہے "وھو الاورع"[1]، حلال یا غالب حلال مخلوط روپیہ کرایہ میں لینا درست ہے، حرام یا غالب حرام مخلوط روپیہ لینا درست نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حکومت دوسرے شخص کو کرایہ دار بنادے درست ہے

سوال:- ہمارے شہر میں یہ قانون نافذ ہے، کہ کسی کرایہ دار نے فلاں سال اور تاریخ سے پہلے کسی کو اپنے کرایہ کی دوکان دیگر ماتحت کرایہ دار بنا رکھا ہے، اور ماتحت کرایہ دار سے غیر واجب کرایہ وصول کرتا ہے، یہ ماتحت کرایہ دار عدالت میں اپنا معاملہ پیش کرے تو عدالت

---

[1] وجاز اجارة بيت ليتخذ بيت نار او كنسية او بيعة اويباع فيه الخمر وقالا لاينبغي ذٰلک الخ. در مختار علی الشامی زکریا ج ۹ / ص ۵۶۳ / مطبوعه نعمانیه ج ۵ / ص ۲۵۱ / کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، المبسوط للسرخسی ص ۳۸ / ج ۱۶ / باب الاجارة الفاسدة، البحر کوئٹه ص ۲۰۲ / ج ۸ / فصل فی البیع کتاب الحظر والاباحة.

[2] مستفاد اٰكل الربا وكاسب الحرام اهدى اليه اواضافه لايقبل ولايأكل وان كان غالب ماله حلالاً لابأس بقبول هديته الخ. عالمگیری ج ۵ / ص ۳۴۳ / کتاب الکراهیة الباب الثانی، خانیه علی الهندية ص ۴۰۰ / ج ۳ / کتاب الحظر والاباحة، مطبوعه کوئٹه.

ثبوت مہیا کرنے کے بعد مالک مکان کو آرڈر دیتی ہے کہ اس ماتحت کرایہ دار کو اصل کرایہ دار بنا لیا جائے، سوال یہ ہے کہ کیا مسلمان حکومت کے اس قانون سے فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک شخص کا کرایہ کا معاملہ حکومت ختم کر کے دوسرے شخص کو کرایہ کا حق دیدے تو اس شخص کو کرایہ دار بنانا درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۹/۲/۱۰ھ

نشہ آور دوا بیچنے کا کرایہ

سوال:- میں ایک پختہ دوکان کا مالک ہوں جس کو میں نے ایک شخص کو کرایہ پر دے رکھا ہے، جس نے اس میں میڈیکل اسٹور (انگریزی ادویات) کھولا تھا، جنجر بھی ایک دوا ہے، لیکن چونکہ اس میں نشہ ہوتا ہے، اس لئے وہ شراب کی جگہ لوگ استعمال کرتے ہیں، اور وہاں کافی مجمع رہتا ہے، میں نے دوکاندار سے متعدد بار اس سلسلہ میں باز پرس کی اور دوکان خالی کرنے کے لئے کہا، لیکن وہ کوئی توجہ نہیں دیتا، اور چونکہ وہ برابر ماہ بماہ کرایہ ادا کرتا ہے، اس لئے اس کو قانونی حیثیت سے بھی خالی نہیں کرایا جا سکتا، اگر میں دست بدست کرایہ نہ لوں تو وہ منی آرڈر وغیرہ سے بھیجنا شروع کر دے گا، میرے لئے عجیب پریشانی اور کلفت ہے یہاں لوگوں کا کہنا ہے کہ کرایہ شرعاً جائز نہیں، آپ ہی بتلائیے اس میں میرا کیا قصور ہے، میری نیت تو خیر ہے، آپ تحریر فرمائیں، آیا اس دوکان کا کرایہ حالاتِ بالا کے پیشِ نظر لینا جائز ہے یا ناجائز؟

---

[1] تفسخ الاجارة بالقضاء او الرضاء الخ، الدر المختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۱۰۴/باب فسخ الاجارة، البحر کوئٹہ ص ۳۵/ج۸/باب فسخ الاجارة، الدر المنتقی ص ۵۵۶/ج۳/باب فسخ الاجارة، دار الکتب العلمیہ بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی دوکان میں پاک اور جائز دوائیں بھی تو ہوں گی، ان کی وجہ سے کل آمدنی کو ناجائز نہیں کہا جائیگا، نہ اس سے حاصل شدہ کرایہ کو ناجائز کہا جائیگا، اس لئے آپ پریشان نہ ہوں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۸۸ھ

جس فیکٹری میں کبھی شراب کا ایڈوٹائز ہوتا ہو اس میں ملازمت کا حکم

سوال:- کیا ہم ایسی فیکٹری میں کام کرسکتے ہیں جہاں شراب وغیرہ جو حرام چیزوں کی ایڈوٹائز بنتی ہو، اس کو ہمیں بنانا ہوتا ہے، کیا یہ کمائی ہمارے لئے جائز ہے؟

نوٹ:- ہر وقت شراب وغیرہ کی ایڈوٹائز نہیں بنتی کبھی کبھی آتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب اصل کام شراب کے اعلان واشتہار کا نہیں ہے، بلکہ جائز چیز کا ہے تو ملازمت جائز ہے، شراب سے متعلق جہاں تک ہو سکے بچنا چاہئے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۸۹ھ

---

[1] وجاز اجارة بيت الخ لان الا جارة علىٰ منفعة البيت ولهذا يجب الاجر بمجرد التسليم ولا معصية فيه وانما المعصية بفعل المستاجر وهو مختار فينقطع نسبته عنه الخ، شامی زکریا ج ۹/ ص ۵۶۲/ مطبوعه کراچی ج ۶/ ص ۳۹۲/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، المبسوط للسرخسی ص ۳۹/ ج ۱۶/ باب الاجارة الفاسدة، دار الفکر بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۰/ ج ۴/ فصل فی الاجرة علی المعاصی. (حاشیہ نمبر ۲/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کیا فوج کی ملازمت درست ہے؟

سوال:- اپنے ملک میں ہندوستان میں فوج میں مسلمانوں کو ملازمت کرنا کیسا ہے نیز جو مسلمان شخص فوج میں بھرتی ہے اور جب کہ اپنے ملک ہندوستان کا کسی بھی مسلم یا غیر مسلم ملک سے مقابلہ ہو جائے اور جنگ شروع ہو جائے اور یہ مسلم فوجی شخص اپنے ملک ہندوستان کی طرف سے جنگ میں ختم ہو جائے، تو اس مسلم مرحوم فوجی کو درجۂ شہادت کا مستحق سمجھا جائے گا، یا نہیں؟ نیز اس کو شہید کہنا درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ظالموں سے ملک کی حفاظت کے لئے فوج میں ملازمت کرنا درست ہے، اگر کسی ظالم نے چڑھائی کی اور یہ دفاع کرتا ہوا قتل ہو گیا، تو انشاء اللہ قتل شہید ہوگا، "من قتل دون ماله من قتل دون دمه من قتل دون عرضه" ان سب کو شہید فرمایا گیا ہے[1]۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ. مشکوٰة شریف ص ۲۴۲/ کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، طبع یاسر ندیم دیوبند، ترمذی شریف ص ۲۴۲/ ۱، ابواب البیوع، باب ماجاء فی بیع الخمر والنهی عن ذالک مطبوعه رشیدیه دهلی،

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی شراب پر، اور اس کے پینے والے، اور اس کے پلانے والے پر، اور اس کے بیچنے والے پر، اور اس کو خریدنے والے پر، اور اس کے نچوڑنے والے پر، اور اس کے نچڑوانے والے پر، اور اس کے اٹھانے والے پر، اور اس شخص پر جن کے لئے اٹھا کر لے جائی گئی۔

[1] عن سعید بن زید ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم قال مَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ رَوَاهُ الترمذی وابوداؤد والنسائی، (مشکوٰة شریف، ص ۳۰۶/ باب مالایضمن من الجنایات، کتاب القصاص ورواه النسائی والضیاء عن سیعد بن مقرن بلفظ جامع وَهُوَ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

غلط کام کیلئے ملازمت کرنا اورلڑنا جائز نہیں[۱]، اسپر شہادت کی امید رکھنا بھی غلط ہے، شہادت تو کیا ملتی، بعض صورتوں میں ایمان کا سلامت رہنا بھی دشوار ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رشوت دیکر حاصل کی گئی ملازمت

سوال:- علیم الدین نے بہت رشوت دیکر سرکاری ملازمت حاصل کی، اب اس ملازمت سے جو روپیہ کمایا وہ جائز ہے یا نہیں؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَظْلَمَتِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ (مرقاۃ ج۴/ص ۴۲/کتاب القصاص، ترمذی شریف ص ۲۶۱/ج ۱/ابواب الدیات، باب ماجاء من قتل دون ماله فهو شهید، مطبوعه اصح المطابع ممبئی،

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے دین کی حفاظت کی خاطر قتل کیا جائے، وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے خون کی حفاظت کی خاطر قتل کیا جائے، وہ شہید ہے، جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل کیا جائے، وہ شہید ہے، اور جو شخص اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں قتل کیا جائے، وہ شہید ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

[۱] ولاتصح الاجارة لاجل المعاصی (الدرالمختار مع الشامی کراچی ج۶/ص۵۵/ باب الاجارة الفاسد، کتاب الاجارة، المبسوط للسرخسی ص۳۸/ج۱۶/الاجارة الفاسدة، دارالفکر بیروت، مجمع الانهر ص۵۳۳/ج۳/کتاب الاجارة، الاجارة الفاسدة دارالکتب العلمیه بیروت.

[۲] عن عبداللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم سباب المسلم فسوق وقتاله کفر متفق علیه، مشکوٰة ص ۴۱۱/ باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، طبع یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص۸۹۳/۲، باب ماینهی عن السباب، اشرفی بکڈپو دیوبند، مسلم شریف ص۵۸/۱، کتاب الایمان، باب سباب المسلم فسوق، طبع سعد بکڈپو دیوبند،

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے، اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔

"وقیل ارادبقوله کفرای قد یؤول هذا الفعل بشؤمه ای الکفر (فتح الباری ج۱/ص۱۵۵/کتاب الایمان" باب خوف المؤمن من ان یحبط عمله. مطبوعه نزار مصطفیٰ الباز مکه مکرمه.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ملازمت کا کام جائز ہے تو اس ملازمت کی آمدنی تنخواہ بھی جائز ہے[1]، ابتداً اگر ملازمت حاصل کرنے کیلئے رشوت دی تو اس کی وجہ سے ملازمت کی آمدنی جو کہ درحقیقت خدمت ومحنت کا معاوضہ ہے ناجائز نہیں، رشوت کا گناہ اس کی آمدنی تک نہیں پہنچتا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گیسٹ ہاؤس کی آمدنی

سوال:- ہم بمبئی میں ایک گیسٹ ہاؤس بنانا چاہتے ہیں، اس گیسٹ ہاؤس میں باہر سے آنیوالے بھی کچھ افراد ٹھہرتے ہیں، اور اکثر وبیشتر بمبئی کے ہی عیاش لوگ آکر روم بُک کرواتے ہیں، اور اپنے ساتھ کوئی بھی لڑکی (عورت) لے کر دو یا تین گھنٹہ رہتے ہیں، اور کمرہ کا بھاڑا، ۲۴ر گھنٹہ کا چالیس یا پچاس روپیہ ادا کر دیتے ہیں، اور بُک کرنیوالے یہ کہتے ہیں کہ ہم دونوں میاں بیوی ہیں اور ان کے ساتھ زیادہ تر سامان بھی نہیں ہوتا، تو اس صورت میں گیسٹ ہاؤس کا بزنس (کاروبار) کرنا جائز ہے، اور اس کی کمائی حلال ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسافر خانہ بنانا اور اس میں ٹھہرنے کا کرایہ لینا درست ہے اس کوشش کے باوجود کہ وہاں برائی نہ ہونے پاوے، پھر بھی اگر آنے والے برائی کریں تو مسافر خانہ والوں پر اس کا

---

[1] مستفاد: ومنها ان یکون مقدور الاستیفاء حقیقة اوشرعاً فلایجوز استئجار الآبق ولا الاستئجار علی المعاصی لانه استئجارعلی منفعة غیرمقدورة الاستئجار شرعاً، عالمگیری ج۴/ص ۴۱۱/ کتاب الاجاره، الباب الاول) مطبوعه کوئٹه،

گناہ نہیں ہوگا، اور کرایہ کی آمدنی کو ناجائز نہیں کہا جائیگا[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۱/۲۸ھ

زمین اور باغ کا اجارہ

سوال:- اگر کوئی آم کے باغ کا مالک دو چار سال کے لئے زمین اور درخت کسی کو دیدے تاکہ وہ زمین اور درختوں سے نفع اٹھائے پھل وغیرہ حاصل کرے، اور مالک باغ بدلے میں دو چار ہزار روپئے لے لے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اجارہ میں شئی مستاجرہ سے نفع حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، نہ کہ استہلاک اعیان، زمین میں کاشت کرنا اور اس سے غلہ حاصل کرنا تو اجارہ میں داخل ہے[۲] لیکن مالکِ زمین کے درختوں سے پھل حاصل کرنا یہ اجارہ میں داخل نہیں[۳]، بلکہ یہ تو بیع ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۶/۱۱/۱۱ھ

---

[۱] تصح اجارة حانوت ودار بلابيان مايعمل فيها وبلابيان من يسكنها الخ، الدرالمختار على الشامى زكريا ج ۹/ ص ۳۷/ كتاب الاجارة باب مايجوز من الاجارة ومايكون خلافاً الخ، ولا باس بان يواجر المسلم دارامن الذمى ليسكنهافان شرب فيهاالخمراوعبدفيهاالصليب اودخل فيها الخنازيرلم يلحق المسلم اثم فى شى من ذالک لانه لم يواجرهالذالک والمعصية فى فعل المستأجروفعله دون قصدرب الدارفلااثم على رب الدار، المحيط البرهانى ص ۳۹/ ج ۱۶/ الاجارة الفا سدة، دارالفكربيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۵۰/ ج ۴/ فصل فى الاجرة على المعاصى، شامى كراچى ص ۳۹۲/ ج ۶/ فصل فى البيع، كتاب الحظروالاباحة.

[۲] تصح اجارة ارض للبناء والغرس وسائر الانتفاعات الخ درمختار على الشامى زكريا ج ۹/ ص ۴۰/ مطبوعه كراچى ج ۶/ ص ۳۰/ كتاب الاجاره باب مايجوزمن الاجارة الخ، سكب الانهر ص ۵۲۲/ ج ۳/ باب مايجوزمن الاجارة، دارالكتب العلميه بيروت، البحرالرائق ص ۱۱/ ج ۸/ باب مايجوزمن الاجارة، مطبوعه الماجديه كوئٹه. (حاشیہ نمبر ۳/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

باغ کو کرایہ پر دینا

سوال:- اگر کوئی شخص ایسے باغ کو کہ جس کے اندر اس کی زمین کو کاشت کیا جا سکتا ہے، اس زمین کو پھل کے آنے سے پہلے دس بیگہ زمین کو سو روپیہ فی بیگہ کے حساب سے ایک سال کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایک ایسے باغ کو جس کے اندر کاشت نہیں ہو سکتی اور اس باغ کو پھل آنے سے پہلے قاعدہ مذکورہ کے مطابق دے سکتا ہے یا نہیں؟ کیا دونوں کو پھل آنے سے پہلے دے سکتا ہے یا نہیں؟ ایک باغ کو دے سکتا ہے یا کون سے کو دے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زمین کو مقررہ کرایہ پر لینا دینا مدت مقررہ ایک سال کے لئے شرعاً درست ہے، خواہ وہ کاشت کے قابل ہو یا نہ ہو[1]، باغ (درختوں) کو کرایہ پر لینا دینا درست نہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۹/۲۰/ ۹۰ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ)[3] لان الشجر لایجوز استئجاره الخ، هدایه ص ۴۳۳/ ج ۴/(مطبع یاسر ندیم دیوبند) کتاب المساقات، بدائع کراچی ص ۱۷۵/ ج ۴/ کتاب الاجارة، فصل فی رکن الاجارة، سئلت فیمن استاجر بستانالیاکل ثمرة اشجاره من نخل وزیتون ولیمون هل یجوزذالک فاجبت بانه لایجوزوسندذالک مافیشرح الطحاویؒ الاجارة علی استهلاک الاعیان باطلة الخ الفتاوی الکاملیة ص ۱۹۱/ کتاب الاجارة.

[1] وتصح اجارة ارض للبناء والغرس وسائر الانتفاعات حتی تلزم الاجرة بالتسلیم امکن زراعتها ام لا، الدرالمختار علی الشامی ج ۹/ص ۴۰/مطبع زکریا دیوبند، کتاب الاجارة باب مایجوزمن الاجارة الخ، سکب الانهر ص ۵۲۲/ ج ۳/باب مایجوزمن الاجارة، دارالکتب العلمیه بیروت، البحرالرائق ص ۱۱/ ج ۸/باب مایجوزمن الاجارة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] لان الشجرة لایجوز استئجاره، هدایه ج ۴/ص ۴۳۳/(مطبع یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند) کتاب المساقات، الخ زیلعی ص ۲۸۶/ ج ۵/ کتاب المسافات، مطبوعه امدادیه ملتان، بحرکوئٹه ص ۱۶۵/ ج ۸/ کتاب المساقاة، بدائع کراچی ص ۱۷۵/۴/، کتاب الاجارة، فصل فی رکن الاجارة،

دوکان کا ٹھیکہ

سوال:- موٹر کے سامان کی ایک دوکان ہے، جس میں پچاس ہزار کا سامان ہے اس میں چند آدمی شریک ہیں، شرکاء نے باہم مل کر ایک شریک کو دیدی، کہ پانچ سال تک دوکان چلا سکتے ہو ہر سال پندرہ ہزار ہمیں دینے ہوں گے، دوکان لینے والا شریک اگر چاہے تو دوسال کے بعد واپس کرسکتا ہے، پانچ سال کی مدت ختم ہونے پر دوکان مع سامان واپس لے لیجائے گی، جو شرکاء کی مشترک ہوجائے گی تو کیا یہ معاملہ قمار میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر یہ صورت ناجائز ہے تو جواز کے پہلو سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت غلط ہے، ناجائز ہے، جواز کی صورت یہ ہے کہ جو شخص کام کرتا ہے اس کا حصہ منافع میں فیصد کے اعتبار سے کچھ زیادہ تجویز کردیا جائے، بقیہ منافع سب شرکاء باہم حصہ رسد تقسیم کرلیں، پندرہ ہزار سالانہ متعین نہ کیا جائے، اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے کہ سال بھر میں کس قدر نفع ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ ۳/۳/۱۳۹۵ھ

زمین دار کی زمین میں مکان تعمیر کرانا

سوال:- زید کے پاس ایسی زمین ہے کہ جس کو وہ خود بیچ نہیں سکتا کیونکہ زمیندار کو

---

[1] اذاشرط لاحدهما من الربح مایقطع الشرکة نحوان یجعل له دراهم مسماة مائة اواقل او اکثر فسدت المضاربة الخ، خانیه ص ۱۶۱/ج۳/کتاب المضاربة، مطبوعه کوئٹه، عالمگیری ص۲۸۷/ج۴/کتاب المضاربة، الباب الاول، مطبوعه کوئٹه، هدایة ص۲۵۸/ج۳/کتاب المضاربة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

کچھ روپیہ نذرانہ دے کر مکان بنانے کی اجازت سے لیا تھا، ایک احاطہ کی شکل میں بنوالیا تھا، جب احاطۂ مذکورہ پست ہوگیا اور معمولی نشان باقی تھے تو عمر نے اپنے ذاتی مراسم وتعلقات کی بناء پر زید سے کہا کہ مجھے مکان کی تکلیف ہے، کہیں زمین ہوتی تو مکان بنوالیتا اس پر زید نے وہ زمین عمر کو دیا کہ مکان بنوالو، چنانچہ عمر نے اس زمین پر مکان بنوالیا اور تقریباً ۹؍۱۰؍ سال سے اس مکان پر قابض ہے، اور سالانہ پر جوٹ برابر زمیندار کو ادا کرتا رہتا ہے، اب زید نے عمر پر دعویٰ کیا ہے کہ مجھ کو مکان ملنا چاہئے اور کہتا ہے کہ میں نے مکان بنانے کی اجازت اس شرط پر دیا تھا کہ جب میں اتنی رقم ادا کروں گا کہ جتنا مکان بنانے میں صرفہ ہوا ہے، تو مکان واپس لے لونگا، اور عمر کہتا ہے کہ اس قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی، اور زید وعمر میں سے کوئی اپنی بات پر شہادت نہیں پیش کرسکتا، البتہ زید سے عمر کہتا ہے کہ آپ زمانۂ حال کے مطابق قیمت دیکر مکان وزمین لے سکتے ہیں، مگر زید مصر ہے کہ اتنا ہی روپیہ دونگا، جتنا تمہارے بنوانے میں لگا ہے، پس اس صورت میں مکان اور زمین کا کیا حکم ہے؟ زمین کس کی ملک ہے، زمیندار یا زید کی، تصفیہ کس طرح کیا جائے، مکان اگر زید کو دلایا جائے تو رقم کتنی اس سے لی جاوے، جواب مدلل مع حوالہ عبارت کتب عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سوال سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اصل زمین زمیندار کی ملک ہے، زید نے اس میں مکان بنانے کی اجازت لی تھی، اور اس اجازت کے لئے کچھ نذرانہ پیش کیا تھا، زید زمین کا مالک نہیں تھا، غالباً اسی لئے وہ بیچ نہیں سکتا تھا، پھر ذاتی تعلقات کی بناء پر اس زمین کو عمر کے حوالہ کر دیا اور سالانہ پر جوٹ بجائے زید کے عمر نے دینا شروع کیا، اور زمیندار اس معاملہ میں راضی رہا تو زید کا تعلق درمیان سے ختم ہوگیا، اب زمیندار اور عمر کا تعلق باقی رہ گیا، اگر عمر پر جوٹ زید کو دیتا اور زید زمیندار کو ادا کرتا تو زید کا تعلق باقی رہتا، اب کوئی تعلق نہیں رہا، لہٰذا زید کا دعویٰ بے اصل ہے، جب تک کوئی شرعی شہادت پیش نہ کرے، اب زمین زمیندار کی ہے، اور مکان

عمر کا، اگر عمر اپنا مکان فروخت کرنا چاہے تو مستقل معاملہ کیا جائے جس پر طرفین رضا مند ہوجائیں، زید کو جبراً عمر سے مکان لینے کا حق نہیں، اگر کوئی مدت مقرر نہیں کی گئی تو زمیندار کو حق حاصل ہے کہ جب چاہے اپنی زمین لے لے اور عمر سے کہہ دے کہ میری زمین خالی کردو اور اپنی عمارت اٹھالو، پھر عمر یا اپنی عمارت اٹھائے یا اگر طرفین رضامند ہوجائیں تو عمارت مقلوعہ کی قیمت زمیندار ادا کردے، اور اس عمارت کا مالک بھی زمیندار ہوجائے، "وتصح اجارة ارضٍ للبناء والغرس فان مضت المدة قلعهما وسلمها فارغة الا ان يغرم له الموجر قيمته مقلوعاً ويتملكه اويرضىٰ بتركه فيكون البناء والغرس لهٰذا والارض لهٰذا اھ درمختار ج۵/ص ۲۵ [۱]" فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۶/۶۶ھ

اس اجمال کا جواب درست ہے، لیکن ترجیح کے لئے اول یہ امر صاف ہونا ضروری ہے کہ زید اور زمیندار معاملہ عاریۃً تھا یا اجارہ اور پھر زید نے جو عمر سے معاملہ کیا ہے وہ بطور عاریت فی العاریۃ تھا یا اجارہ در اجارہ، تو براہِ راست زمیندار سے یا زید سے اس کے بعد کچھ حکم لگایا جائے گا۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۲/۶۶ھ
الجواب صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۲/۶۶ھ

پرانے ملازم کو تنخواہ دینا جب کہ وہ کام کرنے سے معذور ہے

سوال:- زید عرصہ ۴۵/سال سے مدرسہ میں ملازم ہے، وہ ہر سال سال میں دو ماہ

[۱] درمختار مع الشامی کراچی ج۵/ص ۳۱/ کتاب الاجارہ، قبیل مطلب فی الارض المحتکرة ومعنی الاستحکار، مجمع الانہر ص ۲۲، ۵۲۳/ ج۳/ کتاب الاجارة باب مایجوزمن الاجارة، وما لایجوز، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، البحرالرائق کوئٹہ ص ۱۱/ ج۸/ کتاب الاجارة، باب مایجوزمن الاجارة.

چندہ بھی لاتے رہے، اب بہت کمزور ہو گئے ہیں، کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے، اب جو مدرس چندہ لاتے ہیں، ان کی اس ماہ کی ڈیوٹی کی بھی تنخواہ دی جاتی ہے، تو قدیم مدرس کو ۲۰ر سال کی ڈیوٹی کی تنخواہ دینا کیسا ہے، جب کہ وہ بیمار ہے، اور ذریعہ معاش سے بالکل مجبور ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کیوں کہ پہلے سے ان کے متعلق اس کام کی ڈیوٹی تنخواہ کا کوئی معاہدہ اور تذکرہ نہیں تھا، اب گذشتہ ۲۰ر سال کی اسطرح تنخواہ دینے کا حق نہیں[1] آئندہ اگر کچھ طے کر دے، تو اس کے موافق عمل درست ہوگا، اگر وہ منتظم کا کام کر سکتے ہیں اور اس میں ان کو سہولت ہے تو منتظم بنا کر رکھنا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۸ھ

کاروبار کی ترقی میں ملازم کا حصہ

سوال: – اسی دوران فرم مذکورہ کے مالکان نے اپنے بچوں کے نام سے ایک نیا فرم دیکر دوکان پر پی، وی، سی (ربڑ کی قسم) کے جوتوں کا تھوک فروش کاروبار شروع کیا، اس کے شرکاء الگ سرمایہ الگ جگہ کاروبار الگ اور سابقہ فرم کے کاروبار میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، بلکہ سال بسال بڑھتا ہی رہا، نئے فرم کا کاروبار بھی نہایت تیزی سے دیگر دوکان پر چلتا رہا، اس کے ملازم کارکرد اور محرر (حساب لکھنے والا) بھی علیحدہ رکھے گئے، تقریباً سات سال کا عرصہ ہوا نئے فرم کا کاروبار پرانی دوکان پر بجائے پی، وی، سی، جوتوں کے چمڑے کے جوتوں کا تھوک فروش بیوپار شروع کر دیا گیا، نئی فرم کے ملازم بھی برطرف کر دیئے گئے، اور پرانی

---

[1] ولا اجرة لعمل بلاشرط الاجرة، اعانة الطالبين ص ۱۲۱ / ج۳ / کتاب الاجارة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

دوکان کے ہی ملازمین سے نئے فرم کا کام لیا جانے لگا، زید کے ذمہ جو کام تحریر (حساب نویسی) کا پرانی دوکان کا تھا وہی نئی فرم کا بھی لیا جانے لگا، اور تنخواہ وہی پرانی ملتی رہی، کام دو گنا ہو گیا، اور بڑھتا ہی رہا، اس دوران سات سال میں نئی فرم میں بھی لاکھوں روپیوں کا منافع ہوا، کیونکہ کھاتہ انکم ٹیکس اور سیلز ٹیکس میں (دکھائے جاتے ہیں، اس وجہ سے کھاتوں میں ملازموں کے فرضی نام لکھ کر اس کا روپیہ مالکان خود اپنے پاس رکھ لیتے ہیں، اور دونوں فرم (پرانی ونئی) کا کام برابر بڑھتا ہی جا رہا ہے، اور جو ملازم (یعنی پرانی فرم کے ملازم) نئی فرم کا کام کرتے ہیں، انہیں ایک پیسہ نہیں دیا جاتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا شرعاً مالکان فرم نے زید کی اجرت یا کام کے معاوضہ سے حق تلفی کی یا نہیں؟ اور کیا شرعاً سات سال کا معاوضہ فرم پر زید کا واجب ہوتا ہے یا نہیں، اور فرم مذکورہ کی طرف سے عدم ادائیگی معاوضہ کی شکل میں زید قیامت کے دن شرعاً مذہباً اپنا یہ حق فرم مذکورہ سے لینے کا مستحق ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کام زیادہ ہو جائے، تو ملازم معاملہ کر لے کہ آئندہ میری تنخواہ میں اتنا اضافہ ہو جائے، تب میں کام کرونگا، ورنہ میرا استعفاء ہے، دوکان میں ترقی کی وجہ سے ملازم کی تنخواہ میں اتنا اضافہ کر دینا بحیثیت معاملہ واجب نہیں[1] البتہ بطور شکرانہ اور حق خدمات کے صلہ میں اخلاقاً اضافہ کر دینا چاہئے، کیوں کہ اس ترقی میں ملازم کی محنت و دیانت کو زیادہ دخل ہے، لہٰذا وہ بھی مستحق اضافہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] المسلمون علی شروطهم ترمذی شریف ص ۱۶۱/ ج ۱/ ابواب الاحکام، باب ماذکر عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مطبوعه رشیدیه دهلی، مشکوة شریف ص ۲۵۳/ باب الافلاس والانظائر، الفصل الثانی، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۲۲/ ج ۱۷/ عمروبن عوف بن ملحة المزنی، مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت.

اس مکان کی حیثیت جس کو جزء تنخواہ تجویز کیا گیا؟

سوال:- رہنے کے مکان کی شرعاً کیا حیثیت ہے، اگر کسی شخص سے یہ طے ہو کہ تم کو ہم تنخواہ کے ساتھ مکان دیں گے، تو اس مکان میں ضروری چیزیں مثلاً پاخانہ، حمام، یا کنواں ہونا چاہیے یا نہیں؟ نیز بلانے والے مکان تو جس میں کنواں ہو، دے رہے ہیں، لیکن اس میں پردہ کی دیواریں ٹھیک نہیں، تو کیا جس میں موٹی موٹی ضروریات کے سلسلے میں تکلیف ہو تو کیا ذمہ داروں کا یہ معاملہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسکا مدار بلانے کی اور جس کو بلایا گیا ہے، اس کی ہر دو حیثیت پر ہے، سب کے لئے یکساں حکم نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند ۲۵/۱۱/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دار العلوم دیوبند ۲۷/۱۱/۸۷ھ

کافر کا جانور ذبح کرنا اور اجرت لینا

سوال:- اگر کوئی کافر کسی مسلم سے بکری یا گائے وغیرہ ذبح کرائے تو کرنا چاہئے کہ نہیں؟ اور اگر ذبح کرے تو سنت طریقہ سے کرے، یا ایسے ہی ذبح کردے، بغیر بسم اللہ کے

---

[1] اس مسئلہ کی نظیر یہ ہے ویعتبر فی فرض النفقة حالهما ای الزوجین فی الیسار والاعسار وهو اختیار الخصاف وعلیه الفتوی ففی الموسرین من الزوجین یعتبر حال الیسار والمعسرین یعتبر حال الاعسار ای الافتقار وفی المختلفین بان یکون الزوج مؤسر اوالزوجة معسرة اوبالعکس یعتبر بین ذالک ای نفقة الوسط وقیل یعتبر حاله، مجمع الانهر ص ۱۷۶/ج ۲/باب النفقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۵۷۴/ج ۳/باب النفقة عالمگیری کوئٹہ ص ۵۴۷، ۵۴۸/ج ۱/الفصل الاول فی نفقة الزوجة.

اور کافر یا مسلمان ذبح کرنے کے بدلے ذبیحہ کا گوشت یا کچھ پیسے دے تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سنت طریقہ پر ذبح کردے، ذبح کرنے کی اجرت میں پیسہ دینا اور لینا درست ہے[1]، اجرت میں اس ذبیحہ کا گوشت تجویز کرنا درست نہیں، کذا فی ردالمحتار[2] والہندیہ[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۴/۹۲ھ

انکم ٹیکس اور سیل ٹیکس لکھنے کی ملازمت

سوال:- کھاتے کا کام جس میں سیل ٹیکس، انکم ٹیکس لکھا جاتا ہے اور گورمنٹ کو دکھانے کے لئے اُلٹا سیدھا بلکہ برائے نام انکم اور سیل دکھا کر خانہ پوری کی جاتی ہے؟

(۱) سوال یہ ہے کہ یہ کام کرنا ٹھیک ہے یا نہیں؟

(۲) یہ کھاتے کا کام کرکے اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) گورمنٹ کو دھوکہ دیکر انکم ٹیکس بچانا جائز ہے یا نہیں؟

۱؎ ویجوز الاستئجار علیٰ الذکوٰۃ الخ عالمگیری ج۴/ص۴۵۴/مطبوعہ کوئٹہ کتاب الاجارہ، فصل فی المتفرقات۔

۲؎ الدرمختار مع الشامی ج۹/ص۷۸/کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ۔

۳؎ اوشاۃ لیذبحھا علیٰ ان یکون بعض اللحم لہ لایجوز، عالمگیری ج۴/ ص۴۴۵/ کتاب الاجارۃ، الفصل الثالث فی قفیز الطحان الخ، خانیہ علی الھندیۃ ص۳۳۲/ج۲/باب الاجارۃ الفاسدۃ کوئٹہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱،۲،۳/ کھاتے میں کچھ کام صحیح ہوا کچھ کام غلط ہوا، اس کی وجہ سے پورے کام کو اور اس کی اجرت کو ناجائز نہیں کہا جائیگا، جائز کام کی اجرت جائز ناجائز کام کی اُجرت ناجائز ہے[1] گورمنٹ کو دھوکہ دینے کے لئے غلط اندراج کر لینا تو آسان ہے، لیکن یہ درحقیقت قانونی چوری ہے، پکڑی بھی جاسکتی ہے، اور پکڑی جانے پر بطور جرمانہ مالی سزا بھی ہوسکتی ہے مالک کا اعتماد بھی ختم ہوسکتا ہے، مال اور عزت کو خطرہ میں ڈالنا کوئی دانش مندی نہیں، عزت کا تحفظ لازم ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ملازمت کے وقت میں دوسرا کام

سوال:- ملازم پیشہ جس نے اپنا پوراوقت ماہانہ ملنے والی تنخواہ کے عوض لگارکھا ہے، اگر وہ بوقت فرصت یا ڈیوٹی خالی ہونے کے وقت کچھ کام کرے تو صحیح ہے یا نہیں؟

---

[1] لایجوز اخذ الاجرة علی المعاصی (مجمع) فلو علی امر مباح جازت اتفاقا، مجمع الانہر سکب الانہر مع مجمع الانہر ص۵۳۳/ ج۳/ باب الاجارة الفاسدة، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، المحیط البرہانی ص۳۴۶/ ج۱۱/ کتاب الاجارة، نوع آخر فی لاستئجار علی المعاصی، مطبوعہ ڈابھیل، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۷۵/ ج۹/ کتاب الاجارة، مطلب فی الاستئجار علی المعاصی.

[2] عن حذیفة قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاینبغی للمومن ان یذل نفسہ الحدیث، ترمذی شریف ج۲/ ص۵۰/ ابواب الفتن باب ماجاء النہی عن سب الریاح باب (مطبوعہ رشیدیہ دھلی) المعجم الکبیر للطبرانی ص۳۱۲/ ج۱۲/ حدیث ص۱۳۵۰۷/ مجاھد عن ابن عمر، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، جامع الاصول ص۳۲۳/ ج۱۲/ حدیث ص۹۳۱۴/ قبیل وصیة عائشةؓ لمعاویةؓ، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ملازمت کام کی ہے کہ اتنا کام کرنا ہوگا تب تو خالی وقت میں اپنا کام کرنا درست ہے، اگر ملازمت وقت کی ہے تو درست نہیں، الا یہ کہ اجازت ہو[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ ۱۴/۶/۸۷ھ

---

[1] والثانی وهو الأجیر الخاص وهومن یعمل لواحد عملاً موقتاً بالتخصیص الی ماقال ولیس للخاص أ ن یعمل لغیره قال الشامی تحت قوله عملاً مؤقتاً خرج من یعمل لواحد من غیر توقیت الخ،درمختار مع الشامی زکریا ج ۹/ص ۹۴، ۹۵/کتاب الاجارة،باب ضمان الاجیر،البحر الرائق کوئٹه ص ۲۹/ج۸/باب ضمان الاجیر،تبیین الحقائق ص ۱۳۳/ج۵/باب ضمان الاجیر،مطبوعه امدادیه ملتان.

باب دوم: اجارۂ فاسدہ

اجارہ بالشرط

سوال:- زید نے اپنا مکان اور نقد روپیہ قرض عمر کو اس شرط پر دیا کہ تم اس روپیہ کو اپنی تجارت میں لگاؤ اور مکان کو بطور گودام استعمال کرو، لیکن شرط یہ ہے کہ تم کو ہمہ وقت بقدر قوت ازمفروضہ ضمانت کے طور پر مال گودام میں رہنے دینا ہوگا، ہم تم سے صرف گوداموں کا کرایہ وصول کریں گے، روپیہ کا معاوضہ کچھ بھی نہیں لیں گے، بعد میں تم ہمارا روپیہ طلب کرنے پر صرف ہمارا روپیہ ادا کرنا، کرایہ گودام کے علاوہ ہم اور کوئی معاوضہ لینے کے حقدار نہیں ہوں گے، سوال یہ ہے کہ یہ صورت شرعاً درست ہے یا نہیں، یا اس میں بھی سود اور عدم جواز کا حکم عائد ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکان کرائے پر دینا مستقل معاملہ ہے، اور روپیہ قرض دینا مستقل ہے، جو روپیہ قرض دیا ہے، اس کے لئے بطور ضمانت یہ شرط لگائی جائے، کہ بقدر قرض مال گودام میں موجود رہنا چاہیئے جیسے کہ رہن کو بطور ضمانت رکھا جاتا ہے، کہ اپنا قرض وصول کرنے میں کچھ سہولت رہے، اس صورت میں شرعاً سود نہیں[1]، اگر مکان کرایہ پر دینے کے لئے اس طرح قرض اور گودام میں مال رکھنے کو شرط قرار دیا جائیگا، تو اجارہ فاسد ہوگا، ''**وتفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكل ماافسد البيع يفسد ها اھ/ الدر المختار على الشامی**

---

[1] **الرهن هو حبس شئی بحق يمكن استيفاؤه منه ای ذٰلک الشی كالدين مجمع الانهر ص ۲۶۹/ ج۴/ كتاب الرهن، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيری كوئٹه ص ۴۳۱/ ج۵/ كتاب الرهن، الباب الاول، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۳۲/ ج۸/ كتاب الرهن.**

نعمانیہ ج۵/ص ۲۹[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند۵/۷/۸۵ھ

کرایہ دار کا پگڑی دیکر شرائط طے کرنا

سوال:- دوکان کرایہ پر دینے سے پہلے مالک دوکان کو کچھ روپے الگ سے اس وجہ سے دیئے جائیں کہ اس دوکان کا محل وقوع اچھا ہے، جس کو پگڑی کہا جاتا ہے، اسکے بعد صاحب دوکان کو یہ اختیار نہ رہے گا کہ جب چاہے وہ اپنی دوکان واپس لے لے، بلکہ کرایہ لینے کا اختیار ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ پھر دوسرے کو بھی اس طریقہ سے الگ رقم لیکر کرایہ پر دے دے، اور اگر کرایہ پر لینے والے کا جی چاہے، تو صاحب دوکان کو اس کی دوکان واپس کردے، واپس کرنے سے پہلے تک صاحب دوکان کو کرایہ رقم ملتا رہے گا، چاہے وہ دوکان دوسرے یا تیسرے کے پاس اسلوب مذکورہ سے منتقل ہوجائے، تفصیلی جواب دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ شرعاً غلط ہے، کہ مالک بے اختیار ہوجائے، اور کرایہ دار کے تصرفات ہی ہمیشہ نافذ ہوتے رہیں، پگڑی دینا اور یہ شرط کرلینا کہ کرایہ دار خالی نہیں کرائے گا، بلکہ جس کو دل چاہے گا اس کو کرایہ پر دیدے گا، اور جو کرایہ چاہے گا وہ اس سے وصول کرے گا، مقتضائے عقد کے خلاف ہے جو کہ مفسد ملک ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند

---

[۱] شامی زکریا ج۹/ص ۶۴/کتاب الاجارة،باب الاجارة الفاسدة، تبيين الحقائق ص ۱۲۱/ج۵/ باب الاجارة الفاسدة،مطبوعه امداديه ملتان،البحر الرائق كوئٹه ص۱۷/ج۸/باب الاجارة الفاسدة.

[۲] تفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكل ماافسدا لبيع يفسد هاكجهالة مأجور اواُجرة الخ درمختارعلى رد المحتار ج۵/ص ۲۹/(مطبوعه نعمانيه ديوبند) ومطبوعه زكريا ج۹/ص ۶۴/كتاب الا جارة باب الاجارة الفاسدة،البحر كوئٹه ص۱۷/ج۸/باب الاجارة الفاسدة،زيلعى مع شلبى ص ۱۲۱/ج۵/باب الاجارة الفاسدة،مكتبه امداديه ملتان.

مزدوری کے لئے شرط

سوال:- کچھ تاجر لوگ غرباء کو مزدوری پر اس شرط پر پیسے دیتے ہیں کہ موسم میں میرے یہاں دس عہ مزدوری پر آنا ہوگا، حالانکہ موسم کی آمدنی، مزدوری بیس عہ دو روپئے یومیہ ہے، تو یہ پیسہ اس طرح دینا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح بعض لوگ غلہ وصول کرنے کی شرط پر پیسے دیتے ہیں کہ مثلاً من کے پانچ روپئے کے حساب سے پانچ من غلہ موسم میں دینا ہوگا، حالانکہ غلہ کے دام اس وقت ۲۰، ۲۵/ روپیہ من تک ہوتا ہے، اس قسم کے لین دین جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مزدوری کا یہ طریقہ غلط ہے[1]، غلہ لینے کا یہ طریقہ بیع سلم ہے شرائط سلم[2] صاف ہوجانے کے بعد اگرچہ بیع درست ہوجائے گی، مگر غریب مستحق رحم ہے[3]، اتنا تفاوت نرخ میں کرنا بڑی بے مروتی ہے، ڈرنا چاہئے کہ اگر اپنے اوپر خدانخواستہ ایسا وقت آجائے تو کیا گزرے گا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] کل قرض جر نفعاً حرام الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۷/ص۳۹۵/باب المرابحة والتولیة، فصل فی القرض، البحرالرائق کوئٹہ ص۱۲۲/ج۶/باب المرابحة، فصل فی بیان التصرف فی المبیع، الاشباہ والنظائر ص۱۴۴/الفن الثانی، کتاب المداینات، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی.

[2] وشرطه (ای السلم) سبعة بیان جنس ونوع وصفة وقدر وأجل وقدر رأس المال وبیان مکان الایفاء الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۷/ص۴۶۱، ۴۶۳/باب السلم، البحرالرائق کوئٹہ ص۱۶۰، ۱۶۱/ باب السلم، عالمگیری کوئٹہ ص۱۷۸، ۱۸۰/ج۲/الباب الثامن عشر فی السلم، الفصل الاول فی تفسیرہ ورکنه وشرائطه.

(حاشیہ نمبر ۳/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

رہن اور اجارہ

سوال:- زید نے بکر کے پاس کچھ زمین رہن رکھی، اس شرط پر کہ زمین کا لگان بکر دے گا، اور اس رہن کے علاوہ کچھ پیسے اور مزید بکر زید کو دیتا ہے، اور اس زمین کا نصف غلہ بکر لیتا ہے، اور نصف غلہ زید لیتا ہے، اب زید بکر سے زمین واپس لینا چاہے تو وہ کس شرط پر اور کس طرح لے سکتا ہے؟

مسئلہ مذکورہ کے بارے میں جس طرح آپ حضرات کو زحمت دی گئی تھی، اسی طرح ایک دوسرے مفتی صاحب سے بھی جواب منگایا گیا تھا، اب چونکہ دونوں فتوؤں میں بظاہر تعارض ہے، جو ہمارے لئے موجب تشویش ہے، اس لئے براہِ کرام تشویش کا ازالہ فرماویں۔

الجواب: من جانب مدرسہ شمس العلوم

صورت مسئولہ میں ایسا معاملہ کرنا شرعاً حرام ہے، مسلمانوں کو سود کا لین دین کرنا، اور سودی معاملات سے مطلقاً احتراز کرنا لازم ہے، جو صورت سوال میں درج ہے یہ بھی سودی معاملہ ہے، مرتہن جو نفع زمین مرہون سے اٹھا رہے ہیں، اور سب کو اپنے تصرف میں لا رہے ہیں، وہ بھی سود ہے، کیونکہ شریعت کا قاعدہ مقرر ہے کہ وہ قرض جس سے نفع حاصل کیا جائے ربوٰ ہے" لقوله عليه السلام كل قرض جر نفعاً فهو ربواً[1]" عام طور پر لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب وہ قرض دیتے ہیں تو اس سے نفع حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہاں تک کہ اگر نفع کی امید نہ ہو تو قرض نہیں دیں گے، یہ امر ممنوع ہے،"والغالب من احوال الناس انما يريدون عند

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ)[۳] ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء الحدیث، مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۳/ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) باب الشفقة والرحمة على الخلق الفصل الثانی، ترمذی شریف ص ۶۷۵/ ج ۲/ کتاب الادب، باب فی الرحمة، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند،

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] فیض القدیر ص ۲۸/ ج ۵/ رقم الحدیث ص ۶۳۳۶/ دار الفکر بیروت.

الدفع الانتفاع ولولاه لما اعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف كالمشروط وهو ممايعين المنع الیٰ اٰخره، كذافي المضمرات[۱] سرکاری محصول (لگان) بذمہ راہن ہوتا ہے، مرتہن سے یہ شرط کرنا کہ مرتہن محصول ادا کرے بالکل ناجائز ہے "ونفقة الرهن والخراج والعشر على الراهن وقال الشامي عن المنح انه لايحل اى للمرتهن ان ينتفع بشئى منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن لانه اذن للربواالیٰ ان قال ثم رأيت في جواهرالفتاویٰ ان كان مشروطاً صارقرضاً فيه منفعة وهوربوا[۲] اھ ليس للمرتهن ان ينتفع الرهن باستخدام ولابسكنى ولابلبس[۳]" زمین رکھنے والے نے خواہ نفع اٹھانے کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو، ہر حال میں حرام ہے، زید کو چاہئے کہ مرتہن سے اپنی زمین واپس لے لے اور جو رقم لی ہے قرض ہے، کل کو ادا کردیں، اور جو غلہ مرتہن نے استعمال کیا ہے، کل رقم سے قیمت لگا کر اس کو منہا کر کے زید سے رقم وصول کرلیں، ورنہ ربوٰ ہوگا، اگر زید اپنی زمین کو کرایہ پر دینا چاہتا ہے، تو پھر سے عقد کرے، اور مرتہن قبضہ جدید کرے، رہن کے ساتھ اجارہ جمع نہیں ہوسکتا ہے، "كمافي الدر المختار بخلاف الاجارة والبيع والهبة والرهن من المرتهن ومن اجنبى اذا باشر احدهماباذن الاٰخرحيث يخرج من الراهن، وفي الشامي اماالاجارة فالمستاجران كان هوالراهن فهي باطل الخ وان كان هو المرتهن وجددالقبض للاجارة بطل الرهن[۴]" فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر محمد شعیب بھاگلپوری خادم مدرسہ شمس العلوم ضلع سیتاپور

الجواب حامداً ومصلیاً

(من جانب دارالعلوم دیوبند) یہاں کے فتوے میں بھی رہن کے نفع اٹھانے کو حرام

---

[۱] طحطاوی علی الدرالمختار ص ۳۳۴/ ج ۴/ کتاب الرهن، دارالمعرفة بيروت.

[۲] الدرالمختار مع الشامي ص ۴۸۷/ ج ۶/ کتاب الرهن، كراچی.

[۳] شامی کراچی ص ۴۸۲/ ج ۶/ کتاب الرهن.

[۴] الدرالمختار مع الشامي ص ۵۱۱/ ج ۶/ کتاب الرهن، كراچی.

لکھا ہے، (اس لئے کہ وہ سود ہے[۱]) جب اجارہ کا معاملہ کرلیا، تو رہن کا معاملہ ختم ہوگیا[۲] پہلے قبضہ بحیثیت مرتہن تھا، جب رہن ختم کردیا اور اجارہ کا معاملہ کرلیا تو پھر قبضہ بحیثیت مستاجر ہوگیا، رہن اور اجارہ کو جمع نہیں کیا گیا، اور بحالتِ رہن اجازت نہیں دی گئی، الحاصل جو صورت انتفاع بالمرہون یا جمع بین الرہن والا جارہ حرام وممنوع ہے، اس کی اجازت نہیں دی گئی، اور جس صورت کی اجازت دی گئی ہے، (اجارۂ محضہ) وہ ممنوع نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۹۰ھ

بیع اور اجارہ

سوال:- زید نے عمر سے کپڑے کا بیس میٹر کا تھان اس شرط پر لیا کہ میں اس میں جتنا فروخت کروں گا، اس کے دام میں تم کو تمہاری خرید سے ایک آنہ فی روپیہ منافع لگا کر تم کو ادا کروں گا، اور باقی جو اس تھان میں سے کپڑا بچے گا واپس کروں گا، عمر نے یہ بات منظور کرلی، اب زید نے اس کپڑے کو لے کر اس میں سے پانچ میٹر فروخت کرایا، اور وہ کپڑا عمر کا چار روپیہ فی میٹر خرید تھا، تو اس طرح زید عمر کو پانچ میٹر کے مع منافع کے ۲۱/۲۵/روپیہ دیئے اور باقی جو کپڑا بچا تھا وہ دے دیا، اب زید عمر کی یہ بیع صحیح ہوئی یا نہیں، اور زید نے وہ کپڑا بکر کو چار روپیہ آٹھ آنہ فی میٹر کے حساب سے فروخت کیا تو یہ زید وبکر کی بیع بھی صحیح ہوگی یا نہیں، اگر یہ شکل صحیح نہیں ہے تو صحت کی کیا شکل ہوسکتی ہے؟

---

[۱] لایحل له ان ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن، لانه اذن له فی الربا، لانه یستوفی دینه کاملاً فتبقی له المنفعة فضلا فیکون ربا وهذا امر عظیم، شامی کراچی ص ۴۸۲/ ج۶/ کتاب الرهن، مجمع الانهر ص ۲۷۳، ۲۷۴/ ج۴/ کتاب الرهن، دارالکتب العلمیه بیروت.

[۲] لو استاجره المرتهن صحت الاجارة وبطل الرهن، اذا جدد القبض للاجارة، الهندیة ص ۴۶۵/ ج۵/ الباب الثامن فی تصرف الرهن، شامی کراچی ۵۱۱/ ج۶/ کتاب الرهن.

الجواب حامداًومصلیاً

یہ معاملہ بیع کا نہیں، عمر بائع نہیں، زید مشتری نہیں، بلکہ یہ اجارہ ہے گویا عمر نے زید کو کہا کہ میرا یہ کپڑا فروخت کردو، زید کپڑا لے کر جاتا ہے، اور گاہک تلاش کر کے کپڑا فروخت کرتا، اس کام کی اجرت یہ قرار پائی کہ عمر نے جس قیمت پر خریدا تھا، اس پر ایک آنہ فی روپیہ زائد تو زید لاکر عمر دے گا، اور اس کے علاوہ جتنی بھی زیادہ قیمت میں فروخت کرے گا وہ زیادتی بطور اجرت زید کی سمجھی جائے گی۔

اصولاً یہ اجارۂ فاسدہ ہے کیوں کہ اجرت متعین نہیں مجہول ہے، جو کہ مفسد اجارہ ہے مگر علامہ شامیؒ نے ردالمحتار[۱] میں لکھا ہے کہ مجہول ہونے کے باوجود تعامل الناس کی بنا پر اس کی اجازت ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زمین کرایہ پر لیکر دوسرے کو اس سے زائد کرایہ پر دینا

سوال: درگاہ مسجد کمپاؤنڈ میں سے کچھ مکانات ہیں جو وقف ہیں مکانات معمولی قسم کے ہیں، ان مکانات میں سے ایک مکان کرایہ دار نے اپنے مکان کی مرمت ودرستگی پر کچھ صرفہ کیا، مثلاً چار سو یا پانچ سو روپیہ حال ہی میں اس نے اپنا یہ مکان دوسرے آدمی کو جو اس مکان کو لینے کے لئے مجبور تھا، تین ہزار پانچ سو کی رقم لے کر دے دیا، اس کو پگڑی کا معاملہ سمجھئے یہ وقف کے کارکن کی مرضی کے خلاف ہوا، اب سوال یہ ہے کہ یہ مکان جماعت اور کارکنوں کو واپس کرنا چاہئے تھا، اور جو رقم مرمت وغیرہ پر صرف ہوئی وہ ذمہ داران سے لینا چاہئے تھا۔

---

[۱] ومشائخ بلخ والنسفی یجیزون حمل الطعام ببعض المحمول ونسج الثوب ببعض المنسوج لتعامل أهل بلادهم بذالک الخ شامی ج۹/ص ۸۰/(مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب یخص القیاس والأثربالعرف الخ،البحر کوئٹه ص ۲۴/ ج۸/باب الاجارة الفاسدة.

پانچ سو یا چھ سو روپیہ کی رقم کرایہ دار کو ملتی ہے، اب جو معاملہ کیا گیا، اس میں ساڑھے تین ہزار روپئے کی رقم طے ہوئی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ رقم جو صرفہ سے زائد ملی ہے، اس کا لینا جائز ہے یا ناجائز؟

(۱) مکان وقف کی ملکیت ہے۔

(۲) معاملہ کرنے والا کرایہ دار ہے۔

(۳) جو جماعت وقف کا انتظام کرتی ہے، اس کی اجازت کے بغیر معاملہ ہوا ہے۔

(۴) جو معاملہ کیا گیا ہے، اس میں جبر کا بھی ایک پہلو ہے، وہ یہ ہے کہ جس شخص نے یہ مکان لیا ہے، وہ اپنے ہوٹل کیلئے اس کا لینا ضروری جانتا تھا، اس مجبوری میں اس نے یہ رقم زائد دی ہے، ورنہ اس مکان کا ملنا ممکن نہیں تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنی رقم مکان کی مرمت میں صرف کی ہے، اتنی رقم لینا درست ہے، اس سے زائد کو صدقہ کردے۔

ولہٗ السکنیٰ بنفسہٖ واسکان غیرہ باجارۃ وغیرھا ولو آجر باکثر تصدق بالفضل الافی مسئلتین اذاآجر بخلاف الجنس او اصلح فیھاشیئاً اھ درمختار قولہ او اصلح فیھا شئیا بان جصصھااوفعل فیھا مسناۃ وکذا کل عمل قائم لان الزیادۃ بمقابلۃ مازاد من عندہٖ حملا لامرہ علی الصلاح کمافی المبسوط اھ شامی ج ۵/ص ۱۸/نعمانیہ[۱] جماعت منتظمہ وقف کی اجازت کے بغیر ہی کرایہ پر دینا درست ہے، مگر وقف کی جائداد کو اجارۂ طویلہ پر دینے

---

[۱] شامی زکریا ج ۹/ ص ۳۸/ کتاب الاجارۃ باب مایجوز من الاجارۃ الخ، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۲۵/ ج ۴/ الباب السابع فی اجارۃ المستأجر، البحر کوئٹہ ص ۳۰۴/ ج ۷/ باب مایجوز من الاجارۃ ومایکون خلافاً فیھا.

کی کتب[۱] فقہ میں اجازت نہیں دی گئی، کیونکہ اس میں اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۸۷ھ

جس کرایہ پر دوکان لی ہے اس سے زائد کرایہ پر دوسرے کو دینا درست نہیں

سوال:- زید کے پاس ایک دوکان کرایہ پر تھی، اس نے بیس سال قبل حامد کو اپنا ماتحت کرایہ دار بنایا، اور مالک دوکان کو جو کرایہ دیتا تھا، اس سے کچھ زائد حامد سے بطور کرایہ وصول کرتا تھا، کافی عرصہ کے بعد اس نے حامد سے دوکان خالی کرنے کے لئے کہا چونکہ حامد کا کاروبار اس دوکان میں چل رہا تھا، اس لئے اس نے دوکان خالی کرنے سے اپنی مجبوری ظاہر کی، چنانچہ زید نے یہ معاملہ اپنی قومی جماعت میں ڈالا، جماعت نے مندرجہ ذیل فیصلہ کیا، حامد اس دوکان پر مزید چار سال رہ سکتا ہے، مگر پہلے دو سال ماہانہ ۵۰/روپے کرایہ کے بجائے ۷۵/روپے اور مزید دو سال ۱۲۵/روپے حامد زید کو بطور کرایہ دیتا رہے، اسکے بعد دوکان خالی کرکے زید کے حوالہ کرے، اب چار سال ہوگئے ہیں، مگر حامد اپنا کاروبار بند کرکے دوکان زید کے حوالہ کرنے سے اپنی مجبوری ظاہر کررہا ہے، یہ دوکان اس کی معاش کا ذریعہ ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) جماعت کا فیصلہ کیا شرعاً جائز ہے۔

(۲) کیا حامد پر اس فیصلے کی پابندی ضروری ہے؟

---

[۱] ولم تزد فی الاوقاف علی ثلاث سنین فی الضیاع وعلیٰ سنة فی غیرھا الخ. الدرالمختار علیٰ الشامی زکریا ج۹/ص۸/اول کتاب الاجارة، البحر کوئٹہ ص ۲۹۹/ج۷/کتاب الاجارة، الدر المنتقی علی مجمع الانھر ص ۵۱۳/ج۳/کتاب الاجارة، دارالکتب العلمیہ بیروت.

(۳) کیا جماعت حامد سے مقررہ کرایہ سے زیادہ زید کو دلاسکتی ہے؟

(۴) اس طرح زائد لی ہوئی کرایہ کی رقم کا شرعی کیا حکم ہے؟

(۵) حامد جماعت اور زید کا واسطہ بیچ سے الگ کر کے مالک مکان سے معاملہ کا تصفیہ کرائے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعی مسئلہ یہ ہے کہ جتنے کرایہ پر مالک سے دوکان لی ہوا تنے ہی کرایہ پر دوسرے شخص کو کرایہ پر دینے کا حق ہے، اس سے زائد کرایہ لینا درست نہیں، لہٰذا زید نے جو اپنے ماتحت کرایہ دار حامد سے زائد رقم لی ہے وہ بے جا لی، اس کی واپسی ضروری ہے، نیز جس طرح مالک کو یہ حق ہے کہ زید سے دوکان خالی کرائے، اسی طرح زید کو بھی یہ حق ہے کہ حامد سے دوکان خالی کرالے، دوکان کا معاملہ ایک سال سے زیادہ کرایہ کا نہ کیا جائے، اگر سال بھر گزرنے پر فریقین رضامند ہوں تو اسی سابق کرایہ پر یا کم وبیش جدید کرایہ پر معاملہ کرنا درست ہے، اگر مالک رضامند نہ ہو، تو کرایہ دار کے ذمہ دوکان کو خالی کردینا لازم ہے، یہ ہے شرعی مسئلہ جو کتب فقہ، درمختار[۱] تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ میں مذکور ہے، حامد اگر زید سے کرایہ کا معاملہ ختم کردے اور اطلاع کردے کہ میں آج سے آپ کا کرایہ دار نہیں رہا، اور دوکان زید کے حوالہ کردے، پھر اصل مالک سے معاملہ کرے، اس کی اجازت ہے[۲] اصل مالک زید سے معاملہ ختم کر کے حامد کو

---

[۱] ولهٗ السکنیٰ بنفسه واسکان غیره باجارة وغیره ولو آجر باکثر تصدق بالفضل الخ درمختار مع الشامی زکریا ص ۳۸/ ج ۹/ کتاب الاجارة باب مایجوز من الاجارة، عالمگیری کوئٹه ص ۴۲۵/ ج ۴/ الباب السابع فی اجازة المستاجر، البحر کوئٹه ص ۳۰۴/ ج ۷/ باب مایجوز من الاجارة ومایکون خلافاً فیها.

[۲] تفسخ الاجارة بالقضاء، او الرضاء الخ، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۰۴/ ج ۹/ فسخ الاجارة، البحر کوئٹه ص ۳۵/ ج ۸/ باب فسخ الاجارة، الدر المنتقی ص ۵۵۶/ ج ۳/ باب فسخ الاجارة، دار الکتب العلمیه بیروت.

کرایہ پر دے سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

کرائے پر لی ہوئی جائیدار کو زیادہ کرایہ پر دینا

سوال:- ایک شخص نے مسجد کی جائیداد دس روپیہ ماہواری کرایہ پر لے رکھی ہے، اور اس کو اپنے طریق سے بارہ روپیہ کو کرایہ پر دے رکھی ہے، یہ منافع جائداد مسجد سے اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس شخص نے اس جائداد میں کوئی تصرف نہیں کیا بلکہ جس مسجد سے لی تھی اسی طرح دوسرے کو دیدی تب تو یہ منافع ناجائز ہے، اس کا تصدق واجب ہے، اگر اس جائداد کی کوئی اصلاح کی یا مرمت کی ہے اور پھر دوسرے شخص کو دی ہے تو یہ منافع جائز ہے۔

"واذا استاجر دارا وقبضها ثم اٰجر ها فانه يجوز ان اٰجرها بمثل مااستاجرها او اقل وان اٰجرها باكثر مما استاجر فهي جائزة ايضاً الا انه ان كانت الاجرة الثانيه من جنس الاجرة الاولى فان الزيادة لاتطيب له ويتصدق بها وان كانت من خلاف جنسها طابت له الزيادة ولو زادفي الدارزيادة كما لووتدفيها وتداً اوحفرفيها بيراً اوطينا اواصلح ابوابها او شيئاً من حوائطها طابت له الزيادة واما الكنس فانه لايكون زيادة وله ان يواجرها من شاء الاالحداد والقصار والطحان وما اشبه ذلک مما يضر بالبناء ويوهنه هكذافي السراج الوهاج اه"[1] (فتاویٰ عالم گیری ص ۴۳۵ / ج ۴ /)

---

[1] عالم گیری کوئٹہ ص ۴۲۵ / ج ۴ / کتاب الاجارة، الباب السابع فی اجارة المستأجر، در مختار مع الشامی زکریا ص ۳۸ / ج ۹ / کتاب الاجارة باب مایجوزمن الاجارة الخ خلاصة الفتاوی ص ۱۴۵ / ج ۳ / کتاب الاجارة مطبوعه لاهور.

اس کے لئے یہ ناجائز ہے کہ وہ جائیداد کسی ایسے آدمی کو کرایہ پر دے جس کے رہنے اور کام کرنے سے اس جائیداد کو نقصان پہنچے مثلاً اگر وہ دوکان یا مکان ہو تو اس کو لوہار یا آٹا پیسنے والے کو نہ دے کیونکہ لوہار کی بھٹی اور کام سے اور آٹا پیسنے والے کی مشین سے دوکان اور مکان کی دیواروں اور چھت اور بنیادوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۶/۵۸ھ
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۱/۶/۵۸ھ

کرایہ کا معاملہ ختم ہونے پر پیشگی لی ہوئی رقم کی واپسی

سوال:- میں ایک مسجد کا متولی ہوں، مسجد کا ایک کمرہ کرایہ پر دینا تھا، دوگاہک آئے جن میں سے ایک نقد رقم دے رہے تھے، اور دوسرے میرے پڑوسی تھے، ان کے پاس پوری رقم موجود نہ تھی مگر انہوں نے مجھ پر دباؤ ڈالا بالآخر ان سے سودا طے ہوگیا کہ کمرہ کا عطیہ ۵½ ہزار روپے اور کرایہ ماہانہ چالیس روپئے ہوگا، معاملہ طے ہو چکا تھا انہوں نے ۵½ ہزار روپئے بطور عطیہ دینا منظور کر لیا تھا، صرف ایک ہزار روپئے نقد دیئے اور بقیہ رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا، رقم پوری وصول نہ ہوئی تھی، اس لئے کمرہ کا قبضہ انہیں نہیں دیا، اور اسے انہوں نے منظور کر لیا، سودا طے ہونے کے ڈیڑھ ماہ بعد معذرت چاہی اور کمرہ کسی اور کو کرایہ پر دینے کی درخواست کی، چونکہ وہ بقیہ ۴½ ہزار روپئے مہیا نہ کر سکے، اور مسجد کی دی ہوئی، رقم واپس طلب کرنے لگے، ہم نے کہا کہ جب کوئی کرایہ دار کمرہ لے لیگا تب ہی رقم کا فیصلہ ہوگا، انہوں نے خاموشی اختیار کی، ان سے سودا طے ہونے کے آٹھ ماہ بعد کمرہ کا دوسرا کرایہ دار آ گیا، اب سوال یہ ہے کہ کیا ان سے آٹھ ماہ کا کرایہ لیا جاسکتا ہے؟

(۲) انہوں نے جو رقم بطور عطیہ مسجد کو دی انہیں لوٹا دی جائے، شرعی نقطۂ نظر سے آگاہ کیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جبکہ کمرہ پر قبضہ نہیں دیا تو ان سے اس مدت کا کرایہ وصول کرنا شرعاً درست نہیں[۱]، خاص کر جبکہ انہوں نے معذرت کر کے کمرہ دوسرے کو کرایہ پر دینے کیلئے کہہ دیا تھا[۲]۔

(۲) ایک ہزار کی رقم اگر چہ عطیہ کردی ہے، اور اس کی رسید بھی دی گئی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ ان کا مقصود حسبۃً للہ مسجد کی خدمت کرنا نہیں ہے، بلکہ اسی امید پر دی ہے کہ وہ کمرہ لیں گے، ان کو مسجد کا کمرہ ملے گا، اگر وہ محض خدا کے واسطے مسجد کو رقم دیتے تو واپسی کا مطالبہ نہ کرتے، لہٰذا یہ وہی پگڑی ہے جس کو مسجد کے لئے درست نہ سمجھتے ہوئے آپ نے اس کا نام عطیہ رکھ دیا، جس طرح بیعانہ جزءِ قیمت ہوتا ہے، اور بیع کا معاملہ ختم ہو جانے پر اس کی واپسی شرعاً لازم ہوتی ہے، اسی طرح اس عطیہ کی واپسی بھی لازم ہے، جس طرح مسجد کے لئے پگڑی کو آپ درست نہیں سمجھتے، اسی طرح لی ہوئی رقم بھی مسجد کے لئے جبراً رکھنا درست نہیں[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲؍۱۰؍۸۵ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۲؍۱۰؍۸۵ھ

---

[۱] اذاوقع عقد الا جارة صحيحا وجب تسليم ماوقع عليه العقد وهو التمكين من الانتفاع به وذلک بتسليم المحل اليه بحيث لامانع من الانتفاع به فان عرض فی بعض المدة مايمنع الانتفاع به سقطت الاجرة بقدر ذلک (الهنديه ،مختصراً ص۴۳۷؍ج۴؍کتاب الاجارة،الباب الثانی عشر ،البحر الرائق ص۴؍ج۸؍کتاب الاجارة،مطبوعه الماجديه کوئٹه،بزازيه ص۱۱؍ج۵؍کتاب الاجارة،مطبوعه کوئٹه.

[۲] الاجارة تنقض بالاعذار عندنا(عالمگيری کوئٹه ص۴۵۸؍ج۴؍کتاب الاجارة،الباب التاسع، شامی زکرياص۱۱۰؍ج۹؍کتاب الاجارة باب فسخ الاجارة،البحر الرائق ص۳۷؍ج۸؍ باب فسخ الاجارة،مطبوعه کوئٹه.

[۳] ويرد العربان اذاترک العقد علی کل حال بالا تفاق(بذل مطبوعه سهارنپور ص۲۸۷؍ج۴؍ کتاب البيوع باب فی العربان)حجة اللّٰه البالغة ص۱۰۰؍ج۲؍البيوع المنهی عنها،مطبوعه مصر،عون المعبود ص۳۰۲؍ج۳؍باب فی العربان مطبوعه نشر السنة ملتان.

جگہ کرائے پر لینے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ جگہ کسی دوسرے کی ہے

سوال: -زید نے بکر سے ۶×۴/فٹ کی جگہ کرائے پر لی، یہ جانتے ہوئے ۱۱/ ہندکا اگر یمنٹ کیا کہ بکراس جگہ کا مالک ہے ۲۰۰/روپئے ڈپازٹ کے دیئے، اس جگہ پرلکڑی کی دوکان بنوانے کے لئے زید نے بکر کو ۳۰۰/روپیہ کی رقم دی، اس وعدہ پر کہ بکرزید کو چند ماہ میں ۳۰۰/روپیہ کی رقم واپس کردے گا، مگر بکر نے ۳۰۰/روپیہ کی رقم بھی ڈپازٹ میں ہی جمع کرلی، دوکان مکمل ہونے پر چند ماہ بعد کلکٹر کا نوٹس لگ گیا، کہ دوکان غیر کی ہے، اورزمین بھی گورنمنٹ کی ہے، اس کوفوراً نکالا جائے، زید نے گورنمنٹ سے ریٹ وربط کرکے قانونی طور پر گورنمنٹ کا کرایہ دار بن گیا، اور بکر کو کرایہ دینا بند کردیا، بکر نے مقدمہ دائر کیا، مقدمہ میں بکر ہار گیا، اور جج کے سوال پر کہ جگہ تمہاری ہے، دوکان تم نے بنائی ہے، بکر نے جواب دیا کہ نہ دوکان میری ہے، نہ جگہ، زید مسلسل کرایہ گورنمنٹ کودیتا رہا چارسال بعد گورنمنٹ نے زید سے کرایہ لینا بند کردیا یہ جگہ گورنمنٹ کی نہیں ہے، جوجگہ کا اصلی مالک ہے، اس کو کرایہ دیا جائے، بہرحال بعد تحقیق کے معلوم ہوااورجگہ کے مالک کا پادری دوکان پرآیا، اوراس ملکیت کا اظہار کیا، زید نے پادری کوکرایہ دینا شروع کردیا، اور پرچہ نادر نے کرایہ داری کا سرٹیفیکٹ زید کو دیا، اورآج تک رسید ہے، لیکن زید کرایہ دے رہاہے، بکر نے دوبارہ مقدمہ دائر کردیا ہے، اس بناء پر کہ میونسپلٹی میں جاکر عملے کے ٹیکس کابل اپنے نام کرالیا، آپ حضرات سے مشورہ طلب ہے کہ اصل مالک کس کو سمجھا جائے، اورزید کواس دوکان میں تجارت کرنا اس کواستعمال کرنا، درست وجائز ہے، یانہیں؟ جبکہ بکر شروع سے آج تک کا کرایہ مقدمہ کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتا ہے، اوردوکان بھی خالی کرا کر اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے مالک ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، بلکہ وہ تو کرایہ دار ہے، اول اس نے یہ سمجھا تھا کہ یہ جگہ اور دوکان بکر کی ہے، بعد میں جب جج کے سامنے بکر نے اپنی ملک کا انکار کردیا، تو اس سے ظاہر ہوا کہ دوکان بکر کی نہیں ہے، زید کرایہ دار ہے، جب تک یہ ظاہر ہوا کہ دوکان بکر کی ہے، اس کو کرایہ دیتا رہا، جب ظاہر ہوا کہ گورنمنٹ کی ہے، اس کو کرایہ دیتا رہا، اب پتہ چلا کہ چرچ کی ہے، تو پادری کو کرایہ دے رہا ہے، زید کو اس دوکان میں تجارت کرنا بحیثیت کرایہ دار درست ہے[۱] آئندہ اگر مقدمہ سے یہ ثابت ہوجائے، کہ یہ کسی اور کی ہے، مثلاً بکر کی ہے (حالانکہ پہلے وہ اپنی ملکیت کا انکار کرچکا ہے، اور اس کے حق میں قانونی فیصلہ ہوجائے تو اس کو مطالبہ کا حق ہوگا[۲] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کمیشن پر سفیر رکھنا

سوال:- مدرسہ کی وصولی کرنے پر چوتھائی یا تہائی حصہ جو محصلین وعاملین کو دیا جاتا ہے، کیسا ہے؟ کونسی صورت جائز ہے؟ دیوبند میں کیا نظام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ ناجائز ہے، یہ اجارہ فاسد ہے دووجہ سے، ایک بوجہ جہالت اجر، اور دوسرے

---

[۱] وصح استئجار الدار والحانوت وان لم یذکر مایعمل فیه وله ای للمستاجر ان یعمل کل شیء من العمل ،مجمع الانهر ص ۵۲۱/ ج۳/ باب مایجوزمن الاجارة،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،سکب الانهرعلی مجمع الانهرص ۵۲۱/ج۳/باب مایجوز من الاجارة،مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت،البحرالرائق کوئٹه ص ۹،۱۰/ج۸/باب مایجوزمن الاجارة.

[۲] الحق لایسقط بتقادم الزمان الخ قواعدالفقه ص۷۷/(مطبوعه اشرفی دیوبند)

اس لئے کہ اس میں اُجرت عملِ اجیر سے حاصل ہوتی ہے، وشرطها كون الاجرة والمنفعة معلومتين لان جهالتهما تفضى الى المنازعة (درمختار علیٰ[1] هامش (رد المحتار ج۵/ ص ۴/) ولو دفع غزلاً لأخر لينسجه لهٗ بنصفه اى بنصف الغزل اواستاجر بغلاً ليحمل طعامه ببعضه اوثوراً ليطحن بره ببعض دقيقه فسدت فى الكل لانه استاجره بجزء من عمله (الدر المختار على هامش (ردالمحتار ج ۵/ ص ۴۸/)[2] جائز صورت یہ ہے کہ ان کی تنخواہ مقرر کردی جائے، اور یہ کہا جاوے کہ اگر ہزار روپے لاؤ گے تو پچاس روپے علاوہ تنخواہ کے مزید انعام دیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۸۸ھ

سِلّا چنوانے کی اجرت

سوال:- ہمارے یہاں رائج ہے کہ جب کھیت سے فصل کٹتی ہے، تو اس میں سے خوشہ ٹوٹ کر زمین پر گر جاتے ہیں کاٹنے والے مزدور اس کو چنتے ہیں اور زمیندار کو نصف یا تہائی حصہ دیتے ہیں، آیا ساقط شدہ خوشہ زمیندار کی ملکیت ہے یا چننے والے کی اور اس طرح لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداومصلياً

یہ زمین دار کی ملک ہے، اس طرح مزدوری کا معاملہ ناجائز ہے، "ولو دفع غزلا لاخر

---

[1] درمختار على الشامى زكريا ج ۹/ ص ۷/ مطبوعه كراچى ج ۶/ ص ۵/ كتاب الاجارة، تبيين الحقائق ص ۱۰۵/ ج ۵/ كتاب الاجارة، مطبوعه امداديه ملتان، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۱۱/ ج ۴/ كتاب الاجارة، الباب الاول فى تفسير الاجارة.

[2] درمختار على الشامى زكريا ج ۹/ ص ۷۸، ۷۹/ مطبوعه كراچى ج ۶/ ص ۵۶، ۵۷/ كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مجمع الانهر ص ۵۳۹/ ج ۳/ باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۳/ ج ۸/ باب الاجارة الفاسدة.

لینسج له نصفه واستاجر بغلاً ليحمل طعامه ببعضه اوثوراً ليطحن بره ببعض دقيقه فسدت في الكل لانه استاجره لجزء من عمله اھ درمختار ج۵/ص ۳۹[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آب پاشی کی اجرت پیداوار سے

سوال:- ایک شخص کی مشین ہے، وہ مشین کا مالک دوسروں کی زمین میں کھیتوں میں پانی دیتا ہے، اوراس کا معاوضہ چوتھائی حصہ لیتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مشین کے ذریعہ کھیت میں پانی دینے کا معاملہ اس طرح کرنا کہ اس کے عوض پیداوار کا اتنا حصہ لیا جائے گا درست نہیں یہ اجارہ فاسدہ ہیں، اس میں اجرت مجہول ہے، یہ معلوم نہیں کہ کتنا غلہ پیدا ہوگا، "تفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكل ماافسد البيع يفسد ها كجهالة مأجور او اجرة درمختار[2] على رد المحتار ج۵/ص ۲۹/مطبوعه نعمانيه ديوبند۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۸۸ھ

---

[1] درمختار على الشامى كراچى ج۶/ص ۵۶/مطبوعه زكرياج ۹/ص ۷۸/كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة، مجمع الانهر ص ۵۳۹/ج۳/باب الاجارة الفاسدة، دار الكتب العلميه بيروت، البحر كوئٹه ص ۲۳/ج۸/باب الاجارة الفاسدة.

[2] درمختار على الشامى زكرياج ۹/ص ۶۴/كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، البحر كوئٹه ص ۱۶/ج۸/ باب الاجارة الفاسدة، التبيين الحقائق مع الشلبى ص ۱۲۱/ج۵/باب الاجارة الفاسدة، مكتبة امداديه ملتان.

کھیتی کاٹنے کی اجرت (لائی)

سوال:- کاشتکاروں کے یہاں یہ قاعدہ ہے کہ کھیتی کٹانے کے وقت مزدوروں سے یہ کہہ کر کھیتی کٹاتے ہیں، اس کو گاہنے کے بعد اسی سے تمہاری مزدوری دی جائے گی، یہ شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے، اگر یہ شرط نہ کی جائے کہ اسی غلہ سے تمہاری مزدوری دی جائے گی، بلکہ کچھ مقدار غلہ کی طے کر لیجائے تو جائز ہے، اگر چہ بعد میں اسی غلہ سے مزدوری دی جائے، **"صورة قفيز الطحان ان يستاجر الرجل من اٰخر ثوراً ليطحن بها الحنطة علىٰ ان يكون لصاحبها قفيز من دقيقها او ليستاجر انساناً ليطحن له الحنطة بنصف دقيقها او ثلثه او ما اشبه ذٰلك فذٰلك فاسد والحيلة فى ذٰلك لمن ارادالجواز ان يشترط صاحب الحنطة قفيزاً من الدقيق الجيد ولم يقل من هذه الحنطة"** عالمگیری ج ۳/ص ۱۱۳/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۱۰/۳/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ ۱۱/ربیع الاول ۱۰/۳۳/۵۵ھ

---

[1] **عالمگیری ج ۴/ص ۴۴۴/کتاب الاجارة، الفصل الثالث فى قفيز الطحان وماهو فى معناه الخ شامى كراچى ص ۵۶،۵۷/ج ۶/باب الا جارة الفاسدة، تبيين الحقائق ص ۱۳۰/ج ۵/باب الاجارة الفاسدة، مكتبه امداديه ملتان، خانيه على الهنديه ص ۳۳۲/ج ۲/باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه كوئٹه.**

کھیت کٹائی کی اجرت (لائی)

سوال:- اس وقت فصل گندم کٹ رہی ہے، اوراس میں جو کاٹنے والے جاتے ہیں اوران کوشام کو محنت جو"لائی" بولی جاتی ہے، مالک دیتا ہے، جس کا کوئی کسی قسم کا تول نہیں ہوتا، وہ جائز ہے یاناجائز اورلائی کاٹنی جائز ہے یاناجائز اوراس کا کھانا کس طرح درست ہوسکتا ہے، اورکس طرح پر کاٹنا درست ہے؟ اوراگر کوئی صورت ہو ضرور تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کھیتی کاٹنے کی مزدوری جائز ہے، اگر اجرت متعین ہے، اوراگر کسی نے اجرت متعین نہیں کی اورمحنت دیتے جھگڑا ہوا، مزدور نے کہا کہ یہ کم ہے، مالک نے کہا کہ کم نہیں بلکہ زائد ہے تو یہ اجارہ فاسدہ ہے، "**وتفسد الاجارة بجهالة المسمى وبعدم التسمية**، درمختار ج ۲/ص ۱۷۷"[1]

اسی طرح اگر اجرت کے متعلق شرط کرلی ہے، کہ جو گندم کاٹے گا اسی میں سے اجرت دیجائے گی، یہ بھی اجارہ فاسدہ ہے "**لانه عليه الصلوة والسلام نهى عن قفيز الطحان**"[2]، جواز کی صورت یہ ہے کہ اجرت اورعمل دونوں کو متعین کرلیا جائے، اورمزدوری کے متعلق شرط نہ کی جائے، کہ اسی اناج سے ہوگی جس کو کاٹے گا، **الحيلة ان يفرز الاجر اولاً أويسمى قفيزاً ثم يعطيه قفيزاً منه فيجوز.** درمختار ج ۲/ص ۱۷۷[3] اس طرح جو اناج مزدوری میں ملے گا اس کا

---

[1] الدرالمختار علی الشامی زکریا ج ۹/ص ۶۲/مطبوعہ کراچی ج ۶/ص ۶۸/کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، البحر کوئٹہ ص ۲۱/ج ۸/باب الاجارة الفاسدة.

[2] عن ابی سعيد الخدری قال نهى عن عسب الفحل زاد عبيدالله عن قفيز الطحان، السنن الكبرىٰ للبيهقی ج ۵/ص ۳۳۹/کتاب البيوع، باب النهى عن عسب الفحل.

[3] الدرالمختار علی الشامی زکریا ج ۹/ص ۷۹/مطبوعہ کراچی ج ۶/ص ۵۶/ کتاب الاجارة، باب الفاسدة، البزازية على الهندية ص ۳۵۰/ج ۵/باب الاجارة الفاسدة، مطبوعہ کوئٹہ الهندية ص ۴۴۴/ج ۴/الفصل الثالث فی قفيز الطحاوی، مطبوعہ کوئٹہ.

کھانا جائز ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶ رمحرم الحرام ۱۵ھ

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۶ رمحرم ۱۵ھ

کھیت کٹائی کی اجرت

سوال:- اگھن ماہ میں جونوکر دھان کٹوانے کے لئے رکھا جاتا ہے،اس کی اجرت بھی اسکے کٹے ہوئے دھان سے ادا کی جاتی ہے، کیا یہ صورت جائز ہے یانہیں؟اگر ناجائز ہے تو حیلہ کے ساتھ جائز کی کوئی صورت ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگراس طرح معاملہ طے کیا جاتا ہے کہ اپنے دھان کاٹنے پر مجھ کو تیرے آج کاٹے ہوئے دھان میں سے اس قدر دیں گے، تو اجارۂ فاسدہ ہے، اگر اجرت میں مطلقاً دھان دینے کو کہا جاتا ہے اور یہ قید نہیں ہوتی کہ جو تو کاٹے گا انہیں میں سے دیں گے، یا مثلاً جو دھان کل یا پرسوں یا پہلے کے اس کے کاٹے ہوئے ہیں، اس کاٹے ہوئے میں سے قرار پاتا ہے تو یہ جائز ہے۔

”وفسد استیجار حائک ینسج لہٗ غزلا بنصفه ای بنصف الغزل اوثلثه او استیجار حمار لیحمل علیه طعاماً بقفیز منه اوثور لیطحن له برامن دقیقه امافساد الاولیٰ والثانیة فلانه جعل الاجر البعض مایخرج من عمله فصارفی معنی قفیز الطحان وقد نهی عنه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم والمعنی فیه ان المستاجر عاجز من تسلیم الاجرلانه بعض مایخرج من عمل الاجیر والقدرة علی التسلیم شرط لصحة العقد وهو لایقدر بنفسه وانما یقدر بغیره فلابعد قادراً ففسد حتی لواطلق ولم یضفه

او افرزه له او لا اجاز بالاجماع وهو الحیلة اھ مجمع الانہر درمنتفیٰ ج ۲/ ص ۳۸۷/[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۱۰/۱۱/ ۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ ذی الحجہ ۵۸ھ

الجوب صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ ذی الحجہ ۵۸ھ

کھیت کا ساتواں یا دسواں حصہ اجرت میں دینا

سوال: - اگر کاشتکار کھیت کاٹنے کے لئے مزدوروں کو مقرر کر لیتا ہے، اس بات پر کہ تم لوگ میرے دھان کاٹ کر میرے گھر میں لا کر گاہنے کے بعد جتنا دھان ہوگا ساتواں حصہ یا دسواں حصہ تم لوگوں کا ہوگا، اور باقی مالک کا ہے، اور اسی طرح کاشتکار اپنے کھیت سے مع مونگ کی دال اور مسور کی دال پر ساتواں یا دسواں حصہ مقرر کرتے ہیں، اور اسی حصہ مقررہ پر توڑتے ہیں، تو ان صورتوں میں کھیتیوں کا توڑنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کن صورتوں میں جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں ناجائز ہے "لانه فی معنی قفیز الطحان وقدورد النهی عنه"[۲]، جواز کی صورت یہ ہے کہ اجرت میں قیمت مقرر کی جاوے، یا فی من کے حساب سے مقرر کی جاوے،

[۱] مجمع الانهر مع درمنتقیٰ ج۳/ص ۵۳۹/مطبوعه دارالکتب بیروت لبنان، کتاب الاجارة باب الاجارة، باب الفاسدة، الدرالمختار مع الشامی ص ۵۶، ۵۷/ج ۶/باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه کراچی، الهندية ص ۴۴۴/ج ۴/الفصل الثالث فی قفيز الطحان.

[۲] عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللّٰه ﷺ نهی عن عسب الفحل وزاد عبیداللّٰه عن قفيز الطحان السنن الکبریٰ ج۵/ص ۳۳۹/کتاب البیوع، باب النهی عن عسب الفحل.

مثلاً ایک من پر ایک یا دو سیر دینگے، اور یہ شرط نہ ہو کہ جو تم کاٹو گے، اس میں سے دینگے، خواہ ایک روز قبل کی کاٹی ہوئی رکھی ہوئی میں سے دیں یا بازار سے لے کر غرض شرط مذکورہ نہ ہو[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

سرسوں کا تبادلہ تیل سے

سوال:- ہمارے اطراف میں سرسوں کا تیل اس طرح لیتے ہیں کہ تیلی کو سرسوں دیکر اور تیل نکلوا کر سرسوں کا چوتھائی تیل اس سے لے لیا جاتا ہے، اگر چہ تیل زائد نکلے اور تیل کی مزدوری سرسوں کی کھلی ہوتی ہے، یا تیلی اپنے پاس سے تیل لاتا ہے، اور اس کو اتنی ہی سرسوں دے دی جاتی ہے، اب دریافت ہے کہ ان صورتوں میں کوئی صورت جائز بھی ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کیوں مفصل و مدلل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی صورت میں اجارۂ فاسدہ ہے، اولاً اس لئے کہ جو شی فی الحال موجود نہیں، بلکہ اجیر کے عمل سے حاصل ہوگی، اس کو اجیر کے لئے اجرت مقرر کرنا جائز نہیں، "**ولو دفع غزلا لاخر لينسجه له بنصفه اى بنصف الغزل او استاجر بغلا ليحمل طعامه ببعضه اوثوراً ليطحن بره ببعض دقيقه فسدت فى الكل لانه استاجر بجزء من عمله والاصل فى**

[1] **الحيلة ان يفرز الاجر اولاً اويسمى قفيزاً بلاتعيين ثم يعطيه قفيزاً منه فيجوز الدر المختار على الشامى كراچى ج٦/ص ٥٦/مطبوعه زكريا ج ٩/ص ٧٩/كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة بزازيه على الهندية ص ٣٥/ج٥/باب الاجارة الفاسدة،النوع الثالث فى الدواب،البحر كوئٹه ص ٢٤/ج٨/باب الاجارة الفاسدة.**

E:\F.M.Failnal\Jild-25\08-Ijarah Fasida

ذٰلک نهیه علیه الصلوٰة والسلام عن قفیز الطحان"(درمختار ج ۲/ص ۱۷۹ [۱])

یہاں پر کھلی اجرت کو مقرر کیا گیا، جو کہ تیلی کے عمل سے حاصل ہوگی، ثانیاً اس لئے کہ اجرت یعنی کھلی کی مقدار مجہول ہے۔"وتفسد الاجارة بجهالة المسمی وبعدم التسمیة" تنویر مع الدر ج ۲/ص ۱۷۷ [۲]

دوسری صورت میں اگر اس تیل کی مقدار جو تیلی دیتا ہے، اس تیل سے زائد ہے، جو سرسوں میں ہے، تب تو یہ بیع جائز ہے کیونکہ جتنا تیل زائد ہے، وہ کھلی کے مقابلہ میں ہے، اور باقی تیل تیل کے مقابلہ میں ہوجاویگا، ورنہ جائز نہیں۔"ویجوز البیع فی صورة بالاجماع ان یعلم ان الزیت المنفصل اکثر لیکون الفضل بالتفل وکذا بیع الجوز بدهنه واللبن بسمنه والتمر بنواه وکل شئی لتفله قیمة اذا بیع بالخالص منه لایجوز حتی یکون الخالص اکثر.(بحر الرائق ج ۶/ص ۱۳۵ [۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/صفر ۵۲ھ

الجواب صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/صفر ۵۲ھ

---

[۱] درمختار علی الشامی ج ۶/ص ۵۶/ مطبع کراچی، مطبوعه زکریا ج ۹/ص ۷۸/کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة،مجمع الانهر ص ۵۳۹/ج ۳/باب الاجارة الفاسدة،دارالکتب العلمیه بیروت،البحر کوئٹه ص ۲۳/ج ۸/باب الاجارة الفاسدة.

[۲] تنویر مع الدر علی الشامی زکریا ج ۹/ص ۶۲/مطبوعه کراچی ج ۶/ص ۴۸/(کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة،البحر کوئٹه ص ۱۶/ج ۸/باب الاجارة الفاسدة.

[۳] البحر الرائق ج ۶/ص ۱۳۵/مطبوعه ماجدیه کوئٹه (باب الربا)مجمع الانهر ص ۱۲۷/ ج ۳/ کتاب البیوع،باب الربا،دارالکتب العلمیه بیروت،تبیین الحقائق ص ۹۱/ج ۴/باب الربا،مکتبه امدادیه ملتان.

آٹے کا اُدھار

سوال:- عموماً چکی پر جب بھی کرنٹ نہیں ہوتا، بالکل بند ہوتی ہے، لوگ ادھار سیر دو سیر آٹا لے جاتے ہیں، اور اپنا غلہ رکھ جاتے ہیں، جب ان کا غلہ پس جاتا ہے، تو وہ دوسرا آٹا منہا کرلیا جاتا ہے، اور کردہ وپسائی لے لی جاتی ہے، آیا یہ صورت درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح قرض میں آٹا منہا کرنا درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۹/۶/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دار العلوم دیوبند ۹/۶/۸۵ھ

آٹا پسائی کی اجرت

سوال:- ہمارے یہاں آٹا پسائی کا یہ دستور ہے کہ ایک من اناج پر ایک کلو چنگی کاٹتے ہیں، اور ۸۰/ پیسہ اجرت کے ہیں، کیا یہ چنگی گاہک کی رضامندی سے جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آٹا پیسنے کی اجرت میں یہ آٹا لینا درست نہیں، اگر اتنی مقدار غلہ گاہک کی رضامندی سے کاٹ لیا جائے، تو درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] فی نوادر هشام عن ابی یوسفؒ انه قال لاضرورة ولا خیرفی قرض الحنطة والدقیق بالوزن الی قوله فی روایة یجوز استقراضه وزنا استحساناً اذا تعارف الناس ذٰلک وعلیه الفتویٰ عالمگیری ج۳/ص ۲۰۱/مطبوعه کوئٹه کتاب البیوع الباب التاسع عشرفی القرض،شامی کراچی ص ۱۶۲/ج۴/باب المرابحة والتولیة،فصل فی القرض،المحیط البرهانی ص ۳۴۹/ج۱۰/الفصل الثالث والعشرون فی القروض.

(حاشیہ نمبر۲/اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

جلن کاٹنا

سوال:- آٹا چکی والے ایک من پر ایک سیر جلن کاٹتے ہیں، حالانکہ جلن شاید ایک من میں ایک چھٹانک ہو تو کیا یہ آٹا چکی والے کیلئے جائز ہے اور اس سے کوئی گناہ تو نہیں ہوتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کہہ کر اتنا آٹا کاٹنا ناجائز ہے، اس میں گناہ ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مچھلی نکلوائی کی اجرت میں مچھلی ہی تجویز کرنا

سوال:- ملاح جو مچھلی نکالتا ہے وہ اپنی اجرت نکلوائی نصف مچھلی ہی سے لیتا ہے، یہ اجرت جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو پھر اجرت کس طرح ادا کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ملاح جو مچھلی نکالتا ہے، اس کی اجرت میں وہ مچھلی ہی تجویز کرنا نصف یا کم وبیش

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [۲] یستاجر انسانا لیطحن له الحنطة بنصف من الدقیق فذالک فاسد، والحیلة فی ذٰلک لمن اراد الجواز ان یشترط صاحب الحنطة قفیزا من الرقیق الجید ولم یقل من هذه الحنطة اویشترط ربع هذه الحنطة من الدقیق الجید لان الدقیق اذالم یکن مضافاً الی حنطة بعینها یجب فی الذمة الخ، عالمگیری ج۴/ص۴۴۴/کتاب الاجارة ،الفصل الثالث فی قفیز الطحان الخ،شامی کراچی ص۵۶،۵۷/ج۶/باب الاجارة الفاسدة،تبیین الحقائق ص۱۳۰/ج۵/باب الاجارة الفاسدة.

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] من غش فلیس منا الحدیث،ترمذی شریف ج۱/ص۲۴۵/مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،ابواب البیوع،باب ماجاء فی کراهیة الغش.

ترجمہ: جو شخص دھوکہ دھڑی کرے وہ ہم سے نہیں۔

درست نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۸ھ

مچھلی کے شکار کی اجرت

سوال:- اگر صاحب تالاب مچھلی شکار کرنے کے لئے اہل محلّہ وغیرہ کے لوگوں کو بلائے یا خود بخود لوگ آجائیں، اور اس بات پر مچھلی پکڑتے ہیں یا پکڑواتے ہیں، کہ نصف تالاب والے کا اور نصف پکڑنے والے کا، ان صورتوں میں شکار کرنا یا کرانا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کس صورت میں جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مچھلی تالاب والے کی ملک نہیں، بلکہ جو پکڑے اسی کی ملک ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں تالاب والے کا کوئی حق نہیں، اس کا اپنے لئے نصف مچھلی مقرر کرنا خلاف شرع وناجائز ہے، "**لاتصح الشركة فی احتطاب واحتشاش واصطياد واستقاء وسائر مباحات وماحصله**" اھ تنویر ج۳/ص ۵۳۹[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولو دفع غزلاً لآخر لينسجه له بنصفه او استاجر بغلا ليحمل طعامه ببعضه اوثوراً ليطحن بره ببعض دقيقه فسدت فی الكل لانه استاجر بجزء من عمله والاصل فی ذالک نهيه صلی اللّٰه عليه وسلم عن قفيز الطحان الخ درمختار علی الشامی ص ۷۹/ج۹/(مطبوعه زكريا ديوبند) كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مجمع الانهر ص ۵۳۹/ج۳/كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة دار الكتب العلميه بيروت، بحر كوئٹه ص ۲۳/ج۸/باب الاجارة الفاسدة.

[2] الدر المختار علی الشامی زكريا ج۶/ص ۵۰۱/مطبوعه كراچی ج۴/ص ۳۲۵/كتاب الشركة، فصل فی الشركة الفاسدة، مجمع الانهر ص ۵۶۳/ج۲/كتاب الشركة، فصل فی الشركة الفاسدة، دار الكتب العلميه بيروت، تبيين الحقائق ص ۳۲۲/ ج۳/فصل فی الشركة الفاسدة، مكتبه امداديه ملتان.

پال پر جانور دینا

سوال:- ہمارے اطراف میں ایسا ہوتا ہے کہ امیر لوگ جانور خرید کر غریبوں کو پالنے کے لئے دیتے ہیں، بکری اور مرغی کو اس شرط پر دیتے ہیں کہ پیدا ہونے والے بچے میں نصفا نصف کے شریک رہیں گے، مثلاً بکری کے دو بچے پیدا ہوئے، تو ایک مالک کا اور ایک پالنے والے کا، اور گائے بھینس کی قیمت لگا کر دیتے ہیں، لیکن دودھ اور بچے میں دونوں برابر کے شریک ہوتے ہیں، اس کے بارے میں تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سب ناجائز ہے، "دفع بقرة الیٰ رجل علیٰ ان یعلفها وما یکون من اللبن والسمن بینهما انصافاً فالاجارة فاسدة وعلیٰ صاحب البقرة للرجل امر قیامه وقیمة علفه ان علفها من علف هو ملکه لاما سرحها فی المرعیٰ ویرد کل اللبن ان کان قائماً وان اتلف فا لمثل الیٰ صاحبها والحیلة فی جوازه ان یبیع نصف البقرة منه بثمن ویبرئه عنه ثم یأمره باتخاذِ اللبن فیکون بینهما وکذا لودفع الدجاج علیٰ ان البیض بینهما لایجوزو الحادث کله لصاحب الدجاج اھ فتاویٰ عالمگیریه[1]۔"

ایسی صورت میں وہ جانور اور اس سے پیدا ہونے والی چیز انڈے، بچے، دودھ سب اصل مالک کی ہے، اور پالنے والا اجر مثل کا مستحق ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۱/۸۹ھ

---

[1] عالمگیری ج۴/ص ۴۴۵، ۴۴۶/مطبوعه کوئٹه، کتاب الاجارة، الفصل الثانی فی قفیز الطحان وما هو بمعناه الخ، خانیه علی الهندیة ص ۳۳۰/ج۲/کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه کوئٹه، بزازیه علی الهندیة ص۳۷/ج۵/کتاب الاجارة، مطبوعه کوئٹه.

بکری پال پر دینا

سوال:- بکری کے پیٹ کے بچہ کی چروائی کی اجرت دینا جائز ہے یا نہیں، صورت یہ کہ آدمی کے پاس ایک بکری ہے، اس کو دوسرے آدمی کو اس شرط پر چرانے کو دیتا ہے کہ تم اس بکری کو ایک سال گھاس کھلاؤ، تو اس بکری سے اگر دو بچہ پیدا ہو جائیں، تو ایک تیرا اور دوسرا میرا ہوگا، اور اگر ایک ہوگا، اس کو بیچ کر دونوں تقسیم کر لیں گے، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیا

یہ اجارہ ناجائز ہے، اس کو فسخ کر کے صحیح طور پر معاملہ کیا جاوے، اس ناجائز اجارہ کی صورت میں بچہ اصل مالک کا ہوگا، اور اجیر کے لئے اجر مثل واجب ہوگا[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱/۶۴ھ

بکری پال پر دینا

سوال:- زید نے ایک بکری خریدی اور بغیر قیمت لگائے ہوئے بکر کو پالنے کیلئے دیدیا، اور کہا کہ اس بکری کے جو بچہ پیدا ہوگا، وہ نصف نصف کر لیں گے، تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ زید کے حصہ میں جو بچہ آیا اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

---

[1] وعلیٰ هذا دفع البقرة بالعلف ليكون الحادث بينهما نصفين فماحدث فهو لصاحب البقرة وللآخر مثل علفه وأجر مثله الخ،شامی زکریا ج ۶/ص ۵۰۴/کتاب الشرکة، فصل فی الشرکة الفاسدة، خانية علی الهندية ص ۳۳۰/ج ۲/کتاب الاجارة،مطبوعه کوئٹه،بزازیه علی الهندية ص ۳۷/ج ۵/النوع الثالث فی الدواب،مطبوعه کوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ جائز نہیں، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری[۱] اور شامی[۲] میں تصریح ہے، وہ بچہ زید ہی کی ملک ہے، زید کو اس کا لینا اور قربانی کے قابل جب ہوجائے، تو قربانی کرنا سب درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۳/۸۹ھ

گائے کو کرایہ پر دینا

سوال:- دودھ دینے والی گائے، بھینس کو کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اسکے دودھ کی رقم یکجا دی جاتی ہے، گھاس وغیرہ کرایہ دار کے ذمہ ہوتا ہے، بلکہ جب تک دودھ پلاتی رہے، وہ گائے، بھینس کرایہ دار کے پاس رہتی ہے، پھر مالک کو واپس کردی جاتی ہے، کیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے،" **لاتجوز اجارة الشجر علیٰ ان الثمر للمستاجر وكذالک لو استاجر بقرةً او شاةً، ليكون اللبن او الولد له كذا فى محيط السرخسی اھ عالمگیری**

[۱] دفع بقرة الیٰ رجل علیٰ ان يعلفها ومايكون من اللبن والسمن بينهما انصافاً فالاجارة فاسد الخ عالمگیری ج۴/ص۴۴۵/ مطبع کوئٹہ، کتاب الاجارة، فصل الثانی فی قفیز الطحان وماهو فی معناه الخ وعالمگیری ج۲/ص۳۳۵/ کتاب الشركة فی الباب الخامس.

[۲] وعلیٰ هذا دفع البقرة بالعلف ليكون الحادث بينهما نصفين فماحدث فهو لصاحب البقرة وللآخر مثل علفه وأجر مثله الخ شامی زکریاج۶/ ص۵۰۴/ کتاب الشركة، فصل فی الشركة الفاسدة، تاتارخانیه ص۶۷۰/ ج۵/ کتاب الشركة، الشركة بالاعمال، ادارة القرآن كراچی، المحيط البرهانی ص۳۹۹/ ج۸/ کتاب الشركة، الفصل السادس الشركة بالاعمال، ادارة القرآن المجلس العلمی.

ج ۴/ ص ۴۴۲/[۱]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۵/ ۶۶ھ

گائے پال پر دینا

سوال:- یہاں رواج ہے کہ گائے وغیرہ پالنے کے لئے خرید کر دیتے ہیں، دوسرا آدمی پالتا پوستا ہے، جب بچہ دینے کے قریب ہوتی ہے، اس وقت اس کو فروخت کر دیتے ہیں اور نصف نصف تقسیم کر لیتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ صورت جائز نہیں، گائے کی قیمت متعین کر کے مثلاً دس روپیہ اس کا نصف حصہ پانچ روپیہ میں فروخت کر دیا جائے، اور پھر وہ پانچ روپیہ معاف کر دیا جائے، پالنے والے سے نہ لیا جائے، اور وہ پرورش کرتا رہے، اس صورت میں وہ نصف کا شریک رہے گا، دودھ اور بچے اور خود یہ گائے سب نصفا نصف رہے گی، اس طرح درست ہے، فتاویٰ عالمگیری[۲] اور شامی[۳] میں جواز کی یہی صورت لکھی ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۱/ ۸۹ھ

---

[۱] عالمگیری ج ۴/ص ۴۴۲/مطبوعہ کوئٹہ پاکستان (کتاب الاجارۃ، الفصل الاول فیما یفسد العقد فیہ تحت الباب الخامس)المحیط للسرخسی ص ۳۲،۳۳/ج ۱۶/باب الاجارۃ، دار الفکر خانیۃ علی الھندیۃ ص ۳۳۰/ج ۲/کتاب الاجارۃ،مطبوعہ کوئٹہ.

[۲] والحیلۃ فی ذالک ان یبیع نصف البقرۃ من ذٰلک الرجل ونصف الدجاجۃ الیٰ قولہ حتی تصیر البقرۃ واجناسھا مشترکۃ بینھما فیکون الحادث منھا علیٰ الشرکۃ الخ عالمگیری ج ۲/ ص ۳۳۵/کتا ب الشرکۃ فی الباب الخامس فی شرکۃ الفاسدۃ ،وعالمگیری ج ۴/ص ۴۴۵/ مطبوعہ کوئٹہ کتاب الاجارۃ فی الفصل الثانی فی قفیز الطحان الخ.

[۳] شامی زکریا ج ۶/ص ۴۰۵/کتاب الشرکۃ،فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ،خانیہ علی الھندیۃ ص ۳۳۰/ج ۲/کتاب الاجارۃ،مطبوعہ کوئٹہ،المحیط البرھانی ص ۳۹۹/ج ۸/کتاب الشرکۃ الفصل السادس الشرکۃ باالاعمال.

ادھیا پر دینا

سوال:- بکریوں کو ادھیا پر دیتے ہیں یعنی بکری دے دی، جب بچہ پیدا ہوا تو اگر دو ہوئے، تو ایک لے لیا، اور ایک ہوا تو آدھا لے لیا، یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں، اگر ناجائز ہو تو جو طریقہ ادھیا پر دینے کا جائز ہو وہ بتلادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ درست نہیں ہے، البتہ نصف بکری فروخت کردیں اور قیمت معاف کردیں، تو وہ نصف کا شریک ہوجائے گا، نصف بکری اس کی ہوگی اور دودھ بکری بچے سب نصفا نصفی ہوں گے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ادھیا پر جانور دینا

سوال:- اُدھار جانور دینا جائز ہے یا نہیں، یعنی جانور میرا اور خدمت آپ کی، پھر وہ جانور مدت مقررہ پر سال دوسال میں پہنچے گا، تو پھر ثالث شخص اس جانور کی قیمت ڈال دیتا ہے، فریقین میں جس کا دل چاہتا ہے، جانور رکھ لیتا ہے، اور جس کا دل چاہتا ہے، قیمت لے لیتا ہے، کیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ اور جواز کی کونسی صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت اجارۂ فاسدہ ہے جو کہ ناجائز ہے، جواز کی صورت یہ ہے کہ جانور کی قیمت

---

[۱] دفع بقرة الیٰ رجل علیٰ ان یعلفها ومایکون من اللبن والسمن بینهما انصافاً فالاجارة فاسدة الیٰ قوله والحیلة فی جوازه ان یبیع نصف البقرة منه بثمن ویبرئه عنه ثم یامره باتخاذ اللبن فیکون بینهما الخ عالمگیری ج۴/ص ۴۴۵، ۴۴۶/مطبوعه کوئٹه کتاب الاجارة، الفصل الثانی فی قفیز الطحان الخ، خانیه علی الهندیة ص ۳۳۰/ج ۲/کتاب الاجارة، المحیط البرهانی ص ۳۹۹/ ج۸/کتاب الشرکة، الفصل السادس الشرکة بالاعمال.

لگا کر نصف حصہ فروخت کردے، اب دوسرا شخص اس نصف کو خریدے، پھر جانور والا اس نصف قیمت کو معاف کردے، اب اس جانور میں دونوں برابر کے شریک ہیں، اس کی کل منفعت دودھ، بچے وغیرہ بھی مشترک ہیں، اگر فروخت کردیں، تو قیمت بھی نصفا نصف ہوگی، فتاویٰ عالمگیری[1] میں یہ صورت بطور حیلہ جواز لکھی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ربیع الثانی ۶۴ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ربیع الثانی ۶۴ھ

گابھن کرانے کی اجرت

سوال:- گابھن کرانے کی اجرت کا کیا حکم ہے، بخاری شریف پارہ آٹھ کتاب الاجارات میں منع فرمایا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گابھن کرانے کی اجرت لینا ناجائز ہے، "**لایجوز اخذ اجرة عسب التیس لقوله علیه الصلوٰة والسلام ان من السحت عسب التیس ومهر البغی وکسب الحجام ولانه عمل لایقدرعلیه وهوالاحبال فلایجوزاخذ الاجرة علیه ولانه اخذ المال بمقابلة الماء وهونجس مهین لاقیمة له فلا یجوزاخذ الاجرة علیه، زیلعی ج۵/**

[1] والحیلة فی ذالک ان یبیع نصف البقرة من ذالک الرجل ونصف الدجاجة ونصف بذر الفیلق بثمن معلوم حتی تصیر البقرة واجناسها مشترکة بینهما فیکون الحادث منها علی الشرکة کذافی الظهیریة، عالمگیری ص۲/۳۳۵، الباب الخامس فی الشرکة الفاسدة من کتاب الشرکة، وعالمگیری کوئٹه ص۴/۴۴۵، کتاب الاجارة فی الفصل الثانی فی قفیز الطحان الخ، خانیة علی الهندیة ص ۲/۳۳۰، کتاب الاجارة، المحیط البرهانی ص ۸/۳۹۹، کتاب الشرکة، الفصل السادس، الشرکة بالاعمال،

ص۱۲۴ر[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶ر محرم ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۶ر محرم ۵۶ھ

بکری گائے وغیرہ کے گابھن کرانے کی اجرت

سوال:- بھینسا، یا بکرے سے بھینس یا بکری گابھن کرانا اجرت دے کر حرام ہے، لیکن اگر کوئی چنے دانہ گھاس وغیرہ سے بھینسا یا بکرے وغیرہ کے کھانے کو دے تو جائز ہے یا نہیں؟ اس وقت پریشانی یہ ہے کہ عام طریقہ سے گاؤں میں گاؤں والے یعنی پورے گاؤں کی طرف سے جیسا کہ پہلے طریقہ تھا کہ بھینسا چھوڑ رکھا ہے، اور وہ پورے گاؤں میں گھاس وغیرہ کھاتا پھر رہا ہے، اور تمام ہی گاؤں والے اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، وہ تو ختم ہوئی، اب بکرے رکھنے والوں کو یہ پریشانی کہ بکری کو گابھن کہاں کرائیں، بغیر دس پانچ روپئے دیئے کام نہیں چلتا، تو اس صورت میں چنے وغیرہ لے سکتے ہیں، یا کوئی اور صورت اس کے جواز کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بکرے سے کام لینا ہے، تو اس کی اچھی طرح دعوت کردیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲ر۷ر۱۴۰۱ھ

---

[1] تبیین الحقائق للزیلعی شرح کنزالدقائق ج۵رص۱۲۴ر(مطبوعہ امدایہ ملتان) کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ، عالمگیری ج۴رص۴۵۴رمطبوعہ کوئٹہ (کتاب الاجارۃ) فصل فی المتفرقات) شامی کراچی ص۵۵رج۶رباب الاجارۃ الفاسدۃ، خلاصۃ الفتاوی ص۱۱۳ر ج۳رباب الاجارۃ الفاسدۃ، امجداکیڈمی لاہور۔

[2] واما الکرامۃ فھو مجرد تفضل من قبیل جزاء الاحسان بالاحسان فھو جائز الخ اعلاء السنن ج۱۶رص۱۶۴ر(مطبوعہ امدایہ مکہ مکرمہ) کتاب الاجارۃ باب الرخصۃ فی الکرامۃ علی عسب الفحل۔

جانور کی جفتی کی اجرت

سوال:- آج کل نرمادہ جفتی کے لئے بلا اُجرت نہیں چھوڑتے، کیا یہ امیر وغریب ہر ایک کے ناجائز ہے، یا کسی کی تخصیص ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں سب کا حکم برابر ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶؍۳؍۹۵ھ

خادمہ کی اجرت کھانا کپڑا مقرر کرنا

سوال:- ہمارے یہاں ایک مامی کھانا پکاتی ہے، اس سے طے ہے کہ دونوں وقت کا کھانا اور ناشتہ اور عید وبقرعید میں ایک ایک جوڑا کپڑا دیں گے، یہ نہیں طے کیا کہ کھانا اور ناشتہ میں کیا دیں گے، گھر کے اندر حسب حیثیت حلوہ مٹھائیاں وغیرہ بنتی ہیں، ان میں سے بھی ان کو قدرے کھانے کے لئے دیا جاتا ہے، اگر زیادہ دیں تو صدقہ بغرض ثواب اپنے مردوں کو دے سکتے ہیں، اور مردوں کو ثواب پہنچ جائے گا؟ یا زکوٰۃ بقدر صدقہ جو زائد ماما کو دیں ادا ہو جائے گی، بشرط نیت ادائے زکوٰۃ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کھانے کپڑے مقررہ کے علاوہ بطور انعام جو کچھ مثلاً عید بقرعید کے موقعہ پر دیا جائے

---

[1] ولایجوز اخذ عسب التیس الخ عالمگیری ج۴/ص ۴۵۴/مطبوعہ کوئٹہ کتاب الاجارۃ فی المتفرقات تبیین الحقائق للزیلعی ج۵/ص ۱۲۴/(مطبوعہ امدایہ ملتان) کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ، درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۷۵/کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ.

اس کوصدقہ وزکوٰۃ میں محسوب کیا جا سکتا ہے[۱]۔

تنبیہ: صرف کھانے کپڑے پر ملازمت کا معاملہ درست نہیں[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳؍۴؍۹۶ھ

دھوبی وغیرہ کی خدمت واجرت

سوال:- بعض جگہ قاعدہ ہے کہ دری، دھوبی، حجام بڑھئی وغیرہ کو کچھ زمین بے لگان دیتے ہیں، یا وہ ان پر غلہ کی ایک خاص مقدار معین کر دیتے ہیں، اور اس کے عوض میں اس سال بھر میں جتنی مرتبہ کام کی ضرورت پڑتی ہے، کا لیتے رہتے ہیں، خواہ وہ آمدنی اس کے کام کی سالانہ اجرت سے کم ہو یا زیادہ اگر وہ خوشی سے اس کو کرتا ہے؟ براہِ کرم جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں چونکہ عمل کی تفصیل معلوم نہیں ہوتی، جس سے نزاع پیدا ہوتا ہے، لہٰذا یہ اجارہ فاسدہ ہوتا ہے، لیکن اگر کسی جگہ اس کا عرف عام ہے، اجیر ومستاجر معاملہ کو بوقت عقد اچھی طرح سمجھ لیتے ہیں، اور کوئی جہالت مفضی الی النزاع باقی نہیں رہتی، تو وہاں اس معاملہ

---

[۱] دفع الزکوٰۃ الی صبیان اقاربہ برسم عید او الی مبشر او مهدی الباکورة جاز الخ درمختار علی الشامی زکریا ج۳؍ص۳۰۷؍کتاب الزکوٰۃ، باب المصرف، عالمگیری کوئٹہ ص۱۹۰؍ج۱؍ کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف، تاتارخانیہ کراچی ص۲۷۸؍ج۲؍الفصل الثامن فی المسائل المتعلقة بمن توضع فیه الزکاة.

[۲] کل اجارة فیها رزق او علف فهی فاسدة الخ عالمگیری ج۴؍ص۴۴۲؍(مطبوعہ کوئٹہ) کتاب الاجارة الفصل الثانی تحت الباب الخامس، مبسوط سرخسی ص۱۶۲؍ج۸؍الجزء الخامس عشر، باب اجارة الرعی، مطبوعہ دارالفکر بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص۳۰؍ج۸؍باب ضمان الاجیر.

کو جائز کہا جائے گا، ”ومنها ان یکون المعقود علیه وهو المنفعة معلوماً مایمنع المنازعة فان کان مجهولاً جهالة مفضیةالیٰ المنازعة یمنع صحة العقد والا فلا ،فتاویٰ عالمگیری ج۳/ص ۴۱۱[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۴/۵۴ھ

کھجور کے درخت سے شیرہ نکالنے اور تقسیم کرنیکا طریقہ

سوال:- کھجور کے درخت کا ہمارے یہاں اس طریقے پر معاملہ کرتے ہیں، کہ اس سے رس نکالتے ہیں، پھر آپس میں روزانہ کے رس کو تقسیم کرتے ہیں، یا ایسے کہ ایک روز تو نکالنے والا خود لیتا ہے، اور ایک روز مالک کو رس دیتا ہے، اس طریقے پر معاملہ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ درست نہیں[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۹۵ھ

ہنڈی اور منی آرڈر

سوال:- ہنڈی لینا اور دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو منی آرڈر کرنا کیوں جائز

[۱] عالمگیری کوئٹہ ج۴/ص ۴۱۱/کتاب الاجارة،الباب الاول،المحیط البرهانی ص۲۱۷/ ج ۱۱/کتاب الاجارة،الفصل الاول،ادارةالقرآن المجلس العلمی،بدائع الصنائع ص ۱۷۹/ ج۴/فصل فیمایرجع الی المعقود علیه،مطبوعه کراچی.

[۲] المسلمون علی شروطهم الحدیث ترمذی شریف ج ۱/ص ۱۶۱/(مطبوعه رشیدیه دهلی) ابواب الاحکام باب ماذکر عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه فی الصلح بین الناس.

ترجمہ: مسلمانوں پر اپنی شرطوں کی پابندی لازم ہے۔

ہے؟ منی آرڈر میں بھی بعینہ جمع کردہ روپئے مرسل الیہ کونہیں ملتے ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہنڈی کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، ردالمحتار ج ۴ ص ۲۹۵[1] منی آرڈر کو بھی فتاویٰ رشیدیہ[2] فتاویٰ اشرفیہ[3] وغیرہ میں منع لکھا ہے، البتہ امداد الفتاویٰ[4] میں جواز کی تاویل بھی لکھی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جرّاح کا زخم اچھا ہونے تک کا ٹھیکہ لینا

سوال:- آج کل جرّاح زخم کے اچھا ہونے تک کا ٹھیکہ لے لیتے ہیں، تو شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ جائز نہیں ہے تو اس کی کوئی جواز کی شکل بھی نکل سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر معاملہ کئے زخم اچھا ہونے پر حق الخدمت اتنا ہی دیدیں جتنے کا ٹھیکہ ہوتا ہے[5]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۹۶ھ

---

[1] وكرهت السفتجة وصورتها ان يدفع الىٰ تاجر مالاً قرضاً ليدفعه الىٰ صديقه وانما يدفعه قرضاً لاامانة ليستفيدبه سقوط خطر الطريق ۔شامی نعمانيه ج۴/ص ۲۹۵/مطبوعه زكريا ج۸/ ص ۱۷/(كتاب الحوالة، مطلب فى السفتجة)البحرالرائق كوئٹه ص ۲۵۳/ ج۶/قبيل كتاب القضاء،مجمع الانهرص ۲۰۹/ ج۳/قبيل كتاب القضاء،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] فتاوىٰ رشيديه مبوب ج ۲/ص ۱۰۱/مطبوعه رحيميه (كتاب الحظر والاباحة)فتاوى رشيديه درتاليفات رشيديه ص ۱۰۴/ سود کے مسائل کا بیان، مطبوعہ ادارۂ اسلامیات لاہور۔

[3] فتاوى اشرفيه ص ۱۲۱، ۱۲۲/مطبوعه ايچ ايم سعيد كراچى.

[4] امدادالفتاوىٰ ج۳/ص ۱۴۶/مطبع ادارهٔ تاليفات ديوبند، كتاب الربوٰ. (حاشیہ نمبر ۵/ اگلے صفحہ پر)

رکشہ کا کرایہ مقرر نہیں کیا گیا

سوال:- ایک دفعہ سفر میں رکشہ والے سے کرایہ کے سلسلے میں معاملہ نہ ہوا بلکہ یہ مقامی صاحب سے معمول کے مطابق کرایہ کیا ہے، پوچھ کر دیا گیا، رکشہ والے نے لینے سے انکار کیا، بلکہ دوگنا دینے کو کہا، مگر احقر نے مقامی صاحب کی بات کو صحیح سمجھ کر صرف ایک گنا کرایہ ہی دیا، مگر درمیان میں ایک صاحب نے کہا کہ جو صاحب رکشہ کا کرایہ بتلاتے ہیں، ان کے پاس جاؤ، اگر وہ بھی مناسب سمجھیں تو اس کو مزید کرایہ دو، تو وہ صاحب بات کو سمجھے نہیں، بلکہ وہ ایک گنا اور دیدیئے رکشہ والا ان سے لے کر خاموش بیٹھ گیا، احقر کو معلوم ہوا تو رکشہ والے سے باز پرس کی، زائد پیسے اس سے لے لئے، تو کیا مزید کرایہ جو واپس لے لیا گیا، پھر دیدینا چاہئے یا جو مناسب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ اصولی غلطی آپ نے کی کہ رکشہ والے سے پہلے پیسہ طے نہیں کئے، بلکہ کرایہ مجہول رکھا، جس سے نزاع پیدا ہوا، شریعت کا حکم ہے کہ کرایہ صاف کرلیا جائے، مجہول نہ رکھا جائے[1]،

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ۵ ان الطبیب الماھر لوشرطت له اجرة اعطیٰ ثمن الادوية فعالجه بها فلم يبرأ استحق المسمّى ان صحت الاجارة الیٰ قوله لان المستاجر عليه المعالجة لاالشفاء بل ان شرط بطلت الاجارة لانه بيدالله تعالیٰ لاغيره اعانة الطالبين ج۳/ص ۱۲۳/مطبوعه بيروت، كتاب الاجارة، تنقيح الفتاوى الحامدية ص ۱۵۱/ج۲/كتاب الاجارة، مطبوعه رشيديه كوئٹه، الفتاوى الخيرية على هامش تنقيح الفتاوى الحامدية ص ۱۸۲/ج۲/كتاب الاجارة، مطبوعه رشيديه كوئٹه.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] وشرطها اى الاجارة كون الأجرة والمنفعة معلومتين لان جها لتهما تفضى الیٰ المنازعة الخ، درالمختارعلى الشامى زكرياج ۹/ص۷/اول كتاب الاجارة، تبيين الحقائق ص۱۰۵/ج۵/ كتاب الاجارة، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الانهر ص ۵۱۲/ج۳/كتاب الاجارة، مطبوعه دار الكتب العلميةبيروت.

اگر وہاں کا کرایہ مشہور ومعروف یا میونسپلٹی کی طرف سے مقرر شدہ ہے، جو اس نے وصول کر لیا ہے تو اب واپس لینے کا حق نہیں رہا تھا، جس قدر اس سے واپس لیا ہے، وہ اس کو دوبارہ دیدیا جائے[1] اگر کرایہ وہ ہے جو آپ نے تجویز کیا ہے، تو جتنی مقدار پہلے دے چکے تھے، بس وہی اس کا حق ہے، جتنی مقدار مقرر اس نے وصول کی اور آپ نے اس سے واپس لے لی وہ اس کا حق نہیں، لیکن اپنے نفس کی اصلاح کے لئے وہ مقدار بھی اس کو دوبارہ دیدیں تا کہ آئندہ ہمیشہ معاملہ صاف کر کے رکشہ میں سوار ہوا کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کتابیں کرایہ پر دینا

سوال:- ایک دوکاندار جس کی آمدنی صرف کتابوں کے کرایہ پر دینے سے حاصل ہوتی ہے، اس کی آمدنی کا کیا حکم ہے، کیا کتابیں کرایہ پر دینا گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فتاویٰ عالمگیری[2] میں ہے کہ کتابیں کرایہ پر دینا منع ہے، اور اس اجارہ کو باطل قرار دیا ہے، بحوالہ مبسوط۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وتفسد بجهالة المسمى وتفسد بعدم التسمية فان فسدت بالاخيرين بجهالة المسمى وعدم التسمية وجب اجر المثل وفي الشامي ان تكارى دابة الى بغداد ان بلغه اياها فله رضاه فبلغه فقال رضاى عشرون درهما فله اجر مثلها، الدرالمختار مع الشامي زكريا ص ٦٦/ ج٩/ باب الاجارة الفاسدة، مطلب في اجارة البناء،شرح المجلة ص ٢٥٩/ج ١/الفصل الرابع في فسادالاجارة وبطلانها، مطبوعه اتحادبكڈپو ديوبند،البحر الرائق كوئٹه ص ٣١٢/ج٧/باب الاجارة الفاسدة.

[2] ولو استاجر كتبا ليقرأ فيها شعراً كان اوفقها اوغير ذٰلك لايجوز ولااجر لهٗ الخ عالمگيرى ج٤/ص ٤٤٩/مطبوعه كوئٹه پاكستان كتاب الاجارة،مطلب (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

مختار عام کا معاوضہ اگر طے نہ کیا ہو کیا ملے گا

سوال:- ایک خاتون مسماۃ عامرہ نے ایک شخص زید کو اپنی جائیداد کے حصول تحفظ مقدمات اور معاملات کو طے کرانے کے لئے بغیر کسی معاوضہ خدمت طے کئے ہوئے اپنا مختار عام بنایا، اور زید نے اس امید پر کہ موصوفہ معاوضہ تو ضرور دے گی، حالانکہ موصوفہ مسماۃ عامرہ مجھ زید کو ادا کریں گی ہی، مختار عام بننا منظور کرلیا، جب کہ زید دوسری جگہوں پر پانچ سو روپیہ ماہوار پر اسی قسم کی خدمت انجام دے رہا تھا، زید نے موصوفہ عامرہ کی جائیداد پر لوگوں کے غاصبانہ قبضہ سے واگذار کرایا ثالثی اور مقدمات میں پیروی کی اور واگذاری جائیداد کے بعد موصوفہ عامرہ کی مرضی سے اس واگذار شدہ جائداد کو چالیس ہزار روپے میں فروخت کرا کر موصوفہ کو قیمت دلوادی اور موصوفہ سے اپنا معاوضہ خدمت وفروختگی جائیداد وغیرہ کا مطالبہ کیا تو موصوفہ کہتی ہے کہ آپ سے کوئی معاوضہ طے نہیں ہوا ہے، اس لئے آپ کسی معاوضہ کے حقدار نہیں ہیں، کیا زید معاوضہ معروف پانے کا مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید یہ کام معاوضہ پر کرتا ہے، اور دوسرے لوگ بھی اس سے یہ کام معاوضہ پر لیتے ہیں، تو خاتون مذکورہ کے ذمہ بھی اس کا معاوضہ (اجر مثل) لازم ہوگا، جیسے کوئی وکیل پیشہء وکالت کرتا ہے، اور محنتانہ لیتا ہے، اگر اس کے پاس کوئی شخص پیروی کے لئے مقدمہ لے جائے، اور معاوضہ طے نہ کرے تب بھی وکیل معاوضہ کا مستحق ہے، جیسے ایک شخص درزی کے پاس جا کر کپڑا سلوائے اور درزی معاوضہ پر ہی کپڑا لیتا ہے، تو وہ معاوضہ کا مستحق ہوگا، اگر زید

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) الاستئجار علی الطاعات، البحر کوئٹہ ص ۲۰/ ج۸/ باب الاجارۃ الفاسدۃ، المبسوط للسرخسی ص ۳۶/ ج۱۶/ باب الاجارۃ الفاسدۃ، دار الفکر، المحیط البرھانی ص ۳۴۹/ ج۱۱/ کتاب الاجارۃ، بیان مایجوز من الاجارات، المجلس العلمی ڈابھیل،

یہ کام معاوضہ پر نہیں کرتا، اور تعلق رشتہ داری وغیرہ کی بناء پر اس سے مسماۃ نے یہ کام لیا ہے، تو وہ مستحق معاوضہ نہیں، جیسے کسی شخص کے پاس کپڑا سینے کی مشین ہو اور وہ اپنے کپڑے اس سے سیتا ہو، اجرت پر لوگوں کے کپڑے نہ سیتا ہو، کسی رشتہ دار نے اس کے پاس کپڑا بھیج کر سلوالیا، تو وہ مستحق معاوضہ نہیں[1]، تاہم جب زید کی نیت پہلے سے معاوضہ لینے کی تھی تو اس کو معاملہ صاف کر کے کہہ دینا چاہئے تھا، اب اگر مسماۃ اس کے لئے احسان کے عوض خود بھی اس کیساتھ احسان کا معاملہ کرے تو یہ بہت مناسب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۵/۹۹ھ

---

[1] کما یستفاد من هذه العبارة ،استعان برجل فی السوق لیبیع متاعه فطلب منه اجراً فالعبرة لعادتهم ای لعادة اهل السوق فان کانوا یعملون بأجر یجب اجر المثل والافلا، درمختار مع الشامی زکریا ج ۹/ ص ۵۷/ کتاب الاجارة، باب مایجوز من الاجارة الخ، والاشباه والنظائر ص ۱۴۷/ الفن الثانی، کتاب الاجارات، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

باب سوم: اجرت علی الطاعات

تعلیم قرآن پر اجرت

سوال:- قرآن پاک کی تعلیم میں بچوں سے جمعراتی لینا، اور تنخواہ بھی لینا کیسا ہے، اور جو بچہ نہ دے اس کو اٹھا دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مدرس کو حق ہے کہ وقت ملازمت یہ طے کرلے کہ میں اپنی تنخواہ لوں گا، اور ہر جمعرات کو اتنے پیسے لونگا[1] جس کا دل چاہے اپنے بچہ کو اس سے پڑھوائے، لیکن اعلیٰ مقام یہ ہے کہ ایسا نہ کرے، بلکہ سب کو پڑھائے، جمعراتی نہ دینے والے، کو نہ اٹھائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند

تعلیم قرآن پر اجرت

سوال:- تعلیم قرآن پر اجرت (تنخواہ) لینا جبکہ حدیث عبادہ بن صامتؓ میں ممانعت ہے، اور حضرت امام ابوحنیفہؒ سے تحریم ثابت ہے، تو علماء دین نے کیوں جائز قرار دیا؟ کیا جواز کے لئے کوئی حدیث بھی موجود ہے؟

---

[1] ویفتیٰ الیوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة، الدرالمختار على الشامي كراچی ج۶/ ص۵۵/مطبوعه زكرياج۹/ ص۷۶/مطبوعه نعمانيه ديوبند ج۵/ص۳۴/كتاب الاجارة باب الاجارةالفاسدة، عالمگیری كوئٹه ص۴۴۸/ج۴/الباب الخامس عشرالفصل الرابع فی فساد الاجارة، تبيين الحقائق ص۱۲۴/ج۵/باب الاجارة الفاسدة، مكتبه امداديه ملتان.

E:\F.M.Failnal\Jild-25\09-Ujrat Alattaat

الجواب حامداً ومصلیاً

دین کی اشاعت حسبِ استطاعت فرض ہے، اوّل اوّل جب بیت المال صحیح قائم تھا، اور وہاں سے خدمت دین کرنے والوں کیلئے وظائف مقرر تھے، تو یہ حضرات دل نہاد ہوکر اپنے اوقات کو خدمت دین میں مشغول رکھتے تھے، جو وظیفہ ملتا تھا، اس سے حقوقِ واجبہ ادا کرتے تھے، کسی دوسرے ذریعۂ معاش کی ان کو فکر نہیں تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی بیت المال سے وظائف مقرر کئے تھے، جیسا کہ نصب الرایہ[1] میں ہے، پھر جب بیت المال کا حال خراب ہوگیا، مستحقین کو وہاں سے وظیفہ ملنا بند ہوگیا، تو اس وقت کے مجتہد فقہاء نے استیجار علیٰ تعلیم القرآن والفقه والامامة والتأذين کی اجازت دیدی، تاکہ اسلام کے شعائر محفوظ رہ سکیں اور دین ضائع نہ ہو، اس لئے کہ خدمت دین کرنے والے حضرات اگر حقوق واجبہ کی ادائیگی کیلئے کوئی ذریعۂ معاش اختیار کریں، تو اپنے اوقات کو تعلیم وتدریس میں صرف نہیں کرسکیں گے، جس سے اشاعت دین کی خدمت نہیں ہوسکے گی، اور دین ضائع ہوجائے گا، اگر کوئی اور ذریعہ اختیار نہ کریں، تو حقوقِ واجبہ کے ادا کرنے کی کوئی صورت نہیں، لہٰذا دونوں پہلوؤں کی رعایت کرتے ہوئے، اس کی اجازت دی گئی، علّامہ شامیؒ نے ردالمحتار[2] اور شرح عقود رسم المفتی[3] میں اس پر کلام کیا ہے، مگر اتنا لحاظ رہے، کہ خدمت دین کو روپیہ کمانے کا ذریعہ نہ بنایا جائے، بلکہ اصل مقصد خدمت دین ہو اور روپیہ لینا اور اس کے حق میں خادم ومعاون کے درجہ میں ہو۔

---

[1] وقد روى عن عمر بن الخطاب انه كان يرزق المعلمين الخ نصب الراية ج۴/ص۱۳۷/ (مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل سورت گجرات) كتاب الاجارة احاديث فى منع الاستئجار بالقرآن الخ .

[2] ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن قال فى الهداية وبعض مشائخنا استحسنوا الاستئجار علىٰ تعليم القرآن لظهور التوانى فى الامور الدينية الخ شامى كراچى ج۶/ص۵۵/مطبوعه زكريا ج۹/۷۶/كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة مطلب تحرير مهم الخ.

[3] شرح عقود رسم المفتى ۲۴/مطبوعه زكرياديوبند،تبيين الحقائق ص ۱۲۴/ج۵/باب الاجارة الفاسدة،مكتبه امداديه ملتان،البحر كوئٹه ص ۱۹/ج۸/باب الاجارة الفاسدة، كتاب الاجارة.

"واللّٰہ یعلم المفسد من المصلح الایة"[1]، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/۹۰ھ

امامت کی تنخواہ

سوال:- مساجد کے ائمہ کا کسی معین تنخواہ کے لئے اصرار کرنا اوران کی مانگ کے مطابق تنخواہ نہ دی جائے تو امامت کا قبول نہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اعلیٰ بات یہ ہے کہ امامت بلاتنخواہ کی جائے، اور مقتدی امام کی ضروریات کا تکفل کریں، مگر نہ امام کا اتنا تحمل ہے نہ وسعت اور نہ مقتدیوں کو اتنا پاس ولحاظ ہے ان حالات کی بنا پر متاخرین فقہاء نے امامت کی تنخواہ کو جائز قرار دیا ہے، ورنہ مساجد معطل ہوجائیں گی، اور جماعت کا اہتمام نہ ہوسکے گا، لہٰذا طرفین معاملہ صاف صاف طے کرلیں، اوراس کی پابندی کریں، جو تنخواہ طرفین کی رضامندی سے طے ہوجائے (کم یا زیادہ) اس کو پابندی سے ادا کریں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۷ھ

---

[1] سورۂ بقرہ پ۲/آیت ۲۲۰/۔ **ترجمہ:** اوراللہ تعالیٰ مصلحت کے ضائع کرنے والے کواور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو جانتے ہیں۔(از بیان القرآن)

[2] ولا (تصح الاجارة) لاجل الطاعات مثل الأذان والحج والامامة وتعليم القرآن والفقه ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان ويجبر المستاجر علىٰ دفع ماقبل فيجب المسمى بعقد(درمختار على الشامی کوئٹه ج۵/ص ۳۸/کتاب الاجارة،مطلب فی الاستيجار على الطاعات)تبيين الحقائق ص ۱۲۴/ج۵/باب الاجارة الفاسدة،مکتبه امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص۴۴۸/ج۴/الباب الخامس عشر،الفصل الرابع فی فساد الاجارة.

تراویح اور پنج گانہ امامت اور تعلیم قرآن میں فرق

سوال:- قرآن شریف پڑھانے پر اجرت لینے میں اور رمضان شریف میں قرآن سنانے میں اجرت لینے میں کیا فرق ہے؟ اور کونسی اجرت جائز ہے، اگر امامت کی اجرت متولی غریبوں سے دباؤ ڈال کر لیتا ہو تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجرت لینا حرام ہے، مگر فقہاء متأخرین نے بذریعہ اجتہاد بعض مصالح شرعیہ معلوم کر کے امامت اور تعلیم قرآن شریف پر اجارہ کی اجازت دے دی، اور یہ مصالح شرعیہ رمضان میں قرآن شریف سنانے میں موجود نہیں، لہٰذا اس کی اجرت ناجائز ہے، اور متقدمین کے زمانے میں یہ مصالح امامت اور تعلیم قرآن شریف میں نہ تھیں، اس لئے انہوں نے اس کی اجازت بھی نہیں دی تھی[1] جبراً کسی غریب سے دباؤ ڈال کر لینا ناجائز ہے[2] امام کا معاملہ جس سے طے ہوا ہے، امام اسی سے لے سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] (لاتصح الاجارة)لاجل الطاعات الخ قال الشامی قال فی الهداية وبعض مشائخنا استحسنوا الا ستئجار علیٰ تعليم القرآن اليوم لظهور التوانی فی الامور الدينية الخ وزادفی متن المجمع الاقامة الیٰ قوله لافی القرأة المجردة فانه لاضرورة فيها الخ الدر المختار مع الشامی کراچی، ج۶/ص۵۵/ ونعمانيه ج۵/ص۳۴،۳۵/ وزکریا ج۹/ص۷۶/کتاب الاجارة(باب الاجارة الفاسدة مطلب فی الاستئجار علی الطاعات)البحر کوئٹه ص۱۹/ج۸/باب الاجارة الفاسدة، تبيين الحقائق ص۱۲۴/ج۵/باب الاجارة الفاسدة،مکتبه امداديه ملتان.

[2] عن ابی حرة الرقاشی عن عمه رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله عليه وسلم الا لايحل مال امرئ الابطيب نفس منه،السنن الکبریٰ للبيهقی ص۱۰۰/ج۶/کتاب الغصب،باب من غصب لوحاً فادخله فی سفينة،دار المعرفة بيروت،مشکوة شريف ص۲۵۵/ کتاب البيوع باب الغصب والعارية.

قرآن شریف سنانے کی اجرت

سوال:- حفاظ رمضان میں قرآن شریف سنانے کیلئے باہر سے بلائے جاتے ہیں، اور ختم قرآن کے بعد ستائیسویں رمضان کو بلانے والے حضرات حافظ قرآن کو کچھ رقوم نقد اور کپڑے وغیرہ دیتے ہیں، جس کا لینا علمائے دیوبند حرام بتاتے ہیں، مگر اس حرمت سے بچنے کے لئے اگر حافظ قرآن صرف تراویح کے لئے بلایا جاتا ہے، فرائض پنجگانہ پڑھادیا کرے، اور اسے نماز پنجگانہ کے پڑھانے کے حیلہ سے پہلے سے کوئی طے شدہ رقم دی جائے تو اس رقم کا لینا اس حیلہ سے جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں گنجائش ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ پنجگانہ نماز کے لئے امام کو مقرر کرلیا جائے، اور رقم مقررہ طے کرلی جائے، (فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے) پھر وہ تراویح بھی پڑھادے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۲۵/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/صفر ۵۸ھ

قرآن سنانے کی اجرت

سوال:- ایک شخص حافظ قرآن ہے، عرصہ سولہ، سترہ سال سے ماہ رمضان المبارک

---

[1] ویفتیٰ الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والامامة الخ الدرالمختار علی الشامی کراچی ج۶/ص۵۵/ مطبوعه زکریا ج۹/ص۷۶/مطبوعه نعمانیه دیوبند ج۵/ص۳۴/کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة، البحر کوئٹه ص۱۹/ج۸/باب الاجارة الفاسدة، تبیین الحقائق ص۱۲۴/ ج۵/باب الاجارة الفاسدة، مکتبه امدادیه ملتان.

کے موقعہ پر لوگوں کو مسجدوں میں سنایا کرتا ہے، اور ختم قرآن کریم پر رسم کے طور پر ہر سال معقول رقم حاصل کرتا ہے، جس کی بچت وہ جمع کر کے اسی پونجی میں شامل کرتا ہے، نیز یہ شخص عام رقوم پس انداز کو ڈاکخانہ سرکاری میں آج تک جمع کرتا ہے، جس پر اس کو ہر سال سود ملتا ہے، جو اصل رقم میں شامل ہو جاتا ہے، اور انہیں رقوم پیدا شدہ سے اس نے چند ایک زیورات خانہ داری اور ایک معمولی مکان رہائش بھی بنایا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سب چیزیں جائز ہیں، بشرطیکہ ناجائز رقم کی مقدار کا تاوان ادا کر دیا جائے، قرآن کریم کے سنانے پر کوئی رقم لینا بغیر طلب بھی ناجائز ہے، "لان المعروف کالمشروط"[1] البتہ اگر کسی جگہ یہ رواج ہو کہ سنانے والے کو کچھ نہ دیا جاتا ہو اور وہ محض ثواب کی نیت سے سناتا ہو، اور اس کے ذہن میں بھی نہ ہو کہ یہاں سے کچھ ملے گا، یا صاف طور پر تصریح کر دی جائے، کہ یہاں سے کچھ نہ دیا جائیگا، اور پھر کوئی شخص ازخود کوئی خدمت کر دے، تو اس کو قبول کرنے میں مضائقہ نہیں[2] اور چندہ کرنے اور جبراً وصول کر کے حافظ کو دینے کا جیسا رواج ہے، یہ ہرگز درست نہیں، لینے دینے والے سب گنہگار ہوتے ہیں، ایسی رقم کی واپسی ضروری ہے۔ کذا فی الشامی[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الاشباہ والنظائر ص ۱۵۶ / (مکتبہ دارالعلوم دیوبند) تحت القاعدۃ العادۃ محکمۃ فی المبحث الثالث، قواعدالفقہ ص ۱۲۵ / رقم القاعدۃ ۳۳۴ / دارالکتب دیوبند.

[2] یجوز للامام والمفتی قبول الھدیۃ واجابۃ الدعوۃ الخاصۃ ثم قال الاان یراد بالامام امام الجامع، والاولی فی حقھم ان کانت الھدیۃ لاجل مایحمل منھم من الافتاء والوعظ والتعلیم عدم القبول لیکون علمھم خالصاً للّٰہ تعالیٰ وان اھدی الیھم تحبباو تودداً العلمھم وصلاحھم فالاولی القبول شامی کراچی ص ۳۷۳ / ج ۵ / کتاب القضاء، مطلب فی حکم الھدیۃ للمفتی، شرح المجلۃ ص ۴۶۲ / ج ۱ / الکتاب السابع فی الھبۃ اتحادبکڈپو دیوبند، (حاشیہ نمبر ۳ / اگلے صفحہ پر دیکھئے)

تراویح میں قرآن سنانے کی اجرت

سوال:- حفاظ قرآن کریم رمضان المبارک میں سنانے کے لئے دور دراز کا سفر کرتے ہیں، نیت یہ ہوتی ہے، کہ کچھ پیسے مل جائیں گے، کیا یہ سنانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ نیت فاسد ہے اس نیت سے سنانا اور پیسے لینا اور مقتدیوں کا سننا اور پیسے دینا گناہ ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

قرآن سنانے کی اجرت

سوال:- امامت اور قرآن شریف کے پڑھانے پر اجرت لیتے ہیں، اور رمضان شریف میں قرآن شریف سنانے پر اجرت لیتے ہیں، اس میں کیا فرق ہے، اور کونسی اجرت جائز ہے، اگر امامت کی اجرت متولی غریبوں سے دباؤ ڈال کر لیتا ہو تو یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجرت لینا حرام ہے، مگر فقہاء متأخرین نے بذریعہ اجتہاد

(پچھلے کا باقی حاشیہ) [۳] الاخذ والمعطی آثمان ،شامی کراچی، ج۶/ص۵۶/مطبوعہ نعمانیہ دیوبند ج۵/ص۳۵/مطبوعہ زکریا ج۹/ص۷۷/کتاب الاجارۃ (مطلب فی الاستئجار علی الطاعات) رسائل ابن عابدین ص ۱۷۱/ج ۱/السابعہ شفاء العلیل وبل الغلیل سہیل اکیڈمی لاہور.

[۱] قال تاج الشریعة فی شرح الهدایة ان القرآن بالاجرة لایستحق الثواب لاللمیت ولاللقاری (الی ان قال)والأخذ والمعطی اثمان. شامی زکریا ج۹/ص۷۷/باب الاجاۃ الفاسدۃ، مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجارعلی التلاوۃ الخ، رسائل ابن عابدین ص ۱۷۱/ج ۱/السابعه شفاء العلیل وبل الغلیل سهیل اکیڈمی لاهور.

بعض مصالح شرعیہ معلوم کر کے امامت اور تعلیم قرآن کریم پر اجارہ کی اجازت دے دی، اور یہ مصالح شرعیہ رمضان شریف میں، قرآن کریم سنانے میں موجود نہیں، لہٰذا اس کی اجرت ناجائز ہے[1] اور متقدمین کے زمانہ میں یہ مصالح، امامت اور تعلیم قرآن کریم میں نہ تھیں، اس لئے انہوں نے اس کی اجازت ہی نہیں دی تھی[2]، جبراً کسی غریب سے دباؤ ڈال کر لینا ناجائز ہے[3] امام کا معاملہ جس سے طے ہوا ہے امام اسی سے لے سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۱/شعبان ۵۵ھ

قرآن شریف سنانے پر کچھ لینا دینا

سوال:- (۱) حافظ کو قرآن پاک وغیرہ سنا کر روپیہ لینا کیسا ہے، حرام ہے یا حلال بالتفصیل مع حوالہ بیان فرمائیں؟ (۲) اگر مسجد والے یا محلّہ والے لوگ یا کوئی خاص امیر آدمی حافظ کی خدمت کرے ختم قرآن پر ہو یا درمیان میں ہو وہ کیسا ہے، ان کا خیال قرآن کی اجرت

---

[1] قال تاج الشريعة في شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لاللميت ولاللقارى (الى ان قال) والآخذ والمعطى اثمان. شامى زكريا ج ۹/ص ۷۷/ باب الاجاة الفاسدة، مطلب تحرير مهم فى عدم جواز الاستئجار على التلاوة الخ، رسائل ابن عابدين ص ۱۷۱/ج ۱/السابعه شفاء العليل وبل الغليل سهيل اكيڈمى لاهور.

[2] اس کی تفصیل کے لئے شامی ج ۵/ص ۳۴/ملاحظہ ہو ۱۲/ باب الاجارة الفاسدة، البحر كوئٹه ص ۱۹/ج ۸/ باب الاجارة الفاسدة، رسائل ابن عابدين ص ۱۵۸/ج ۱/السابعه شفاء العليل وبل الغليل سهيل اكيڈمى لاهور.

[3] لايحل مال امرأ الابطيب نفس منه (مشكوٰة شريف ص ۲۵۵/باب الغصب والعارية الفصل الثانى مطبوع ياسر نديم ديوبند) السنن الكبرى للبيهقى ص ۱۰۰/ج ۶/كتاب الغصب، باب من غصب لوحاً فادخله الخ دار المعرفة بيروت.

دینے کا نہیں، اور نہ قطعی خیال حافظ کا ہو کہ میں اجرت قرآن لے رہا ہوں، وہ لینا درست ہے یا نہیں؟

(۳) اگر حافظ قرآن مجید سنانے کی اجرت مقرر کرے درست ہے یا نہیں، ہرسہ سوال کا جواب علیحدہ علیحدہ دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حرام ہے لقولہ تعالیٰ "ولاتشتروا باٰیاتی ثمناً قلیلاً"[۱]۔

(۲) اگر حافظ کی اس موقعہ پر خدمت کرنے کا قطعاً رواج نہیں، نہ کوئی دیتا ہے، نہ لیتا ہے، بلکہ محض ثواب کیلئے سنتے اور سناتے ہیں، اور حافظ کو اس کا پختہ یقین ہوتا ہے، کہ یہاں سے کچھ نہیں ملے گا، نیز اس کو کچھ نہ دیا گیا، تو اس کے دل میں اسکا خیال نہیں آئیگا، اور آئندہ سنانے سے کسی طرح پہلوتہی نہیں کریگا، تو خدمت کرنا درست ہے، بلکہ باعث اجر وثواب ہے مگر ایسا عام طور پر ہوتا نہیں، اگر اس موقعہ پر کچھ دینے اور لینے کا رواج ہے کہ عام طور پر دیا جاتا ہے، بہت سے دیتے ہیں، اور بہت سے نہیں دیتے، تو ایسی صورت میں اگرچہ دینے لینے کا ذکر نہ آیا، تب بھی دینا اور لینا ناجائز ہے، ہر دو گنہگار ہونگے، جو کچھ حافظ نے لیا ہے، اس کی واپسی ضروری ہے،" لان المعروف کالمشروط والقرآن بالاجرة لایستحق الثواب والاٰخذ والمعطی اثمان اھ ردالمحتار[۲]"

---

[۱] سورہ بقرہ آیت ۴۱۔

ترجمہ: اور مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو۔ (از بیان القرآن)

[۲] الشامی نعمانیہ ج۵/ ص۳۵/ مطبوعہ زکریا ج۹/ ص۷۷/ باب الاجارة الفاسدة، مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة الخ، رسائل ابن عابدین ص ۱۷۱/ ج۱/ السابعه شفاء العلیل وبل الغلیل سهیل اکیڈمی لاهور، شرح عقود رسم المفتی ص۶۷/ بحث الکتب غیر المحررة، مکتبه زکریادیوبند.

(۳) بالکل ناجائز ہے اور حرام ہے لآیۃ المذکورۃ فی الجواب الاوّل۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

تراویح پر اجرت

سوال:- تراویح میں حافظ کے لئے گاؤں وغیرہ میں جو چندہ ہوتا ہے، اس میں چندہ دینا اور اس حافظ کو لینا جائز ہے یا نہیں، اور اس حافظ کے پیچھے تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ چندہ دینا اور لینا منع ہے[1]، ایسے حافظ کے پیچھے تراویح پڑھنا چاہئے جو بغیر پیسے لئے تراویح پڑھائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

طالب علم کیلئے تراویح سنانے کی اجرت

سوال:- حافظ قرآن کو تراویح میں قرآن سنا کر روپیہ لینے کے جواز کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ مثلاً اگر حافظ طالب علم ہے، اور اس کو پڑھنے کے واسطے روپیہ کما حقہ میسر نہیں آتا،

---

[1] والقرآن بالاجرة لایستحق الثواب والأخذ والمعطی آثمان شامی زکریا ج ۹/ ۷۷/مطبوعه نعمانیه ج۵/ص ۳۵/باب الاجارة الفاسدة ،مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة الخ، رسائل ابن عابدین ص ۱۷۱/ج ۱/السابعه شفاء العلیل وبل الغلیل سهیل اکیڈمی لاهور،تنقیح الفتاوی الحامدیه ص۱۳۸/ج ۲/کتاب الاجارة،مطبوعه مصر.

اوروہ چاہتا ہے اس وسیلہ سے روپیہ مل جاوے، اوراس سے زیادہ کتابوں کی خرید ہوسکے، کیونکہ بغیر کتب کثیرہ کے علم وسیع ہونا دشوار ہے، اوردینے والا بھی بغیر مقرر کئے لوجہ اللہ دیں۔

اگرچہ دارالعلوم میں استفتاء کرنا کافی تھا، مگر احتیاط کی وجہ سے جناب والا کو بھی تکلیف دی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں روپیہ لینا اوردینا ناجائز ہے، لینے اوردینے والے دونوں گنہگار ہیں[1] اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں، اگرچہ پہلے سے کچھ متعین نہ کیا جائے، مگر فریقین کے ذہن میں نفس اجرت پہلے مرکوز ہوتی ہے، اورعرفاً دیجاتی ہے۔ المعروف کالمشروط[2]۔''

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۱۶/۷/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۱۶/۷/۶۴ھ

ختم تراویح پراجرت یاہدیہ

سوال: -اس دور میں حفاظِ قرآن کریم جوختم تراویح کے لئے اطرافِ عالم میں جاتے ہیں، اورختم تراویح کرتے ہیں، بعض ان میں سے ایسے ہیں کہ اجرت مقرر کر کے نماز

---

[1] الآخذ والمعطی آثمان ،شامی کراچی ج۶/ص ۵۶/مطبوعه نعمانیه دیوبند ج۵/ص ۳۵/ مطبوعه زکریا ج۹/ص۷۷/کتاب الاجارة (مطلب فی الاستئجارعلی الطاعات) رسائل ابن عابدین ص ۱۷۱/ج ۱/السابعه شفاء العلیل وبل الغلیل سهیل اکیڈمی لاهور،تنقیح الفتاوی الحامدیه ص۱۳۸/ج۲/کتاب الاجارة،مطبوعه مصر.

[2] الاشباه والنظائر ص ۱۵۶/مطبوعه دارالعلوم دیوبند،تحت القاعدة العادة محکمة المبحث الثالث،قواعدالفقه ص ۱۲۵/رقم القاعدة ۳۳۴/دار الکتب دیوبند.

تراویح پڑھاتے ہیں، اور بعض ایسے ہیں کہ اُجرت کا قطعاً ذکر نہیں کرتے، لیکن رمضان پورا ہونے کے بعد لوگ اپنے اختیار سے حافظ صاحب کو روپئے دیدیتے ہیں، نیز کپڑا وغیرہ چیزیں دیتے ہیں، یہ دونوں صورتیں جائز ہیں، یا نہیں؟ اگر جائز ہوتو اس کی علت کیا ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر بلا ذکر اُجرت تراویح پڑھاوے اوراس کے درمیان یا ختم کے بعد روپیہ وغیرہ دیں تو کیا ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً

تراویح میں قرآن پاک سنانے کی اجرت لینا جائز نہیں، اگر پہلے سے باقاعدہ اجرت طے نہ کی جائے، لیکن دستور کے موافق امام کے ذہن میں بھی ہے، کہ مجھے ملے گا، اور نمازیوں کے ذہن میں بھی ہے کہ امام کو دیا جائے گا، تو المعروف کالمشروط کے تحت یہ صورت بھی طے کرنے کے حکم میں ہوکر ناجائز ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تراویح میں سنانے کی اجرت

سوال:- رمضان شریف میں بروئے مذہب حنفی تراویح میں اجرت پرقرآن سننا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلياً

محض تراویح میں قرآن شریف سنانے پراجرت لینا اور دینا جائز نہیں، دینے والے اور

[1] والقرآن بالاجرة لايستحق الثواب والأخذ والمعطى آثمان، شامی زکریا ج ۹/ص ۷۷/ مطبوعه نعمانیه ج۵/ص ۳۵/باب الاجارة الفاسدة مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجار على التلاوة الخ، رسائل ابن عابدين ص ۱۷۱/ج ۱/السابعه شفاء العليل وبل الغليل سهيل اكيڈمی لاهور، تنقيح الفتاوى الحامديه ص ۱۳۸/ج ۲/كتاب الاجارة، مطبوعه مصر.

لینے والے دونوں گنہگار ہونگے، اور ثواب سے محروم رہیں گے[۱]، اگر بلا اجرت سنانیوالا نہ ملے تو الم ترکیف سے تراویح پڑھیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تراویح میں ختم قرآن پر اجرت

سوال:- قرأت قرآن پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ادلّہ اربعہ سے اس کی نفی کر دیں، اور اگر ہے تو ادلّہ اربعہ سے اس کا اثبات یا صرف قرآن وحدیث سے کریں، اور قرأۃ قرآن کی اجرت کے عدمِ جواز کی تقدیر پر اس مسئلہ کا کیا جواب ہے، کہ ہمارے بنگال میں یا بنگال کے اکثر حصوں میں یہ دستور ہے کہ ہندوستان سے حفاظ آ کر رمضان میں ختم قرآن کر کے بیس، چالیس، اسّی روپئے لے جایا کرتے ہیں، یہاں تک کہ کلکتہ کی جامع مسجد میں مصر سے حفاظ آ کر رمضان میں ایک ختم کر کے سوڈیڑھ سو روپئے لیتے ہیں، کیا اس کے جواز کی کوئی صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرأۃ قرآن شریف پر اجرت لینا حرام ہے، "**لقوله تعالیٰ ولاتشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً. الاية**"[۲]۔ **عن بريدةؓ قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلم من قرأ القرآن يتاكل**

---

[۱] **قال تاج الشريعة فى شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لاللميت ولاللقارى (الى ان قال) والأخذ والمعطى اثمان (الشامى نعمانيه ج۵/ص۳۵/مطبوعه زكريا ج۹/ ص۷۷/باب الاجارة الفاسدة،مطلب تحرير مهم فى عدم جواز الاستئجار على التلاوة الخ، رسائل ابن عابدين ص۱۷۱/ج۱/السابعه شفاء العليل وبل الغليل سهيل اكيڈمى لاهور،تنقيح الفتاوى الحامديه ص۱۳۸/ج۲/كتاب الاجارة،مطبوعه مصر.**

[۲] سورہ بقرہ آیت ۴۱/ **ترجمہ:** اور مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو۔ (از بیان القرآن)

به الناس جاء یوم القیامة ووجهه عظم لیس علیه لحم رواه البیهقی[۱] اھ قال العینی فی شرح الهدایه ویمنع القاری للدنیا والآخذ والمعطی اثمان اھ[۲]، لہٰذا یہ طریقہ ناجائز ہے، جواز کی صورت یہ ہے کہ مستقل امامت فرائض کی ملازمت کی جائے، کہ متأخرین کے نزدیک درست ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۱۰/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۱۰/۶۱ھ

تلاوت قرآن کریم پر اجرت

سوال: - ہمارے یہاں قصبہ میں اور اس علاقہ میں پڑھے لکھے لوگوں میں بھی اسّی فیصد ایسے لوگ ہیں، جو قرآن کریم پڑھنا نہیں جانتے، مگر یہ عقیدہ سب کا ہے، کہ گھر میں قرآن کریم کی تلاوت خود نہ کرسکیں، تو اور کسی کو بلا کر تلاوت کرائیں اور مل جل کر خیر و برکت کے لئے دعا

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۳/باب فضائل القرآن، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے مروی ہے، فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قرآن پڑھے، اس کے سبب لوگوں سے کھائے، قیامت کے دن آئیگا، اس حال میں کہ اس کے چہرہ پر گوشت نہیں ہوگا۔

[۲] شامی نعمانیه ج۵/ص ۳۵/مطبوعه زکریا ج ۹/ص ۷۷/ باب الاجارة الفاسدة، مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة الخ، رسائل ابن عابدین ص ۱۷۱/ج ۱/السابعه شفاء العلیل وبل الغلیل سهیل اکیڈمی لاهور، تنقیح الفتاوی الحامدیه ص ۱۳۸/ج ۲/کتاب الاجارة، مطبوعه مصر.

[۳] ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والامامة والاذان الخ الدر المختار علی هامش رد المحتار زکریا ج ۹/ص ۷۶/باب الاجارة الفاسدة، مطلب فی الاستئجار علی الطاعات، البحر کوئٹه ص ۱۹/ج۸/باب الاجارة الفاسدة، تبیین الحقائق ص ۱۲۵/ج۵/باب الاجارة الفاسدة، مکتبه امدادیه ملتان.

کریں، تو باعث صلاح وفلاح ہوگا، اس لئے سال میں کم ازکم ایک دن مدرسہ کے طالب علم یا گاؤں کے میاں جی اور مولوی کو دعوت کرتے ہیں، یہ لوگ دن بھر دعوت کنندہ کے مکان میں قرآن خوانی کرتے ہیں، جو میسر ہوسکتا ہے، اور شام کو دعائے خیر کرکے روانہ ہوجاتے ہیں، بوقت رخصت بہت سے گھر والے یہ سوچ کر کہ یہ غریب ہیں، اور دن بھر ہمارے کہنے پر ہمارے گھر میں صرف کئے ہیں، ان کو کچھ رقم دیتے ہیں، قرآن خوانی سے قبل رقم کا کوئی ذکر نہیں ہوتا، نہ اس کی تعداد مقرر ہے، اور کوئی بھی اس لین دین کو قرآن خوانی کا عوض تصور نہیں کرتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس طرح قرآن خوانی کرنا اور اس طرح رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ یہاں اس بات پر فضلائے دیوبند میں دو عالموں میں اختلاف ہوگیا، فیصلہ جو آپ کریں گے اس پر عمل کریں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن پاک کی تلاوت اخلاص کے ساتھ ہو تو بہت بڑی قربت اور عبادت ہے، جو شخص تلاوت میں مشغول رہنے کی وجہ سے مستقل دعا بھی نہ کرسکتا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کو دعا کرنے والوں سے زیادہ اجر دیتے ہیں[1] متقدمین فقہاء نے تعلیم قرآن کی اُجرت کو منع لکھا ہے، اس لئے کہ ان کے زمانہ میں بیت المال سے معلمین کو وظائف دیئے جاتے تھے، وہ یکسوئی کیساتھ تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دیا کرتے تھے، پھر جب بیت المال خراب ہوکر، بادشاہ کی ملک قرار دیدیا گیا، تو وظائف سب بند ہوگئے، فقہاء کرام نے دیکھا کہ اگر یہ معلمین تعلیم وتدریس میں لگتے ہیں، تو نفقاتِ واجبہ کے پورا ہونے کی کوئی صورت نہیں، وہ خود اور ان کی بیوی بچے کیسے گذارا کریں گے، اگر نقصاناتِ واجبہ کی تحصیل میں مشغول ہوتے ہیں، تو تعلیم وتدریس کی خدمت

---

[1] عن ابی سعید رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول الرب تبارک وتعالیٰ من شغلہ القرآن عن ذکری ومسئلتی اعطیتہ افضل مااعطی السائلین الحدیث، مشکوۃ ص ۱۸۶ / کتاب فضائل القرآن، یاسر ندیم دیوبند

انجام نہیں دے سکیں گے، مسلمان تعلیم قرآن سے محروم رہ جائیں گے، ان کا دین ضائع ہو جائے گا، اس لئے مجبوراً اجازت دی کہ اجارہ کا معاملہ کرلیا جائے، ایک مصنف علامہ حدادی شارح قدوری گذرے ہیں، ان کو اشتباہ ہوگیا کہ بعد کے فقہاء نے تلاوتِ قرآن پر اجارہ کی اجازت دی اور اس کو اختیار کیا ہے، انہوں نے قدوری کی شرح ''سراج الوہاج'' اور ''الجوہر النیرۃ[۱]'' میں لکھ دیا کہ مختار قول کے ابق تلاوت قرآن پر اجارہ درست ہے، اسی کو فتاویٰ عالمگیری[۲] میں لکھا ہے، علامہ شامی[۳] نے رد المحتار، جلد خامس اور تنقیح الفتاویٰ[۴] الحامدیہ، اور شرح عقود رسم المفتی[۵] میں اس کی خوب تردید کی، اور لکھا ہے کہ حدادی کو غلط فہمی ہوئی، بلکہ اس پر مستقل رسالہ ''شفاء العلیل[۶]'' تصنیف کیا، جس میں دلائل قویہ نقل کئے ہیں، نیز علامہ برکی نے الطریقۃ المحمدیہ میں تردید وتغلیط کی ہے، کہ لوگ اس کو اعظم قربات میں سے سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ معاصی میں سے ہے[۷]۔

---

[۱] تعليم القرآن والفقة لان هذه الاشباء قربته لفا علها فلايجوز اخذالاجرة عليها كالصلوٰة والصوم فاذااستوجر على الحج عن الميت جاز عن الميت وله من الاجرة مقدار نفقة فى الطريق ذاهباوجائيا ويردالفصل على الورثة لانه لايجوز الاستئجارعليه قال فى الهداية وبعض مشائخنا استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن اليوم لانه ظهرالتوانى فى الامورالدنية فبقى الامتناع تضيع حفظ القرآن قال وعليه الفتوى الخ، (الجوهرة النيرة ج ١ /ص ٢٧٥ /كتاب الاجارة)

[۲] الهندية ج ۴ /ص ۴۴۸ /الباب الخامس عشرفى بيان مايجوزمن الاجارة ومالايجوزمطلب الاستئجارعلى الطاعات (مطبوعه كوئٹه)

[۳] الشامى على النعمانيه ج ۵ /ص ۳۴ /كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة.

[۴] تنقيح الفتاوى الحامديه ص ۱۳۹ /ج ۲ /كتا ب الاجارة،مطبوعه مصر.

[۵] شرح عقودرسم المفتى ص ۳٦ /(مطبوعه سعيديه سهارنپور)

[۶] رسائل ابن عابدين ص ۱۷۱ /ج ۱ /السابعه شفاء العليل وبل الغليل سهيل اكيڈمى لاهور.

[۷] اكب الناس عليهاعلى ظن انهاقرب مقصودة، وهذه كثيرة، فكل هذه بدع منكرات والوقف والوصية باطلان والمأخوذ منهماحرام للآخذ وهوعاص بالتلاوة والذكر،للأجل الدنيا،الطريقة المحمدية والسيرة الاحمدية ص ۱۵۸ /الفصل الثالث فى الامورالمبتدعة،مطبوعه لاهور.

تلاوت حسبۃً للہ ہونی چاہئے، جو چیز مشہور ومعروف ہوجاتی ہے، اس کے لئے زبان سے ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا جاتا، المعروف کالمشروط قرآن کے اس طرح پڑھنے والے بھی اپنے ذہن میں رکھتے ہیں کہ ہم کو ملے گا، اور پڑھوانے والے بھی اپنے ذہن میں رکھتے ہیں کہ ہم کو دینا پڑے گا، چاہے وہ کھانا ہو چاہے، شربت ہو، مٹھائی، نقد، کپڑا وغیرہ کچھ ہو، جو لوگ اس کو سمجھتے ہیں کہ ہم نے ان کے ساتھ صلہ اور احسان کیا ہے، اس کی بھی تردید علامہ شامیؒ[1] نے کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸؍۳؍۱۴۰۰ھ

تلاوت ووعظ پر اجرت

سوال:- زید کہتا ہے کہ وعظ کر کے اجرت لینا جائز ہے، کیونکہ اگر اجرت نہ لیں تو ہم اپنی ضروریات پوری نہیں کر سکتے، اس لئے ہم حبس وقت کی اجرت لیتے ہیں، عمر کہتا ہے کہ اگر وعظ کر کے اجرت لینا جائز ہوتو تلاوت قرآن کر کے بھی اجرت لینا جائز ہونا چاہئے، کیونکہ وعظ کرنا جیسے طاعت ہے، ایسا ہی تلاوت قرآن بھی طاعت ہے، جب وعظ کہہ کر حبس وقت کی وجہ سے اجرت لینا جائز ہے، ایسا ہی تلاوت قرآن کر کے بھی اجرت حبس وقت کی وجہ سے جائز ہونا چاہئے؟

اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ آیا زید کا قول صحیح ہے، یا غلط، اگر صحیح ہے تو کس صورت میں جائز ہے، اگر اس بستی میں جس میں وعظ کہہ کر اجرت لے رہا ہے، اگر اور کوئی وعظ کہتا ہو، بلا اجرت، آیا اس صورت میں جائز ہے، یا اگر کوئی اس بستی میں بلا اجرت وعظ کہنے والا نہ ہو اس صورت میں یا بلا تعیین اجرت وعظ کرانے والے کچھ بطور عطیہ دیدیتے ہوں،

[1] فالحاصل ماشاع فی زماننا من قرأة الاجزاء بالاجرة لایجوز لان فیه الامربالقرأة واعطاء الثواب للامروالقرأة لاجل المال الخ،شامی زکریا ج۹ /ص۷۷/ کتاب الاجارة،باب الاجارة الفاسدة.

جوصورت بھی جواز کی ہو،اس کی تفصیل تحریرفرمادیں،اورعمر کا قیاس کرنا اجرت علیٰ تلاوۃ القرآن کواجرت علی الوعظ پرکہاں تک صحیح ہے،مسئلہ مذکورہ کوتفصیلی طور پرمع حوالۂ کتب معتبرہ بیان فرمادیں،تاکہ دل کوتشفی ہوجائے۔

الجواب حامداًومصلیاً

استیجار علی الطاعات اصالۃً ناجائز ہے،مگرمتاخرین مجتہدین نے حسب اجتہاد ضرورت شرعیہ کالحاظ رکھتے ہوئے،بعض طاعات کومستثنیٰ کیا ہے،ان میں سے وعظ بھی ہے،اور وجہ جواز جبس کوقرارنہیں دیا، بلکہ ضرورت شرعیہ کوقرار دیاہے،اگرسلسلہ وعظ بند ہوجائے،تو نقصان عظیم لازم آئے گا،کیونکہ ہرایک کے پاس نہ اس قدروقت ہے،نہ قدرت،کہ مدارس میں داخل ہوکر باقاعدہ علم حاصل کرے،اورنفس تلاوت قرآن کریم میں وہ ضرورت موجودنہیں،کیونکہ اگرکسی کیلئے کوئی شخص تلاوت کرکے ایصال ثواب نہ کرے،تودین کے کسی جز میں نقصان نہیں آتا،اورنفس ثواب کسی سبب سے یابغیرسبب ادعیۂ شاملہ سے پہنچتا رہتاہے۔

”لا (تصح الاجارة)لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامة وتعليم القرآن والفقه ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان اھ درمختار قال فى الهداية وبعض مشائخنا استحسنوا الاستيجار على تعليم القرآن اليوم لظهور التوانى فى الامورالدينية ففى الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتوىٰ وزاد فى مختصرالوقاية ومتن الاصلاح تعليم الفقه وزادفى متن المجمع الاقامة وزادبعضهم الاذان والاقامة والوعظ وذكر المصنف ومعظمها ولكن الذى فى اكثر الكتب الاقتصار علىٰ مافى الهداية فهذا مجموع ماافتىٰ به المتاخرون من مشائخنا وهم البلخيون علىٰ خلاف فى بعضہ مخالفين ماذهب اليه الامام وصاحباه وقد اتفقت كلمتهم جميعاعلىٰ التصريح باصل المذهب من عدم الجوازثم استثنوابعده ما علمته فهذادليل قاطع وبرهان ساطع على ان المفتى به ليس هوجواز الاستيجارعلىٰ كل

طاعة بل علیٰ ماذکروه فقط ممافیه ضرورة ظاهرة تبیح الخروج عن اصل المذهب فظهر لک بهذا عدم صحة مافی الجوهرة من قوله واختلفوا فی الاستیجار علیٰ قرأة القرآن فان الخلاف فیه کماعلمت لافی القرأة المجردة فانه لاضرورة فیها فان کان مافی الجوهرة سبق قلم فلاکلام وان کان عن عمدفهومخالف لکلامهم قاطبة فلایقبل وقد اطنب فی رده صاحب تبیین المحارم مستنداًالیٰ النقول الصریحة فمن جملة کلامه قال تاج الشریعة فی شرح الهدایة ان القرآن بالاجرة لایستحق الثواب لاللمیت ولاللقاری وقال العینی فی شرح الهدایة ویمنع القاری للدنیا والاٰخذ والمعطی آثمان فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قرأة الاجزاء بالاجرة لایجوز لان فیه الامر بالقرأة واعطاء الثواب للاٰمر والقرأة لاجل المال فاذا لم یکن للقاری ثواب لعدم النیة الصحیحة فاین یصل الثواب للمستاجر ولولاالاجرة ماقرأاحدلاحد فی هذا الزمان بل جعلواالقرآن مکسباً ووسیلة الیٰ جمع الدنیا. اناللّٰه وانااليه راجعوناھ ردالمحتار بحذف ج۵/ص ۵۲/[1]

اب کسی غیر مجتہد کا قیاس شرعاً معتبر نہیں، وعظ پر بھی اگر اجارہ کیا جائے، تو با قاعدہ شروط اجارہ وقت واجرت وغیرہ کی تعیین کر کے کیا جاوے، مثلاً یہ کہ ہر روز ایک گھنٹہ وعظ کہنا ہوگا، اوراس قدر تنخواہ ماہانہ ملے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۱۳/۶/ ۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۱۳/۶/ ۶۴ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۱۳/۶/ ۶۴ھ

---

[1] شامی کراچی ص۵۵،۵۶/۶، ونعمانیه دیوبند ص۳۴،۳۵/۵، وزکریا ص۷۶، ۷۷/۹، کتاب الاجارة، مطلب فی الاستئجارعلی الطاعات، رسائل ابن عابدین ص۱۵۷ تا ۱۷۹/ ج۱/ السابعة شفاء العلیل وبل الغلیل سهیل اکیڈمی لاهور،مجمع الانهرص۵۳۳/ج۳/باب الاجارة الفاسدة،دارالکتب العلمیه بیروت،تنقیح الفتاوی الحامدیة ص۱۳۸/ج۲/کتاب الاجارة،مطبوعه مصر.

E:\F.M.Failnal\Jild-25\09-Ujrat Alattaat

اجرت علی القراءۃ

سوال:- عالمگیری ج۳/ص۵۲۶/کی اس عبارت سے جو کتاب الاجارہ میں ہے۔

"واختلفوا فی الاستیجار علیٰ قرأۃ القرآن علی القبر مدۃ معلومۃ قال بعضھم لایجوز وقال بعضھم یجوز وھو المختار"

معلوم ہوتا ہے کہ اجرت علی الطاعات جائز ہے، حالانکہ فقہی تصریحات اس کے برخلاف ہیں، سو مذکورہ عبارت کو سامنے رکھ کر زیارتِ قبور کے وقت ایصال ثواب کر کے پیسہ لینا جائز ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مسئلہ میں صاحب السراج الوہاج اور الجوہرۃ النیرۃ سے سبقت قلم ہوا، اصل مسئلہ الاستیجار علیٰ تعلیم القرآن کا تھا، جس میں فقہاء نے اختلاف فرمایا ہے متقدمین نے منع کیا ہے، متأخرین مجتہدین نے اجازت دی ہے، غلطی اور سبقت قلم سے بجائے تعلیم القرآن کے قرأۃ القران لکھا گیا، علامہ شامیؒ نے اس پر تنبیہ کی اور الاستیجار علی قرأۃ القرآن کو باطل قرار دیا ہے، اور یہ کہ اس میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے، شرح عقود رسم المفتی میں اس کی بحث مفصل موجود ہے، اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ تصنیف ہوا ہے، جس کا نام ہے (**شفاء العلیل وبل الغلیل فی بطلان الوصیۃ بالختمات و التھالیل) فظھرلک بھذا عدم الصحۃ مافی الجوھرۃ من قولہٖ واختلفوا فی الاستیجار علیٰ قرأۃ القرآن مدۃ معلومۃ قال بعضھم لایجوز وقال بعضھم یجوز وھو المختار اھ والصواب ان یقال علیٰ تعلیم القرآن فان الخلاف فیہ کما علمت لافی القرأۃ المجردۃ الیٰ قولہ ،قال تاج الشریعۃ فی شرح الھدایۃ ان القرآن بالاجرۃ لایستحق الثواب لاللمیت ولاللقاری وقال العینی فی شرح الھدایۃ**

ویمنع القاری للدنیا والآخذ والمعطی کلاھما آثمان اھ ردالمحتار ج۵/ص۴۷/[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وعظ کو روزگار کا حیلہ بنانا

سوال:- بہت سے لوگوں نے وعظ ونصیحت کو محض روزگار کا حیلہ بنا رکھا ہے، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے وعظ کا اثر نہیں ہوتا، جس سے فقط کمائی مقصود ہو اور محض روپیہ کمانے کے لئے وعظ کہنا کوئی ثواب کی چیز نہیں، شرعاً اجازت بھی نہیں[2] لیکن ہر شخص کو یہ فیصلہ کرنا بھی صحیح نہیں کہ فلاں واعظ کی یہ نیت ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/رجب ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/رجب ۶۷ھ

---

[1] شامی زکریا ج۹/ص۷۷/مطبوعہ کراچی ج۶/ص۵۵، ۵۶/مطبوعہ نعمانیہ دیوبند، ج۵/ص۳۵، ۳۶/کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ مطلب فی الاستیجار علی الطاعات، رسائل ابن عابدین ص۱۷۱/ج۱/السابعہ شفاء العلیل وبل الغلیل سہیل اکیڈمی لاہور، عالمگیری کوئٹہ ص۴۴۸/ج۴/الفصل الرابع فی فسادالاجارۃ.

[2] التذکیر علیٰ المنابر والاتعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاسۃ ومال وقبول عامۃ من ضلالۃ الیھود والنصاریٰ. الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص۶۰۴/مطبوعہ کراچی ج۶/ص۴۲۱/ کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع.

"الامر بالمعروف یحتاج الیٰ خمسۃ اشیاء والثانی ان یقصد وجہ اللّٰہ تعالیٰ الخ عالمگیری ج۵/ص۳۵۳/کتاب الکراھیۃ، الباب السابع عشر" رسائل ابن عابدین ص۱۶۷/ج۱/السابعہ شفاء العلیل وبل الغلیل سہیل اکیڈمی لاہور.

[3] یاایھاالذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم الآیۃ ۱۲/سورۃ الحجرات.

وعظ کی اجرت

سوال:- عالم صاحب سے تقریر کرانے کے بعد اس کے عوض میں رقم دینا یا تقریر سے قبل عالم صاحب سے مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح تعلیم وتدریس کی ملازمت درست ہے اسی طرح تذکیر وتقریر کی ملازمت بھی درست ہے، کام متعین کرلیا جائے، مثلاً ہر روز ایک گھنٹہ یا ہر جمعہ کو دو گھنٹے تقریر لازم ہوگی، اور اتنا معاوضہ دیا جائے گا، یا مقرر کو مستقل ملازم تقریر کے لئے رکھ لیا جائے، کہ جلسوں میں بلانے پر یا بغیر بلائے دیگر مقامات پر جاجا کر تقریر کرے، یہ طریقہ پسندیدہ نہیں ہے، کہ کسی جگہ وعظ فرمایا، اور روپیہ لے لئے، پھر اگر اپنے انداز سے کچھ کم ہوجائے، تو ناک بھوں چڑھانے لگے، اس طرح وعظ کا اثر بھی ختم ہوجاتا ہے، اور بلانے والے رسمی طور پر بلاتے ہیں، اور بلانے سے پہلے سے ہی فقرے کسنے شروع کردیتے ہیں، کہ ان کو اتنا دیا گیا تھا، اس سے ناخوش ہوئے تھے، لہٰذا جب تک اس سے زیادہ کا انتظام نہ ہوجائے، ان کو نہیں بلانا چاہئے وغیرہ وغیرہ "ویفتی الیوم بصحتها تعلیم القرآن والفقه والامامة (درمختار) ومثلهٔ فی متن الملتقیٰ ودرر البحار وزاد بعضهم الاذان والاقامة والوعظ اھ شامی ج۵/ ص ۳۴ [1]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۹۲ھ

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ج۶/ص۵۵/ مطبوعه زکریا ج۹/ص۷۶/کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة مطلب فی الاستئجار علی الطاعات) مجمع الانهر ص۵۳۳/ج۳/باب الاجارة الفاسدة، دار الکتب العلمیه بیروت، تبیین الحقائق ص۱۲۵/ج۵/باب الاجارة الفاسدة، مکتبه امدادیه ملتان.

وعظ کی ملازمت

سوال:- واعظین کو اُجرت معین کر کے وعظ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر باقاعدہ کام یا وقت کی تعیین ہو کہ تنخواہ ماہانہ یا سالانہ مقرر کر لی جائے، تو شرعاً درست ہے، ''**ولالاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامة وتعليم القرآن والفقه ويفتىٰ اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان** اھ در مختار **وزاد بعضهم الاقامة والوعظ** اھ شامی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۱/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۵/۶۷ھ

تعویذ، گنڈے اور وعظ پر معاوضہ

سوال:- بچہ جس وقت تعلیم حاصل کر کے حافظ ہو جاتا ہے، تو وہ کوئی روزگار تو کرتا نہیں، صرف تعویذ، گنڈے کرنا شروع کر دیتا ہے، کسی سے پندرہ کسی سے بیس روپیہ لیتا ہے، اور لوگوں کو بہکانا شروع کر دیتا ہے، اور کبھی وعظ کہتا ہے، تو بعد میں اپنا سوال کرتا ہے، ہم نے وعظ میں سنا ہے کہ قرآن ایک عظیم خزانہ ہے، جس میں ہر چیز موجود ہے، اور یہ لوگ اس کا نام لے کر اپنا روزگار کماتے ہیں، اس طرح کا پیسہ لینا کہاں تک جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تعویذ گنڈے کا طریقہ جاننے والا اگر اس پر اُجرت لے تو یہ اجرت جائز ہے، بشرطیکہ

---

[1] الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۶/۵۵، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب فی الاستئجار علی الطاعات، مجمع الانهر ص ۵۳۳/ج۳/باب الاجارة الفاسدة، دار الكتب العلميه بیروت، تبيين الحقائق ص ۱۲۵/ج۵/باب الاجارة الفاسدة، مکتبه امدادیه ملتان.

دھوکہ بازی نہ کرے، اور خلافِ شرع تعویذ نہ کرے[1]۔

وعظ کے لئے اگر ملازمت کی جائے، اور معاملہ اس طرح کرلیا جائے، مثلاً ہر نماز کے بعد ۱۰/۱۵/منٹ بیان کرنا ہے، یا ہر جمعہ کو وعظ کہنا ہے، تو یہ ملازمت بھی درست ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وعظ کا نذرانہ

سوال:- باہر سے مولوی صاحبان کو تقریر کیلئے بلایا جاتا ہے، اور عام چندہ کرکے ان کو کرایہ اور نذرانہ دیا جاتا ہے، اور عام دستور ہے اور علماء کرام کو معلوم بھی ہے کہ یہ نذرانہ چندہ کا ہے، تو چندہ سے نذرانہ کا دینا اور علماء کرام کا لینا جبکہ انہیں یقینی طور پر معلوم ہے کہ یہ چندے کا ہے اور چندے میں بالعموم جبر ہوتا ہی ہے، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کرایہ تو بلانے والوں کے ذمہ لازم ہے ہی، نذرانہ چندہ دینے والوں کی جانب سے

---

[1] استاجره ليكتب لهٗ تعويذ السحر يصح الخ (عالمگيرى ج۴/ص ۴۵۰/مطبوعه كوئٹه پاكستان كتاب الاجارةمطلب الاستئجار على الافعال المباحة)رسائل ابن عابدين ص۱۵۵ / ج ۱ / السابعة: شفاء العليل وبل الغليل،سهيل اكيڈمى لاهور،ولابأس بالمعاذات اذاكتب فيها القرآن اواسماء اللّٰه تعالى وانماتكره العوذة اذاكانت بغيرلسان العرب، ولايدرى ماهوولعله يدخله سحر او كفر او غير ذالک واماماكان من القرآن اوشئى من الدعوات فلابأس به شامى كراچى ص۳۶۳/ ج۶/فصل فى اللبس كتاب الحظروالاباحة.

[2] ويفتى اليوم بصحتهاالتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان قال الشامى وزادبعضهم الاذان والاقامة والوعظ الخ ،الدرالمختار مع الشامى كراچى ج۶/ص۵۵/كتاب الاجارةباب الاجارة الفاسدة) مطلب فى الاستئجار على الطاعات)مجمع الانهرص۵۳۳/ج۳/باب الاجارةالفاسدة دار الكتب العلميه بيروت،تبيين الحقائق ص۱۲۵ / ج۵/باب الاجارة الفاسدة،مكتبه امداديه ملتان.

ہوتو لابأس بہ، اعلیٰ مقام یہ ہے کہ نہ کرایہ لیا جائے، اور نہ نذرانہ، بلکہ اپنے کرایہ سے جا کر حسبۃً للہ وعظ کہا جائے، وہ انشاءاللہ زیادہ مؤثر ہوگا، یا پھر مشاہرہ اور عملی طور پر طے کرلیا جائے، تاکہ اجارہ کی شکل ہوجائے، شامی[1] میں تذکیر کی اجازت دی ہے مشاہرہ کی صورت یہ ہے کہ اتنی مرتبہ مثلاً ہر جمعہ کو روزانہ ایک نماز کے بعد وعظ کہنا ہوگا، اتنی تنخواہ ملے گی[2] چندہ کا اشکال تو اس کے علاوہ مدارس ومساجد کی ملازمتوں میں بھی ہے، جو اس کا حل ہے وہی یہاں بھی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وعظ پر نذرانہ

سوال:- یہاں کے لوگ قدیم رسم کے مطابق واعظ اور مقرر کو کچھ نہ کچھ وعظ کے بعد روپیوں کی شکل میں ہدیہ دیتے ہیں، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وعظ پر نہیں بلکہ خوشی سے دیتے ہیں، اور واعظین اپنی طرف سے معین ومقرر نہیں کرتے، اور لوگوں نے بھی معین نہیں کئے، بلکہ کبھی تین اور کبھی پانچ اور کبھی دو روپیہ دیتے ہیں، پھر بھی بندہ کو خصوصی تشویش ہے، کیونکہ اگر لوگ خوشی سے دیتے تو تقریر سے پہلے دیتے، تقریر کے بعد ہی کیوں دیتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ تعین یا غیر تعین طور پر وعظ ونصیحت پر روپیہ لیا جاسکتا ہے؟

---

[1] ولالاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامة وتعليم القرآن والفقه ويفتىٰ اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان قال الشامي وزادبعضهم الاذان والاقامة والوعظ. الدر المختارمع الشامي كراچي ج٦/ص٥٥/مطبوعه زكريا ج٩/ص٧٦/كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة مطلب في الاستئجارعلى الطاعات الخ،عالمگيری كوئٹه ص٤٤٨/ج٤/ الفصل الرابع في فساد الاجارة.

[2] الحيلةان يستاجر المعلم مدة معلومة ثم يأمره بتعليم ولده،بزازية على الهندية ص٣٧/ ج٥/ نوع في تعليم القرآن والحرفة، كتاب الاجارة،مطبوعه كوئٹه،الدرالمنتقى على مجمع الانهر ص٥٣٦/ج٣/باب الاجارة الفاسدة،دارالكتب العلميه بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کی تشویش صحیح ہے، اگر اس تشویش کی بناء پر آپ قبول نہیں کریں گے تو ماجور ہوں گے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تقریر کرانے پر اجرت

سوال: -تقریر کے لئے جو روپے پیش کئے جاتے ہیں، ان کا لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مستقلاً ملازمت اور ماہانہ تنخواہ لینا درست ہے[۲]، ایک تقریر پر درست نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تعویذ اور اس پر اجرت

سوال: -تعویذ لکھ کر دینا کسی کو جائز ہے، نیز اس کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تعویذ لکھ کر دینا جائز ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی مضمون خلاف شرع نہ ہو اور اس پر

---

[۱] الامر بالمعروف یحتاج الیٰ خمسة اشیاء الیٰ قوله والثانی ان یقصد وجه اللّٰه تعالیٰ واعلاء کلمته العلیاء الخ عالمگیری ج۵/ص ۳۵۳/کتاب الکراهیة،الباب السابع عشر الخ،رسائل ابن عابدین ص۱۶۷/ج۱/السابعة:شفاء العلیل وبل الغلیل،سهیل اکیڈمی لاهور.

[۲] ویفتیٰ الیوم بصحتها لتعلیم القرآن قال الشامی وزادبعضهم الاذان والاقامة والوعظ الخ در مختارمع الشامی زکریا ج۹/ص۷۶/کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة،مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجارالخ،عالمگیری کوئٹه ص۴۴۸/ج۴/الفصل الرابع فی فسادالاجارة.

اُجرت لینا بھی جائز ہے، "ولا باس بالمعاذات اذا کتب فیھا القرآن او اسماء اللّٰہ تعالیٰ وانما تکرہ العوذۃ اذا کانت بغیر لسان العرب ولا یدری ماھو ولعلہ یدخلہ سحر او کفر اوغیر ذٰلک واما ماکان من القرآن اوشئی من الدعوات فلاباس بہ، وفی المجتبیٰ اختلف الناس فی الاستشفاء بالقرآن بان یقرء علی المریض او الملدوغ الفاتحۃ اویکتب فی ورق ویعلق علیہ اوطست ویغسل ویسقیٰ وعن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ کان یعوذ نفسہ وعلیٰ الجواز عمل الناس الیوم وبہ وردت الاٰثار ولاباس بان یشد الجنب والحائض التعاویذ علی العضد اذا کانت ملفوفۃ اھ شامی ج۵/ص ۳۱۹/[1]

"عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ رھطاً من اصحاب النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم انطلقوا فی سفرۃ سافروھا فنزلوا بحی من احیاء العرب فقال بعضھم ان سیدنا لدغ فھل عند احد منکم شئی ینفع صاحبنا فقال رجل من القوم نعم واللّٰہ انی لارقی ولکن استضفناکم فابیتم ان تضیفونا ماانا براق حتیٰ تجعلوا لی جعلاً فجعلوا لہٗ جعلاً قطعۃ من الشاء فاتاہ فقرأ علیہ ام الکتاب ویتفل حتیٰ برأ کانما انشط من عقال قال فاوفاھم جعلھم الذی صالحوھم علیہ فقالوا اقتسموا فقال الذی رقی لاتفعلوا حتیٰ ناتی رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فنستأمرہ فغدوا علیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فذکروا لہ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم من این علمتم انھا رقیۃ احسنتم اقتسموا واضربوا لی معکم بسھم اھ. ابوداؤد شریف[2] فی الحدیث اعظم دلیل علیٰ ان یجوز الاجرۃ علیٰ الرقی

---

[1] شامی زکریا ج۹/ص۵۲۳/مطبوعہ کراچی ج۶/ص۳۶۳/کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس،البحر کوئٹہ ص۲۰۸/ج۸/کتاب الکراھیۃ،فصل فی البیع،تنقیح الفتاوی الحامدیۃ ص۱۳۸/ج۲/کتاب الاجارۃ،مطبوعہ مصر.

[2] ابوداؤدشریف ج۲/ص۵۴۴/(مطبوعہ یاسرندیم دیوبند) کتاب الطب باب کیف الرقی، بخاری شریف ص۸۵۴/ج۲/کتاب الطب،باب الرقی بفاتحۃ الکتاب،اشرفی بکڈپو دیوبند.

والطب کماقالہٗ الشافعی ومالک وابوحنیفة واحمد بذل المجهود[1] وشرح ابی داؤد ج۵/ص ۱۱/کتاب الطب". فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور یکم محرم الحرام ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور یکم محرم الحرام ۶۸ھ

تعویذ پر اجرت

سوال:- تعویذ گنڈوں کا عمل کرکے ہر ایک مریض سے سوا پانچ روپے حاصل کرے ان دونوں منافع کو مسجد کی تعمیر یا مرمت میں خرچ کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

تعویذ گنڈے وغیرہ میں اگر دھوکہ نہیں کرتا اور خلافِ شرع عمل نہیں کرتا، تو اس کی اُجرت لینا بھی درست ہے[2] اور اس قسم کی کمائی مسجد میں دینا اور اپنے اوپر خرچ کرنا سب درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تعویذ پر اجرت

سوال:- اگر کوئی امام تعویذ گنڈوں میں یہ کہہ کر کہ تیرا کام ہوجائیگا، اس کا معاوضہ

---

[1] بذل المجهود ج۵/ص ۱۱/(مطبوعه رشيديه سهارنپور) باب كيف الرقى، عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۰/ج۴/الفصل الرابع فی فسادالاجارة، رسائل ابن عابدين ص۱۵۵/ج۱/السابعة: شفاء العليل وبل الغليل سهيل اكيڈمی لاهور.

[2] وفی الحديث اعظم دليل على ان يجوز الاجرة على الرقى والطب الخ بذل المجهود ج۵/ ص ۱۱/كتاب الطب باب كيف الرقى. بذل المجهود ج۱۶/ص۲۲۷/بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۵۰/ج۴/الفصل الرابع فى فسادالاجارة، رسائل ابن عابدين ص۱۵۵/ ج۱/ السابعة: شفاء العليل وبل الغليل سهيل اكيڈمی لاهور.

لے لے اور اس کا کام نہ ہو وہ اس کو بدنام کرے، اور عالموں کو برا کہے تو یہ لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر امام صاحب اس فن سے واقف ہوں تو تعویذ پر اجرت لینا درست ہے[1]، مگر یہ وعدہ ہرگز نہ کرے کہ تیرا کام ہو ہی جائے گا، جیسے بیمار سے ڈاکٹر دوا کے پیسے لیتا ہے، کہ بیمار کو شفاء ہو ہی جائے گی، شفاء اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے، اگر امام واقف نہیں تو دھوکہ دیکر پیسہ لینا ناجائز ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شفاءِ مریض کیلئے آیات قرآنیہ پر اجرت لینا

سوال:-کسی بیماری کی شفایابی کے لئے قرآن خوانی کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ جبکہ پیسہ بھی لے، بعض حضرات علاج کہہ کر پیسہ لینا جائز بتاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ علاج کے درجہ میں ہے، ایصالِ ثواب کے لئے نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر علاج مقصود ہے اور تجربہ سے ثابت ہے کہ اس طرح پڑھنے سے شفا ہو جاتی ہے،

---

[1] قال المحدث السهارنفوری تحت حديث الخدریؓ وفی الحديث اعظم دليل علی ان يجوز الاجرة علی الرقی والطب (بذل المجهود ج۱۶/ص۲۲۷/بيروت بذل المجهود ج۵/ ص۱۱/كتب خانه رشيديه سهارنپور كتاب الطب، عالمگيری كوئٹه ص۴۵۰/ج۴/الفصل الرابع فی فسادالاجارة، رسائل ابن عابدين ص۱۵۵/ج۱/ السابعة: شفاء العليل وبل الغليل سهيل اكيڈمی لاهور.

[2] عن عم عمير بن سعيد ولفظ حديثه عن العسكری ليس منا من غش مسلما اوضاره اوماكره (المقاصد الحسنة ص۴۲۲/ كشف الخفاء ص۲۶۷/باب كيف الرقی.

ترجمہ: جو کسی مسلمان کو دھوکہ دے یا نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر کرے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

تو اس پر اجرت لینا درست ہے، بعض صحابہ نے شفاء کے لئے پڑھنے پر اُجرت لی ہے، اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو درست فرمایا ہے، بخاری شریف[1] کتاب الطب باب الرقی بفاتحة الکتاب ص۸۵۴/ میں یہ حدیث شریف مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جن بھوت کے علاج پر معاوضہ

سوال: – زید خود کو عامل کہتا ہے، اور جن، بھوت، پریت، آسیب، ختم کرنے کا دعویٰ کرتا ہے، اور عقائد دیوبندی رکھتا ہے، کہتا ہے کہ میرے قبضہ میں کئی مؤکل ہیں، جتنے لوگ اس کے پاس پہنچتے ہیں، ہر ایک پر کچھ نہ کچھ اثر بتلاتا ہے، اور ہر ایک سے علاج کرنے کی قیمت

---

[1] عن ابی سعید الخدری ان ناسامن اصحاب النبی ﷺ اتواعلی حی من احیاء العرب فلم یقروھم فبینماھم کذلک اذا لدغ سید اولئک فقالواھل معکم دواء اوراق فقالوانعم انکم لم تقرونا ولانفعل حتی تجعلوا لنا جعلا فجعلوالھم قطیعا من الشاة فجعل یقرأ بام القرآن (بخاری شریف ج۲/ص۸۵۴/کتاب الطب، باب الرقی بفاتحة الکتاب، بذل المجھود ج۱۶/ ص۲۲۷/ تا ۲۲۸/بیروت ج۵/ص۱۱/رشیدیہ سھارنپور کتاب الطب باب کیف الرقی، عالمگیری کوئٹہ ص۴۵۰/ج۴/الفصل الرابع فی فسادالاجارة، رسائل ابن عابدین ص۱۵۵/ ج۱/السابعة: شفاء العلیل وبل الغلیل سھیل اکیڈمی لاھور.

ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ صحابہ عرب کے کسی قبیلہ کے پاس آئے انہوں نے صحابہ کی ضیافت نہیں کی، وہ قبیلہ والے اسی حالت میں تھے، اس قبیلہ کے سردار کو ایک سانپ نے ڈس لیا وہ قبیلہ والے بولے کہ کیا تمہارے ساتھ کوئی دوا یا کوئی جھاڑ پھونک کرنیوالا ہے، وہ صحابہ بولے جی ہاں ہے، لیکن چونکہ آپ لوگوں نے ہماری ضیافت نہیں کی، اسلئے ہم جھاڑ پھونک نہیں کرینگے، یہاں تک کے آپ لوگ ہمارے لئے مزدوری مقرر کرو تو قبیلہ والوں نے صحابہ کیلئے بکریوں کا ایک ریوڑ مقرر کر دیا، تو جھاڑ پھونک کرنیوالا سورۂ فاتحہ پڑھنے لگا۔

ٹھہراتا ہے، زید کا کوئی علاج تین سو روپیہ سے کم کا نہیں ہوتا اور ۴۰۰/روپے تک، اور بتلاتا ہے، کہ اس رقم سے کم میں علاج کرنا نہیں پڑتا، گویا زید معقول معاوضہ لیکر علاج کرتا ہے اور بغیر معاوضہ علاج نہیں کرتا، لہٰذا ہمیں یہ جاننا ہے کہ زید کا یہ عمل قرآن وحدیث کی رو سے درست ہے، یا نہیں؟ اور کہیں ایسا عمل آنحضور ﷺ کی زندگی سے ملتا بھی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جنات کا وجود قرآن واحادیث سے ثابت ہے[1] اس کا علاج بھی ہے، حضرت نبی اکرم ﷺ نے بھی علاج تجویز فرمایا ہے، ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں جن تھا، پریشان کرتا تھا، اس کا علاج فرمایا ہے[2] علاج پر معاوضہ لینا بھی جائز ہے[3] جیسے حکیم ڈاکٹر معاوضہ لیتے ہیں، بس اتنی شرط ہے کہ واقعتاً علاج جانتا ہو، دھوکہ نہ دیتا ہو، اور علاج میں کوئی ناجائز چیز نہ ہو جیسے شرکیہ کلمات[4] وغیرہ معاوضۂ علاج شریعت کی طرف سے متعین نہیں، طرفین کی رضامندی پر ہے،

---

[1] والجان خلقنٰه من قبل من نار السموم سورة الحجر آیت ۲۷/وخلق الجان من مارج من نار سورة الرحمن آیت ۱۵/.

[2] اخرج البيهقی عن ابی دجانة قال شكوت الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقلت یارسول اللّٰه بینا انا مضطجع فی فراشی اذسمعت فی داری صریرا کصریرالرحی ودویا کدوی النحل ولمعا کلمع البرق فرفعت رأسی الی قوله فقال رسول للّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عامر دارسوء یاابادجانة الخ (الخصائص الكبری ص۹۸/ج۲/مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، باب فيه ذكر حرزالجن المعروف بحرزابی دجانة تذكرة الموضوعات ص۲۱۲/.

[3] وفی الحديث اعظم دليل علی ان يجوز الاجرة علی الرقی والطب. بذل المجهود ج۱۶/ ۲۲۷/ بيروت وبذل المجهود ج۵/ص۱۱/رشيديه. باب كيف الرقی كتاب الطب،عالمگيری كوئٹه ص۴۵۰/ج۴/الفصل الرابع فی فسادالاجارة،رسائل ابن عابدين ص۱۵۵/ ج۱/ السابعة:شفاء العليل وبل الغليل سهيل اكيڈمی لاهور.

[4] لابأس بالرقی مالم يكن شرک الخ شامی زكريا ج۹/ص۵۱۲/كتاب الحظروالاباحة، فصل فی البيع،مرقاة المفاتيح ص۱۵۰/ج۴/باب الطب والرقی،اصح المطابع بمبئی،البحر كوئٹه ص۲۰۸/ج۸/كتاب الكراهية،فصل فی البيع.

بغیر معاوضہ کے علاج کیا جائے، تو یہ خدمت خلق ہے، اس کا بہت بڑا اجر وثواب ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۹۲ھ

وعظ وتعویذ پر معاوضہ لینا

سوال:- تعویذ دے کر یا وعظ کہہ کر روپیہ لینا دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وعظ کہنے کی اگر نوکری کرے، اور تنخواہ مقرر ہو جائے، تو تنخواہ لینا درست ہے، تعویذ اگر جانتا ہے، اور اس میں کوئی بات خلاف شرع نہیں لکھتا تو اس کی اجرت میں روپیہ لینا بھی درست ہے، یہ دونوں مسئلے ردالمحتار[1] کی پانچویں جلد میں مذکور ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۷/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۷/۸۸ھ

دنبل پر دم کرنے پر معاوضہ

سوال:- (۱) زید کسی دنبل یعنی جس کو نکالا، یا بولا بھی کہتے ہیں وہ کسی طریقہ آیت یا علم سفلی سے دم کرتا ہے، ڈھیلا کاٹ دیتا ہے، اور مریض کو آرام ہو جاتا ہے، کسی کو نہیں ہوتا ہے،

---

[1] ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن الیٰ ماقال وزادبعضهم الا ذان والاقامة والوعظ الخ شامی ج۹/ ص۷۶/(مطبع زکریا دیوبند) کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدةمطلب مهم فی عدم جواز الاستئجارعلی التلاوة الخ،عالمگیری کوئٹه ص۴۴۸/ج۴/الفصل الرابع فی فساد الاجارة.
"استاجره لیکتب لهٗ تعویذاً لاجل السحرجاز الخ درمختارعلیٰ الشامی زکریاج۹/ص۱۲۷/ کتاب الاجارة،مسائل شتی،عالمگیری کوئٹه ص۴۵۰/ج۴/الفصل الرابع فی فساد الاجارة، بذل المجهودص۱۱/ج۵/کتب خانه رشیدیه سهارنپور، کتاب الطب"

تو اس دم کرنے کے بعد زید دوسوا دو آنہ بطور شیرینی کے لیتا ہے، مریض سے تو یہ رقم کافی جمع ہوجاتی ہے، مسجد کے مصرف یعنی لوٹا، مصلّٰی تیل، صف یا تعمیر وغیرہ میں خرچ کیا جاتا ہے، تو بکر کہتا ہے کہ یہ مصرف جائز نہیں ہے، مسجد میں یہ پیسہ نہیں لگا سکتے، کیونکہ اس میں ہندو کے پیسے بھی ہوتے ہیں، اس لئے ناجائز ہے۔

(۲) اگر یہ رقم مسجد میں نہ صرف کی جاوے تو کیا مدرسہ اسلامیہ میں مدرس کی تنخواہ یا تعمیر میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱،۲) اگر آیت قرآنی پڑھ کر دم کرتا ہے اور اس کے عوض میں لیتا ہے، تو یہ درست ہے[۱]، پھر اس کو یہ بھی جائز ہے کہ وہ مسجد یا مدرسہ میں جہاں چاہے دیدے اور مسجد و مدرسہ دونوں جگہ اسکا صرف کرنا درست ہے، اگر کچھ اور پڑھ کر دم کرتا ہے، تو اس کے معلوم ہونے پر حکم تحریر کیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۴/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/ ربیع الثانی ۶۰ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/ ربیع الثانی ۶۰ھ

---

[۱] عن ابی سعید الخدری ان رهطا من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم انطلقوا فی سفرة سافر وها فنزلوا بحی من احیاء العرب فقال بعضهم ان سیدنالدغ فهل عنداحدکم شئی ینفعنا صاحبنافقال رجل من القوم نعم فجعلوا له قطیعا من الشاء فاتاه فقرأ علیه ام الکتاب الیٰ قوله من این علمتم انها رقیة احسنتم اقتسموا واضربوالی معکم بسهم الحدیث وفی الحدیث اعظم دلیل علی ان یجوز الأجرة علی الرقی والطب. ابوداؤد مع بذل المجهود ج۵/ص ۱۱/کتاب الطب باب کیف الرقی. مطبوعه رشیدیه سهارنپور، بخاری شریف ص ۸۵۴/ج ۲/کتاب الطب باب الرقی بفاتحة الکتاب، جوزواالرقیة بالاجرة ولوبالقرآن کماذکره الطحاوی لانهالیست عبادة محضة بل من التداوی شامی کراچی ص۵۷/ج۶/باب الاجارة الفاسدة.

تعویذ دیکر یا پانی پر دم کر کے اجرت لینا

سوال: -تعویذ یا تاگہ دم کر کے کسی ہندو یا مسلمان کو دینا جائز ہے یا نہیں یا پانی پر دم کر کے دینا جائز ہے یا نہیں، اور اس کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں اگر مرض والا بعد آرام کچھ انعام وغیرہ دے تو لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پانی پر دم کر کے یا تاگہ کا گنڈا بنا کر مسلم وغیر مسلم سب کو دینا درست ہے اور سب پر دم کرنا اور پھونک مارنا بھی درست ہے، تعویذ پر آیت لکھ کر دینا مسلم وغیر مسلم سب کو درست ہے، مگر اس طرح کہ ایک کاغذ یا کپڑا اس پر چڑھا دیا جائے، یا موم جامہ کر دیا جائے تاکہ بے وضو یا ناپاک اس کو مس نہ کرے، اور تعویذ گنڈا دینے یا دم کرنے پر اجرت لینا بھی درست ہے[1]، بشرطیکہ جانتا ہو اور دھوکہ نہ دیتا ہو بلا اجرت کے زیادہ برکت ہوتی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نکاح خوانی کی اجرت کس پر ہے؟

سوال:۔ ہمارے یہاں نکاح خوانی کی کوئی اُجرت نہیں، لیکن نکاح کے بعد لڑکے والا کچھ نہ کچھ دیتا ہے، جو کہ اس کی مرضی پر ہوتا ہے، اور نکاح خواں لڑکی والے کی طرف سے بلایا جاتا ہے، یہ لین دین حضرت تھانویؒ کے فتویٰ کے اعتبار سے ناجائز ہے، حضرتؒ فرماتے ہیں کہ اگر دینے والا دولہا والا ہو اور قاضی یا ملاّ کو دولہن والے بلا کر لے گئے ہوں، جبکہ ایسا ہی

---

[1] استاجرہ لیکتب لہ تعویذاً لاجل السحر جاز الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۹/ ص۷۲/ کتاب الاجارۃ،باب فسخ الاجارۃ فی مسائل شتیٰ،عالمگیری کوئٹہ ص۴۵۰/ ج۴/ الفصل الرابع فی فسادالاجارۃ.

دستور ہے، تب تو لینا بالکل جائز نہیں، کیونکہ اجرت بذمہ بلانے والے کے تھی، دوسرے پر بار ڈالنا جائز نہیں، اور اگر بلانے والے بھی دولہا والے ہیں، تو نکاح خواں کو اس کا دیا ہوا جائز ہے، امداد الفتاویٰ، ج ۲/ص ۳۷۹/ آپ تفصیل سے اسکو بیان فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن اسباب کی بنا پر حضرت تھانویؒ نے ناجائز لکھا ہے، وہ اسباب موجود نہیں تو جائز ہے، یعنی جواز اصلی ہے، اورعدم جواز عارضی، جو عارض کے مرتفع ہوجانے سے ختم ہوجائے گا، جواز کی تصریح عالمگیری میں ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۳/ ۸۹ھ

نکاح خوانی کی اجرت

سوال:- نکاح پڑھانے والے جو روپیہ سوا روپیہ وغیرہ نکاح میں پڑھانے کا لیتے ہیں، یہ شرعاً جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نکاح پڑھانے والا صرف ایک ہی شخص ہے اور کوئی نہیں تب اس کو اجرت لینا جائز نہیں، اگر اور ہیں تو اس کو اختیار ہے، کہ اجرت مقرر کرے، او لے لے،" **ولایحل لہ اخذ شیی علیٰ النکاح ان کان نکاحاً یجب علیہ مباشرتہ کنکاح الصغاروفی غیرہ یحل الخ**

---

[1] وکل نکاح باشرہ القاضی وقد وجبت مباشرتہ علیہ کنکاح الصغاروالصغائرفلایحل لہ اخذ الاجرۃ علیہ ومالم تجب مباشرتہ علیہ حل لہ اخذالاجرۃ علیہ کذافی المحیط والمختارللفتوی انہ اذاعقدبکراً یاخذ دیناراً وفی الثیب نصف دینار ویحل لہ ذالک ھکذا قالوا عالمگیری کوئٹہ ص ۳۴۵/ج۳/ کتاب القضاء ،الباب الخامس عشرفی اقوال القاضی،خلاصۃ الفتاوی ص ۴۸/ج ۴/الفصل العاشرفی الحظروالاباحۃ،امجداکیڈمی لاھور.

خلاصة الفتاویٰ فصل فی الحظر والاباحة من کتاب القضاء[۱] قال فی البزازیة من کتاب القضاء وان کتب القاضی سجلاً او تولی قسمةً واخذاجرة المثل له ذٰلک ولو تولیٰ نکاح صغیره لایحل لهٗ اخذ شیئی لانه واجب علیه وکل مایجب علیه لایجوز اخذ الاجر علیه ومالایجب علیه یجوز اخذ الاجر وذکر عن البقالی فی القاضی یقول اذاعقدت عقد البکر فلی دینار وان ثیبا فلی نصفه انه لایحل له ان لم یکن لها ولی فلو کان ولی غیره یحل بناءً علیٰ ماذکروا اھ بحر ج۵/ص ۲۴۳/[۲]

تنبیہ:- واضح ہو کہ عورت مرد اگر گواہوں کے سامنے خود ایجاب وقبول کر لیں تب بھی نکاح شرعاً صحیح ہو جائے گا، اگرچہ خطبہ نہ پڑھا ہو، کیونکہ خطبہ پڑھنا صرف مستحب ہے، جیسا کہ مسجد میں ہونا اور جمعہ کے روز ہونا بھی مستحب ہے، اور ترک مستحب سے اصل نکاح تو صحیح ہو جاتا ہے، البتہ مستحب کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔

ینعقد النکاح بالایجاب والقبول بلفظین وضعاللماضی اووضع احدهما للماضی والاٰخرللمستقبل لان النکاح عقد فینعقد بهما کسائر العقود عندحرین اوحروحرتین عاقلین بالغین مسلمین اھ زیلعی ج۳/ ص ۹/[۳] بحذف، ویندب اعلانه وتقدیم خطبته وکونه فی مسجد یوم جمعه، قوله وتقدیم خطبة بضم الخاء مایذکر قبل اجراء العقدین الحمد والتشهد واما بکسرها فهی لطلب التزوج والخطبة فافادانهالا تتعین بالفاظ مخصوصة وان خطب بماورد فهو احسن اھ در مختار ج۲/

---

[۱] خلاصة الفتاوی ص۴۸/ج۴/مجداکیڈمی لاهور.

[۲] البحرالرائق ج۵/ص۲۴۳/ مطبوعه کوئٹه، کتاب الوقف قبیل احکام المسجد، بزازیة علی الهندیة ص۱۴۰/ج۵/کتاب القضاء، الفصل الثانی فی ادبه، مطبوعه کوئٹه.

[۳] زیلعی ج۲/ص۹۶، ۹۸/مطبوعه پاکستان کتاب النکاح، الدرالمختارمع الشامی کراچی ص۹/ج۳/کتاب النکاح، البحر کوئٹه ص۸۱/ج۳/کتاب النکاح.

ص ۴۰۴ /[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۵/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۹/ جمادی الثانیہ ۵۷ھ

نکاح خوانی کی اجرت

سوال:- فی بلادنا عقد اجارہ کرنے والے لڑکی والے ہوتے ہیں، اور نکاح خوانی کی اجرت لڑکے والے قاضی جی کو دیتے ہیں، جس کو قاضی صاحب یا تو مدرسہ میں دیتے ہیں یا اپنے صرف میں لاتے ہیں، نکاح خوانی کی اجرت جائز ہے، یا رشوت میں داخل ہے، صورت رشوت وجواز کی بالتفصل بیان فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح خوانی کی اجرت درست ہے رشوت نہیں، بلکہ بعض جگہ قاضی مقرر ہوتے ہیں، ان کے درمیان کچھ معاملہ مقرر ہوتا ہے، کہ مثلاً ایک روپیہ چار آنہ ملا تو ایک روپیہ قاضی صاحب رکھیں گے اور ۴/ نائب کو دیں گے، پھر نکاح پڑھنے کے لئے عامۃ نائب جاتے ہیں، قاضی صاحب نہیں جاتے یہ ناجائز ہے، اور یہ ایک روپیہ رشوت ہے، اس کی پوری تفصیل مطلوب ہو تو امداد الفتاوی[۲] جلد سوم ملاحظہ کیجئے، اس میں اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ موجود ہے، اور جو شخص قاضی کو بلا کر لیجائے اور نکاح پڑھوائے اسی کے ذمہ اجرت لازم ہوگی، لڑکے والا ہو یا لڑکی والا ''لایحل لہٗ (ای للقاضی) اخذ شئی علی النکاح ان کان نکاحاً یجب علیہ

---

[۱] درمختار علی الشامی زکریا ج۴/ ص ۶۲/ کتاب النکاح، البحر کوئٹہ ص ۸۱/ ج۳/ کتاب النکاح، تبیین الحقائق ص۹۸/ ج۲/ کتاب النکاح، مکتبہ امدادیہ ملتان.

[۲] امدادالفتاویٰ ج۳/ ص ۳۶۹/ الصراح فی اجرۃ النکاح، مطبوعہ زکریادیوبند.

مباشرته كنكاح الصغائر وفي غيره يحل اھ خلاصته الفتویٰ[1] ج ۴/ص ۴۸/اور یہ اجرت قاضی صاحب کی ملک ہے، ان کو اختیار ہے کہ خود رکھیں یا مدرسہ وغیرہ میں دیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نکاح خوانی

سوال:- نکاح پڑھا کر روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نکاح پڑھانے والے سے اولاً معاملہ طے کرلیا جائے کہ فلاں جگہ جاکر نکاح پڑھانا ہوگا، اور اس کی اتنی اجرت تم کو دی جاویگی، تو شرط کے موافق اجرت لینا جائز ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قاری کے لئے اجرت کی شرط اور مروجہ قرآن خوانی

سوال:- (۱) چند افراد پر مشتمل جس میں حفاظ، ناظرہ خواں، بالغ، نابالغ سب ہی

---

[1] خلاصة الفتاویٰ ج۴/ص۴۸/کتاب القضاء "فصل فی الحظر والاباحة" امجداکیڈمی لاهور، بزازية علی الهندية ص ۱۴۰/ج۵/کتاب القضاء الفصل الثانی فی ادبه النوع الاول، مطبوعه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۵/ج۳/کتاب القاضی، الباب الخامس عشرفی اقوال القاضی الخ.

[2] الدلالة فی النکاح لاتستوجب الاجرالیٰ قوله وغیره من مشائخ زماننا کانوا یفتون بوجوب اجرالمثل وبه یفتی الخ عالمگیری ج۴/ص ۴۵۱/مطبوعه کوئٹه، کتاب الاجارة مطلب الاستئجار علی الافعال المباحة، خانیه علی الهندية ص۳۲۷/ج۲/کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه کوئٹه.

ہوتے ہیں، یہ جماعت مختلف اوقات میں دوسرے کے دروازوں پر قرآن خوانی کے لئے جاتے ہیں، قرآن پاک کو ختم کرنے کے بعد اس جماعت کا منتخب آدمی صاحب خانہ سے دریافت کرتا ہے کہ یہ قرآن کس لئے پڑھوایا؟ ایصالِ ثواب کے لئے، برکت کے لئے، مقدمہ میں کامیابی کے لئے، بیماری وغیرہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے؟ صاحب خانہ کی منشاء کے مطابق دعا کی جاتی ہے، پھر اس کے بعد قارئین کو شیرینی یا نقد یا کم از کم ناشتہ اور پان ضرور کھلاتا ہے، اگر بعض لوگ ان کے اس فعل کی مذمت کرتے ہیں، تو یہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ ہماری نیت یہ نہیں ہوتی کہ صاحب خانہ کے ختم ہونے کے بعد ہم کو کچھ دے گا، جب صاحب خانہ خود ہی اپنی مرضی سے دیتا ہے، تو ہم بھی لے لیتے ہیں، تو یہ لوگ ختم قرآن کے بعد معقول شیرینی کا انتظام کرتے رہتے ہیں، اگر وہ اپنی مجبوری کی وجہ سے ان کی خاطر خواہ خدمت نہ کر سکے، تو یہ اس پر لعن طعن کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ تمہارے پاس انتظام نہیں تھا، تو قرآن پاک ختم کرانے کی کیا ضرورت تھی، مذکورہ بالا طریقے سے قرآن خوانی کرنے کی شریعت مطہرہ اجازت دیتی ہے، یا نہیں؟

(۲) اس طرح سے قرآن پاک پڑھنے کا اور پڑھوانے کا اور جو صاحب خانہ قارئین کو قرأت کے نتیجے میں دیتا ہے تو اس کا ثواب ہوگا یا نہیں؟

(۳) جو رقم قارئین کو ملتی ہے، اس کو مدرسہ یا مسجد میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) اگر مذکورہ بالا طریقہ سے ختم قرآن صحیح نہیں تو پھر اس کا صحیح طریقہ کیا ہوگا، جس سے قرآن شریف کی عظمت وشان باقی رہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) قرآن شریف کی تلاوت عظیم الشان عبادت ہے، صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کیلئے کی جائے، اس پر جو کچھ ثواب ملے وہ جس کو دل چاہے پہنچایا جا سکتا ہے[۱]، اس کی تلاوت

[۱] ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره عند اهل السنة والجماعة (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

E:\F.M.Failnal\Jild-25\09-Ujrat Alattaat

سے کسی مالی منفعت کی نیت نہ ہونی چاہئے، ورنہ اس کا ثواب نہیں ملے گا، بلکہ مال کے لالچ میں پڑھنے سے عذاب ہوگا، کیونکہ اس کی ممانعت خود قرآن کریم میں ہے، "ولاتشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً" (الآیة[1]) آج کل بعض جگہ قرآن خوانی کرا کے ثواب پہنچانے کا جو طریقہ رائج ہوگیا ہے، کہ مکان پر بلا کر یا مسجد میں جمع کر کے ثواب پہنچایا جاتا ہے، اور پڑھنے والوں کو شیرینی نقد چائے، کھانا، کپڑا اپنے اپنے رواج کے مطابق دیا جاتا ہے، اور پڑھنے والے اسی لالچ میں جاتے ہیں، اگر کچھ نہ دیا گیا تو ناخوش ہوتے ہیں، اور اگر پہلے سے معلوم ہوجائے کہ کچھ نہیں ملے گا، تو جانے سے عذر کردیتے ہیں، اور بعض حافظ، قاری ایک ایک دن میں کئی کئی جگہ جاتے ہیں، پھر آپس میں مقابلہ اور مفاخرہ کرتے ہیں، کہ ہم نے اتنا کمایا، گویا کہ ایک پیشہ کمائی کا بنا رکھا ہے، اس کی ہرگز اجازت نہیں، علامہ شامیؒ نے ردالمحتار[2]، شرح عقود رسم المفتی[3]، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ[4] میں اس پر شدید رد لکھا ہے، اور کتب فقہ کی عبارتیں نقل کی ہیں بلکہ اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ تصنیف کیا ہے، اس کا نام ہے "شفاء العلیل[5]" اس پر اپنے زمانے کے چیدہ چیدہ اکابر کے دستخط بھی کرائے ہیں، اس میں سیر حاصل بحث کی ہے۔

(۲) اس کا ثواب نہیں ہوگا، "**حیث صار القرآن مکسباً وحرفة یتجر بها وصار القاری منهم لایقرأ شیئاً لوجه الله تعالیٰ خالصاً بل لایقرأ الا للاجرة وهو الریا**

(پچھلے صفحہ کا باقی) **صلاة کان او صوماً او حجاً او صدقة اوقراءة قرآن او الاذکار الی غیر ذالک من جمیع انواع البر الخ، تبیین الحقائق ص۸۳/ ج۲/ باب الحج عن الغیر، مکتبه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص۴۵۶/ ج۱/ باب الحج عن الغیر، دارالکتب العلمیه بیروت.**

[1] سورۂ بقرہ آیت ۴۱/ **ترجمہ**: اور مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو۔ (از بیان القرآن)

[2] **شامی کراچی ص۵۵، ۵۶/ ج۶/ کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة.**

[3] **شرح عقود رسم المفتی ص۶۵، ۶۶/ مطبوعه زکریا دیوبند.**

[4] **تنقیح الفتاوی الحامدیه ص۱۳۷/ ج۲/ کتاب الاجارة، مطبوعه مصر.**

[5] **رسائل بن عابدین ص۱۵۱ تا ۲۰۸/ ج۱/ السابعة: شفاء العلیل وبل الغلیل، سهیل اکیڈمی لاهور.**

المحض الذی هو ارادة العمل لغیر اللّٰه تعالیٰ فمن این یحصل لهٗ الثواب الذی طلب المستاجر ان یهدیه لمیته وقد قال الامام قاضی خان ان اخذ الاجر فی مقابلة الذکر یمنع استحقاق الثواب ومثله فی فتح القدیر اھ (شرح عقود رسم المفتی ص ۳۸)[1]۔

(۳) اس رقم کا لینے والا اور دینے والا گنہگار ہے، اس کو واپس کر دینا چاہئے۔ " قال تاج الشریعة فی شرح الهدایة ان القرآن بالاجرة لایستحق الثواب لاللمیت ولا للقاری وقال العینی فی شرح الهدایة ویمنع القاری للدنیا والاٰخذ والمعطی اٰثمان (ردالمحتار ج۵/ص ۳۵)[2]۔

(۴) نمبر ا/ میں لکھ دیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

اجرت پر قرآن خوانی

سوال: ۔بعض ممالک میں دستور ہے کہ دفن میت کے بعد چار یوم یا اور کوئی ایام تعینہ تلک قبر پر رات دن تلاوت قرآن پاک اور دوسرے ادعیہ خوانی کرتے ہیں، اور خاص اہتمام کے ساتھ اس کیلئے اجرت پر پڑھنے والے مقرر کئے جاتے ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا کرنا بحکم شرع شریف کیسا ہے، مع حوالہ تحریر کیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے پڑھنے والا اور پڑھانے والا دونوں گنہگار ہیں، وہ اجرت حرام ہے[3]، اس

---

[1] شرح عقود رسم المفتی ص ۶۲/مطبوعه زکریادیوبند.

[2] شامی زکریا ج۹/ص۷۷/وکراچی ج۶/ص ۵۶/کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب تحریرمهم فی عدم جوازالاستئجارعلی التلاوة الخ،رسائل ابن عابدین ص ۱۷۱/ ج ۱/ السابعة:شفاء العلیل وبل الغلیل سهیل اکیڈمی لاهور.

[3] ولایصح الاستئجار علی القرأة واهدائها الیٰ المیت لانه لم ینقل (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

کی واپسی ضروری ہے، کذا فی ردالمحتار[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایصال ثواب کیلئے اجارہ

سوال:- جس شخص کے یہاں میت ہوجاتی ہے، وہ تین چار مولویوں کو جمع کر کے متوفی کی قبر کے پاس بٹھا دیتا ہے، کہ اتنے روز تم کو قبر پر شب وروز حاضر ہوکر قرآن شریف پڑھنا ہوگا، اس صلہ میں تم کو روٹی اور اتنی رقم دی جائیگی، شرعاً یہ کیسا ہے؟ مالا بدمنہ، ص۱۳۴ / پر ہے، دراجارہ گرفتن بخواندن قرآن برقبر میت معین ومختار آں است کہ جائز است وکذا فی العالمگیریہ، ایسا کرنے سے میت کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح تلاوتِ قرآن پاک سے ثواب نہیں ہوتا، نہ پڑھنے والوں کو، نہ میت کو، رقم اور روٹی معاوضۂ تلاوت میں لینے اور دینے کی وجہ سے یعنی لینے اور دینے والوں کو گناہ ہوتا ہے، جیسا کہ ردالمحتار، ج۵ / کتاب الاجارہ میں تصریح ہے، "الاخذ والمعطی آثمان" فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ صورت ناجائز ہے، "**قال تاج الشریعة فی شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لاللميت ولا للقارى وقال العينى فى شرح الهداية ويمنع القارى للدنيا والاخذ والمعطى آثمان فالحاصل ان ماشاع فى زماننا من قرأة الاجزاء بالاجرة لايجوز لان فيه الامر بالقرأة واعطاء الثواب للآمر**

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) عن احد من الائمة الاذن فى ذالک الخ شامی زکریا ج۹ / ص۷۸ / وکراچی ج۶ / ص۵۷ / کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة (مطلب فى الاستئجار على الطاعات)

[۱] قال تاج الشريعة فى شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لاللميت ولاللقارى وقال العينى فى شرح الهداية يمنع القارى للدنياوالآخذ والمعطى آثمان شامی کراچی ص۵۶ / ج۶ / کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة.

E:\F.M.Failnal\Jild-25\09-Ujrat Alattaat

والقرأة لاجل المال فاذا لم یکن للقاری ثواب لعدم النیة الصحیحة فاین یصل الثواب الیٰ المستاجر ولولا الاجرة ماقرااحد لاحدفی هذا الزمان بل جعلواالقرآن العظیم مکسبا ووسیلة الی جمع الدنیا اناللّٰه واناالیه راجعون اھ شامی ج۵/ ص ۲۵۵/نعمانیه[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

میت کیلئے تسبیح وتہلیل وغیرہ اجرت پر

سوال:- (۱) جب میت مرجائے، تو دفن کے بعد مولوی ملّے حفاظ وغیرہم کو جمع نقد رقم دیکر چاردن یا کم وبیش تک قبر کے گرداگرد تسبیح وتہلیل وغیرہ پڑھواتے ہیں، اوراس ثواب کو میت کو بخشنا کیسا ہے، یعنی اس روپیہ کو ترک میت سے بغیر تقسیم ترکہ ادا کرنا چاہئے یانہیں، قبر کے گرد خصوصیت سے جمع ہوکر پڑھنا جائز ہے یانہیں، ان اجرت پر پڑھنے والوں کو ثواب ملے گا یانہیں، اوران کو یہ رقم لینا کیسا ہے؟

(۲) کسی حافظ ملاّ کو دوایک روپیہ دیکر اپنے گھر چالیس روز تک قرآن شریف پڑھوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) تسبیح وتہلیل پر اجرت لینا اور دینا ناجائز ہے، اس صورت میں ثواب نہیں ہوتا، بلکہ گناہ ہوتا ہے، اگر میت اس کی وصیت کرے تو یہ وصیت باطل ہے، اگر ورثہ میں بعض نابالغ ہیں تو بغیر تقسیم کئے ترکہ میں سے یہ اجرت دینا قطعاً ناجائز ہے، دینے والوں پر بقدر حصہ

---

[۱] شامی کراچی ج۶/ص ۵۶/مطبوعه زکریا ج۹/ص ۷۷/کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة، مطلب تحریر مهم فی عدم جوازالاستئجارالخ، تنقیح الفتاوی الحامدیه ص ۱۳۸/ ج۲/کتاب الاجارة، مطلب فی حکم الاستیجارعلی التلاوة مطبوعه مصر، رسائل ابن عابدین ص ۱۷۱/ج۱/السابعة: شفاء العلیل وبل الغلیل سهیل اکیڈمی لاهور.

نابالغین ضمان لازم ہوگا[1] بعد تقسیم اگر بالغین اپنے حصہ میں سے دیں گے، تو گناہ سے وہ بھی نہ بچیں گے۔

(۲) یہ بھی ناجائز ہے، ''وبه ظهر حال وصايا اهل زماننا فان الواحد منهم يكون فى ذمته صلوٰت كثيرة وغيرها من الزكوٰة واَضاح وايمان ويوصى لذلك بدراهم يسيرة ويجعل معظم وصيته لقرأة الختمات والتهاليل التى نص علمائنا على عدم صحة الوصية بها وان القرأة لشى من الدنيا لاتجوز وان الآخذ والمعطى اٰثمان لان ذٰلك يشبه الاستئجار على القرأة ونفس الا ستئجار عليها لايجوز فكذا ماشبهه كماصرح بذلك فى عدة كتب من مشاهير كتب المذهب وانما افتى المتاخرون بجوازالاستئجار على تعليم القرآن لاعلى التلاوة كما اوضحت ذلك فى شفاء العليل اھ شامی ج ۱/ص ۶۷۷/[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۵/۵۸ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ سہارنپور ۳/۵/۵۸ھ

امامت کی اجرت میں صرف کھانا ہوتو درست نہیں

سوال: ۔زید ایک مسجد میں امامت کرتا ہے، اوراس کو مسجد کی جانب سے صرف کھانا

---

[1] الاباجازة ورثته وهم كبارعقلاء فلم تجزاجازة صغيرومجنون،ولواجازالبعض وردالبعض جاز على المجيزبقدرحصته له الدرالمختارعلى الشامى ص ۶۵۶/ج۶/كتاب الوصية،مطبوعه كراچى،مجمع الانهرص ۴۱۹/ج۴/كتاب الوصايا،دارالكتب العلميه بيروت.

[2] شامى زكرياج ۲/ص ۵۳۴/مطبوعه نعمانيه ديوبندج ۱/ص ۴۹۲/مطبوعه كراچى ص ۷۳/ج۲/كتاب الصلوٰة باب قضاء الفوائت(مطلب فى بطلان الوصية بالختمات والتهاليل)رسائل ابن عابدين ص۱۶۷/ج۱/السابعة:شفاء العليل وبل الغليل سهيل اكيڈمى لاهور،تنقيح الفتاوى الحامديه ص۱۳۸/ج۲/كتاب الاجارة،مطبوعه مصر.

دیا جاتا ہے، تو یہ معاملہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اجرت میں صرف کھانا ہی دیا جاتا ہے تو یہ معاملہ فاسد ہے، اور اگر اجرت میں کھانے کے علاوہ کوئی قلیل یا کثیر تنخواہ بھی ہو تو معاملہ درست ہے، فتاویٰ عالمگیری[1] میں ہے "وکل اجارة فیهارزق اوعلف فهو فاسد اھ اور شامی[2] ج۵/ص ۳۹/ میں ہے، قولهٗ (وکشرط طعام عبد وعلف دابة) فی الظهیریة استاجر عبدا اودابة علیٰ ان یکون علفها علی المستاجر ذکرفی الکتاب انه لایجوز وقال الفقیه ابو اللیث فی الدابة ناخذ بقول المتقدمین امافی زماننا فالعبدیاکل من مال المستاجر عادة اھ وقال الحموی ای فیصح اشتراطه واعترضه بقوله فرق بین الاکل من مال المستاجر بلاشرط ومنه بشرط اھ اقول المعروف کالمشروط به یشرع کلام الفقیه کما لایخفی علی النبیه.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۸۸ھ

امام کی تنخواہ وقت پر نہ ملے

سوال:- امام صاحب جن کو ختم ماہ پر ایک دو روز بعد نمازی تنخواہ دیتے ہیں، مگر پھر بھی امام صاحب کہتے ہیں کہ تم نے نماز اُدھار پڑھی ہے، ماہ ختم ہوتے ہی تنخواہ ملنی چاہئے، کیا امام

---

[1] عالمگیری ج۴/ص ۴۴۲/ مطبوعه کوئٹه، کتاب الاجارة، فی الفصل الثانی فیما یفسد العقد فیه لمکان الشرط، مبسوط سرخسی ص ۱۶۲/ ج۸/ الجزء الخامس عشر، باب اجارة الراعی، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] شامی زکریا ج۹/ص ۶۴/ مطبوعه کراچی ج۶/ص۴۷/ کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، عالمگیری کوئٹه ص ۴۴۲/ ج۴/ کتاب الاجارة، الفصل الثانی فیما یفسدالعقدلمکان الشرط، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۱۲۱/ ج۵/ کتاب الاجارة، مسائل الاجارة علی شرط.

صاحب کا یہ قول درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز یا امامت کوئی دوکانداری یا تجارتی پیشہ کمائی کا پیشہ نہیں ہے، ضرورتِ شرعیہ کی بناپر تنخواہ کو مجبوراً جائز قرار دیا گیا ہے[۱] زید کو ایسا نہیں کہنا چاہیئے، مقتدیوں کو بھی خیال رکھنا چاہیئے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو امام پابندی نہ کرے اس کا معاوضہ

سوال: -مسجد میں ایک امام نماز پڑھانے کے لئے رکھا گیا تھا، اور اس سے جو اناج کا وعدہ کیا تھا، وہ اس شرط پر کہ اگر جمعہ کی نماز چھوڑ دی یا بلاضرورت باہر گھومے پھرے، تو اناج کے وعدہ کو کوئی پورا نہ کرے گا، اس کے بعد حافظ صاحب نے ساڑھے تین مہینے نماز پڑھائی، آوارہ اس دوران گھوما، ٹائم پر جماعت نہیں کرائی، مقتدیوں نے کہا تو اس نے زبان درازی کی، اب ہم اس سوچ میں ہیں کہ اس اناج میں مسجد کے کام میں یا مدرسہ اسلامیہ میں دیدیا جائے، یا اس حافظ کو دیدیا جائے، آپ اس کا جواب جلد دیں؟

---

[۱] ولاتصح لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامة وتعليم القرآن والفقه ويفتىٰ اليوم بصحتهاالخ الدرالمختارمع الشامي زكريا ج ۹/ص ۷۶/مطبوعه كراچی ۶/۵۵/كتاب الاجارة،باب الاجارة الفاسدة مطلب فی الاستئجار علی الطاعات،مجمع الانهرص ۵۳۳/ج۳/ باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،سكب الانهرعلى مجمع الانهرص ۵۳۴/ج۳/باب الاجارة الفاسدة،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[۲] عن عبدالله بن عمرقال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اعطواالاجيراجره قبل ان يجف عرقه مشكوة ص۲۵۸/باب الاجارة،الفصل الثانی،ابن ماجه ص ۱۷۶/ابواب الرهون،باب الاجر الاجراء،مطبوعه اشرفی دیوبند،مرقاة شرح مشكوة ص ۳۶۵/ج۳/مطبوعه بمبئی.

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنے روز تک نماز پڑھائی ہے، اتنے روز کا اناج اس امام کو دیدیا جائے[1] اور بس باقی مسجد میں لگادیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۵ھ

کم تنخواہ کا علاج

سوال:- متولی اچھی طرح جانتا ہے کہ قرآن مجید کو قواعد کے مطابق ادا نہیں کرسکتا مگر کم تنخواہ کی وجہ سے بچوں کو تعلیم دلواتا ہے، اور مولوی خود اپنی اصلاح نہیں کرسکتا، کیونکہ عمر درازی کی وجہ سے اصلاح میں شرماتا ہے، ایسی حالت میں بچوں کی اصلاح کی کیا تدبیر ہے؟

اسی طرح کی تعلیم کے سلسلہ میں بچوں کا وقت ضائع کرانے میں خداتعالیٰ کے دربار میں مجرم کون ہوگا؟ استاذ یا شاگرد، یا مہتمم، یا والدین؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۳،۲) اگر متولی کے پاس زیادہ تنخواہ کا انتظام نہیں ہے تو اہل محلّہ خود کوشش کرکے زیادہ تنخواہ کا انتظام کردیں تاکہ یہ صورت ہی ختم ہوجائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۸۹ھ

---

[1] فاذامات المدرس فی اثناء السنة قبل مجیء الغلة وقبل ظهورها من الارض وقد باشر مدة ثم مات اوعزل ینبغی ان ینظر وقت قسمة الغلة الی مدة مباشرته والی مباشرة من جاء بعده ویبسط المعلوم علی المدرسین وینظر کم یکون منه للمدرس المنفعل والمتصل فیعطی بحسابه مدته البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۲۸ / ج ۵ / کتاب الوقف.

[2] جب مدرس قابل اور باصلاحیت ہو اور بہتر طریقہ سے تعلیم دے سکتا ہو اور بغیر تنخواہ کے اضافہ کے اس کا گزارہ نہ ہو تو اس کی تنخواہ میں اضافہ کرنا درست ہے، اگرچہ کم تنخواہ پر خدمت کے لئے دوسرا شخص (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

بچے کے کان میں اذان پر کچھ پیش کرنا

سوال:- بچہ پیدا ہونے کے بعد اذان بچے کے کان میں پڑھوانے کو مسجد سے کسی امام یا ملا کو بلا کر اذان پڑھوانے کے بعد کچھ کھانا کھلایا، کچھ پیسے دیئے، بچہ والے نے اپنی خوشی سے، تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی پابندی یا مطالبہ غلط ہے[1]، مکان پر آنے والے کے احترام میں کچھ کھلا پلا دینے میں مضائقہ نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۹۳ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) موجود ہو مگر وہ ایسی قابلیت اور صلاحیت نہ رکھتا ہو جو مطلوب ہے۔

قال الامام للقاضی ان مرسوم المعین لایفی بنفقتی ونفقة عیالی فزادالقاضی فی مرسومه من اوقات المسجدبغیررضا اهل المحلة والامام مستغن وغیره یؤم بالمرسوم المعهودتطیب له الزیادة اذاکان عالماتقیا البحرالرائق کوئٹه ص۲۴۷/ج۵/ کتاب الوقف.

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] الاصل ان کل طاعة یختص بهاالمسلم لایجوزالاستیجارعلیها عندنا لقوله علیه الصلاة والسلام اقرؤ واالقرآن ولاتاکلوابه شامی زکریاص۷۶/ج۹/باب الاجارة الفاسدة،مطلب فی الاستیجارعلی الطاعات،هدایه علی فتح القدیرص۹۷/ج۹/باب الاجارة الفاسدة،مطبوعه دار الفکربیروت،مجمع الانهرص ۵۳۲،۵۳۳/ج۳/باب الاجارة الفاسدة،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من کان یومن باللّٰه والیوم الآخر فلیکرم ضیفه الحدیث مشکوٰة شریف ص۳۲۸/مطبع یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند باب الضیافة.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، تو اس کو چاہیئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔

نماز جنازہ پڑھا کر خیرات لینا

سوال:- مردے کی نماز پڑھ کر خیرات لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجرت لینا جائز نہیں، لیکن متاخرین نے بضرورت بعض عبادات کو مستثنیٰ کیا ہے، ان میں امامت نماز پنج وقتہ بھی ہے "ویفتیٰ الیوم بصحتها (ای الاجارة) علیٰ تعلیم القرآن والفقه والامامة والاذان. درمختار علی الشامی ج۵/ ص ۴۶[1]"۔

اور یہ خیرات بظاہر اجرت ہے، اور امامت نماز جنازہ کو فقہاء نے مستثنیٰ نہیں کیا، لہٰذا محض اس امامت پر اجرت لینا جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۵۵ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۵۵ھ

فتویٰ پر اجرت لینا

سوال:- فتویٰ کردہ اجرت گرفتن جائز است یانہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

باجرت فتویٰ کردن دو صورت دارد یکے بزبان جواب سوال دادن وبرآن اجرت

---

[1] الدرالمختار علی الشامی کراچی ج۶/ص۵۵/مطبوعه زکریا ج۹/ص۷۶/کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مجمع الانهر ص۵۳۳/ج۳/باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، عناية علی فتح القدير ص۹۸/ج۹/باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

E:\F.M.Failnal\Jild-25\09-Ujrat Alattaat

گرفتن بلاشروط اجارہ و بلا پابندیٔ وقت روا نیست۔

دوم تحریر جواب استفتاء دادن و آن بلاشبہ رواست زیرا کہ آن اجرت نوشتن است و بر مفتی نوشتہ جواب دادن از جانب شرع واجب نیست پس بران اجرت گرفتن روا خواہد بود مثل دیگر کاروبار نوشتنی مگر مقتضی غایت تقویٰ آنست کہ اگر مقدرۃ بود صرف برائے خدا این خدمت بانجام رساند و اجرت نگیرد پس گرفتن رخصت است کہ مرتکبش قابل ملامت نیست و اجر نگرفتن عزیمت است کہ عاملش لائق تحسین کذا فی ردالمحتار[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۴/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۴/۵۶ھ

ترجمہ سوال: فتویٰ دے کر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں۔

ترجمہ جواب: اجرت کے ساتھ فتویٰ دینے کی دو صورتیں ہیں، اول، زبانی سوال کا جواب دینا اور اس پر اجرت لینا بلاشرط اجارہ اور بلا پابندی وقت جائز نہیں، دوم، استفتاء کا جواب لکھ کر دینا اور اس پر اجرت لینا یہ بلاشبہ درست ہے، اس لئے کہ وہ لکھنے کی اجرت ہے، اور مفتی پر لکھ کر جواب دینا واجب نہیں، پس اس پر اجرت لینا درست ہے، دوسرے لکھے جانیوالے کاروبار کے مثل مگر مقتضائے تقویٰ یہ ہے کہ اگر قدرت ہو تو صرف برائے خدا اس خدمت کو انجام دیوے، اور اس پر اجرت نہ لیوے، پس اجرت لینا رخصت ہے، اور نہ لینا عزیمت ہے، رخصت پر عمل کرنے والا قابل ملامت نہیں اور عزیمت پر عمل کرنے والا لائق تحسین ہے۔

[1] فانه يستحق أجر المثل علىٰ كتابة الفتوىٰ لان الواجب عليه الجواب باللسان دون الكتابة بالبنان ومع هذاالكف اولىٰ الخ الدرالمختارعلى الشامي زكريا ج٩/ص١٢٧/مطبوعه كراچى ج٦/ ص٩٢/كتاب الاجارة،مسائل شتىٰ،وشامي تكمله زكريا ج١١/ص٧٧/مطبوعه كراچى تكمله ج٧/ص١٦/كتاب الهبة، مطلب لابأس للمفتي آن ياخذ شياً من كتابة الجواب الفتوىٰ،بزازية على الهندية كوئٹه ص٤٩/ج٥/كتاب الاجارات،نوع الاعمال التى لاتصح الاجارة بها،البحر الرائق كوئٹه ص٢٦٧/ج٦/كتاب القضاء،فصل في المستفتي.

باب چہارم: اجرت علی المعاصی

کارخانۂ شراب کی ملازمت

سوال:- کارخانۂ شراب جہاں کئی ہزار من شراب روزآنہ شیرہ وغیرہ سے پک کر تیار ہوتی ہے، اور یہاں سے ہندوستان کے اکثر شہروں میں بذریعہ برانڈی اور دیگر ذرائع سے روانہ کیجاتی ہے، اس میں مسلمانوں کو بطور مزدور، محرر، مثلاً شراب کی مشین چلانا، بوتلیں صاف کرنا، شراب کے لئے صندوق، ڈبہ، کنستر بنانا اپنی لاری، ٹھیلہ، بیل گاڑی یا سر پر لاد کر قرب وجوار یا مثلاً دہلی، حصار لاہور، انبالہ، وغیرہ لے جانا، مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں، اگر ناجائز ہے تو مکروہ ہے یا حرام، اور قرآن کریم کا حکم (**ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**) ان پر صادق آتا ہے، یا نہیں؟ نیز حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دس آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے، جس میں بنانے والا، نچوڑنے والا، پینے والا، پلانے والا، اٹھا کر لیجانے والا، جس کے پاس لیجائے، وغیرہ وغیرہ جو کہ قرآن کریم کے حکم مذکور اور "**فَاجْتَنِبُوْا**" کی تفسیر کر رہی ہے، اس سے کون لوگ مراد ہیں، شراب خانہ مسلمان اور ہندو کا ایک ہی حکم میں ہے یا جداگانہ احکام ہیں، مع حوالہ کتب حدیث آنحضرت ﷺ تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کارخانہ اگر مسلمان کا ہے تو اس کی یہ سب ملازمتیں حرام ہیں، موٹر وغیرہ کے ذریعہ سے لیجانا اور مزدوری لینا بھی حرام ہے، اگر یہ کارخانہ کافر کا ہے، تو ملازمتیں مکروہ تحریمی ہیں، شراب کی بیع وملازمت وغیرہ میں مسلم اور کافر کا حکم یکساں نہیں، بلکہ علیحدہ علیحدہ ہے، "**عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِی الْخَمْرِ عَشَرَۃً، عَاصِرَھَا وَمُعْتَصِرَھَا وَشَارِبَھَا. وَحَامِلَھَا وَالْمَحْمُوْلَۃَ اِلَیْہِ وَسَاقِیَھَا وَبَائِعِھَا، وَاٰکِلَ ثَمَنِھَا، وَالْمُشْتَرِیَ لَھَا، وَالْمُشْتَریٰ لَہٗ**

رواہ الترمذی وابن ماجه. مشکوۃ شریف[۱] ص۲۴۲، مگر شراب بنانے کی ملازمت بہرحال حرام ہے، "وجاز حمل خمر ذمی بنفسه اوبدابته باجر لاعصرها لقيام المعصية بعينه اھ درمختار قال الزيلعي وهذا عنده وقالا وهو مكروه زادفي النهاية وهذا قياس وقولهما استحسان ثم قال الزيلعي وعلىٰ هذا الخلاف لو اجره دابته ينقل عليه الخمر، ولعل المراد ههنا عصر العنب علىٰ قصد الخمرية فان عين هذا الفعل معصية بهٰذا القصد ولذا اعاد الضمير علىٰ الخمر مع ان العصر للعنب حقيقة اھ ردالمحتار ملخصاً ج۵/ ص۲۷۷[۲]" فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نسبندی کی ملازمت

سوال:- نسبندی کی ملازمت کرنا اور صرف غیر مسلموں کی نسبندی کرنا دوسروں کی نہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو کام ناجائز ہے اس کام کی نوکری کرنا بھی ناجائز ہے[۳] اور دوسرا ذریعہ معاش تلاش

---

۱ مشکوۃ شریف ص ۲۴۲/ ج ۱/ مطبع یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، ترمذی شریف ص ۲۴۲/ ج ۱/ ابواب البیوع، باب ماجاء فی الخمر والنهی عن ذالک.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لعنت فرمائی رسول اللہ ﷺ نے شراب کے معاملہ میں دس آدمیوں پر یعنی (۱) پھلوں کے نچوڑنے والے پر (۲) نچوڑوانے والے پر (۳) پینے والے پر (۴) اٹھانے والے پر (۵) اس شخص پر جس کے پاس شراب اٹھا کر لے جائی گئی (۶) پلانے والے پر (۷) بیچنے والے پر (۸) اس کے خریدنے والے پر (۹) شراب کی قیمت کھانے والے پر (۱۰) اس شخص پر جس کے لئے خریدی گئی۔

۲ درمختار مع الشامی ج۶/ ص ۳۹۱/ مطبوعہ کراچی، مطبوعہ زکریا ج۹/ ص ۵۶۲/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۰/ ج۴/ الباب الخامس العشر، الفصل الرابع فی فسادالاجارة، خانیہ علی الهندیة ص ۳۲۴/ ج ۲/ کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة.

کر لے، اور اس نوکری کو چھوڑ دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

محکمہ نسبندی میں ملازمت

سوال:- میں محکمہ نسبندی میں ملازم ہوں اس محکمہ میں صاحب اولاد کو زائد تولد کے سلسلہ ختم کرانے کے لئے آپریشن کے کام پر ملازمت کرتا ہوں لہٰذا یہ کام شرعاً جائز ہے یا نہیں اس کی تنخواہ لینا کیسا ہے جو تنخواہ مل چکی ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے مجبوراً یہ کام کرنا پڑے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ محکمہ اس بنیاد اور نظریہ پر قائم کیا گیا ہے کہ آدمی زیادہ ہو گئے غلہ کم پیدا ہوتا ہے، سب کو راشن پورا نہیں ملتا، جو آدمی پیدا ہو چکے ان کو دنیا سے ختم کرانے میں مفاسد بہت ہیں جن کو برداشت کرنا دشوار ہے، لہٰذا ایسی صورت اختیار کی جائے کہ آدمی کم پیدا ہوں، تاکہ راشن سب کو ملے یہ نظریہ تعلیمات اسلام کے بالکل خلاف ہے، زمانہ جاہلیت کے لوگ اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے کہ اگر یہ زندہ رہیں تو اس کو راشن کہاں سے دینگے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ راشن دینے والے ہم ہیں خدا تک اس معاملہ میں ان کو نظر کم جاتی تھی، ان کے اس نظریہ کو رد کرنے

(پچھلے صفحہ کا نمبر ۳ کا حاشیہ) [۱] ولا (تصح الاجارة) لاجل المعاصی الدر المختار علی الشامی زکریا ج ۹ / ص ۷۵ مطبوعہ کراچی ج ۶ / ص ۵۵ / کتاب الاجارہ باب الاجارۃ الفاسدة، والدر المنتقیٰ علی مجمع الانهر ج ۳ / ص ۵۳۳ / کتاب الاجارۃ الفاسدة، المبسوط للسرخسی ص ۳۸ / ج ۱۶ / الاجارۃ الفاسدة، دار الفکر بیروت.

وکما یستفاد استاجر الذمی رجلا لیخصی عبداً لایجوز الخ عالمگیری ج ۴ / ص ۴۴۹ / کتاب الاجارۃ مطلب الاستئجار علی المعاصی.

E:\F.M.Failnal\Jild-25\10-Ujrat Alalmaasi

کے لئے ارشاد ہوا ''وَلَاتَقْتُلُوْااَوْلَادَکُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِیَّاکُمْ (الآیة[۱]) وَلَاتَقْتُلُوْااَوْلَادَکُمْ مِنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُکُمْ وَاِیَّاهُمْ(الآیة[۲]) یعنی فقر کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو تم کو اور تمہاری اولاد کو ہم روزی دیں گے اس نظریہ کی بناء پر یہ تدابیر اختیار کرنا خدا پاک کی ذات اور اس کے وعدوں پر اعتماد کو ختم کرنا ہے، اس لئے ہرگز جائز نہیں علاوہ ازیں ایک دوسری خرابی اس میں یہ ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے تکثیر اولاد کی ترغیب دی ہے[۳]، اور یہ منصوبہ بالکل اس کی ضد ہے اس منصوبہ بندی میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اگر تین بچے پیدا ہونے پر آپریشن کر دیا گیا اور پھر عورت کا انتقال ہو گیا مرد نے اس کے بعد دوسری شادی کی تو وہ دوسری عورت اولاد سے قطعاً محروم رہے گی، لہٰذا اس مقصد کیلئے آپریشن کرنا جائز نہیں ہے اور اس کی ملازمت بھی جائز نہیں[۴] اس کی تنخواہ بھی جائز نہیں، اس کے علاوہ دوسرا ذریعہ معاش اختیار کیا جائے اور دوسرا جائز ذریعۂ معاش حاصل ہونے تک بحالت مجبوری پوری ناگواری کے ساتھ اس کو برداشت کیا جا سکتا ہے، انتہائی جدوجہد کے ساتھ تلاش کر کے دوسری صورت

---

[۱] سورہ اسرأ آیت ۳۱/۔

ترجمہ: اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے قتل نہ کرو ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ (بیان القرآن)

[۲] سورہ انعام آیت ۱۵۱/۔

ترجمہ: اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کیا کرو ہم ان کو اور تم کو رزق دینگے۔ (بیان القرآن)

[۳] قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم تَزَوَّجُوْاالْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ. (مشکوٰۃ شریف ص۲۶۷/کتاب النکاح) ابوداؤد شریف ص ۲۸۰/ج ۱/کتاب النکاح، باب تزویج الابکار.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عورت سے نکاح کرو، جو خاوند سے محبت کرے اور بہت بچے جنے میں تمہاری کثرت کی وجہ سے باقی امتوں پر فخر کرونگا۔

[۴] لاتصح الاجارة لاجل المعاصی، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۷۵/ج۹/کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، الدر المنتقی علی مجمع الانهر ص۵۳۳/ج۳/باب الاجارة الفاسدة، المبسوط للسرخسی ص۳۸/ج۱۶/الاجارة الفاسدة، دار الفکر بیروت.

ملنے پراس کوترک کردیا جائے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۸/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمٰن نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

بینک کی ملازمت درست ہے یا نہیں؟

سوال:- گذارش ہے آج کے دور میں نوکری ملنا محال ہوگیا ہے، خاص طور سے مسلمانوں کونوکری ملنے میں بہت دقت پیش ہورہی ہے، ویسے تو مسلمانوں کونوکری ملتی ہی نہیں ہے، میں ایک تعلیم یافتہ مسلمان ہوں دنیاوی تعلیم کیساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی سیکھی ہے،آپ مجھےاس مسئلہ سے آگاہ کیجئے کہ کوئی مسلمان بینک بیمہ کی نوکری کرسکتا ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

مسلمان کواس بات پر یقین رکھنا ضروری ہے کہ سب کوروزی دینے والا اللہ پاک ہے، اورحلال روزی کا طلب کرنا اللہ پاک نے فرض قرار دیا ہے[1] لامحالہ روزی دنیا میں موجود ہے،تبھی تو اسکا طلب کرنا فرض فرمایا یہ نہیں ہوسکتا کہ حلال روزی کو وہ معدوم فرمادیں ناپید کردیں،اوراس کاطلب کرنافرض لازم کردیں ’’لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا[2] پ۳/ ص۵۰/آیت ۲۸۶‘‘ دشواری جوکچھ پیش آتی ہے، وہ عموماً اس لئے پیش آتی ہے کہ جوانسان

[1] طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة الخ مشكوٰة شريف ۲/۲۴۲/ باب الكسب وطلب الحلال (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) كنز العمال رقم الحديث ۹۲۳۱/ص ۹/ج ۴/مطبع مؤسسة الرسالة بيروت، **ترجمه**: حلال روزگار کا طلب کرنا بھی فرض ہے، جہاں اورفرائض ہیں)

[2] سورۃ البقرہ آیت ۲۸۶/

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی شخص کومکلّف نہیں بناتا،مگراسی کا جواس کی طاقت میں ہو۔(بیان القرآن)

خوراک، پوشاک رہن سہن کے اعتبار سے اپنے لئے اونچا تجویز کر لیتا ہے، اور اس معیار کی ملازمت ملنے میں دشواری ہوتی ہے، اگر معیار ہلکا کرلے سادہ لباس، سادہ کھانا سادہ رہائش پر قناعت کرلے تو یہ دشواری پیش نہ آئے، اولاد کی شادی بیاہ میں بھی آجکل اسی معیار کی بلندی کی وجہ سے دشواری پیش آتی ہے، سود لینے والے پر سود دینے والے پر، سود کا کاغذ لکھنے والے پر، سود کی گواہی دینے والے پر حدیث پاک[1] میں لعنت آئی ہے، اگر ان سب سے بچ کر ملازمت ملے تو انکو اختیار کرنا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایسی ملازمت جس میں سود کا حساب بھی ہو

سوال:- میں سرکاری ملازم ہوں، میرے کاروبار وظیفہ خوروں کو ادائیگی وظیفہ، ملازمین سرکار کی تنخواہ پر اندراجات وسفر خرچ کی تنقیح واجرائے اسٹام، دستاویزی وعدالتی کی فراہمی وفروخت کا حساب ہے، ساتھ ساتھ بعض دفعہ میرے نوٹ پر سود کی اجرائی اور مختلف قرضہ جات کی سود کی رقم بذریعہ چالان جمع ہوتی ہے، تو اس طرح سود کی اجرائی اور سود کی رقم کے جمع سرکار ہونے کا حساب بھی وقتاً فوقتاً آجاتا ہے، نیز اب لاٹری ٹکٹ کے حسابات کی ذمہ داری بھی سپرد کی گئی ہے، میں کثیر العیال ہوں، ملازمت چھوڑنے پر یقیناً والد محترم مجھ سے ناراض ہوں گے، ایسی صورت میں ملازمت کر رہا ہوں یہ میرے لئے جائز ہے یا قابل ترک ہے؟

---

[1] عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلّم اٰکِلَ الرِّبٰو وَمُوْکِلَہٗ وَکَاتِبَہٗ وَشَاھِدَیْہِ وَقَالَ ھُمْ سَوَاءٌ. مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۴/ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) باب الربوٰ، مسلم شریف ص۲۷/ ج۲/ باب الربوٰا، کتاب البیوع، مکتبہ بلال دیوبند.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کے کھانے والے، کھلانے والے، لکھت پڑھت کرنے والے، اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی، اور فرمایا کہ یہ سب لوگ برابر ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کی اصل آمدنی تو جائز تھی، لیکن اب آپ کو اپنی جائز ملازمت میں کچھ ایسا کام بھی کرنا پڑتا ہے، جس کی شرعاً اجازت نہیں، جائز کام کے مقابلہ میں اگر دوسرا کام کم ہے، تو اپنی ملازمت ترک نہ کریں[1]، اگر جائز کام کم ہو اور دوسرا کام زائد ہو تب بھی فوراً ملازمت ترک نہ کریں، مبادا کہ پریشانی کا سامنا ہو جو قابل برداشت نہ ہو[2]، البتہ دوسری جائز کسب معاش تلاش کرتے رہیں، جب وہ میسر آجائے، تب اس موجودہ ملازمت کو ترک کردیں، استغفار بہرحال کرتے رہیں، نیز اللہ پاک سے حلال کسب معاش کی دعا میں لگے رہیں، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا قبول فرمائیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چنگی کی ملازمت

سوال:- ایک شخص چنگی چوکی کا داروغہ ہے، اس کی نظر سے فضائل صدقات، ص ۲۷/ پر ایک حدیث گذری کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے پاس کوئی عذر کرے، اور وہ قبول نہ کرے، تو اس کو اتنا گناہ ہوتا ہے، جتنا کہ چنگی کے وصول کرنے والوں کو، اب داروغہ بہت پریشان ہے، کہ چنگی کی ملازمت کرے یا نہ کرے؟

---

[1] کمایستفاد من هذه العبارة اهدیٰ الیٰ رجل شیأ او اضافه ان کان غالب ماله من الحلال فلا بأس الیٰ قوله فالمعتبر الغالب. عالمگیری ج۵/ص ۳۴۲/مطبع کوئٹه، کتاب الکراهية الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، خانیه علی الهندية ص ۴۰۰/ج۳/کتاب الحظر والاباحة، مطبوعه کوئٹه.

[2] من ابتلی ببلیتین یختار اهونهما، الاشباه والنظائر ص ۱۴۵/مطبوعه دارالعلوم دیوبند تحت القاعدة الخامسة، قواعدالفقه ص ۵۶/رقم القاعده ۱۹/دارالکتاب دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

شریعت نے ٹیکس کو حرام قرار دیا ہے، اور ٹیکس وصول کرنے والے کیلئے سخت وعید ہے، اسکی دعا بھی قبول نہیں ہوتی[۱] آج کل چنگی کا حال بھی تقریباً ایسا ہی ہے، اس لئے جب دوسری ملازمت کو پالے یا گذارہ کی صورت ہو جائے، تو چنگی کی ملازمت نہ کی جائے، اگر ملازمت کرلی ہے، اور دوسری جائز ملازمت اس سے بہتر موجود ہے، تو چنگی کی ملازمت ترک کردی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند ۸۹/۶/۲۹ھ

سرکاری ملازمت اور اس کی آمدنی

سوال: -- جن ملازم گورنمنٹ کو حکم شرع کا اختیار نہ ہو مثلاً تحصیلدار یا نائب تحصیلدار وغیرہ بظاہر یہ "من لم یحکم بماانزل اللّٰہ الآیۃ" کے مصداق ہیں، پھر ان کی ملازمت کے جواز کی کیا صورت ہو، اور انکا روپیہ دینی کاموں میں کس طرح پر صرف کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن ملازمتوں میں خلاف شرع حکم کرنے پر گورنمنٹ کی طرف سے ملازم مجبور ہوتا ہے، وہ ملازمتیں اور ان کی آمدنی سب ناجائز ہیں[۲] اگر تحصیلدار کا یہ حال ہے تو اس کا بھی یہی

---

[۱] سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان صاحب المکس فی النار، مسند احمد، ج ۴/ ص ۱۰۹/ مطبوعہ بیروت.

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ٹیکس وصول کرنے والا جہنمی ہے۔

"فان ھذہ ساعۃ یستجاب فیھا الدعاء الالساحر او عشار، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۹/ ص ۵۵/ حدیث ۸۳۷۴/ مطبوعہ بیروت.

ترجمہ: کیونکہ یہ ایسی گھڑی ہے جس میں دعاء قبول کی جاتی ہے، مگر جادوگر اور ٹیکس وصول کرنے والے کی۔

[۲] وتحرم الاجرۃ علیٰ محظور مشروط او مضمر الخ البحر الزخار (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

حکم ہے، ایسی ملازمت کا روپیہ دینی کاموں میں صرف کرنے کی صورت یہ ہے کہ کسی غریب مسکین کو دیدیا جائے، وہ ازخود کسی دینی کام میں دیدے[1] بظاہر ہر ملازمت کا یہ حال نہیں، تحقیق کرلی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۵/۵۷ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۹/۲/۵۷ھ

تصویر چھاپنے والے پریس میں ملازمت

سوال:- ہندوستان میں ہزاروں مسلمان پریسوں میں ملازم ہیں، جن کو خبروں کے ساتھ ساتھ تصویریں بھی چھاپنی پڑتی ہیں، اس ملازمت کو کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور اس کی کمائی کھانا حرام ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جاندار کی تصویر چھاپنا اور شائع کرنا شرعاً جائز نہیں اسکی ملازمت بھی ناجائز ہے[2] کیونکہ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ج۵/ص ۸۲/(مطبوعہ بیروت لبنان) کتاب الاجارۃ فصل فی احکام الاجرۃ، ومتفق علیہ ان کل اجرۃ تکون علی فعل المعصیۃ تکون حراماً، بذل المجھود ج۴/ ص۲۶۵/(مطبوعہ یحیوی سھارنپور) کتاب الاجارۃ باب فی کسب الحجام، مجمع الانھر ص۵۳۳/ج۳/کتاب الاجارہ، باب الاجارۃ الفاسدۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت.

[1] کمایستفاد والحیلۃ لہ ان یتصدق بمقدار زکاتہ علیٰ فقیر ثم یامرہ بعد ذٰلک بالصرف الیٰ ھذہ الوجوہ الخ عالمگیری ج۶/ص ۳۹۲/ کتاب الحیل، الفصل الثالث فی مسائل الزکاۃ، المحیط البرھانی ص۱۴۶/ج۹/الفصل الثانی والعشرون، ادارۃ القرآن المجلس العلمی.

[2] قال العلماء تصویر صورۃ الحیوان حرام شدید التحریم وھومن الکبائر متوعد علیہ بھذا الوعید الشدید وسواء صنعہ لمایمتھن اولغیر فصنعتہ حرام بکل حال الخ فتح الباری ج۱۱/ ص۵۸۳/کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ، مطبوعہ نزار مصطفی البازمکہ مکرمہ، شامی کراچی ص۶۴۷/ج۱/کتاب الصلوۃ، باب مکروھات الصلوۃ، البحر کوئٹہ ص۲۷/ج۲/باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا.

ناجائز کام کی ملازمت بھی ناجائز ہوتی ہے، لیکن اگر پریس مشینوں میں دوسری جائز چیزیں بھی چھاپی جائیں، اور اس کے ساتھ تصویریں بھی ہوں اور تصویریں کم ہوں، اور جائز چیزیں زائد ہوں تو ایسی تمام آمدنی کو ناجائز نہیں قرار دیا جائے گا، اس کی ملازمت خالص جائز ملازمت سے کمتر اور ادنیٰ ہوگی اور خالص ناجائز ملازمت سے غنیمت ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۸۸ھ

جاندار کی تصویر کو فریم کرنے کی اجرت

سوال:۔ زید ایک دوکان فریم بنانے کی کرنا چاہتا ہے، شیشہ کا فریم ہوگا، اس میں بہت لوگ سندیں، سرٹیفکٹ، عمارت کی تصویریں، بیل بوٹے، باغات، ندیاں وغیرہ فریم کرائیں گے، لیکن دریافت طلب بات یہ ہے کہ اب زید یہ کام شروع کرے گا، تو بہت سے مسلم اور غیر مسلم جاندار چیزوں کی تصویریں لائیں گے، اور اسے فریم کرنے کے لئے کہیں گے، اب سوال یہ ہے کہ زید اسے فریم کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جاندار کی تصویر بنانا تو حرام اور کبیرہ گناہ ہے[1]، اس کو اجرت پر فریم کرنا، اس حکم میں نہیں بلکہ اس میں تخفیف ہے، اس میں ایک حرام چیز کا فی الجملۃ استحکام واعزاز بھی ہے، اس لئے مکروہ ہے، اس کی اجرت میں کراہت ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۹۴ھ

---

[1] قال اصحابنا وغیرهم من العلماء تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم، وهو من الکبائر الخ مرقات ج۴/ص ۴۸۳/(مطبوعه بمبئی)(باب التصاویر، الفصل الاول) نووی علی مسلم ص ۱۹۹/ج ۲/کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، مطبوعه رشیدیه دهلی، شامی زکریا ص ۴۱۶/ج ۲/باب مایفسد الصلاة، مطلب اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة.

[2] ماقامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریماً والافتنزیها الخ الدر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

کھجور کا رس نکالنے کے لئے اجرت پر دینا

سوال:- (۱) کھجور کے درختوں کو رس نکالنے کے لئے کرایہ پر دینا کیسا ہے؟ جب کہ معلوم ہے کہ رس نشہ لانے کی حالت میں فروخت ہوگا؟

(۲) بعض لوگوں نے کھجور کے درختوں کو رس نکالنے کے لئے دیدیا اس شرط پر کہ اس کے بدلہ ایک گھڑی دیدینا یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) منع ہے۔[1]

(۲) منع ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۲۸/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۲۸/۸۵ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) المختار علی الشامی زکریا ج ۹/ص ۵۶۱/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، النهر الفائق ص ۲۶۸/ج ۳/ کتاب الجهاد، باب البغاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۴۳/ج ۵/ قبیل کتاب اللقیط.

۱/۲ یکره (ای بیع العصیر ممن یعلم أنه یتخذه خمراً) لاعانته علی المعصیة الخ الدر المختار علی الشامی زکریا ج ۹/ص ۵۶۱/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۲۱۴/ج ۴/ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، ولا تصح الاجارة لاجل المعاصی الخ الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۷۵/ج ۹/ باب الاجارة الفاسدة، مطلب فی الاستیجار علی المعاصی، المحیط البرهانی ص ۳۴۶/ج ۱۱/ کتاب الاجارة نوع آخر فی الاستئجار علی المعاصی، مطبوعه ڈابھیل، مجمع الانهر ص ۵۳۳/ج ۳/ باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دار الکتب العلمیة. مستفاد امرأة نائحة او صاحب طبل (الی قوله) اذا کان الاخذ علی الشرط کان المال بمقابلة المعصیة فکان الاخذ معصیة، اما اذا لم یکن الاخذ علی شرط لم یکن الاخذ معصیة (عالمگیری ج ۵/ ۳۴۹/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر) المحیط البرهانی ص ۶۳/ج ۸/ کتاب الکراهیة، الفصل الرابع عشر فی الکتب، مطبوعه ڈابھیل.

برتنوں پر جاندار کی تصویر بنانے کی اجرت

سوال:- ہمارے مرادآباد میں برتنوں کا کام ہوتا ہے، بعض برتن مورتی کا بھی بنتا ہے، اور بعض برتنوں میں مورتی اور ذی روح جانور اونٹ، مچھلی وغیرہ بناتے اور کھودتے ہیں، یہ مورتی اور جانور کا بنانا کھودنا جائز ہے یانہیں، اوراس کی اجرت لینا جائز ہے یانہیں، جو شخص یہ مورتی اور جانور بناتے ہیں اور کھدواتے ہیں ان کا یہ کاروبار ٹھیک ہے یانہیں، ان کا پیشہ ٹھیک ہے یانہیں، ایسے شخص کے یہاں دعوت کھانا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

برتنوں پر جاندار چیزوں کی تصویر بھی بنائی جاتی ہے، اور پھول بیل بوٹے بھی بنائے جاتے ہیں، پس یہ بھی کچھ کام جائز ہوا، کچھ ناجائز اس کی وجہ سے پورے کام کو ناجائز نہیں کہا جائیگا، اور اصل مالیت تو مال کی ہے، بعض برتنوں کی تصویر اس پر محض زینت کے لئے بناتے ہیں، جائز کام کی اجرت جائز ہوتی ہے، ناجائز ام کی اجرت ناجائز[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۷/۱۳۹۹ھ

تصویر کی اجرت

سوال: میں ٹھیکہ داری کا کام کرتا ہوں، رنگ لوہا جنگلے وغیرہ کا ٹھیکہ بھی میرے ذمہ ہوتا ہے، بعض لوگ مجھ سے تصویر بھی بنواتے ہیں، تو اس کی کمائی میرے لئے جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جاندار کی تصویر خود بنانا یا دوسروں کے ذریعہ سے بنوانا، لکڑی یا لوہے وغیرہ پر کھدوانا

---

[1] رجل استاجر رجل لیصورله صورا اوتماثیل الرجال فی بیت اوفسطاط فانی اکره ذلک واجعل له الاجرة قال هشام تاویله اذاکان الاصباغ من قبل الاجیر، عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۰/ ج ۴/ کتاب الاجارة، مطلب الاجارة علی المعاصی.

اپنی مرضی سے یا گاہک کی مرضی سے ہر طرح ناجائز ہے، بنوانے والا گاہک مسلم ہو یا غیر مسلم کسی کی خاطر اجازت نہیں ہے[۱]، مگر اس کی وجہ سے بقیہ تمام لوہے کا کام جو کہ جائز ہے شرعاً ناجائز نہیں کہا جائیگا، اور اس کی آمدنی ناجائز نہیں ہو جائے گی اگر تصویر بنانے کی آپ ذمہ داری نہ لیں نہ اس کا معاملہ کریں تو بہت اچھا ہے، پھر جس جگہ چاہیں اور جو معاملہ چاہیں کریں، آپ بری ہوں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۸/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۴/۸/۸۹ھ

باجہ بجانے کی اجرت

سوال:- جو لوگ انگریزی باجہ بجانے والے ہیں اور وہ مسلمان ہیں ان کا پیشہ یہی ہے اس پر ان کی گذر اوقات ہے، تو ان کی مزدوری بموجب شرح حدیث کے کیسی ہے، نیز ان کو کرایہ کے طور پر مسجد کی دو کانیں دینی چاہئیں یا نہیں، اس کا مفصل طور پر اور خلاصہ کے طور سے فتویٰ مرحمت ہو، اس معاملہ میں آپس میں نزاع ہو رہا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

انگریزی باجہ بجانا شرعاً جائز نہیں[۲] اور اس کا پیشہ کرنا بھی ممنوع ہے، اسکی آمدنی ناجائز

[۱] قال اصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر لانه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الاحاديث سواء صنعه في ثوب اوبساط اودرهم اودينار اوغير ذلك، مرقات ج۴/ص۴۸۳/مطبوعه بمبئی، باب التصاوير، الفصل الاول، نووی على مسلم ص۱۹۹/ج۲/كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، مطبوعه رشيديه دهلی، شامی زكرياص۴۱۶/ج۲/باب مايفسد الصلاة، مطلب اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة.

[۲] والثاني ان يغني ببعض آلات الغناء مما هو من شعار شاربي الخمر وهو مطرب كالطنبور العود والصنج وسائر المعازف فيحرم استعماله واستماعه شرح الطيبي (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

ہے،[۱] ایسے لوگوں کو مسجد کی دوکانیں کرائے پر دی جائیں تو احترام مسجد کے خلاف بھی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ناول کرایہ پر دینا

سوال:- زید ایک کتب خانہ کھولنا چاہتا ہے، اس میں ناول اور قصہ کہانی کی کتابیں رکھ کر روزانہ کرایہ پر دے گا، تو کتابوں کو کرایہ پر دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فتاویٰ عالمگیری[۲] میں لکھا ہے کہ کتابوں کو کرایہ پر دینا درست نہیں، خواہ وہ کتابیں کسی ہی ہوں، ناولوں کا دیکھنا تو ایسے ہی مخربِ اخلاق ہے، بے شرمی، بے غیرتی اور غیروں سے آشنائی پیدا کرنے کا بڑا محرک ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۸۸ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ص ۱۱۳/ج ۹/باب البیان والشعر، الفصل الثالث، مطبوعہ زکریا دیوبند، مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۶۲۰/ج ۴/ مطبوعہ بمبئی، شرح السنۃ ص ۳۷۴/ج ۷/کتاب الاستئذان، باب مایکرہ ان یکون الغالب علی الانسان الشعر، مطبوعہ مصطفی احمدالباز مکہ مکرمہ.

[۱] ولا (تصح الاجارۃ) لأجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاھی الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ج ۹/ص ۷۵/ مطبوعہ کراچی ج ۶/ص ۵۵/ (کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ) عالمگیری ج ۴/ص ۴۴۹/ کتاب الاجارۃ، الباب السادس عشر الخ، مجمع الانہر ص ۵۳۳/ ج ۳/باب الاجارۃ الفاسدۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[۲] ولو استاجر کتبا لیقرأفیھا شعراً کان اوفقھا اوغیرذٰلک لایجوزالخ عالمگیری ج ۴/ ص ۴۴۹/کتاب الاجارۃ، الباب السادس عشر الخ، المحیط البرھانی ص ۳۴۹/ج ۱۱/ کتاب الاجارۃ، نوع آخرفی الاستئجارعلی المعاصی، مطبوعہ ڈابھیل، البحرالرائق کوئٹہ ص ۲۰/ ج ۸/ باب الاجارۃ الفاسدۃ. مجمع الانہر ص ۵۳۴/ ج ۳/باب الاجارۃ الفاسدۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

تاڑی نکالنے کے لئے درخت کوکرایہ پر دینا

سوال:- کھجور کے درخت کا پانی جو خاص موسم میں نکالا جاتا ہے، جس کو تاڑی کہتے ہیں، جس میں نشہ ہوتا ہے، تو تاڑی نکالنے کی وجہ سے مالک درخت کا کچھ روپیہ لینا کیسا ہے؟ اور درخت ایسے شخص کو دینا جائز ہے یا نہیں، جو تاڑی کا کاروبار کرتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست نہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۱/۸۵ھ

درزی کو ناجائز لباس سینا

سوال:- میں سلائی کا کام کرتا ہوں اور لوگ ہر قسم کا نقشہ یا ہر قسم کا لباس سلوا کر پہنتے ہیں، تو مجھے سینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز لباس سینا مکروہ ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۸۸ھ

---

[۱] ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والافتنزيهاً. الدرالمختار على الشامي كراچی ج۶/ ص ۳۹۱/مطبوعه زكريا ج۹/ص ۵۶۱/كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، الدر المنتقى على المجمع ص ۲۱۲/ج۴/كتاب الكراهية فصل فی البيع، دار الكتب العلميه بيروت.

[۲] او خياطاً امره ان يتخذ له ثوباً على زى الفساق يكره لهٗ ان يفعل الخ شامي زكريا ج۹/ص ۵۶۲/مطبوعه كراچی ج۶/ ص ۳۹۲/ كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، المحيط البرهانی ص۶۳/ج۸/كتاب الكراهية، الفصل الرابع فی الكسب، مطبوعه ڈابھيل، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۰۲/ج۸/كتاب الكراهية، فصل فی البيع.

کوٹ پتلون سینا

سوال:- زید کا کام کپڑے سینے کا ہے، اور مختلف قسم کے کپڑے بنانے ہوتے ہیں، جس میں کوٹ پتلون بھی تیار کرنا ہوتا ہے، اور پتلون اس وقت اس قسم کی تیار کی جارہی ہے، کہ رانون میں پھنسی ہوتی ہے، جواب عنایت فرمائیں، کہ کوٹ اور پتلون سینا جائز ہے یا نا جائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح کا کپڑا سینے میں انکشاف ستر کا تو احتمال نہیں ہے یعنی اس سے مرد کا وہ حصہ بدن نہیں کھلتا، جس کا چھپانا فرض ہے، رانوں میں اگر پتلون اس طرح پھنسی ہو کہ ران کی ہیئت ادھر سے ظاہر نہ ہوتی ہو، تو کچھ اشکال نہیں، البتہ خود ایسے کپڑے پہننا مکروہ ہے، تو اس وجہ سے ان کے سینے میں بھی ایک قسم کی کراہت ہوگی، لیکن اگر یہ لباس عامۃً مسلمان پہنتے ہوں تو کراہت بھی نہیں ہوگی[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ناجائز کام کی اجرت

سوال:- شاکر وخالد یہ دونوں طالب علم ہیں، ایک ہی اسکول میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، دونوں میں دوستی ہوگئی، شاکر مقامی ہے، اور خالد پردیسی ہے، اور شاکر بینا ہے

---

[۱] وخیاطاً امرہ أن یتخذ لہ ثوباً علیٰ زی الفساق یکرہ لہٗ ان یفعل الخ شامی زکریا ج۹/ ص۵۶۲/مطبوعہ کراچی ج۶/ص۳۹۲/(کتاب الحظر والاباحۃ،فصل فی البیع)البحر الرائق کوئٹہ ص۲۰۲/ج۸/کتاب الکراھیۃ،فصل فی البیع،المحیط البرھانی ج۸/کتاب الکراھیۃ، الفصل الرابع فی الکتب،مطبوعہ ڈابھیل.

اور خالد نابینا ہے، اور شاکر چھوٹا ہے، اور خالد بڑا ہے، خالد مسجد کے ایک حجرہ میں رہتا ہے، اور شاکر اپنے گھر، دوستی یہاں تک بڑھی کہ شاکر حجرہ میں آنے لگا، ایک دن شاکر آنے لگا تو خالد نے شاکر سے کہا کہ لیٹ جاؤ، ابھی اسکول سے تھکے ہوئے ہو آرام کرلو پھر جانا، شاکر لیٹ گیا، تو خالد نے شاکر کے ساتھ بدفعلی کی، پھر اس کے بعد شاکر گھر آ گیا، یہ معاملہ اتنا طویل ہو گیا کہ کچھ روز کے بعد خالد اور شاکر دونوں اسکول ساتھ آتے تھے، اور حجرے میں شاکر سے خالد بدفعلی کرتا تھا، آخر یہ ہوا کہ شاکر نے ایک سائیکل مرمت کے لئے دیدی مزدوری ۱۰۰/ روپیہ طے ہوئی، شاکر نے خالد سے پچاس روپیہ طلب کئے، جو بدفعلی کی اجرت اس پر تھی، اس نے انکار کر دیا، شاکر نے اس کی شکایت کی کہ خالد میرے روپے نہیں دیتا ہے، قاری صاحب نے خالد کو بلایا اور چند لوگوں کو جمع کیا کہ شاکر کے پچاس روپئے دیدو، بہر حال خالد نے نہ دیئے، تو قاری صاحب اور پنچایت نے یہ طے کیا کہ خالد کا وظیفہ پچاس روپیہ شاکر کی سائیکل کی مرمت میں دیدیا جاوے، تو کیا روپیہ خالد سے لینا جائز ہے یا کہ نہیں، اور وہ سائیکل ابھی تک شاکر کے پاس موجود ہے، اوران دونوں میں بول چال بند ہے، شرعی حکم سے مطلع فرمائیں شاکر اور اس کے باپ نے قرآن شریف لے کر حلف اٹھایا کہ ہمارا روپیہ خالد کے پاس قرض ہے، حالانکہ وہ بدفعلی کی اجرت مقررہ کا روپیہ تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خالد وشاکر کے شرمناک تعلقات ومعاملات کا پہلا تقاضا تو یہ ہے کہ ان کے درمیان ہرگز میل میلاپ نہ ہونے دیا جائے، اگر ان کی اصلاح کی توقع نہ ہو تو ان کو خارج کر دیا جاوے، تاکہ ان کی وجہ سے دوسروں کے حالات خراب نہ ہونے پائیں، اور اسکول اور طلباء کی بدنامی نہ ہو، جو فیصلہ کیا گیا ہے، کہ دونوں کے روپئے ملا کر سائیکل والے کو دیئے ہیں، اگر یہ روپیہ ان دونوں کو دے کر ان کا قبضہ نہیں کرایا، بلکہ اسکول سے براہِ راست سائیکل والے کو دیئے گئے ہیں، تو اس روپیہ پر نہ خالد کی ملک ہوئی، نہ شاکر کی، بلکہ یوں سمجھئے کہ دونوں کا وظیفہ

ضبط کرلیا گیا، اور سائیکل والے کا مطالبہ ادا کردیا گیا، پس یہاں نہ خالد نے روپیہ دیا نہ شاکر نے لیا کہ حرام کمائی اور فعل حرام پر روپیہ لینے دینے کا سوال پیدا ہو، جھوٹی قسم کھانا اور قرآن ہاتھ میں لے کر جھوٹا حلف اٹھانا کبیرہ گناہ ہے[1] جو کہ شرک کے قریب ہے اس پر سخت ندامت پختہ توبہ لازم ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح، بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱/۸۸ھ

نائی کی اجرت

سوال:- ایک مقرر صاحب نے ایک تقریر میں یہ فرمایا کہ بال بر کی اجرت حرام ہے

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الکبائر الاشراک باللّٰہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس، مشکوٰۃ شریف ص۱۷/مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند۔ "باب الکبائر وعلامات النفاق، مسند احمد ص۲۰۱/ج۲/مسند عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما، مطبوعہ دارالفکر بیروت، بخاری شریف ص۹۸۷/ج۲/کتاب الایمان والنذور، باب الیمین الغموس، مطبوعہ اشرفی دیوبند، ومن ثم ذالک اتفق اصحابنا علی ان ذالک کبیرۃ، الزواجر ص۸۶۵/ج۴/کتاب الایمان، الیمین الغموس، مطبوعہ نزار مصطفی البازمکہ مکرمہ، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۷۹/ج۴/کتاب الایمان، النھر الفائق ص۵۰/ج۳/کتاب الایمان، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ کبیرہ یہ ہیں اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، اور والدین کی نافرمانی کرنا، اور کسی انسان کو قتل کرنا، اور جھوٹی قسم کھانا۔

[2] واتفقوا علی ان التوبۃ من جمیع المعاصی واجبۃ وانھا واجبۃ علی الفور لایجوز تاخیرھا سواء کانت المعصیۃ کبیرۃ اوصغیرۃ روح المعانی ص۲۳۶/ج۱۵/الجزء الثامن والعشرون سورۃ التحریم تحت آیت ص۸/ مطبوعہ دارالفکر، نووی علی مسلم ص۳۵۴/ ج۲/کتاب التوبۃ، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، المفھم شرح مسلم ص۲۷/ج۷/کتاب الرقاق، باب تجدید الاستغفار والتوبۃ، مطبوعہ دارابن کثیر بیروت۔

جب سے احقر نے یہ سنا ہے بے حد پریشان ہے احقر کا یہی پیشہ ہے، لہٰذا اپنی کمائی خیر خیرات کرتا اور زکوٰۃ دیتا ہے، مسجد اور مدرسہ میں حتی الامکان اپنا روپیہ صرف کرتا ہے، اور نیز کھانا پینا پہننا سب اسی کمائی سے ہی ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بال بر اگر شریعت کے مطابق سر مونڈتا لبیں بناتا، بغلیں مونڈتا، ناخن تراشتا ہے، تو اس کی اجرت حرام نہیں بلکہ جائز ہے، شاید لفظ حجام سے شبہ ہوا ہوگا، اس کی اجرت کو حدیث میں خبیث فرمایا گیا ہے[1] وہاں حجام بال بر مراد نہیں بلکہ پچھنے لگانے والا مراد ہے، عربی میں بال بر کو حجام نہیں کہتے، بلکہ حلاق کہتے ہیں اور حجام پچھنے لگانے والے کو کہتے ہیں، البتہ داڑھی مونڈنا بال بر کے لئے بھی ناجائز ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۸۷ھ

نائی کی اجرت

سوال:- حجام کی آمدنی کا کیا حکم ہے، جس کی آمدنی مسلمانوں کی داڑھی مونڈنے اور انگریزی بال بنانے سے حاصل ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کام بھی گناہ ہے[3] ان کی آمدنی بھی مکروہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] کسب الحجام خبیث (مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۱/ باب الکسب وطلب الحلال)

[2] حرم علی الرجل قطع لحیته الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۴۰۷/ ج ۶/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، فتح القدیر ص ۳۴۸/ ج ۲/ کتاب الصوم، باب مایوجب القضاء والکفارة، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

[3] ان الاعانة علیٰ المعصیة حرام مطلقاً بنص القرآن ولکن الاعانة حقیقة (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کیا نائی کی مزدوری حرام ہے

سوال:- نائی کی روزی حرام بتائی جاتی ہے، کیوں بتائی جاتی ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں، اگر نائی کی روزی حرام ہے، تو اس سے چندہ لے کر مدارس دینیہ ومساجد میں کیوں لگایا جاتا ہے، بے نمازی کی روزی بھی حرام ہے، اور بے نمازی مسجد اور مدرسہ میں چندہ کی رقم دیتا ہے، لینے والے شخص کو خوب معلوم ہے کہ یہ بے نمازی ہے، پھر اس سے پیسہ کیوں لیا جاتا ہے، نیز مدارس میں نمازی بے نمازی سب کا پیسہ جاتا ہے، ان یتیم بچوں کو حرام غذا کھلا کر تعلیم حاصل کراتے ہیں، ایسا کیوں ہے؟ نمازی آدمی اور دیندار آدمی کو حلال وطیب روزی کھلانی چاہئے ایک طرف تو علماء تو کہتے ہیں کہ حلال روزی کمانی اور کھانی چاہئے، پھر وہ علماء چندہ کر کے حرام روزی طلبہ کو کیوں کھلاتے ہیں، مسجد میں بے نمازی سے جبراً پیسہ لے کر لگاتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو نائی سر مونڈھتا ہے، مونچھیں صحیح طریقہ پر بناتا ہے، ناخن تراشتا ہے، اور اس پر اجرت لیتا ہے، تو اسکی کمائی حرام نہیں[1] آپ کو کہاں سے معلوم ہوا کہ نائی کی روزی مطلق حرام ہے، جو شخص شریعت کے مطابق تجارت زراعت وقت مزدوری سے روزی کماتا ہے، وہ حرام

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) هی ماقامت المعصية بعين فعل المعين الخ جواهر الفقه ج۲/ ص۴۴۷/ مطبع تفسیر القرآن دیوبند تفصیل الكلام فى مسئلة الاعانة علىٰ الحرام، تفسیر مظهری ص۱۹/ ج۳/ تحت الآية ولاتعاونوا على الاثم والعدوان سورة المائده ۲/ احکام القرآن للقرطبی ص۱۸/ ج۳/ الجزء السادس، دار الفکر بیروت.

(حاشیہ صفحہ هذا) [1] فاما استئجار الحجام لغير الحجامة كالفصد وحلق الشعر وتقصيره والختان وقطع شئی من الجسد للحاجة اليه فجائز الخ اعلاء السنن ج۱۶/ ص۱۶۰/ (مطبوعه امدادية مكه مكرمه) كتاب الاجارة، باب استئجار الحجام لغير الحجامة كالفصد وحلق الشعر الخ.

نہیں، اگرچہ نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے ایسا شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، لیکن اس کی وجہ سے اس روزی کو حرام نہیں کہا جائے گا، جبراً پیسہ لینا نہ نمازی سے درست ہے، نہ بے نمازی سے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲۲/۱۴۰۰ھ

نائی کا پیشہ تفصیل سے

سوال:- (۱) زید قوم سے نائی ہے، اس کا روزگار حجامت بنانا ہے، آجکل داڑھی منڈانے کا زیادہ رواج ہے، اگر زید داڑھی نہیں مونڈتا ہے، تو لوگ کہتے ہیں کہ ہم دوسرا نائی مقرر کرلیں گے؟

(۲) زید کو غیر مسلموں کی داڑھی موندنی کیسی ہے؟

(۳) مسلموں اور غیر مسلموں کے سر کے بال فینسی کاٹنا کیسا ہے؟

(۴) زید کو بعض مسلم داڑھی کاٹنے کیلئے مجبور کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ تم غیر مسلموں کی بھی تو داڑھی مونڈتے ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) داڑھی مونڈنا جائز نہیں[2]، وہ لوگ اگر دوسرا نائی مقرر کرنے کی دھمکی دیتے ہیں تو

---

[1] لایحل مال امرئ الابطیب نفس منه الحدیث مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۵/ باب الغصب والعاریة الفصل الثانی، السنن الکبریٰ للبیهقی ص ۱۰۰/ ج ۶/ کتاب الغصب، باب من غصب لوحاً الخ دارالمعرفة بیروت.

ترجمہ: کسی کا مال اس کی دل کی خوشی کے بغیر حلال نہیں۔

[2] ان الاعانة علی المعصیة حرام ولکن الاعانة حقیقةً هی ماقامت المعصیة بعین فعل المعین الخ جواهر الفقه ج ۲/ ص ۴۴۷/ (مکتبه تفسیر القرآن دیوبند) تفصیل الکلام فی مسئلة الاعانة علیٰ الحرام، تفسیر مظهری ص ۱۹/ ج ۳/ تحت الآیة ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان سورة المائده، احکام القرآن للقرطبی ص ۱۸/ ج ۳/ الجزء السادس، دارالفکر بیروت.

آپ مت گھبرائیں رزّاق خدا ہے۔

(۲) وہ بھی جائز نہیں[۱]۔

(۳) مکروہ ہے[۲]۔

(۴) زید غیر مسلموں کو بھی انکار کردے اور مسلمانوں کو بھی پھر مجبور نہیں کریں گے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۳/۹۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۰/۳/۹۵ھ

فاحشہ کو زمین کرایہ پر دینا

سوال:- ایک حاجی صاحب نے اپنی زمین ایک عورت کو جو فاحشہ ہے، فعل بد کے لئے اپنی زمین کرایہ پر دیدی ہے، اس کا کرایہ لینا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فعل بد کے لئے زمین دینا تو جائز نہیں[۳]، اگر رہنے کے لئے زمین دی ہے اور وہ اس پر

---

[۱] ان الاعانة علی المعصية حرام ولكن الاعانة حقيقةً هی ماقامت المعصية بعين فعل المعين الخ جواهر الفقه ج ۲/ص ۴۴۷/(مكتبه تفسير القرآن ديوبند)تفصيل الكلام فی مسئلة الاعانة علیٰ الحرام،تفسير مظهری ص ۱۹/ج۳/تحت الآية ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان سورة المائده، ۲/احكام القرآن للقرطبی ص ۱۸/ج۳/الجزء السادس،دارالفكر بيروت.

[۲] وان كان اسكافاً أمره انسان أن يتخذ له خفاً علیٰ زی المجوس اوالفسقة يكره لهٗ أن يفعل الخ شامی زكريا ج ۹/ص ۵۶۲/مطبوعه كراچی ج۶/ص ۳۹۲/كتاب الحظروالاباحة، فصل فی البيع،المحيط البرهانی ص ۶۲/ج۸/كتاب الكراهية،فصل فی الكسب،ادارة القرآن،البحر كوئٹه ص ۲۰۲/ج۸/كتاب الكراهية،فصل فی البيع.

[۳] وجاز اجارة بيت بسواد الكوفة ليتخذ بيت نارا وكنيسة اوبيعة اوبياع فيه الخمر وقالا لاينبغی ذٰلك لانه اعانة علی المعصية وبه قالت الثلاثة (الدرالمختار مع الشامی كراچی، ج۶/ ص ۳۹۲/فصل فی البيع،كتاب الحظر والاباحة،المبسوط للسرخسی ص۳۸/ج۱۶/باب الاجارة الفاسدة.

فعل بد ہی کرے گی تو اس کا حکم دوسرا ہے، اس پر نا جائز ہونے کا حکم نہیں ہے[1]، البتہ فعل بد سے کمایا ہوا روپیہ کرایہ میں لینا درست نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیو بند ۲/۲/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیو بند ۲/۲/۸۷ھ

اپنی زمین فرم کو کرایہ پر دینا

سوال:- کسی فرم کو جائیداد کرایہ پر دینا یہ جانتے ہوئے کہ وہ اس جگہ (Hire Purchase) کا کاروبار کرے گی جائز ہے؟ اور اگر ایسی جائیداد ترکہ میں اس حال میں ہے کہ پہلے ہی سے ''ہائر پرچیز'' اس میں کاروبار ہو رہا ہو تب کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام اعظم کے نزدیک جائز ہے ''وهو الاوسع'' اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے ''وهو الاورع وجاز اجارة بيت ليتخذ بيت نار أو كنيسة او بيعة او يباع فيه الخمر وقالا لاينبغي ذالك'' اھ درمختار وبسط النقول الشامی، الدر المختار علی الشامی نعمانیہ ج۵/ص ۲۵۱[3] ''كتاب الحظر والاباحة''. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند ۳/۱۱/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیو بند ۵/۱۱/۸۷ھ

---

[1] ولو اٰجره للسكنىٰ جاز وهو لابدله من عبادته فيه (شامی کراچی ج۶/ص ۳۹۲/ كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۰/ج۴/فصل في الاجرة على المعاصي، كتاب الاجارة، المبسوط للسرخسي ص ۳۹/ج ۱۶/باب الاجارة الفاسدة، دار الفكر بيروت.

[2] مهر البغي خبيث اى حرام اجماعاً لانها تاخذه عوضاً عن الزنا المحرم ووسيلة الحرام حرام (مرقاة ج۳/ص ۲۹۱/باب الكسب، مطبوعه بمبئی، شرح الطيبي ص ۱۲/ج۶/ كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، زکریا دیوبند، مسلم شريف مع النووی ص ۱۹/ج ۲/باب تحريم ثمن ومهر البغي، كتاب البيوع، بلال ديوبند. (حاشیہ نمبر ۳/ کا اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ریڈیو بنانے اور مرمت کرنے کی اجرت

سوال:- آج کل عموماً نوجوان لڑکے جن میں خاص تعداد مسلمان لڑکوں کی بھی ہے ریڈیو بنانے کا فن سیکھتے ہیں، اوراس کے بعد یا توخود ریڈیو بنانے اوراس کی مرمت کرنے کی دوکان کھول لیتے ہیں، یا کسی کی دوکان پر ملازمت کر لیتے ہیں، اس کے بارے میں جواز وعدم جواز کے بارے میں تحریر فرمائیں، اوراس سے پیدا کردہ آمدنی حلال ہے، یا حرام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ریڈیو نہ نجس ہے، نہ حرام، نہ حرام کام کے لئے اصالۃً بنایا گیا ہے، جولوگ اس کو ناجائز کام کے لئے استعمال کرتے ہیں وہ اپنے فعل کے خود ذمہ دار ہیں، اس لئے اس کا بنانا اور بنا کر آمدنی حاصل کرنا حرام نہیں، نہ ایسی آمدنی حرام ہے[1] اس سے بہتر حلال روزی کی کوئی دوسری صورت ہو تو وہ مقدم ہے، اس لئے کہ بکثرت لوگ اس کو لہو ولعب کے لئے استعمال کرتے ہیں، لہٰذا اگر کوئی اس کی آمدنی سے احتیاط کرے تو بہتر ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۷ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ)[۳] شامی زکریا ج ۹/ص ۵۶۳/کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، فصل فی البیع، تبیین الحقائق ص ۲۹/ج ۶/کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۲/ج ۸/کتاب الکراهیة، فصل فی البیع.

[۱] ماقامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریما والا فتنزیهاً الخ الدر المختار علی الشامی زکریا ج ۹/ ص ۵۶۱/کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، الدر المنتقی علی المجمع ص ۲۱۲/ ج ۴/کتاب الکراهیة فصل فی البیع، دار الکتب العلمیة بیروت. اس کی تفصیل جواہر الفقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

والثالث بیع اشیاء لیس لها مصرف لافی المعصیة فلیتمحض بیعها واجارتها وان لم یصرح بها ففی جمیع هذه الصورة قامت المعصیة بعین هذاالعقد والعاقدان کلاهما آثمان بنفس العقد الی قوله اعنی مالم تقم المعصیة بعینه بشرط ان لاینوی بها معصیة ولایصرح بها فی العقد ولا یتمحض استعمالها فی المعصیة. جواهر الفقه، ج ۴/ص ۴۴۲/مکتبه تفسیر القرآن دیوبند.

گیس بتی مجالس شرک وفسق میں کرایہ پر دینا

سوال:- یہ ہے کہ خادم ایک مدت سے گیس بتیاں کرایہ پر دیتا ہے، اور کرایہ پر لے جانے والے حضرات وقتاً فوقتاً اپنی غرض ایسی بتلاتے ہیں کہ جو کبھی شرک ہوتا ہے، یا فسق یا بدعات مثلاً گنیش کی پوجا پاٹ اور دیوالی وعرس اسی طرح جوا، شراب خانہ، زنا کاری کے اڈّے اور ناچ گانوں کی محفلیں اور شادی بیاہ کی بارات جس میں بینڈ باجے وغیرہ ہوتے ہیں، عرس کی چادر کا جلوس ودیگر امورِ بدعات کے لئے لیجانا چاہتے ہیں، تو کیا اس صورت میں خادم کو گیس بتیاں دینا جائز یا ناجائز، جب کہ اس کے ساتھ بذاتِ خود یا کسی دوسرے شخص کا ساتھ ہونا یا جو مسلماں ہوتا ہے، ضروری ہوتا ہے، اور یہ شرکت اس کی خرابی یا ہوا وغیرہ دینے کے لئے ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جانتے ہوئے کہ فلاں معصیت یا شرک کی محفل میں یہ گیس جائے گا، جس سے اس کی رونق میں اضافہ ہوگا، یہ اس کی اعانت ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہئے، "**لقوله تعالیٰ: ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**"[1]، پھر جبکہ گذارہ کا دوسرا ذریعہ بھی قابو میں ہے، تو اس کو بالکل ترک کردیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

سنیما کی آمدنی

سوال:- زید کا ایک مینی فلم (یعنی چھوٹا سنیما) ہے وہ اس کو ایک رات دوسو روپئے کرایہ پر دیتا ہے، لوگ اس کو منع کرتے ہیں کہ تو اس حرام کام سے باز آ، منہ سے تو برا کہتا ہے لیکن عمل کے اندر سنیما چالو رکھتا ہے، بکر نے زید کو کہا کہ تم حرام خوری کیوں کرتے ہو، ایک

[1] سورۂ مائدہ آیت ۲/۔ **ترجمہ**: اور گناہ وزیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو (بیان القرآن)

تو سنیما دیکھنا گناہ، تم دکھاتے ہو اور آمدنی سے اپنا پیٹ بھی بھرتے ہو، اچھا تم ایک کام کرو کہ مجھے پانچ سو روپیہ ہر مہینہ دو یا اپنی خوشی سے جو بھی دو لیکن ہر مہینہ دو یا ایک ساتھ دس ہزار روپئے دیدو، تو میں تم کو ایک ترکیب بتلا دوں، زید نے کہا کہ پھر پوچھنے کی کیا بات ہے، میں راضی ہوں، تم ترکیب بتلاؤ تو، بکر نے کہا کہ دیکھو تم سنیما چلاتے ہو یہ ہوا حرام اور اس کی آمدنی بھی حرام سے ہے، اب سوال یہ ہے کہ بکر کا اس ترکیب سے ہر مہینہ پانچ سو روپیہ لینا یا وہ خوشی سے جو دے اس کو بتا سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں بتایا تو کیا بکر گنہگار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تبدیل ملک سے اگر تبدل عین کا حکم ہو جائے تو اس سے سنیما کی آمدنی کیسے درست ہو جائے گی، اور یہ کاروبار کیسے جائز ہو جائے گا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۴/۱۴ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۴/۱۵ھ

مندر کی تعمیر میں مزدوری

سوال:- اہل ہنود کے مندر و گرجا وغیرہ میں معماری کا کام کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اہل باطل کے عبادت خانہ جیسے گرجا گھر، یا بت کدہ میں تعمیری مزدوری کرنا مکروہ تحریمی ہے[2] اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۱/۲/۱۲ھ

---

[1] الحرام ینتقل ای تنتقل حرمته وان تداولته الأیدی وتبدلت الاملاک الخ. شامی زکریا ص ۳۰۰/ ج۷/ کتاب البیوع باب البیع الفاسد، مطلب الحرمة تتعد.

[2] وجاز تعمیر کنیسة وحمل خمر ذمی باجر الیٰ قوله وقال لاینبغی ذٰلک لانه اعانة علی المعصیة وبه قالت الثلاثة الخ، درمختار علی الشامی زکریا ج ۹/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

جانور کو مستی کا انجکشن اور فرج میں ہاتھ داخل کرنا

سوال:- ایک شخص جانوروں کا ڈاکٹر ہے، بعض وقت گائے وغیرہ کو مستی کا انجکشن دینا پڑتا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ انجکشن دینے سے قبل گائے کی فرج میں ہاتھ داخل کیا جاتا ہے، جس سے ایک قسم کی گدگدی پیدا ہوتی ہے، پھر انجکشن دیا جاتا ہے، آیا یہ فعل زنا میں داخل ہے یا نہیں؟ ہر دو صورت واضح طور پر تحریر فرماویں، نیز یہ ملازمت کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ فعل زنا میں داخل نہیں[1]، البتہ خلافِ فطرت اور غلط فعل ہے، ہوسکتا ہے کہ جانور کے لئے باعث اذیت بھی ہو، ایسی ملازمت سے پرہیز کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۹۴ھ

جہاز میں خنزیر کا گوشت پیش کرنے کی ملازمت

سوال:- میں نمازی مسلمان ہوں، حسبِ عقیدہ اسلام لحم خنزیر اور شراب اور دیگر لغویات کا ارتکاب نہیں کرتا، مگر صاحب عیال اور غریب آدمی ہوں اور پانی کے جہاز میں خانساماں کا کام کرتا ہوں، شراب اور سور کا گوشت اور دیگر اشیاء مسافروں کیلئے کمپنی کی طرف سے فراہم کی جاتی ہیں، میں بحیثیت ملازم پیش کرتا ہوں میری یہ کمائی میرے لئے شرعاً حلال

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ص ۵۶۲/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، تبیین الحقائق ص ۲۹/ ج۶/ کتاب الکراهية، فصل فی البیع، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۲/ ج۸/ کتاب الکراهية، فصل فی البیع.

[1] وهو (الزنا) وطئ الرجل المرأة فی القبل فی غیر الملک وشبهته الخ شامی زکریا ج۶/ ص ۵/اول کتاب الحدود، مطلب الزنا شرعاً الخ، عالمگیری کوئٹه ص ۱۴۳/ ج۲/ کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، البحر کوئٹه ص ۳/ ج۵/ کتاب الحدود.

ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کا حرام اشیاء کو لاکر یا پکا کر پیش کرنا معصیت وحرام ہے مگر ملازمت کی تنخواہ حرام نہیں[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۹۲ھ

قوالی اور اس کی آمدنی

سوال:- زید ایک صالح اور دیندار آدمی ہے، اور وہ نماز پنجگانہ کا پابند ہے، نیز امور شرعیہ کا لحاظ کرتا ہے، مگر اس کا ذریعہ معاش پیشۂ قوالی ہے، وہ قوالی کی محفل میں شرکت کرتا ہے، اور اس کی آمدنی سے اپنے اہل وعیال کی کفالت کرتا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا یہ پیشۂ قوالی جائز ہے یانہیں؟ اور یہ کہ اس روپیہ سے غرباء کی امداد وادائیگی حج بیت اللہ کیا جاسکتا ہے؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ قوالی کا پیشہ جائز ہے، کیونکہ اکثر بزرگانِ دین سے قوالی کا سننا ثابت ہے، آپ بتلادیں کہ اگر دوسرا کاروبار کرتا ہے، اس نیت کے ساتھ کہ وہ اپنے سابق پیشہ قوالی کو ترک کردے گا، تو وہ دوسرا پیشہ جائز ہوگا یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مروجہ قوالی ناجائز ہے، اس کو ذریعہ معاش بنانا اور پیسہ حاصل کرنا بھی ناجائز ہے، ایسا پیسہ درست نہیں، اس کو غریبوں پر صدقہ کردے[۲] اور آئندہ کیلئے اس پیشہ سے توبہ کرلے، ایسی

---

[۱] لو آجر دابة لينقل عليها الخمر اوأجر نفسه ليرعىٰ لهٗ الخنازير يطيب له الأجر عنده وعندهما يكره الخ شامي زكريا ج۹/ص ۵۶۲/كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع، المبسوط للسرخسي ص۳۸/ج۱۶/باب الاجارة الفاسدة، دار الفكر، البحر كوئٹه ص ۲۰۲/ج۸/فصل فى البيع، كتاب الحظر والاباحة.

[۲] ولايجوز الاجارة على شئ من الغناء والفوح والمزامير والطبل وشئ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

E:\F.M.Failnal\Jild-25\10-Ujrat Alalmaasi

کمائی سے جو ٹیکسی خریدی ہے، اس ٹیکسی کی آمدنی ناجائز نہ ہوگی[1] بلکہ اس کی قیمت کے بقدر روپیہ حسبِ وسعت صدقہ کردے، بزرگانِ دین نے اس قسم کی محفلیں منعقد نہیں کیں، ان کا دوسرا حال تھا، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ سب نے ہی اس قوالی کو ناجائز فرمایا ہے، فتاویٰ بزازیہ[2] میں تصریح موجود ہے، اسی طرح قرطبی رحؒ[3]، ابن عابدین[4]، حصکفی رحؒ[5]

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) من اللهو، ولاعلى قراءة الشعر ولااجرفي ذالك، لان المعصية لايتصور استحقاقها بالعقد فلايجب الاجروان اعطاه الاجر وقبضه لايحل له ويجب عليه رده على صاحبه مجمع الانهر ص: ۵۳۳/ ج: ۳/ باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۰/ ج۸/ باب الاجارة الفاسدة،الدرالمختارمع الشامي زكرياص ۷۵/ ج ۹/ باب الاجارة الفاسدة،مطلب في الاستئجار على المعاصي.

[1] رجل اكتسب مالامن حرام ثم اشترى لهٰذا على خمسة اوجه اما ان دفع تلك الدراهم الى البائع اولاثم اشترى منه بها اواشترى قبل الدفع بها ودفعها اواشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها اواشترى مطلقا ودفع تلك الدراهم اواشترى بدراهم آخر ودفع تلك الدراهم قال ابو نصر يطيب له ولايجب عليه ان يتصدق الافى الوجه الاول وقال الكرخي فى الوجه الاول والثانى لايطيب وفى الثلاث الاخيرة يطيب وقال ابوبكر لايطيب فى الكل لكن الفتوى الآن على قول الكرخي دفعا للحرج عن الناس شامي كراچى ص ۲۳۵/ ج۵/ كتاب البيوع ،باب المتفرقات، مطلب اذااكتسب حراما ثم اشترى الخ مجمع مع سكب الانهر ص۸۳/ ج۴/ كتا ب الغصب، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

نوٹ: اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوال میں یہ بھی ہے کہ قوالی کی کمائی سے ایک ٹیکسی خریدی لہٰذا اس ٹیکسی کی آمدنی جائز ہے یا نہیں۔

[2] ونقل القرطبي على ان هذا الغناء وضرب القضيب والرقص حرام بالاجماع عند مالك وابى حنيفة والشافعي واحمد فى مواضع من كتابه وسيد الطائفة شيخ احمد يسوى صرح بحرمته الخ بزازية على هامش الهندية كوئٹه ج۶/ ص ۳۴۹/ كتاب الفاظ تكون اسلاماً اوكفراً الخ فصل فى المتفرقات.

[3] الجامع لاحكام القرآن ص ۵۱/ ج۷/الجزء الرابع عشر،سورة لقمان تحت آيت ۶/مطبوعه دارالفكربيروت.

(حاشیہ نمبر ۴، ۵/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

نے منع لکھا ہے، بعض اکابر کی عبارت میں بہت شدت سے سخت الفاظ میں منع کیا گیا ہے، شیخ شہاب الدین سہروردی نے بھی اجازت نہیں دی ہے، حضرت نبی اکرم ﷺ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے کہیں ثابت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۸۸ھ

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) ۴؎ شامی زکریا ج ۹/ص ۵۰۳/کتاب الحظر والاباحۃ،قبیل فصل فی اللبس.

۵؎ سکب الانہر علی ملتقی الابحر ج ۴/ص ۲۱۹، ۲۲۰/کتاب الکراھیۃ،فصل فی المتفرقات، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

باب پنجم: دلالی کے احکام

دلالی کا حکم

سوال:- دلالی کی ایک شکل تو یہ ہے کہ زید سے بائع ومشتری دونوں الگ الگ کچھ رقم دینے کو کہیں مثلاً بائع نے تو یہ کہا کہ اگر ہمارا پھل سو روپیہ کا بکوادو گے تو پانچ روپیہ ہم تم کو دیں گے، اور مشتری نے کہا کہ اگر یہ پھل ہم کو ایک سو پانچ روپیہ میں خرید وادو گے تو ہم پانچ روپیہ تم کو دیں گے، تو دلال کی پانچ پانچ روپیہ بائع اور مشتری دونوں کی جانب سے ملے اس کے علاوہ ایک سو پانچ میں سے پانچ اور ملے تو اس تیسری رقم کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دلال سو روپے میں خرید کر ایکسو پانچ روپیہ میں بیچدے تو یہ جائز ہے، مگر اس صورت میں صرف پانچ روپیہ کا نفع ہوا اور یہ دلالی کی صورت نہیں ہوئی، دلالی یہ ہے کہ بائع ومشتری کے درمیان معاملہ کرایا جائے، اس میں بائع ومشتری دونوں کو ثمن (قیمت) معلوم ہوتی ہے، اور دلال کو اس ثمن کے علاوہ اجرت ملتی ہے، خواہ وہ اجرت پانچ دس روپے کی صورت میں متعین ہو خواہ اس طرح کہ فی صد روپے یا فی روپیہ ایک آنہ اجرت مقرر کی جائے وہ اجرت درست ہے، جس قدر بھی ہو[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] سئل محمد بن سلمة عن اجرة السمسار فقال ارجو لابأس به الخ شامی کراچی ج۶/ ص۶۳/ ومطبوعه زکریا ج۹/ص۸۷/(کتاب الاجارة باب ضمان الاجیر مطلب فی اجرة الدلال)عالمگیری ص۴۵۰/ج۴/کتاب الاجارة البا ب الخامس عشر،الفصل الرابع فی فساد الاجارة الخ مطبوعه کوئٹه، مبسوط للسرخسی ص۱۱۵/ج۱۵/باب السمسار مطبوعه دار الفکر بیروت.

دلالی کی اجرت بائع اور مشتری دونوں سے

سوال:- بائع ومشتری دونوں سے دلالی لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں طرف سے دلالی جائز ہے جبکہ عرف ہو اصالۃً دلالی کا معاملہ ناجائز ہے، مگر حاجت اور عرف کی بناء پر فقہاء نے اجازت دی ہے، اور یہ اجازت اپنے عموم کی حیثیت سے یک طرفہ دوطرفہ سب کو شامل ہے۔ کذا فی الشامی کتاب الاجارۃ[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴؍ ربیع الثانی ۶۴ھ

اُجرت دلال

سوال:- عمر نے ایک مکان تعمیر کیا اس کے لئے اس کو لوہے کی ضرورت پیش آئی، اور وہ ایک تجربہ کار شخص کو ساتھ لے کر لوہا خریدنے گیا، وہاں ۵۰۰۰؍ ہزار روپے کا لوہا خریدا بعد کو اسے معلوم ہوا کہ دوکاندار نے اس تجربہ کار شخص کو ۵۰؍ روپیہ دیئے، کیونکہ وہ اس کی دوکان پر گاہک کو لے گیا تھا، یا جو بھی ان کے مابین طے ہو، تو یہ کمیشن لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ روپیہ اس شخص کیلئے درست ہے اس کی کوشش اور محنت کا عوض ہے[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] سئل محمد بن سلمة عن اجرة السمسار فقا ل أرجوانه لابأس به وان كان فى الاصل فاسداً لكثرة التعامل وكثير من هذاغير جائز فجوز وه لحاجة الناس اليه شامى كراچى ص۶۳/۶، ومطبوعه زكريا ص۸۷/۹، كتاب الاجارة، باب ضمان الاجير، مطلب فى اجرة الدلال، الاشباه والنظائر ص۱۴۸/ الفن الثانى، كتاب الاجارة، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى (نمبر۲؍ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نیلام کرنے کی اجرت

سوال:- ایک شخص دوسرے شخص کے پھل نیلام کرتا ہے، اور نیلام کرائی مالک کی رضامندی سے ہر گچھے سے دو کیلے نیلام کرنے سے قبل نکال لیتا ہے، کیا اس کی آمدنی درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

نیلام کمیشن پر

سوال:- (۱) میرے ایک عزیز دوست نے ایک آڑتھ (فرم) از قسم میوہ جات پھل وغیرہ کی کھولی ہے، یعنی وہ کمیشن ایجنٹ ہیں کہ جو مال لوگ ان کی دوکان آڑتھ پر فروخت کرنے کو لاتے ہیں تو اس مال پر اپنے ملازموں سے بولی بلوا کر فروخت کراتے ہیں، جس

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] اجارة السمسار والمنادی والحمامی والصکاک ومالا یقدر فیه الوقت ولا العمل تجوز لما کان للناس به حاجة، ویطیب الأجر المأخوذ(شامی کراچی ج۶/ ص۴۷/ وشامی زکریا ج۹/ ص۶۴/ کتاب الاجارة باب اجارة الفاسدة)عالمگیری کوئٹه ص۴۵۰/ ج۴/ کتاب الاجارة الباب الخامس عشر الفصل الرابع فی فساد الاجارة الخ خلاصة الفتاوی ص۱۱۶/ج۳/ الفصل الثانی فی صحة الاجارة وفسادها جنس آخرفی المتفرقات مطبوعه امجداکیڈمی لاهور الاشباه والنظائر ص۱۴۸/الفن الثانی، کتا ب الاجارة،مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

[1] اجارة السمسار والمنادی والحمامی والصکاک ومالا یقدر فیه الوقت ولا العمل تجوز لما کان للناس به حاجة الخ شامی کراچی ج۶/ص۴۷/وزکریا دیوبندج۹/ص۶۴/کتاب الاجارة باب اجارة الفاسد)عالمگیری کوئٹه ص۴۵۱/ج۴/الباب الخامس عشرالفصل الرابع فی فساد الاجارة،الاشباه والظائر ص۱۴۸/الفن الثانی، کتاب الاجارة مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

بیوپاری کی بولی زیادہ رقم کی ہوتی ہے، اور مالک اس پر رضامند مال دینے پر ہوتا ہے، اس خریدار (بیوپاری) کے نام بولی ختم کرکے مال اس بیوپاری کو دیدیتے ہیں، پھر اس روپیہ کو لیکر ایک مالک مال کو ادا کرتے ہیں، اور اگر بیوپاری کے پاس اس وقت ادا کرنے کے لئے روپیہ نہیں ہے، تو مالک آڑتھ (فرم) اپنے پاس سے مالک مال کو روپیہ ادا کردیتے ہیں، اور پھر بعد میں اس سے اپنا روپیہ جب وہ دیتا ہے تو لے لیتے ہیں، ہر دوصورت میں بیوپاری یعنی خریدار مال سے علاوہ اصل رقم مال کے ایک آنہ فی روپیہ بطور کمیشن مال اس سے مالک فرم لیتے ہیں، مال کو بولی یعنی نیلام کرانے کے لئے مالک فرم (آڑھ) کے ملازم رکھتے ہیں، اور حساب وغیرہ کے لئے بھی ملازم ہے، ان سب کی تنخواہ جو مال بکوانے پر کمیشن ملتا ہے، اس رقم سے ادا کرتے ہیں، اور دوکان کا دیگر خرچہ اور اپنا خرچہ بھی اسی کمیشن والی رقم آمدنی میں خرچ کرتے ہیں، تو ایسی صورت میں مالک مال کی اشیاء نیلام کرواکر خریدار مال سے اصل رقم مال کے علاوہ ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے زائد بطور کمیشن لینا مالک فرم کو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اس طرح سے کمیشن مال فروخت کرنے پر خریدار سے لینا سود ہے یا نہیں؟

(۳) اس کمیشن سے آمدنی والے روپیہ پر زکوۃ دینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[۱]

(۲) یہ سود نہیں ہے، بلکہ دلالی کی اجرت ہے جس کو شامی میں درست لکھا ہے[۲]

---

[۱] رجل اراد ان یبیع بالمزایدة فامر رجلاً لینادی ثم یبیع صاحبه فنادی ولم یبیع قالوا ان بین لذالک وقتاً جازت الاجازة وله الاجر المسمی، عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۱/ ج۴/ الباب الخامس عشر، الفصل الرابع فی فساد الاجارة الخ، شامی زکریا ص ۶۴/ ج۹/ کتاب الاجارة، باب اجازة الفاسدة،

[۲] سئل محمد بن سلمة عن اجرة السمسار فقال أرجوانه لابأس به (شامی کراچی ج۶/ ص ۶۳/ وزکریا ج۹/ ص۸۷/ کتاب الاجارة، باب ضمان الاجیر مطلب فی اجرة الدلال) عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۰/ج۴/کتاب الاجارة الباب الخامس عشر، الفصل الرابع فی فساد الاجارة الخ، مبسوط السرخسی ص۱۱۵/ج۱۵/باب السمسار مطبوعه دارالفکر بیروت.

(۳) یہ روپیہ ملک میں داخل ہے حسب قواعد شرعیہ دیگر مملوکہ روپیہ کی طرح اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی[۱]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۵/۸۹ھ

نیلام کی ایک صورت

سوال:- سوتی گنج میرٹھ میں ایک چھوٹی سی کباڑی مارکیٹ ہے، جس میں موٹروں کے پرزے نیلام ہوتے ہیں، اب ان کی یونین بن گئی ہے، کیونکہ پہلے لوگ مال اُدھار لے جاتے تھے، اور پیسہ نہ دیتے تھے، اس سے چھوٹے تاجر بہت پریشان ہوتے تھے، اب یونین بنائی گئی ہے، جس کے دوسو ممبران ہیں جو پانچ پانچ روپیہ ماہوار دیتے ہیں، اس طرح جو روپیہ جمع ہوتا ہے اس سے یونین فروخت کنندہ کے مال کو آڑھت کے طریقہ پر نیلام کرتی ہے، اور قیمت جو آخری ہوتی ہے، اس میں سے پانچ پیسہ فی روپیہ کے حساب سے کاٹ کر باقی فروخت کنندہ کو فوراً دیدیتی ہے، اور خریدار پر لازم ہوتا ہے کہ وہ پندرہ روز کے اندر پوری قیمت یونین کو ادا کردے، ورنہ اس پر پانچ پیسہ فی روپیہ جرمانہ کردیا جاتا ہے، اس طرح یونین کو پانچ پیسہ فی روپیہ جرمانہ کی رقم بچتی ہے، یہ بچت کے روپیہ یونین اپنے ممبران پر تقسیم کردیتی ہے، غرض یہ یونین آڑھت کے طریقہ پر کام کرتی ہے، اگر مال کے خریدار بھاگ جائیں یا روپیہ ادا نہ کریں، تو اس کی ذمہ داری یونین پر ہوتی ہے کہ مالک مال پر نہیں ہوتی، اب دریافت طلب بات یہ ہے:

(۱) یونین کا یہ فعل سود ہے یا نہیں؟

---

[۱] وسببه ملک نصاب حولی تام الخ (الدر المختار علی الشامی ج۳/ص ۱۷۴/ کتاب الزکوٰۃ) و کراچی ج۲/ص ۲۵۹/) کتاب الزکوۃ، النهر الفائق ص ۴۱۳/ج ۱/ کتاب الزکاة مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، مجمع الانهر ص ۲۸۵/ج ۱/ کتاب الزکاة مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت.

(۲) اگر سود ہے تو شرعی طریقہ پر اس کا متبادل طریقہ کیا ہے؟ تا کہ یہ یونین باقی رہ سکے، اور لوگوں کا کاروبار ٹھپ نہ ہو۔

(۳) خریداری سے جو جرمانہ لیا جاتا ہے، شرعاً اس کی کوئی جائز صورت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتی ہے تو وہ کیا ہے؟

(۴) یونین کا مالک مال پر کوئی جبر نہیں ہے، جو اپنی خوشی سے چاہے اسی کا مال یونین نیلام کرتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

از ۱/ تا ۴/ نیلام میں آخری بولی پر یونین قیمت اپنے پاس سے ادا کرتی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یونین خود خریدار ہے، اور بولی بھی یونین ہی بولتی ہے، تو بائع بھی ہے یعنی بائع کی طرف سے وکیل ہے، یہ طریقہ غلط ہے[۱]، نیز مال فروخت ہوجائے، اور خریدار کا قبضہ ہوجانے کے بعد پندرہ روز میں قیمت وصول نہ ہونے پر پانچ پیسہ فی روپیہ جرمانہ وصول کرنا بھی جائز نہیں، کیونکہ یہ سود ہے[۲]، معاملہ اس طرح کیا جائے کہ اصل مالک بولی بولے اور آخری بولی پر یونین خود خریدے، اور قیمت اپنے پاس سے پوری دیدے، پھر بولی بولنے والے سے اپنا معاملہ مستقلاً نفع لگا کرلے، مثلاً دس پیسہ فی روپیہ اگر اس خریدار سے معاملہ کرلے کہ ایک ماہ کے اندر پوری قیمت ادا کرنا ضروری ہے، اگر وہ ایک ماہ کا وعدہ نہ کرے بلکہ دو ماہ کا وقت لے تو اس سے اس طرح معاملہ کیا جائے کہ پندرہ پیسہ فی روپیہ منافع یونین لے گی، تو اس طرح

---

[۱] فلو تولیٰ طرفی العقد لصار الشخص الواحد مطالبا ومطلوبا ومسلماً متسلماً وهذا ممتنع ، بدائع الصنائع زکریا ج ۲/ ص ۴۸۹/ کتاب النکاح فی بیان ان النکاح هل ینعقد بعاقد واحد الخ فتح القدیر ص ۳۰۷/ ج ۳/ کتاب النکاح فصل فی الوکالة بالنکاح، عالمگیری ص ۲/ ج ۳/ کتاب البیوع الباب الاول، مطبوعه کوئٹه.

[۲] فان تعذر علیه الاداء زادوفی الحق والأجل فهذا هوالربوا الذی کانوافی الجاهلیة یتعاملون به تفسیر کبیر ج ۲/ ص ۳۵۱/ (مطبوعه بیروت) تحت قوله تعالیٰ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (سوره بقره)

شرعاً درست ہے، جرمانہ بالکل نہ لے، یہ بیع مرابحہ ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/ ۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۷/۷/ ۸۷ھ

کسی دوسرے خریدار کو دھوکہ دینے کے لئے قیمت میں کمی زیادتی کرنا

سوال:- خالد پاکستان میں بکریوں کا کاروبار کرتا ہے، اور دلالی وصول کرتا ہے، دلالی دو قسم کی ہوتی ہے:

(۱) بکری والے سے یہ طے کرے کہ میں تیری بکری فروخت کرادوں گا اور ہر بکری پر پچاس روپئے مجھے چاہئے، اس پر اتفاق ہوجائے، اور جتنی بکری بکوائے ہر ایک کے بدلے پچاس روپے بکری والے سے وصول کرلے۔

(۲) دوسری قسم جو آج کل عام ہے، بکری والا بازار میں کھڑا ہے، ایک طرف دو آدمی اس بکری کو خریدنا چاہتے ہیں وہ قریب میں کھڑے ہیں، پہلے وہ بکری کی قیمت بھی معلوم کرچکے ہیں، بکری کی اصل قیمت ۴۰۰/سو روپئے سے زائد نہیں، دو آدمی آتے ہیں بکری والا ان سے ۵۰۰/ہی مانگتا ہے، وہ دونوں آدمی دو تین چکروں میں اس کی قیمت ۴۰۰/سو تک پہنچادیتے ہیں، اور حقیقت میں خریدار نہیں ہیں، اب جو دو آدمی بکری خریدنا چاہتے ہیں، یہ دیکھ کر اس بکری کو خرید لیتے ہیں، اور انہوں نے بکری والے سے قیمت بڑھانے پر جو طے کیا تھا وہ

[1] المرابحة نقل ماملكه بالعقد الاول بالثمن الاول مع زيادة ربح هدايه ج۳/ص ۷۰/(مطبوعه ياسر نديم اينڈ كمپني ديوبند)(كتاب البيوع باب المرابحة)درمختارمع الشامی زکریا ص ۳۴۹/ج۷/باب المرابحة والتولية، عالمگيری ص ۱۶۰/ج۳/كتاب البيوع،الباب الرابع عشرفی المرابحة الخ مطبوعه كوئٹه.

لے لیتے ہیں، کیا یہ اُجرت یا کمیشن جائز ہے یا پہلی قسم والی اُجرت جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی قسم جائز ہے[1] دوسری قسم دھوکہ اور فریب کا معاوضہ ہے، ناجائز ہے، حدیث پاک میں ایسے فریب کی ممانعت وارد ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲/۲۸ ۱۴۰۶ھ

بائع اور مشتری کی طرف سے دلالی

سوال:- ہمارے ایک دوست کے والد صاحب ہیں ان کا دھندہ دلالی کا ہے اس میں ایسا ہوتا ہے کہ کسی کو گھر چاہئے یا زمین تو بیچنے والا یہ کہتا ہے کہ اگر تم یہ زمین یہ گھر کا گاہک لادو تو تم کو سو روپیہ پر ایک روپے یا ایک اتنے روپے دوں گا، اور جس کو ضرورت ہوتی ہے وہ یہ کہتا ہے کہ اگر کوئی گھر ہو تو ڈھونڈ و میں سو روپیہ پر ایک یا دو روپیہ دونگا، اس میں گھر ڈھونڈ نے میں دکھانے میں معاملہ کروانے میں اور اگر سودا ہو جائے تو کورٹ وغیرہ کے رجسٹری کاموں میں کافی وقت لگتا ہے، اور محنت اور وقت بھی خراب ہوتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس میں جو

---

[1] سئل محمد بن سلمة عن اجرة السمسار فقال ارجولاباس به وان كان فى الاصل فاسداً لكثرة التعامل الخ شامى كراچى ج۶/ص۶۳/وزكريا ديوبند ج۹/ص۸۷/كتاب الاجارة باب ضمان الاجير مطلب فى اجرة الدلال)عالمگیری كوئٹه ص۴۵۰/ج۴/الباب الخامس عشر الفصل الرابع فى فساد الاجارةالخ، مبسوط للسرخسى ص۱۱۵/ج۱۵/باب السمسارمطبوعه دار الفكر بيروت، الاشباه والنظائر ص۱۴۸/الفن الثانى، كتاب الاجارة،مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى.

[2] عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنه ان رسول الله صلّى الله عليه وسلم نهى عن النجش مسلم شريف ج۲/ص۳/ (مطبوعه رشيديه دهلى) كتاب البيوع.

ترجمه: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکہ دھڑی سے منع فرمایا ہے۔ وكره النجش ان يزيدولايريد الشراء اوبمدحه بما ليس فيه لبروجه الخ درمختارعلى الشامى زكرياص۳۰۵/ج۷/باب البيع الفاسد،عالمگیری ص۲۱۰/ج۳/كتاب البيوع ، الباب العشرون فى البياعات المكروهة.

آمدنی ہوئی ہے کیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ کیا اس آمدنی کو ذاتی کام میں کھانے پینے میں استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو اس روپے کا کیا کیا جائے کیونکہ روپیہ ایسا ہی رکھا ہوا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ آمدنی درست ہے اس کو اپنے کام میں لانا صحیح ہے[1] ایسی آمدنی پر حسب قواعد شرع حج بھی فرض ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۲ھ

سود سے بچنے کے لئے دلال کی اجرت میں اضافہ

سوال:- ایک تاجر کچھ کپڑے کا بیوپار کرتا ہے، اور وہ دہلی جا کر دلال کی معرفت کپڑا خریدتا ہے، اور وہ دلال کو مبلغ ایک سو روپیہ سیکڑہ آڑت یا مزدوری دیتے ہیں، اور اگر کچھ روپیہ ادھار رہتا ہے، تو وہ اس پر سیکڑہ کی سود لگاتے ہیں کیونکہ دلال لوگ بازار سے مال خریدتے ہیں، اگر بازار والوں کے روپیہ رہتے ہیں تو وہ ان سے سود لیتے ہیں، اور دلال لوگ ہم لوگ سے لیتے ہیں، اب اگر ہم بجائے سود کے انکی آڑت یا مزدوری بجائے ایک روپیہ کے سوا روپیہ یا ڈیڑھ روپیہ دیویں اور یہ کہہ دیں کہ ہم سود نہیں دیں گے، ہم اگر وہ آڑت یا مزدوری ایک روپیہ میں ڈیڑھ دیدیں تو وہ جائز ہے، یا نہیں، اگر یہ بھی ناجائز ہوجاوے، تو کوئی اور سبب بتلاؤ جس سے ہم سود دینے سے بری رہیں، اور ہمارے کام چل جاویں اور پھر دلال ہم

---

[1] سئل محمد بن سلمة عن اجرة السمسار فقال أرجو انه لابأس به الخ شامی زکریا ج ۹/ص ۸۷/ کتاب الاجارة مطلب فی اجرة الدلال، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۰/ ج۴/ الباب الخامس عشر الفصل الرابع فی فسادالاجارة الخ مبسوط للسرخسی ص ۱۱۵/ ج ۱۵/ باب السمسار، مطبوعه دارالفکر بیروت.

E:\F.M.Failnal\Jild-25\11-Dalali Ke Ahkam

سے یہ کہتے ہیں کہ بجائے ایک روپیہ کے دوروپیہ آڑت یا مزدوری دیدو تو ہم سود چھوڑ دینگے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طریقہ مروجہ پر دلال کی اجرت ناجائز ہے، جواز کی صورت یہ ہے دلال کو مثلاً ایک دن یا آدھے دن کے لئے اجرت طے کر کے بطور مزدور کے رکھ لیا جائے، اور اس دن میں اس سے کپڑا خرید والیا جائے، اور اجرت مقررہ دیدی جائے، اب خریدار اور دلال آپس میں اجرت جو چاہیں طے کرلیں، اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کذافی سکب الانہر[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رشوت کا مشورہ دینا محصول کم کرنے کے لئے

سوال:- احقر بحیثیت منشی چند کارخانوں میں حسابات کا کام کرتا ہے، حساب کی جانچ کیلئے سرکاری انسپکٹر مقرر ہوتا ہے، چنانچہ جہاں احقر کام کرتا ہے وہاں پر انسپکٹر آیا اور اس سے بیس ہزار کا بقایا نکالدیا اور جانچ کے دوران انسپکٹر نے کہا کہ تم بہت سے کارخانوں میں کام کرتے ہو کہیں سے ہمیں رشوت نہیں دلائی، میں نے یہ ذکر مالک سے کردیا اور کہا کہ ممکن ہے کہ رشوت لینے کے بعد کچھ رقم تخفیف کردے (حالانکہ تخفیف کا حق انسپکٹر کو نہیں ہے) اس پر مالک رشوت دینے کے لئے تیار ہوگئے، رشوت دے دی گئی، اور رقم میں کافی تخفیف ہوگئی اس گناہ میں احقر بھی ملوث ہوا، رشوت پا کر انسپکٹر صاحب خاص طور پر احقر پر مہربان ہوئے،

---

[1] والحیلة ان یستاجر ہ للخدمة یوماً ویستعمله فی البیع والشراء ولو عمل بلا شرط واعطاہ شیئاً لاباس به وبه جرت العادة، سکب الانھر علیٰ ھامش مجمع الانھر ص۴۵۸/ ج۳/ کتاب المضاربة تحت فصل المضارب یضارب الخ مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق ص۲۶۸/ج۷/کتاب المضاربت باب المضارب یضاب مطبوعه الماجدیه کوئٹه زیلعی ص۶۷/ج۵/کتاب المضاربت باب المضارب یضاب مطبوعه امدادیه ملتان.

اور اکثر کارخانوں میں احقر کی تعریف کرنے لگے کوئی جگہ نکلی تو مجھے پہلے بتادیتے کہ ان سے بات کرلو، سوال یہ ہے کہ ان کی معرفت جو کام ملے اس سے ہونے والی آمدنی میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

رشوت لینا دینا دلانا سب حرام ہے[1]، صدق دل سے توبہ کرلیں، انسپکٹر صاحب نے ابھی پتہ بتانے کا معاوضہ آپ سے نہیں لیا ہے، لیکن اس نے یہ ضرور دیکھ لیا کہ آپ رشوت دلا سکتے ہیں، اور اس کے موافق جہاں چاہیں گے آپ اس کو رشوت دلائیں گے، تو گویا اس نے آپ کو اپنا دلال تسلیم کرلیا ہے، پتہ بتانے کا معاوضہ اگر وہ آپ سے لیتا تو بہت قلیل ہوتا اور کارخانے سے وقتاً فوقتاً آپ کے ذریعہ سے بہت سے کثیر معاوضہ کی توقع قائم ہوگی، اس لئے انسپکٹر صاحب کی اس پتہ بتانے کی مہربانی کا پس منظر دیکھ لیں، ایک دفعہ ثالث بنکر رشوت دلانے پر سخت ندامت بھی ہوگئی، آئندہ سخت ندامت بھی نہ ہوگی، اور تیسری دفعہ ندامت بھی نہ ہوگی، حتی کہ اس کی ندامت وقباحت بھی نہ رہے گی، اگرچہ جہاں بھی آپ کام کریں گے، آپ کام کی اجرت لیں گے اور وہ جائز ہوگی، مگر دلالی اور ثالثی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸۹ھ

---

[1] الراشی والمرتشی فی النار، فیض القدیر ص ۴۳/ ج ۴/ رقم الحدیث ص ۴۴۹۰/ مطبوعه دار الفکر بیروت الرشوة اربعة اقسام منها ماهو حرام علی الأخذ والمعطی وهو الرشوة علی تقلید القضاء والا مارة الثانی ارتشاء القاضی لیحکم وهو کذالک ولو القضاء یحق (شامی کراچی ج ۵/ ص ۳۶۲/ کتاب القضاء مطلب فی الکلام علی الرشوة والهدية)

باب ششم : فسخ اجارہ

موت مستاجر سے فسخ اجارہ

سوال:- السلام علیکم ! کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکر کے بزرگان ایک آراضی کرایہ چار آنہ لیکر اپنے لئے مکان رہائش تیار کرتے ہیں، جس کو عرصہ تخمیناً چند سالہ ہوجاتا ہے، آج کل وہی زمین قیمتی ہوگئی ہے، مالکان موجودہ خواہش کرتے ہیں، کہ بکر زمین کو چھوڑ دے، یا چار آنہ سے زیادہ سالانہ کرایہ مقرر کرے، مگر بکر نہ زمین چھوڑتا ہے، اور نہ کرایہ بڑھاتا ہے، بلکہ یہی کہتا ہے کہ میرے بزرگوں سے مقرر ہوچکا ہے، اسی کرایہ پر قابض رہوں گا، بلکہ بعض سال اس کرایہ کو بھی ادا نہیں کرتا، اور خلاف مرضی مالکان بلا دریافت زمین مکان کو پختہ بکر نے بنالیا ہے، اور بکر ایک مسجد کا امام بھی ہے۔

(۱) کیا بکر بصورت مندرجہ غاصب ہے؟

(۲) اگر غاصب ہے تو کیا بکر کے پیچھے نماز جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بکر کے بزرگوں نے اگر وہ زمین کرایہ پر باقاعدہ لی تھی، اس طرح پر کہ اصل مالک سے کرایہ اور مدت کرایہ داری کو طے کرلیا تھا، تب تو یہ اجارہ صحیحہ تھا[۱] اور عقد اجارہ مالک یا کرایہ دار کے مرنے سے فسخ ہوجاتا ہے، پس اگر اصل کرایہ کا معاملہ کرنے والا مر چکا ہے، تو یہ معاملہ

---

[۱] واما شرائط الصحة فمنها بيان المدة فی الدوروالمنازل والحوانيت، ومنها ان تكون الاجرة معلومة، عالمگيری كوئٹه ص ۴۱۱/ ج۴/ كتاب الاجارة، الباب الاول فی تفسير الاجارة وركنها وشرائطها، الدرالمختار علی الشامی زكرياص۷، ۸/ ج۹ / كتاب الاجارة، تبيين الحقائق ص۱۰۵، ۱۰۶/ ج۵/ كتاب الاجارة، مطبوعه امداديه ملتان.

فسخ ہوگیا، اب ازسرِ نو بکر سے یا جس سے دل چاہے معاملہ کرنا چاہئے، جس کرایہ پر بھی فریقین رضامند ہوں، معاملہ کرلیا جائے، پہلے معاملہ کا اب کوئی اعتبار نہیں، اور جو مکان بکر نے بنایا ہے وہ بکر کا ہے، اس کو اختیار ہے خواہ گرا کر اس کا سامان اٹھالے، خواہ مالک کے ہاتھ فروخت کردے، اور مالک اگر خریدنا چاہے، تو اس کی قیمت دیدے، اور قیمت گرے ہوئے مکان یعنی اینٹ وغیرہ کی معتبر ہوگی، قائم اور تعمیر شدہ مکان کی قیمت معتبر نہ ہوگی، اور جو بکر ہی اصل مالک سے وہ زمین ازسرے نو کرایہ پر لے تو مکان کو گرانے کی ضرورت نہیں "وتنفسخ (الاجارة) بلاحاجة الیٰ الفسخ بموت احدعاقدین درمختار[1] وتصح اجارة ارض للبناء والغرس فان مضت المدة قلعهما وسلمها فارغة لعدم نها يتهما الا ان يغرم له الموجر قيمته اى البناء والغرس مقلوعاًالخ درمختار مختصرا ج۵/ص ۱۹[2]"۔

اور اگر بکر کے بزرگوں نے کوئی مدت کرایہ داری کی متعین نہیں کی تھی، تو یہ اجارہ فاسدہ تھا، جس کا فسخ کرنا واجب ہے، "افادان ركنها الايجاب والقبول وشرطها كون الاجرة والمنفعة معلومتين لان جهالتهما تفضى الىٰ المنازعة ويعلم النفع ببيان المدة كالسكنى والزراعة مدة كذادرمختار ج۵/ص ۲[3]" اگر بکر تائب ہوکر اس معاملہ کو شریعت کے موافق

---

[1] درمختار على الشامى كراچى ج۶/ص ۸۳/مطبوعه زكريا ج۹/ص ۱۱۴/كتاب الاجارة، باب فسخ الاجارة، البحر الرائق كوئٹه ص ۳۶/ج۸/كتاب الاجارة، باب فسخ الاجارة، مجمع الانهر ص ۵۵۹/ج۳/كتاب الاجارة، باب فسخ الاجارة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] درمختار على الشامى زكرياج۹/ص ۴۰، ۴۱/وكراچى ج۶/ص ۳۰/كتاب الاجارة باب مايجوز من الاجارة الخ، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۱/ج۸/باب مايجوزمن الاجارة ومايكون خلافا فيها، مجمع الانهر ص ۵۲۲/ج۳/باب مايجوزمن الاجارة ومالايجوز، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[3] درمختار على الشامى زكرياج۹/ص ۵/مطبوعه كراچى ج۶/ص ۵/كتاب الاجارة، مجمع الانهر ص ۴۱۰، ۴۱۱/ج۳/كتاب الاجارة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص ۱۰۵/ج۵/كتاب الاجارة، مطبوعه امداديه ملتان.

کرے تو خیر ورنہ کسی دوسرے شخص کو (جو کہ امامت کا اہل بھی ہو امام بنالیا جائے)

محمود گنگوہی غفرلہٗ

بکر کے بزرگوں سے جو معاملہ کرایہ کا ہوا تھا اس کی مفصل کیفیت اور شرائط معلوم کرنے کے بعد کوئی صحیح رائے قائم کی جاسکتی ہے، ظاہر سوال کے موافق جواب صحیح ہے، البتہ یہ امر قابل اضافہ ہے کہ مرنے کی وجہ سے اصل قاعدہ کے موافق اجارہ بے شک فسخ ہو جاتا ہے، لیکن اگر ورثۂ طرفین اس پر عمل درآمد رکھیں تو اثر فسخ کا ظاہر نہیں ہوگا، اجارہ صحیح رہے گا، ”وینبغی ان لا یظهر الانفساخ خصوصاً مالم یطالب الوارث بالتفریغ او بالتزام باجر اٰخر درمختار“[1]، ہاں اگر ورثہ طرفین میں سے کوئی شخص اس کو باقی رکھنا نہ چاہئے تو فسخ ہو جائے گا، اور امامت ایسے شخص کی مکروہ تحریمی ہے[2]، اگر اس سے بہتر دوسرا شخص موجود ہو بشرطیکہ وہ شخص بھی اس سوال کی تصدیق کرتا ہو۔ فقط والسلام

سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸؍رمضان ۵۴ھ

ایضاً

سوال:- بکر کے بزرگوں نے اپنی رہائش کے لئے زمین سفید بغرض بنانے مکان

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا ج۹؍ص ۱۱۶؍مطبوعہ کراچی ج۶؍ص۸۵؍کتاب الاجارۃ، باب فسخ الاجارۃ.

[2] اماالفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه لایهتم لامر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقدوجب علیهم اهانته شرعابل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم، شامی زکریاص ۲۹۹؍ج۲؍باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام، حلبی کبیر ص۵۱۳؍فصل فی الامامة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، طحطاوی علی المراقی مصری ص۲۴۴؍فصل فی بیان الاحق بالامامة.

رہائش خود مالکان زمین سے بلاتقرر میعاد ایک قلیل رقم رعیتانہ ۴/ یا ۸/ سالانہ پر زمین حاصل کی اوراس پر مکان خام تیار کیا معلوم ہوا ہے کہ اس زمین کو حاصل کرنے والا بکر مذکور کا دادا پر دادا تھا، آج تک بکر اوراس کے بزرگان اس میں آبادر ہے، علاوہ زر رعیتانہ چار آنہ یا آٹھ آنہ سالانہ کے بکر کے بزرگان کو بحثییت رعایا حسب رواج قدیم ساڈھوہ کچھ حسب ضرورت مالک کا بیگار بھی دینا پڑتی تھی، مثلاً گاڑی، اناج، گاڑی گھاس وغیرہ آنے پراس کا اتروانا بوقت ضرورت پلنگ وغیرہ مالکان کو دینا وغیرہ جس کا اب مالک بھی نہیں لےسکتا، نہ اس کی ادائیگی کیجا سکتی ہے، اس مورث اعلیٰ بکر کے بعد کہ جس نے زمین سفید حاصل کی تھی، مالکان یا جانشین مالکان سے کوئی تجدید معاہدہ نہیں ہوا، بکر ایک مسجد کا امام ہے عرصہ تین سال سے بکر کو کہا جارہا ہے، کہ باضابطہ بحق مالکان کرایہ نامہ اسی کرایہ پر چار آنہ آٹھ آنہ سالانہ کا لکھا دیوے، یا جو بکر مناسب تجویز کرے قیمت دیدے، اور بیعنامہ اپنے نام کرالے، مگر بکر دونوں باتوں سے انکاری ہے کرایہ نامہ باضابطہ تواس لئے نہیں تحریر کراتا کہ مالک قانوناً بعد ادائیگی زر لاگت بکر سے خالی کرالیویگا، بکر کو خواہ مخواہ مکان مذکور سے ہاتھ دھونا پڑے گا، اور قیمت دے کر اس لئے نہیں خریدتا کہ یہ قیمت دینا مفت میں ہے، کیونکہ بکر مذکور کو زمین مذکور پر جو آسائش آج حاصل ہے، وہی کل قیمت دے کر اور بیعنامہ کرا کے حاصل رہے گی، عرصہ تقریباً دو یا تین سال کا ہوا کہ بکر نے بلا اجازت ودریافت مالکان کے ایک دیوار پختہ بنائی جس سے مالکان نے اظہار ناراضگی کیا، مگر بکر نے مالکان کی کوئی تسلی نہیں کی، اگر کہتا ہے تو یہی کہ تم زمین سفید کے مالک ہو ہم مالک نہیں بنتے کرایہ لیتے رہو جو بزرگوں سے چلا آتا ہے تمہیں مکان میں سے نکالنے کا اختیار نہیں ہے، ہمیں فروخت کرنے کا اختیار نہیں فتویٰ طلب امر یہ ہے کہ اندریں حالات مندرجہ بالا بکر مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، مکروہ تنزیہی ہے، یا حرام اگر حرام ہے تو باوجود بہتر امام کے جو مقتدی اسی کو امام رکھیں وہ کس حکم میں ہیں، شرعی جواب باصواب سے آگاہ فرمائیے، نیز یہ بھی تحریر فرماویں کہ بکر مذکور کی امامت کس صورت سے جائز ہوسکتی ہے

،اور جو شخص اللہ ورسول کے حکم کے مطابق فتویٰ دیکھ کر اس پر عمل نہ کرے یا انکار کردیوے کس حکم میں ہے، اگر قیمت ملبہ مکان بکر کو مالکان زمین ادا کرنا چاہیں ،تو کس کس چیز کی قیمت ازروئے شریعت محمدیہ ادا کرنی پڑے گی؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ اجارہ فاسدہ ہے کیونکہ اس میں مدت کا تقرر نہیں کیا گیا، اور صحت اجارہ کیلئے مدت کا بیان کرنا شرط ہے،"ومنها بيان المدة فى الدوروالمنازل والحوانيت.عالمگیری ج۳/ص ۱۰۸۹"[۱]

"سئل عمن قال لأخراجرتک هذه الدار بحدودها وحقوقها بكذا درهما موصوفاًبصفة كذاالىٰ عشرة اشهر كذامن سنة كذاعلىٰ ان تسكنها ان شئت وذكر شرائط الصحة هل تصح هذه الاجارة فقال لالانه لم يبين اول المدة فكانت مجهولة فلا بدمن ان يقول من وقت كذا اومن هذه الساعة الىٰ وقت كذا لتصيرالمدة معلومة كذا فى فتاوىٰ النسفى عالمگیری[۲] ج۳/ص۱۱۲۴/اوراجارہ فاسدہ کا فسخ کرنا واجب ہے،لہٰذا فریقین کو ضروری ہے کہ اس اجارہ کو فسخ کریں،[۳] اور مالک کو اختیار ہے کہ خواہ بکر کو کرایہ پردے یا کسی اور کو البتہ جو مکان بکر نے بنایا ہے، وہ بکر کا ہے، اگر بکر کو وہ زمین کرایہ پر دی جائے تو کچھ اور کرنے کی ضرورت نہیں ،صرف فریقین کرایہ اور مدت کرایہ کو از سر نو متعین کرلیں، اگر کسی اور کو کرایہ پر دی جائے تو بکر کو چاہئے کہ اپنا مکان گرا کر اس کا ملبہ اٹھالے، یا مالکان زمین کے

[۱] عالمگیری ج۴/ص ۱۱۴/(مطبوعه كوئٹه) كتاب الاجارة،الباب الاول فى تفسيرالاجارة الخ.

[۲] عالمگیری ج۴/ص ۴۳۹/كتاب الاجارة،الباب الخامس عشرفى بيان مايجوزمن الاجارة ومالايجوز،البحرالرائق كوئٹه ص۳/ج۸/كتاب الاجارة،الدرالمختارعى الشامى زكريا ص۸/ ج۹/كتاب الاجارة.

[۳] حكم الاجارة الفاسدة نقضهاقبل تمام المدة، البحرالرائق كوئٹه ص۲۶/ ج۸/ كتاب الاجارة، قبيل باب ضمان الاجير.

ہاتھ فروخت کردے، اوران سے ملبہ کی قیمت لے لے، اگر مالکان خریدنا چاہیں تو زمین کے علاوہ (کیونکہ وہ زمین تو مالکان ہی کی ہے) اس ملبہ کی قیمت دیدیں جو جو چیزیں مکان میں اینٹ، کڑی، تختہ، کواڑ وغیرہ بکر نے لگائی ہے، اس کی قیمت بکر کو دی جائے[۱] اگر مسئلہ معلوم ہونے کے بعد بھی بکر اس معاملہ کو شریعت کے موافق نہ کرے اور اپنی ضد سے توبہ نہ کرے، تو بکر کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، دوسرا اہل امام موجود ہوتے ہوئے جو لوگ بکر کو امام بنائیں گے تو گنہ گار ہوں گے[۲] اگر بکر اس معاملہ کو شریعت کے موافق کرلے اور توبہ کرلے تو اس کی امامت درست ہے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۹/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۹/۵۴ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ رمضان المبارک ۵۴ھ

---

[۱] وتصح اجارة ارض للبناء والغرس فان مضت المدة قلعهما وسلمها فارغة لعدم نها يتهما الا ان يغرم له الموجر قيمته اى البناء والغرس مقلوعابان تقوم الارض بهما وبدونهما فيضمن مابينهما اختيارويتملكه فافادانه لايلزم القلع لورضى الموجربدفع القيمة اويرضى الموجر بتركه اى البناء والغرس فيكون البناء والغرس لهٰذاوالارض لهٰذا، الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۴۰، ۴۱/ ج۹/ باب مايجوزمن الاجارة، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۱/ ج۸/ باب مايجوزمن الاجارة، مجمع الانهرص ۵۲۲،۵۲۳/ج۳/باب مايجوز من الاجارة،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[۲] وفيه اشارة الى انهم لوقدموا فاسقاياثمون بناء على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائه بامور دينه وتساهله فى الاتيان بلوازمه، حلبى كبير ص۵۱۳/فصل فى الامامة،مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور،شامى زكرياص ۲۹۹/ج۲/باب الامامة قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام، طحطاوى على المراقى مصرى ص۲۴۴/فصل فى بيان الاحق باالامامة.

[۳] عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له، مشكوه ص۲۰۶/باب الاستغفاروالتوبة،الفصل الثالث،مطبوعه دارالكتاب ديوبند، ابن ماجه ص۳۱۳/ابواب الزهد،باب ذكرالتوبة،مطبوعه اشرفى ديوبند.

مکان یا دوکان کو کرایہ دار سے خالی کرانا

سوال:- آیا کرایہ دار مکان یا دوکان سے زائد کرایہ شرعاً وصول کیا جاسکتا ہے، یا مکان اور دوکان کرایہ دار سے خالی کرائی جاسکتی ہے، کیونکہ آج کل قانون سرکار ہے کہ نہ دوکان خالی کرائی جاسکتی ہے، اور نہ کرایہ میں اضافہ ہوسکتا ہے، اگر مسلمان کرایہ نہ بڑھائے، اور نہ خالی کرے، تو عنداللہ ماخوذ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دوکان مکان کے مالک کو اختیار ہے کہ جتنی مدت کے لئے کرایہ کا معاملہ کیا تھا، اس کے گزر جانے پر کرایہ دار سے خالی کرالے، یہ بھی اختیار ہے، کہ زائد کرایہ کا معاملہ کرے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کرایہ کا مکان خالی کرنا

سوال:- میں تقریباً ساڑھے چار برس سے ایک کرایہ کے مکان میں ۳۵/روپیہ ماہوار پر رہتا ہوں، آج سے تین سال قبل معلوم ہوا کہ مکان مذکور فروخت ہونے والا ہے، چنانچہ میں نے اپنے لئے ایک دوسرے مکان کا بندوبست کرلیا، اور جانے کا ارادہ کرلیا، مالک

---

[1] المالک ھوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء بیضاوی شریف ج ۱/ص ۷/تحت سورة الفاتحہ، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، ومن استاجر دارا کل شھر بکذاصح العقدفی شھرواحدفقط وفسدالباقی واذاتم الشھر کان کل منھمافسخ الاجارة العقدالصحیح، مجمع الانھر ص ۵۳۰/ج۳/باب الاجارة الفاسدة، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۶۹/ج ۹/ باب الاجارة الفا سدة، مطلب فی اجارة البناء، ھدایہ علی فتح القدیر ص ۹۴/ج ۹/باب الاجارة الفاسدة، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

مکان نے ضمانت دی کہ آپ پڑے رہیں، آپ کو نہیں نکالا جائے گا، ادھر پھر مکان مالک نے اس کو فروخت کرنے کی بات چیت شروع کی، میں نے خود مکان کو لینے کا ارادہ ظاہر کیا، اور مالک مکان سے گفتگو کی اور مبلغ دس ہزار روپے میں بات چیت طے ہوگئی، وہ فوری طور پر روپیہ چاہتے تھے، میرے پاس ہفتہ عشرہ میں انتظام نہ ہوسکا، دو تین ماہ کی مہلت چاہی، مالک مکان نے اپنی ضرورت ظاہر کی تو میں نے ان سے کہدیا کہ آپ مالک ہیں جو چاہیں کریں، اس درمیان انہوں نے ایک تیسرے آدمی سے گفتگو کر کے نو ہزار تین سو ۹۳۰۰/ روپے میں فروخت کردیا، فروخت کرنے سے قبل دو روز مالک میرے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک تیسرے آدمی کو فروخت کرر ہا ہوں، آپ چاہیں تو خود لے سکتے ہیں، میں نے ان سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ۹۳۰۰/ سو روپئے میں بات طے کی ہے، جبکہ مجھ کو دس ہزار میں دے رہے تھے، بہرکیف میرے پاس نقد روپیہ فوری طور پر نہیں ہیں، چنانچہ میں نے ایک تیسرے آدمی کو تیار کیا اور انہوں نے جاکر مالک مکان کے بہنوئی جو بظاہر ان کے کارپرداز تھے، ان سے براہِ راست گفتگو آٹھ ہزار چھ سو میں طے کرلی، ادھر مالک وغیرہ نے فریب دے کر نو ہزار تین سو روپئے میں ایک طوائف کے ہاتھ فروخت کردیا، مکان فروخت ہونے سے ایک روز قبل میں نے مالک سے کہا کہ آپ کو جتنا روپیہ دوسروں سے مل رہا ہے میں انہیں حضرات سے آٹھ ہزار سوا چھ سو میں بات طے ہوئی ہے، دلوادونگا، آپ کسی غیر کو نہ دیں، لیکن انہوں نے خاموشی سے طوائف کے ہاتھ فروخت کردیا، میں نے مالک سے ہمیشہ یہ کہا کہ آپ کا مکان خالی کردونگا، سہولت سے کہیں پر انتظام ہوجائے اب طوائف کا اصرار ہے کہ مکان جلد خالی کردو، مالک مکان فروخت کر کے پاکستان چلے گئے، میں جس محلّہ میں ہوں وہاں سے ایک دو فرلانگ پر طوائف آباد ہیں، میرا محلّہ پاک صاف ہے، میں اپنے محلّہ کی مسجد میں بغیر تنخواہ کے امام ہوں، محلے کے سارے لوگ کہہ رہے ہیں کہ آپ مکان خالی نہ کریں، اس محلّہ میں بھی اگر طوائف آباد ہوگئیں تو سب کی عزت ختم ہوجائے گی، اور محلّہ کی مسجد بالکل

ویران ہوجائے گی، میرے وجہ سے اللہ تعالیٰ نے محلّہ کے لوگوں کو دین کی طرف اُبھارا ہے، اور بہت سے لوگ نمازی ہوچکے ہیں، تبلیغی جماعت اور تفاسیر سے بھی لوگوں کو بعد نماز عرصہ دراز سے روشناس کراتا ہوں، نیز یہ کہ وہ مکان مالک کے خالہ زاد بھائی کا مکان ہے، وہ مکان اور جائیداد خالہ زاد بھائی کے نام وقف علی الاولاد ہے، خالہ زاد بھائی نے مالک مکان کی والدہ یعنی اپنی بیوہ خالہ کو بسانے کی غرض سے اپنے مکان کا تھوڑا سا حصہ مبلغ دو ہزار روپیہ لے کر دیدیا تھا، اوران کے نام لکھ دیا تھا، اور اس خیال سے کہ ہم لوگ ان سے کوئی تنازعہ اٹھا کے نہیں جائیں، اور وقف علی الاولاد کا جھگڑا نہیں اٹھے گا، بیوہ خالہ کے لڑکے اس مکان میں ایک دن بھی نہ رہے، اور جوان ہونے پر فریب دے کر فروخت کردیا۔

اب پرانے مکان مالک یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ کو دیا تھا، اگر بچوں نے بیچ دیا تو میں تیسرے کو خصوصاً طوائف کو نہیں رہنے دونگا، اور دعویٰ کر کے بیع نامہ منسوخ کرادونگا، اور روپیہ واپس کردونگا، اب سوال یہ ہے کہ میں کرایہ دار کی حیثیت سے ہوں، اگر میں چھوڑ وں تو برائیاں پھیل جائیں گی، میرے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ کرایہ دار کی حیثیت سے برقرار ہوں، یا خرید سکتا ہوں، یا چھوڑ دوں؟

الجواب حامداً ومصلياً

فروخت کرنے والا اگر مالک مکان نہیں، اور جو اصلی مالک ہے، وہ آپ سے خالی نہیں کراتا، تو آپ خالی نہ کریں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۸/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۸/۹۰ھ

---

[1] تفسخ (الاجارة) بالقضاء او الرضا الخ ،الدر المختار على الشامی زکریا ج ۹/ص ۱۰۴/ کتاب الاجارة، باب فسخ الاجارة.

کرایہ دار کے انتقال کے بعد کیا دوسرے کی طرف کرایہ داری منتقل کی جاسکتی ہے؟

سوال:- میرے شوہر نے ایک دوکان مسجد کے قریب ۲۲/سال قبل پانچ روپیہ ماہوار کرایہ پر لی تھی، اوراس میں اپنا کاروبار کرتے تھے، اور کرایہ ماہ بماہ ادا کرتے تھے، اب ۳/ مارچ ۱۹۷۳ء کوان کا انتقال ہوگیا، انہوں نے چار بچے چھوڑے، جوکہ سات برس سے سب کم ہی کم ہیں، اورایک میں خوداور میری ساس ان کے انتقال کے بعد متولی صاحب نے کرایہ لینے سے انکارکردیا، اور کہتے ہیں کہ دوکان خالی کردو، ایک طرف دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ روپے لے کر مجھے دوکان کا قبضہ دیدو، اب معلوم کرنا یہ چاہتے ہیں کہ دوکان پرکرایہ لے کر قبضہ دے سکتے ہیں یانہیں؟ اور یہ رقم ہمارے لئے جائز ہوگی یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

آپ کوحق نہیں کہ روپے لے کرکسی کو دوکان پر قبضہ دیں، بلکہ متولی کے کہنے کے موافق خالی کردیں، وہ جس کو چاہیں گے کرایہ پر دیدیں گے، اور جوکرایہ مسجد کے لئے مناسب ہوگا، مقرر کرلیں گے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۳/۶/۲۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۳/۶/۲۹ھ

---

[۱] وتنفسخ بلاحاجة الیٰ الفسخ بموت احدالعاقدین الخ الدرالمختارعلی الشامی زکریا ج ۹/ ص ۱۱۴/ وکراچی ج ۶/ص ۸۳/ کتاب الاجارة، باب فسخ الاجارة، الدرالمختارعلی الشامی زکریاص ۱۱۴/ج ۹/باب فسخ الاجارة، البحرالرائق کوئٹہ ص ۳۶/ج ۸/باب فسخ الاجارة.

کیا کرایہ دار دوکان دوسرے کرائے دار کو دے سکتا ہے؟

سوال:- یہاں ایک صاحب ہیں، انہوں نے مسجد کی ایک دوکان کئی سال سے کرایہ پر لے رکھی ہے، بذاتِ خود وہ اس کو استعمال نہیں کرتے، بلکہ ہمیشہ دوسرا کرایہ دار رکھتے ہیں، دوکان کا کرایہ مسجد کو آٹھ روپے دیتے ہیں، اور خود کرایہ دار سے پندرہ روپے وصول کرتے ہیں، اس طرح سات روپے ہر ماہ نفع کماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ نفع لینا درست نہیں، اگرچہ سود بھی نہیں، اگر دوکان پر کچھ خرچ کر کے مثلاً اس میں الماری، کواڑ وغیرہ لگا کر اس کی حیثیت کو بڑھایا ہو تو اتنی حد تک نفع لینے کی اجازت ہے[1]، کمیٹی کو اختیار ہے کہ اصل کرایہ دار کے معاملہ کو ختم کر کے شکمی کرایہ دار سے معاملہ کرے، اور کرایہ دار کو چاہئے کہ اپنا واسطہ درمیان سے ختم کر دے، اور مسجد کی دوکان سے خود اس طرح نفع نہ کمائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۱/۸۹ھ

جتنے کرایہ پر مکان لیا ہے اس سے زائد کرایہ پر دینا

سوال:- میرا مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ ہے، کیونکہ میرے لڑکے وہاں رہتے ہیں، میں ان سے علاحدہ رہتا ہوں، لیکن وہاں کرایہ کے مکان میں رہنا چاہتا ہوں، اگر میں وہاں کوئی

---

[1] ولو آجر باکثر تصدق بالفضل الافی المسئلتین اذاآجرها بخلاف الجنس او اصلح فیهابان جصصها او فعل فیهامسناة الخ، الدرالمختارعلی الشامی زکریاج ۹/ص ۳۸/مطبوعه کراچی ج۶/ص ۲۹/کتاب الاجارة باب مایجوزمن الاجارة الخ،المحیط البرهانی ص ۲۶۹/ج ۱۱/ الفصل السابع فی اجارة المستاجر،مطبوعه ڈابهیل،مجمع الانهرص ۵۶۲/ج۳/کتاب الاجارة مسائل منثورة مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

موزوں فلیٹ چھ آٹھ ہزار ریال پر لے لوں، اور زمانۂ حج میں مثلاً پندرہ ہزار ریال پر حجاج کوکرایہ پر دیدوں، تو اس صورت میں مجھے آسانی سے آٹھ ہزار ریال کا منافع ہو جائیگا، تو سوال یہ ہے کہ میں قرض حسنہ لیکراسی مکان کو جس کو میں نے کرایہ پرلیا ہے، اس سے زائد کرایہ پر دوسروں کو دے سکتا ہوں کہ نہیں؟ جواب سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جوصورت آپ چاہتے ہیں یہ تو حدود حرم مبارک کے باہر کسی اور جگہ بھی درست نہیں جتنی رقم کسی جگہ بھی کرایہ مکان کی آپ ادا کریں، اتنی رقم پر دوسرے کو دے سکتے ہیں، اگر اس سے زیادہ رقم لیں گے تو اس کو صدقہ کر دینا ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۲/ ۹۵ھ

کرایہ کے مکان میں کرایہ دار کو توسیع وتعمیر کا حق

سوال:- ایک شخص غلام محمد کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں، انہوں نے اس میں دو گیرج بنوا کر ۹۰۰۰/روپیہ اڈوانس لے کر ہدایت کو، ۱-۱۱۰/ ماہوار دیدیا اس طرح کرنے پر میونسپل بورڈ کا ٹیکس بڑھ گیا، اور مالک مکان نے مکان خالی کرانے کیلئے عدالت کا سہارا لیا اور جھگڑا بڑھ گیا، غلام محمد کے بہنوئی نے مالک مکان سے ۱۲۰۰/روپیہ دے کر فیصلہ کرلیا، اور رسید اپنے نام لکھالی اور خود بھی اپنی بیوی بچوں کو لے کر اس مکان میں آکر رہنے لگا اب آپ سے یہ دریافت کرنا ہے۔

---

[1] وان آجرها باكثر مما استاجر ها فهي جائز ة ايضاً الىٰ قوله فان الزيادة لاتطيب لهٗ ويتصدق بهاالخ، عالمگيری ج۴/ص ۴۲۵/مطبوعه كوئٹه (كتاب الاجارة الباب السابع فی اجارة المستاجر)المحيط البرهانی ص ۲۶۹/ج ۱۱/الفصل السابع فی اجارة المستاجر،مطبوعه ڈابهيل،الدرالمختارعلى الشامی ص۳۸/ج۹/باب مايجوزمن الاجارة.

(۱) چونکہ مکان میں غلام محمد اوراس کی بہن دونوں حصہ دار ہو گئے، اس لئے کرائے کی آمدنی کس طرح تقسیم کی جائے؟

(۲) کرایہ گیرج جو ۲۲۰/روپیہ ماہوار ملتا ہے، وہ صرف بہنوئی کا ہے یا غلام محمد بھی اس میں شریک ہوسکتا ہے۔

(۳) بہنوئی نے جو رقم ۱۲۰۰/روپیہ دی، اس کا فی الحال کیا ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حکم شرعی یہ ہے کہ جتنی مدت کے لئے مکان کرایہ پر لیا گیا ہے، مدت پوری ہونے پر مالک مکان خالی کرانا چاہے تو خالی کردیا جائے[۱] مالک کی اجازت ورضامندی کے بغیر کرایہ دار کو اس پر قبضہ رکھنا اور خالی نہ کرنا جائز نہیں، نیز اس کو اپنی آمدنی کا ذریعہ بنانا، اور دوسروں کو کرایہ پر دینے کا حق نہیں، غلام محمد نے اگر مالک کی اجازت کے بغیر دو گیرج بنا کر ڈپوزٹ لے کر ان کو کرایہ پر دیدیا، تو اس نے یہ غلط طریقہ اختیار کیا، اس کے بعد بھی اگر مالک خالی کرانا چاہئے تو اس کو حق ہے، خالی کرالے، اور دو گیرجوں کا جو کچھ سامان اینٹ وغیرہ خواہ اس کی قیمت غلام محمد کو دیدے (تعمیر شدہ کی نہیں صرف ملبے کی) خواہ غلام محمد اس تعمیر کا اپنا ملبہ خود لیلے، جس شخص نے مکان کرائے پر لیا، خود بھی کرایہ دار ہے، دوسرے کو اس سے انتفاع کا حق نہیں، اگر غلام محمد نے بہنوں یا بہنوئی کو اس مکان میں رہنے کے لئے جگہ دیدی تو وہ رہ سکتے ہیں، دو گیرج جو کرایہ پر دئے ہیں، ان کا دینا اور ان کا بنانا مالک مکان کی اجازت کے بغیر درست نہیں[۲] پھر مالک جو معاملہ ان کے متعلق غلام محمد سے یا اس کی بہنوں یا بہنوئی سے کرلے تو

---

[۱] فان مضت المدة قلعهما وسلمها فارغة الخ، درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۱۴۱/کتاب الاجارة باب مایجوزمن الاجارة، البحر کوئٹہ ص ۱۱/ج۸/باب مایجوزومایکون خلافا فیها مجمع الانهر ص ۵۲۲/ج۳/باب مایجوزومالایجوز، دارالکتب العلمیه بیروت.

[۲] لایجوز التصرف فی مال غیره بلااذنه ولاولایته الخ درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۲۹۱/باب الغصب مطلب فیمایجوزمن التصرف بمال الغیر، شرح المجلة ص ۶۱/ج۱/المادة ۹۶/اتحادبکڈپو دیوبند.

اس کے موافق عمل کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کرایہ دار دوکان خالی نہ کرے تو

سوال:- زید نے اپنی دوکان پر رشید احمد کو مقرر کیا کہ میری دوکان کسی کو کرایہ پر دیدو طے پایا کہ جب بھی مجھے ضرورت ہوگی، آپ کو خالی کرا کر ہم کو دینی ہوگی، اب مالک کو ضرورت ہے، مگر کرایہ دار خالی نہیں کرتا، اب میں کیا کروں مجبور ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مالک کو بیع وشراء کا اختیار ہے[1]، دوکان خالی کرانے کے لئے جو تدبیر مقدمہ وغیرہ کی مناسب ومؤثر ہو اختیار کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۳/۹۷ھ

کرایہ ادا نہ کرنے کی صورت میں کرایہ دار کا سامان اٹھالینا

سوال:- ایک شخص نے اپنے بھائی کو کھڈی کے لئے روپیہ قرض دیا تھا، کہ وہ آہستہ آہستہ دیتا رہے گا، لیکن چار ماہ بعد جب قرض ادا نہ ہوا تو وہ کھڈی اُٹھا کر لے گئے، دو چار مہینہ کا کرایہ بھی ان سے وصول کیا، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صرف اپنا قرض دیا ہوا روپیہ وصول کرنے کا حق ہے[2]، اس سے زائد وصول کرنا جائز

[1] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء. بیضاوی شریف ج ۱/ص ۷/سورة الفاتحة، مطبوعه رشیدیه دهلی، شرح المجلة ص ۶۵۴/۱، رقم المادة ۱۱۹۲/ الباب الثالث فی المسائل المتعلقة بالحیطان الخ، اتحاد بکڈپو دیوبند، (حاشیہ نمبر ۲/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

نہیں، وہ سود ہے، خواہ کسی نام سے ہو[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۸۹ھ

ملازمت سے الگ کرنے کے بعد مستحق تنخواہ نہیں

سوال:- ایک مسجد میں ۱۹۶۹ء جنوری میں ایک امام مقرر ہوئے ان کی تنخواہ ماہواری مبلغ آٹھ سو روپئے ہے، ایک ماہ اس انجمن سے تنخواہ لئے دوسرے مہینہ میں امام صاحب نے ایک پارٹی تیار کی اور انجمن اسلامیہ کے خلاف سازش کرنا شروع کیا کہ کل جائیداد وقف بورڈ کے ہاتھ دے دیا جائے، پارٹی زور پکڑنے لگی پھر بھی صدر صاحب نے بلاکر دریافت کیا کہ آپ تنخواہ کیوں نہیں لیتے انہوں نے کہا کہ ہمیں تنخواہ مل جاتی ہے، اور ہمیں ضرورت نہیں بعد میں انجمن اسلامیہ کو قبل ایک ماہ درخواست دی کہ ہماری تنخواہ دو۔ بعد میں صدر صاحب سے ایک ماہ کے بعد تنخواہ نہیں لی اور کہا نہیں، دریافت کرنے پر پتہ لگا کہ لوگوں سے پاتے ہیں انجمن اسلامیہ کی جانب سے ایک اطلاع دی گئی کہ آج سے تم کو امامت سے ہٹا دیا گیا پھر بھی امام صاحب اپنی پارٹی کے لوگوں کے سہارے اب تک ہیں، اور ایک ماہ قبل انجمن اسلامیہ کو درخواست دی ہے کہ ہماری تنخواہ دو اس حالت میں کیا انجمن اسلامیہ ان کو دے سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب سے انجمن اسلامیہ نے ان کو ملازمت امامت سے الگ کردیا اور اطلاع دے

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [۲] ليس لذى الحق أن ياخذ غير جنس حقه وقال الشامي تحته ان عدم الجواز كان في زمانهم اما اليوم فالفتوىٰ علىٰ الجواز، الدر المختار مع الشامي زكريا ج۹/ص ۲۰۶/ مطبوعه كراچي ج۶/ص ۴۲۲/ كتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء وغيره فصل في البيع.

[۱] كل قرض جر نفعا حرام، الدر المختار على الشامي زكريا ص ۳۹۵/ ج۷/ باب المرابحة، مطلب كل قرض جر نفعاً كنز العمال ص ۲۳۸/ ج۶/ فصل في لواحق كتاب الدين، مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت، فيض القدير ص ۲۸/ ج۵/ مطبوعه دار الفكر بيروت.

دی وہ تنخواہ پانے کے حق دار نہیں ہے۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۸ھ

اصل مالک کے انتقال کے بعد کیا وارث کو اس کے معاہدہ کی پابندی ضروری ہے

۹۳۰۱

سوال:- زید نے عمر سے ایک مکان دومنزلہ عرصہ تیس سال سے کرایہ پر لے رکھا ہے شرائط کرایہ داری یہ ہیں، مبلغ چارروپیہ ماہانہ جس کا سالانہ کرایہ مبلغ اڑتالیس روپیہ ہوتا ہے، زید سے عمر وصول کرتے رہیں، کرایہ داری استمراری رہے گی، اور عمر زید سے کبھی کوئی کرایہ نہ خود بڑھائے گا، اور نہ اس کا پیشرو وارث قائم مقام بڑھے گا، بعدہٗ عمر کا انتقال ہوگیا، اس کے بیٹے نے دوروپے ماہوار لڑکر استحصال بالجبر کیا، اور اس کے بعد بھی ان کی یہ ہوس پوری نہ ہوئی، پھر دوبارہ چارروپیہ بڑھا کر دس روپیہ ماہوار بالجبر وصول کیا، اسی طرح انہوں نے اپنے والد صاحب کے کہے ہوئے وعدے کو پسِ پشت ڈالا، اور اس کے خلاف کیا، اور دوسری دغا یہ کی کہ منزل بالا کی جداگانہ رسید قطع کرنی شروع کردی، یہ استحصال بالجبر کے، قانونی جواز کی صورت نکالنے کے لئے ایسا کیا حالانکہ میرے پاس دومنزلہ مکان چارروپیہ ماہوار پر ہے، جب کہ معاہدہ عمر مذکورہ بالا ان کے باپ کی طرف سے استمراری کرایہ پر تھی۔

(۱) کیا عمر کے بیٹے کو زید سے چارروپیہ ماہوار کرایہ کے بجائے اپنے باپ کے معاہدہ کے خلاف چھ روپیہ ماہوار لینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

---

[۱] مستفاد: فیظھر حینئذ حکم الانفساخ وھو عدم وجوب المسمٰی (شامی کراچی ص ۸۵/ ج ۶/ باب فسخ الاجارة، مطلب ادارة السفر او النقلة من المصر الخ.

(۲) پھر چار روپیہ سے دس روپیہ کر دینا اپنے باپ کے معاہدہ کے خلاف ناجائز طریقہ پر وصول کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۳) اپنے باپ کے معاہدہ کے خلاف جو بیٹے نے زید سے زائد رقم بڑھا کر اس کی طرف ''۶۷'' روپیہ نکال دیا، اس کو شرعاً زید کے بیٹے کو دینا درست ہے یا نہیں؟

(۴) بیٹے کو اپنے باپ مرحوم کے خلاف کرایہ دار سے مکان خالی کرانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عمر کو اپنی ملک میں تصرف کا پورا اختیار تھا، جس کرایہ پر انہوں نے چاہا دے دیا، اور جو معاہدہ چاہا کرلیا، اس کے انتقال کے بعد اس کی ملک ختم ہو کر وارث کی ملک ہوگئی[1]، وارث کو اختیار ہے کہ کرایہ سابق پر سابق کرایہ کو دو روپیہ برقرار رکھیں یا کسی سے جدید معاملہ کرلیں، یا کرایہ سابق پر راضی رہیں یا اضافہ کریں[2]، والد صاحب کے معاہدہ کی پابندی اس کے ذمہ لازم نہیں، والد صاحب کے تعلقات کا لحاظ کرنا ان کے لئے بہتر ہے، کہ یہ بھی والد مرحوم کے اکرام واحترام میں داخل ہے، لیکن کرایہ وغیرہ کے معاملات میں ان کو مجبور نہیں کیا جاسکتا،

---

[1] وتنفسخ الاجارة بلاحاجة الى الفسخ بموت احدالعاقدين الىٰ قوله ان المنافع والاجر صارف ملكا للورثة الخ، مجمع الانهر ج۳/ص ۵۵۹/مطبوعه بيروت، كتاب الاجارة، باب فسخ الاجارة، فتح القدير ص ۱۴۵/ج ۹/باب فسخ الاجارة، مطبوعه دارالفكر بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۳۶/ج۸/باب فسخ الاجارة.

[2] المالك هو المتصرف فى الاعيان المملوكة كيف شاء. بيضاوى شريف ج ۱/ص۷/ تحت سورة الفاتحة، مطبوعه رشيديه دهلى، شرح المجلة ص ۶۵۴/ج ۱/رقم المادة ص ۱۱۹۲/الكتاب العاشر فى انواع الشركات، الفصل الاول، فى بعض قواعد فى حكم الاملاث، مطبوعه اتحادبكڈپو ديوبند،

مکان کی حیثیت اور گرانی کے پیش نظر کرایہ میں مناسب اضافہ کرنا گناہ نہیں ہے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۸/۹۰ھ

---

[۱] وان كانت الز يادة معلومة ان كانت من جانب الآجريجوزسواء كانت الزيادة من جنس ما آجراومن خلاف جنس آخرالمحيط البرهانی ص ۳۲۰/ج ۱۱/كتاب الاجارة،الفصل الرابع عشرفی تجديد الاجارة بعدصحتها والزيادة فيها،مطبوعه ڈابهيل، عالمگيری كوئٹه ص ۴۳۹/ ج۴/الباب الرابع عشرفی تجديدالاجارة بعدصحتها والزيادة فيها الدرالمختارمع الشامی كراچی ص ۲۲/ج۶/كتاب الاجارة.

باب ہفتم: اجارہ کے متفرق مسائل

اصل ملازم اپنی جگہ دوسرے کو رکھوا کر اس سے کمیشن لے

سوال:- زید ایک جگہ ملازم ہے وہ رخصت پر جاتا ہے، اور اپنی جگہ پر بکر کو ملازم رکھوا دیتا ہے، زید بکر کے ساتھ ایک معاہدہ کرتا ہے، وہ یہ کہ جب تم کو تنخواہ ملے اس میں سے اتنے روپئے ماہوار تم مجھ کو دیا کرو، اور ساتھ ہی زید بکر کو یہ وصیت کرتا ہے، کہ یہ راز ہے اس کو کسی پر ظاہر نہ کیا جائے، بکر کو یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ میں اگر اس کو معاہدے کے مطابق ماہوار روپیہ نہ دوں گا، تو یہ بجائے میرے کسی اور کو نوکر رکھوا دیگا، جو اس کو کچھ ماہوار دیا کرے، یہ مقررہ رقم بکر دیتا رہتا ہے، تاکہ نوکری بحال رہے، اب دریافت طلب امور یہ ہیں:

(۱) کیا زید کو ایسا معاہدہ بکر کے ساتھ کرنا جائز ہے؟

(۲) کیا بکر زید سے روپیہ واپس لے سکتا ہے، جبکہ زید واپس کرنے کے لئے رضا مند ہو جائے؟

(۳) بکر جبکہ بوقت معاہدہ کچھ رقم ماہوار ادا کے لئے راضی ہو گیا تھا، اور ادا کرتا رہا اب یہ روپیہ واپس لینا بکر کو جائز ہے؟

(۴) بکر اس معاہدہ کو پورا کرتا رہا، مگر دل اس کا بہت دکھتا تھا، کہ کام میں کرتا ہوں، اور زید کو خواہ مخواہ تنخواہ میں سے رقم دیتا ہوں، اب زید رقم واپس دینے کے لئے تیار ہے، کیا بکر واپس لے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زید کا بکر سے یہ معاہدہ خلافِ شرع ہے[1]

---

[1] والاجرة فی باب الاجارة لاتجب بمجرد العقد بل بالعمل، فتح القدیر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

(۲) لے سکتا ہے۔ (۳) جائز ہے (۴) لے سکتا ہے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ یہ رقم محض رشوت کے طور ہو[1] جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے، اگر ٹھیکہ کے طور پر ہو کہ زید خواہ کام کرے، خواہ دوسرے سے کرائے تو اصل اجرت کا زید مستحق ہے، پھر وہ بکر کو جو کچھ طے کر کے دیدے بقیہ خود رکھے تو یہ درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اگر مکان مالک نہ لینا چاہے تو کس کو یہ رقم لوٹائے

سوال:- بسا اوقات ایک بلڈنگ کے کئی مشترک مالک ہوتے ہیں، جن میں مسلم اور غیر مسلم سب ہی ہو سکتے ہیں، اگر ایک مالک یہ رقم نہ لینا چاہے، اور دوسرے مالک لینا چاہتے ہیں، ایسی صورت میں اختلاف ہوتا ہے، اور معاملہ خراب ہوتا ہے، ایسی صورت میں نہ لینے والا مالک اگر یہ رقم لے تو اسے خود استعمال کر سکتا ہے، یا مکان کی مرمت وغیرہ میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر نا جائز ہونے کی صورت میں اسے اپنے طور سے واپس کرنا چاہے تو کس کو دے؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ص ۱۳۰/ ج ۹/ باب الاجارة علی احدالشرطین، مطبوعه دارالفکر بیروت، عناية علی فتح القدير ص ۱۳۰/ ج ۹/ باب الاجارة علی احدالشرطين، مطبوعه دارالفکر بيروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] الرشوة يجب ردها ولا تملک الخ الدرالمختار علی الشامی زکريا ج ۸/ ص ۳۵/ مطبوعه کراچی ج ۵/ ص ۳۶۲/ کتاب القضاء، مطلب فی الکلام علیٰ الرشوة الخ، النهر الفائق ص ۵۹۸/ ج ۳/ کتاب القضاء، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۲۶۲/ ج ۶/ کتاب القضاء.

[2] وان اطلق کان له ان يستاجر غيره لان الواجب عليه عمل فی ذمته ويمکنه الايفاء، بنفسه وبالاستعانة بغيره تبيين الحقائق ص ۱۱۲/ ج ۵/ کتاب الاجارة، مطبوعه امداديه ملتان، البحرالرائق کوئٹه ص ۸/ ج ۸/ کتاب الاجارة، الدرالمختار علی الشامی زکريا ص ۲۵/ ج ۹/ کتاب الاجارة، مجمع الانهر ص ۵۱۹، ۵۲۰/ ج ۳/ کتاب الاجارة، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت.

پرانے کرایہ دار کو یا نئے کرایہ دار کو یا پھر غرباء ومساکین میں تقسیم کردے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ رقم لے کر اس کو واپس کردے جس سے لی ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۹۴ھ

کرایہ دار کا مالک کی زمین میں مکان بنانا

سوال:- ایک شخص نے شیخ محمد خلیل کی بیوہ سے کرایہ پر ایک مکان لیا ہے، ورثاء اور بھی ہیں، جیسا کہ منسلک کاغذ سے ظاہر ہے، مگر شوہر کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے شیخ بدر الحسن کا قبضہ ہے، جو دوسرے شوہر سے ہیں، مکان کے باہر بیٹھنے کی کوئی جگہ نہیں تھی، اس لئے ا نکی اجازت سے سامنے افتادہ زمین پر کچھ حصہ اپنے خرچ سے تعمیر کرالیا، اور کرایہ مقررہ برابر ادا کرتا رہا، بیوہ محمد خلیل صاحبؒ کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے شیخ بدرالحسن (جو دوسرے شوہر کے ہیں) کرایہ لیتے رہے، کچھ دن کے بعد شیخ محمد خلیل والا مکان پورے کا پورا منہدم ہوگیا۔

تقریباً چھ ماہ تک زمین ویسے ہی پڑی رہی اور منہدمہ مکان کا اثاثہ مالک مکان اور کچھ ملبہ اٹھاکے لے گئے، تب شیخ بدرالحسن نے غیر مشروط طور پر کہا کہ تم لوگ بنوا نہیں سکتے، زمین ایسے ہی پڑی رہے گی، آپ بنوائیے اور رہیے، اور تقریباً ۱۷/سال سے سکونت پذیر ہے جب سے اپنے بنائے ہوئے مکان میں رہنے لگا کرایہ دینا بند کردیا ہے، مکان بنتے وقت شبیر نے بالواسطہ اجازت دیدی، اور دوسرے ورثاء نے بھی مکان بنتے ہوئے دیکھا مگر نہ

---

[1] ویجب علیه أن یرده علی مالکه الخ بذل المجهود ج ۱/ص ۳۷/(مطبوعه رشیدیه سهارنپور) بـاب فـرض الـوضـو، الـمـحـیـط الـبـرهانی ص ۶۳/ج۸/کتاب الکراهیة، الفصل الرابع عشر فی الـکـسـب، مـطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۹/ج۵/کتاب الکراهیة، الفصل الخامس عشر فی الکسب.

اظہار ناراضگی کیا اور نہ رکاوٹ ڈالی اب محمد خلیل مرحوم کہتے ہیں کہ مکان ہمارا ہے، کیونکہ ہماری زمین پر ہے، اتنے دن تک کا کرایہ وضع کرنے کے بعد اگر کچھ رقم بچ جائے گی، تو ہم دیدیں گے، مکان چھوڑ دیجئے، سابق کرایہ دار اور تعمیر کنندہ مکان کہتا ہے، کہ مکان کا مالک میں ہوں، زمین آپ کی ہے، آپ صرف زمین کا کرایہ لے سکتے ہیں، مکان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے، شریعت کے اعتبار سے کونسا نظریہ صحیح ہے؟ مکان کا مالک کون مانا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکان کرایہ دار نے بنایا ہے، وہ تعمیر کا مالک ہے، زمین کے مالک مرحوم کے ورثاء ہیں، یا تو زمین کا کرایہ مقرر کرلیا جائے، اس کرایہ دار سے اس کو وصول کرتے رہیں، یا کرایہ دار سے کہا جاوے کہ وہ اپنی تعمیر وہاں سے ہٹا کر زمین خالی کردے، یا تعمیر میں جس قدر احباب موجود ہوں، اس کی قیمت بصورتِ ملبہ مکان (ترکہ بصورت مکان تعمیر شدہ) مالک زمین کرایہ دار کو دیدیں، اور مکان کے بھی مالک ہوجاویں، جس صورت پر بھی معاملہ ہوجائے، درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۰ھ

ایک دوکان سے دوسرے کو نقصان پہنچے تو اس کی ذمہ داری

سوال:- (۱) حاجی غنی احمد صاحب نے حامد علی صاحب کو دوکان قائم کرتے وقت ملازم رکھا تھا، اس وعدہ کے ساتھ کہ وہ کوئی مال اپنا دوکان پر نہ رکھیں گے، اور نہ اپنے نام سے

---

[1] وتصح اجارة ارض للبناء والغرس فان مضت المدة قلعهما وسلمها فارغة الا ان يغرم لهٗ المؤجر قيمته مقلوعاً ويتملكه الخ الدر المختار علی الشامی کراچی ج۶/ص۳۰/مطبوعہ زکریا ج۹/ ص۴۰/کتاب الاجارة باب مایجوز من الاجارة الخ،البحر الرائق کوئٹہ ۱۱/ج۸/ باب مایجوز من الاجارة ومایکون خلافا فیها،مجمع الانهر ص۵۲۲،۵۲۳/ج۳/باب مایجوز من الاجارة، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت.

اپنی کتابیں طبع کریں گے، دوکان ۲۷ء میں قائم ہوئی ۵۳ء تک وہ اس پر عمل بھی کرتے رہے، اس درمیان میں انہوں نے اپنے لڑکے خورشید علی سلمہٗ کو اپنے معاون کی حیثیت سے دوکان پر ملازم رکھ لیا، حاجی صاحب پر فالج کا حملہ ہوتے ہی حامد علی نے اپنے لڑکے خورشید کے نام سے کتابیں طبع کرنا شروع کردیں، اب مستقلاً اپنا کاروبار بھی شروع کردیا ہے، خرید وفروخت کا اس سے میرے کاروبار کو نقصان پہنچ رہا ہے، کیا شرعاً میرا مطالبہ درست ہے، کہ ملازمت اور کاروبار ایک ساتھ نہیں کرسکتے؟

(۲) حامد علی صاحب کا فرمانا ہے کہ میں وعدہ کا پابند ہوں لیکن یہ پابندی میرے لڑکے خورشید پر عائد نہیں ہوتی، میرا کہنا ہے کہ یہ کاروبار آپ کررہے ہیں، اگر یہ فرض کرلیا جاوے، تو بھی آپ کا لڑکا ان شرائط کا پابند ہے، جو آپ سے کئے گئے تھے، اس لئے کہ ملازمت کی حیثیت ایک ہے۔

(۳) علیحدگیٔ ملازمت کی شکل میں رقم کا مطالبہ کریں، تو شرعاً جائز ہوگا؟

(۴) حامد علی صاحب کو ۱۹۵۳ء میں ایک سو پچاس روپئے ملتے تھے، ۱۹۵۷ء میں سو روپئے ملنے لگے، ۱۹۶۲ء میں جبراً دوسو روپئے تنخواہ کرلی یکدم سے سو روپئے کے اضافہ پر احتجاج کرتا رہا، مگر کوئی پروا نہیں کی۔

(۵) دوسری طرف خورشید علی سلمہٗ کی تنخواہ ۱۹۵۳ء میں ساٹھ روپئے تھی ۱۹۵۵ء میں سو روپئے ہوگئی، ۱۹۵۷ء میں ایک سو پچاس روپئے ہوگئی، ۱۹۶۰ء میں دوسو پچاس روپئے ہوگئی، ۱۹۶۵ء میں تین سو روپئے ہوگئی، میرے احتجاج کے باوجود تنخواہ میں اضافہ ہوتا جارہا ہے، کبھی ان کی اور کبھی لڑکے کی۔

(۶) اور میرے نفع کی رقم میں کمی کرتے جارہے ہیں، ۱۹۶۷ء سے اپنے دوسرے لڑکے شعیب علی کو بھی سو روپئے ماہوار پر دوکان میں نوکر رکھ لیا بغیر میری اجازت کے جبکہ تین آدمی دوکان پر کام کررہے ہیں، چوتھے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔

(۷) ہماری کتابیں جو کان پور سے طبع ہو کر دو کان لکھنؤ جایا کرتی تھیں، وہ اب حامد علی صاحب لکھنؤ ہی میں طبع کرتے تھے، جبکہ مجھے پریس کو چلانے میں دشواری ہو رہی ہے، اکثر کاغذ نہ ہونے کی وجہ سے مشین بند رہتی ہے، وہ ہمارا ہی کام دوسری پریس میں کروا رہے ہیں، (اپنی کتابیں چھاپتے ہیں اور اس کی بکری کرتے ہیں، وہ علیحدہ ہے) کیا یہ میری حق تلفی نہیں ہے؟

(۸) نئی صورتِ حال انہوں نے مجھے پریشان کرنے کے لئے یہ پیدا کر دی ہے، کہ اختتامِ سال میں کتابوں کا اسٹاک زائد موجود ہوتے ہوئے کم دکھاتے ہیں، تاکہ اس طرح مجھ کو کم نفع مل سکے، ان کے اس فعل کو شرعی اصطلاح میں کیا کہا جائیگا؟ جو واقعات قلم بند کئے گئے ہیں، وہ حلفاً صحیح ہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً

(۱) یہ شرط تو صحیح ہے کہ حامد علی صاحب اپنا مال حاجی غنی احمد کی دوکان پر نہیں رکھیں گے، لیکن اپنے نام سے کتابیں طبع نہ کرانے کا مطلب اگر یہ ہے کہ وہ اپنے روپیہ سے جداگانہ طبع نہیں کرائیں گے، تو یہ شرط صحیح نہیں ہے[۱] اس شرط کی پابندی لازم نہیں، بلکہ اس شرط کو ختم کر دینا ضروری ہے[۲]، اگر یہ مطلب ہے کہ حاجی صاحب کے روپئے سے اپنے نام سے طبع نہیں کرائیں گے، تو یہ شرط صحیح ہے، اس کی پابندی لازم ہے، غیر صحیح شرط کی پابندی نہ کرنے سے اگر کاروبار کو نقصان پہنچے تو اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے[۳]۔

---

[۱] ملاحظہ ہو عنوان ''حق طباعت اور اصل کتاب میں تغیر کرنا۔''

[۲] والاجارة تفسد ھاالشروط التی لایقتضیھاالعقد أمااذااشترط شرطاًیقتضیه العقد لایفسد العقد الخ، عالمگیری کوئٹه ج۴/ ص ۴۴۲/ کتاب الاجارة، الفصل الثانی فیمایفسد العقد فیه لمکان الشرط، الجوھرة النیرة ص ۱۷۲/ ج ۱/ کتاب الاجارة، مطبوعه نعمانیه دیوبند، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۴۶/ ج۶/ باب الاجارة الفاسدة.

[۳] عن عمروبن عوف المزنی عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الصلح (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

(۲) اس کا جواب نمبر ا/ سے واضح ہے، اگر اپنے لڑکے کو اصل مالک کی اجازت سے ملازم رکھا ہے، یا ملازم رکھ لینے پر مالک نے رضامندی دیدی ہے، تو یہ ملازمت صحیح ہے[1] اور اس سے بھی اگر کتابیں اپنے نام سے طبع نہ کرانے کی شرط کی گئی تھی، تو اس کا حال بھی وہی ہے، جو خود حامد علی صاحب کا ہے۔

(۳) ملازمت سے علیحدگی کی شکل میں اگر باہمی قرارداد کچھ ہو چکی ہے[2]، یا عرف عام میں کچھ قرارداد ہے، تو اس کی رعایت کی جائے، ورنہ تو اس (رقم) کے مطالبہ کا حق نہیں تاہم برضا ورغبت دیدے تو لینا منع بھی نہیں[3]۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) جائز بین المسلمین الاصلحا حرم حلالا اواحل حراما والمسلمون علی شروطهم الحديث مشكوة ص۲۵۳ / باب الافلاس والانظار، الفصل الثانی ترمذی شريف ص ۲۵۱ / ج ۱ / ابواب الكلام، باب ماذكرعن النبیؐ فی الصلح بين الناس، مرقاة شرح مشكوة ص۱۰۷ / ج۶ / باب الافلاس، الفصل الثانی، مطبوعه امداديه ملتان.

[1] تصرفات الفضولی تتوقف عندنااذاصورت وللتصرف مجيزای من يقدرعلى الاجازة سواء كان تمليكاكالبيع والاجارة والهبة والتزويج والتزوج اواسقاطا الخ فتح القدير ص۵۳ / ج۷ / كتاب البيوع، فصل فی بيع الفضولی، مطبوعه دارالفكربيروت.

[2] والاجارة تفسدها الشروط التی لايقتضيها العقد أمااذااشترط شرطاً يقتضيه العقد لايفسد العقدالخ عالمگیری ج۴ / ص ۴۴۲ / كتاب الاجارة، الفصل الثانی تحت الباب الخامس عشر، الجوهرة النيرة ص ۲۷۱ / ج ۱ / كتاب الاجارة، مطبوعه نعمانيه ديوبند، الدرالمختارعلى الشامی كراچی ص ۴۶ / ج۶ / باب الاجارة الفاسدة.

[3] قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الا لاتظلموا الا لايحل مال امرأ الابطيب نفس منه مشكوٰة شريف ص ۲۵۵ / باب الغصب والعارية، شعب الايمان للبيهقی ص ۲۶۹ / ج۲ / الباب الثامن والثلاثون فی قبض اليدعن الاموال المحرمة، مطبوعه نزارمصطفى البازمكه مكرمه، مسند احمدص ۲۷ / ج۵ / مسندعم ابی حرة الرقاشیؓ مطبوعه دارالفكربيروت.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنو ایک دوسرے پر ظلم مت کرو، سنو کسی بھی انسان کا مال حلال نہیں، مگر اس کی خوشدلی اور رضامندی سے۔

(۴) ۱۵۰/ پر غالباً مالک بھی رضامند ہے، اور ۲۰۰/ پر بھی رضامندی معلوم ہوتی ہے، البتہ ۳۰۰/ کا لینا منشاء مالک کے خلاف ہے، جسکے لینے کا حق نہیں تھا، لیکن احتجاج کے باوجود اگر لینے کی اجازت دیدی، تو لینا درست ہے، اگر اجازت نہیں دی بالکل نامنظور کیا لینا درست نہیں[1]، جتنی رقم ماہوار کے حساب (زائد مقدار میں) لی ہے اسکی واپسی لازم ہے[2]۔

(۵) یہاں بھی اجازت ورضامندی پر موقوف ہے[3]۔

(٦) اس کی ملازمت کا حال بھی خورشید علی کی ملازمت کی طرح ہے۔

(۷) آپ کی کتابیں بغیر آپ کی اجازت کے دوسری جگہ طبع کرانے کا ان کو حق نہیں، آپ کی کتابیں آپ کی دوکان میں رکھ کر فروخت کرنے کا ان کو حق نہیں[4]۔

---

[1] قال رسو ل اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الا لاتظلموا الا لایحل مال امرأ لابطیب نفس منه مشکوٰة شریف ص ۲۵۵/باب الغصب والعاریة، شعب الایمان للبیهقی ص ۲۶۹/ج ۲/الباب الثامن والثلاثون فی قبض الیدعن الاموال المحرمة، مطبوعه نزارمصطفی البازمکه مکرمه، مسند احمدص ۷۲/ج ۵/مسندعم ابی حرة الرقاشیؓ مطبوعه دارالفکربیروت.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنو ایک دوسرے پر ظلم مت کرو، سنو کسی بھی انسان کا مال حلال نہیں، مگر اس کی خوشدلی اور رضامندی سے۔

[2] صرح الفقهاء بان من اکتسب مالابغیرحق الیٰ قوله ویجب علیه ان یرده علیٰ مالکه الخ بذل المجهود ج ۱/ص ۳۷/(مطبع سهارنپور)باب فی الوضوء.

[3] تصرفات الفضولی تتوقف عندنااذاصورت وللتصرف مجیزای من یقدرعلی الاجازة سواء کان تملیکاکالبیع والاجارة والهبة والتزویج والتزوج اواسقاطا الخ فتح القدیر ص ۵۳/ج ۷/ کتاب البیوع، فصل فی بیع الفضولی، مطبوعه دارالفکربیروت.

[4] لایجوز التصرف فی مال غیر بلااذنه وولایته، الدرالمختار علی الشامی زکریاج ۹/ ص ۲۹۱/مطبوعه کراچی ج ٦/ص ۲۰۰/کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر الخ، الاشباه والنظائرص ۱۵۷/الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، قواعدالفقه ص ۱۱۰/قاعده ۲۷۰/الرسالة الثالثة القواعدالفقهیة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

(۸) اگر موجود سے کم دکھاتے ہیں تو یہ کذب اور خیانت ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۵/۸۸ھ

دوکان کا بڑھا ہوا تختہ حکومت نے کٹوا دیا وہ کرایہ دار کا ہے یا مالکِ دوکان کا؟

سوال:- بموجب حکم سرکار دوکانوں کے وہ تختے جو بازار کی نالیوں سے آگے کو بڑھے ہوئے تھے، کرایہ داران کو کٹوانا پڑ گئے، کہ حکم کا رخ انہیں کی طرف تھا، مالکان بے غم رہے، حالانکہ ازروئے انصاف تعمیل مالکان کو کرنا تھی، تو تختوں کی کٹوائی کے خرچہ کے بدلہ میں کرایہ داران تختوں کے ایندھن کو اپنے خرچہ میں لاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ وہ تختے مالکان نے لگوائے تھے، کرایہ داران نے نہیں لگوائے تو ان کا ایندھن مالکان کی ملک ہے، ان کو کٹوانے کا حکم حکومت نے دیا ہے، مالکان نے نہیں دیا، اس لئے وہ ایندھن بغیر اجازتِ مالکان خرچ نہ کیا جائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۷ھ

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم آیۃ المنافق ثلٰث اذاحدث کذب واذاوعد اخلف واذا اؤتمن خان، مشکوٰۃ شریف ص ۱۷/، باب الکبائر وعلامات النفاق، الفصل الاول، مسلم شریف ص ۵۶/ ج ۱/ کتاب الایمان، باب خصال المنافق، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، مسنداحمد ص ۳۵۷/ ج ۲/ قبیل مسندعبداللّٰہ بن عمروبن العاص رضی اللّٰہ عنہمامطبوعہ دارالفکربیروت.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی تین علامتیں ہیں، کہ جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔ (حاشیہ نمبر ۲/ اگلے صفحہ پر)

بس میں سامان کا کرایہ

سوال:- ایک سفر میں پنچایت والے ڈرائیور صاحب اپنی بس میں بٹھا کر لائے، مگر وہ سامان وغیرہ کا ٹکٹ بغیر مفت لانا چاہتے تھے، تو احقر درمیان میں اس مسئلہ کی طرف توجہ دلایا تو مان لیا اور ٹکٹ کاٹا گیا، مگر اس میں چار صندوق اور پلنگ کا ٹکٹ بھول سے رہ گیا، تو اب ان چار صندوق اور پلنگ کا کرایہ جو بھی ہو رہ گیا ہے، اب اس کو مجھے ڈرائیور صاحب کو جو مجھے لا رہے تھے، دینا ضروری ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کا دینا بھی ضروری ہے[1]، جس کا سامان ہے اس کے ذمہ ضروری ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ڈرائیور کا کسی کی رعایت کرنا

سوال:- (۱) احقر ایک موضع پر بسلسلۂ تعلیم قرآن پاک بلایا گیا ہے، بلانے والے صاحب میں ایک صاحب بس کے ڈرائیور ہیں، حیدرآباد سے احقر مع اہل وعیال وسامان کے آرہا تھا، تو اتفاق سے ان کی بس میں سوار ہونا پڑا انہوں نے کہا کہ آپ سامان وغیرہ کا ٹکٹ مت کٹوائیں، اس لئے کہ میں سرکاری ڈرائیور ہوں، اس لئے ڈپارٹمنٹ کی طرف سے میرے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں، تو احقر نے یہ مسئلہ بتایا کہ گو آپ سرکاری ڈرائیور ہوں گے،

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ)[2] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ وولایتہ، درمختار علی الشامی زکریا ج ۹/ص ۲۹۱/مطبوعہ کراچی ج ۶/۲۰۰/کتاب الغصب، شرح المجلۃ ص ۶۱/ج ۱/ المادہ ص ۹۶/اتحاد بکڈپو دیوبند، قواعدالفقہ ۱۱۰/دار الکتب دیوبند.

[1] الحق لایسقط بتقادم الزمان الخ قواعد الفقہ ص۷۷/(مطبوعہ دار الکتاب دیوبند)

آپ کی ذات کی حدتک یہ ہوسکتا ہے، کہ گورنمنٹ کچھ چارجیز معاف کردے، لیکن جب آپ کا کوئی عزیز یا پہچانتی آدمی سفر کرے تو غالباً شرعی حکم یہی ہے کہ آپ کو کوئی حق نہیں کہ بلاٹکٹ سفر کرائیں تو انہوں نے مان لیا، اورٹکٹ وغیرہ کٹوائے گئے ،مناسب ہوا یانہیں، رہبری چاہتے ہیں؟

(۲) اب بعض منتظمین مدرسہ کو یہ شکایت ہے اور یوں کہتے ہیں کہ جب وہ خود بلاٹکٹ سامان وغیرہ لانے کو تیار تھے، تو آپ کو کیا ضرورت تھی ٹکٹ کٹوانے کی وہ خود ذمہ دار تھے بیچارے ڈرائیور صاحب صرف یہ خیال کررہے ہیں کہ چوں کہ میں سرکاری ڈرائیور ہوں اس لئے مجھے جب کسی نوع سے کسی کی اعانت وغیرہ کرنی ہوتو مجھے حق ہونا چاہئے ، کیا ان کے خیال کے لحاظ سے جب یہ چاہیں، اپنے عزیز اہل وعیال اپنے بچوں کے استاد وغیرہ کو بلاٹکٹ سفر کرانے کے شرعاً مجاز ہیں یانہیں؟ لاعلمی سے یا کسی دنیاوی قانون پر قیاس کرکے کوئی شخص غلط کام کرتا ہوتو جس کو مسئلہ معلوم ہو غلط کام سے روکنا ضروری ہے، یانہیں؟

(۳) اگر مجاز نہ ہوں تو اب جو شخص سفر کررہا ہوتو خاموشی پر بے عملی کا گناہ ہوگا یانہیں؟

(۴) زید جس کے ڈرائیور یا اور کوئی ملازم ہیں ان کا وطن بس ڈپو سے تیس بتیس میل یا اس سے کم وبیش پر ہے، جب ان کو وطن آنا ہوتا ہے، تو دوسری بس میں بلاٹکٹ کے آجاتے ہیں، ان کا اس طرح کا سفر شرعاً درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) آپ کو ایسا ہی کرنا چاہئے تھا۔

(۲) لاعلمی سے یا علم کے باوجود جو شخص ناحق رعایت کرتا ہو اس کو مسئلہ بتایا بھی جائے[1] اور ناحق رعایت حاصل کرنے سے بھی احتیاط کی جائے۔

---

[1] عن ابی سعید الخدریؓ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان، مشکوۃ ص ۴۳۶/ باب المعروف، الفصل الاول، مسلم شریف ۵۱/ ج ۱/ کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

(۳) آپ پر کوئی بار نہیں[1]۔

(۴) ان دوسرے ڈرائیور کو اگر مالک کی طرف سے اختیار دیا گیا ہے تو درست ہے ورنہ نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بلا ٹکٹ ریل میں سفر

سوال:- ریل سے بلا ٹکٹ سفر کرنا کیسا ہے، اور بعض لوگ بتلاتے ہیں کہ سہارنپور

---

[1] اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے سے غالب گمان یہ ہے کہ اس میں مبتلا شخص منکر سے رک جائے گا تو امر بالمعروف واجب ہے۔

ان كان يعلم باكبر رايه انه لو امر بالمعروف يقبلون ذالك ويمنعون المنكر فالامر واجب عليه ولايسعه تركه عالمگيری كوئٹه ص ۳۵۲/ ج۵/ كتاب الكراهية،الباب السابع عشر فی الغناء.

اور اگر گمان غالب یہ ہے کہ منکر پر نکیر کرنے سے وہ شخص گالیاں دے گا اور بہتان لگائے گا تو نکیر نہ کرنا افضل ہے۔

ولو علم باكبر رايه انه لو امر بذٰلک فقذفوه وشتموه فتركه افضل،عالمگيری كوئٹه ص ۳۵۳/ ج۵/ كتاب الكراهية،الباب السابع.

اگر یہ اندیشہ ہو کہ نصیحت قبول نہیں کرے گا اور نہ اس سے کسی قسم کے ضرر کا اندیشہ ہے تو آمر کو نصیحت کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہے لیکن نکیر کرنا بہتر اور افضل ہے۔

ولو علم انهم لايقبلون منه ولايخاف منه ضرباولاشتما فهو بالخيار والامر افضل،عالمگيری كوئٹه ص ۳۵۳/ ج۵/ كتاب الكراهية،الباب السابع.

اور اگر نکیر کے بعد بھی منکر سے نہ رکے تو آمر سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے اپنی ذمہ داری ادا کردی۔

فاذافعله ولم يتمثل المخاطب فلاعتب بعدذٰلک علی الفاعل لكونه ادی ماعليه فانما عليه الامر والنهی لاالقبول نووی علی مسلم ص ۵۱/ ج ۱/ كتاب الايمان،باب النهی عن المنكر من الايمان،مطبوعه رشيديه دهلی.

[2] **لايجوزالتصرف فی مال غيره بلا اذنه ولاولايته الخ الدرالمختارعلی الشامی زكرياج ۹/ ص ۲۹۱/ كتاب الغصب،الاشباه والنظائر ۱۵۷/ الفن الثانی، كتاب الغصب،مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی،قواعدالفقه ص ۱۱۰/القواعدالفقهية،قاعده ص ۲۷۰/مطبوعه دارالكتاب ديوبند.**

اور مظفرنگر والی لائن سے چونکہ خاص گورنمنٹ کی ہوگئی ہے، لہٰذا اس لائن سے بلاٹکٹ سفر کرنا بلاریب جائز ہے، اگر اس کے متعلق کوئی تحقیق معلوم ہو، بتلائی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ چوری ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹؍محرم ۵۹ھ

بذریعہ پاس ریل میں سفر کرنا

سوال:- جو لوگ ریلوے میں ملازم ہوتے ہیں، ریلوے کا قانون ہے کہ ان کو ایک سال میں کئی مرتبہ مفت پاس ملتا ہے، کہ جہاں چاہیں بلاٹکٹ کے (پاس دکھا کر) جاسکتے ہیں اب بہت سے لوگ دوسرے کی عورتوں کو اپنی عورت اور دوسروں کے بچوں کو اپنا بچہ بتا کر بغیر ٹکٹ کے سفر کرتے ہیں، اور ان سے روپیہ لے کر اپنی جیب میں رکھتے ہیں، اس طرح کرنے سے ریلوے کا نقصان ہوتا ہے، اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ دھوکہ اور خیانت ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وحمل الدابة ای دابة الغير بغير اذنه غصب الخ، مجمع الانهر ج۴/ص ۷۸/مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت (كتاب الغصب) البحر الرائق كوئٹه ص ۱۰۸/ج۸/كتاب الغصب، تبيين الحقائق ص ۲۲۲/ج۵/كتاب الغصب، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا الحديث ترمذی شريف ج ۱/ص ۲۴۵/ مطبع ياسر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام کے لئے نوتہ لکھنے کی ذمہ داری

سوال:- ایک قریہ کا قدیم سے دستور ہے کہ جو امام مسجد میں رہتا ہے اس کو نوتہ وغیرہ شادی میں لکھنا پڑتا ہے، اور اگر امام انکار کرے، تو وہ لوگ معترض ہوتے ہیں، ایک امام اس سے گریز کرتا ہے، اور دوسرا امام اس کو کرتا ہے، آیا یہ نوتہ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نوتہ قرض ہے جس کی ادائیگی لازم ہوتی ہے، قرض کے لین دین کا لکھنا شرعی حکم ہے[1]، اگر بوقت ملازمت امام سے طے کرلیا جائے، جیسا کہ بعض جگہ نکاح کا لکھنا اور مسجد کی صفائی وغیرہ کے امور طے کر لئے جاتے ہیں، تو درست ہے[2]، مگر بلاضرورت قرض لینا، اور کسی کو مجبور کر کے قرض دینا اور بلا وجہ ادائے قرض میں تاخیر کرنا شرعاً منع ہے[3]، لہٰذا اس رسم کو ترک کرنا

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ندیم دیوبند کتاب البیوع، مسلم شریف ص ۷۰/ ج ۱/ کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من غشنافلیس منا، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، ترمذی شریف ص ۲۴۵/ ج ۱/ کتاب البیوع، باب ماجاء فی کراھیۃ الغش فی البیوع، مطبوعہ بلال دیوبند.

ترجمہ: جو شخص دھوکہ دھڑی کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

[1] یاایھاالذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمی فاکتبوہ الایۃ، سورۂ بقرہ آیت ۲۸۲/.

ترجمہ: اے ایمان والو جب معاملہ کرنے لگو اُدھار کا ایک میعادِ معین تک، تو اسکو لکھ لیا کرو (از بیان القرآن)

[2] وشرطھا کون الاجرۃ والمنفعۃ معلومتین لان جھالتھماتفضی الی المنازعۃ ویعلم النفع ببیان المدۃ کالسکنی والزراعۃ مدۃ کذا ویعلم النفع ایضا ببیان العمل الصیاغۃ والصبغ والخیاطۃ الخ الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۵، ۹/ ج ۶/ کتاب الاجارۃ، تبیین الحقائق ص ۱۰۵، ۱۰۶/ ج ۵/ کتاب الاجارۃ، مطبوعہ امدادیہ ملتان، مجمع الانھر ص ۵۱۲، ۵۱۴/ ج ۳/ کتاب الاجارۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[3] عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال مطل الغنی ظلم واذااتبع احدکم علی ملئی فلیبتع مسلم شریف ص ۱۸/ ج ۲/ کتاب البیوع، باب تحریم مطل الغنی، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، ابوداؤدشریف ص ۴۷۵/ ج ۲/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

چاہئے، ایک شخص نے جتنا نوتہ دیا ہے، اگر اس سے زیادہ لیا جائے، تو یہ سود ہے، جس کا لینا دینا اور لکھنا موجب لعنت ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

کمہار سے لوٹے لینا بلا قیمت

سوال:- بعض دیہات کی افتادہ زمین سے کمہار مٹی لیجاتے ہیں، اور گاؤں والے ان سے لوٹے یا اور برتن اس اجرت پر مقرر کر لیتے ہیں، اور یہ لوٹے مسجد میں استعمال کئے جاتے ہیں، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر گاؤں والے اس زمین کے مالک ہیں، اور وہ مٹی کمہاروں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں اور کمہار قیمت میں لوٹے وغیرہ دیتے ہیں، تو ان لوٹوں کا استعمال درست ہے، اگر مالک

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) کتاب البیوع، باب فی المطل، مطبوعہ سعددیوبند، مشکوٰۃ ص ۲۵۱/ باب الافلاس والانظار، مطل الغنی ای تاخیرہ اداء الدین من وقت الی وقت ظلم فان المطل منع اداء مااستحق اداؤہ وھو حرام من المتمکن، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۳۳۷/ ج۳/ مطبوعہ بمبئی، شرح الطیبی ص۱۱۷/ ج۶/ مطبوعہ زکریا دیوبند.

[۱] عن جابر رضی اللّٰہ عنہ قال لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اٰکل الربوٰ وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ الخ مشکوٰۃ شریف ص۲۴۴/، مسلم شریف ۲۷/ ج۲/ کتاب البیوع، باب الربا، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، ابوداؤد شریف ص۴۷۳/ ج۲/ کتاب البیوع، باب فی آکل الربا وموکلہ، مطبوعہ سعدبکڈپو دیوبند.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے سود لینے والے پر اور دینے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کی گواہی دینے والے پر۔

نہیں ہیں، تو ان کو کمہاروں سے لوٹے مفت لینے کا کوئی حق نہیں، اور اس صورت میں وہ لوٹے کمہاروں کو لوٹانا ضروری ہیں، گھر میں استعمال کرنا یا مسجد میں دینا جائز نہیں[1]، اگر گاؤں والے مالک ہونے کے بعد تعرض نہیں کرتے تو لوٹے لینا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اسکول میں داخلہ کیلئے رقم کیا رشوت ہے؟

سوال: - میں اپنے لڑکے کو جس کی عمر ۳ ر سال ہے اسکول میں داخل کرنا چاہتا ہوں لیکن کوئی اسکول ایسا نہیں لگتا جہاں بغیر رقم کے داخلہ ہو کم از کم ہزار روپۓ دیئے بغیر داخلہ نہیں ہوتا کیا یہ میرا دینا رشوت شمار ہوگا۔ اگر رشوت دینے میں شمار ہے تو مجھے کیا کرنا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ روپیہ بچہ کے اخراجات کیلئے ہے مثلاً کمرے کا کرایہ پانی اور روشنی کا معاوضہ کھانے اور ناشتے کی قیمت کپڑے کے مصارف خدمت گار کی تنخواہ وغیرہ وغیرہ تو یہ رشوت نہیں یہ مصارف آپکے ذمہ ہونگے اگر یہ روپیہ فیس اور حفاظت ونگرانی کے ذیل میں ہے تب بھی یہ رشوت نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم ۲۳ / ۷ / ۱۴۰۰ھ

---

[1] کیونکہ بلاعوض دیئے لوٹے لینا اور بغیر رضامندی کے لینا غصب ہے جو کہ جائز نہیں ہے، البتہ اگر خوشی سے دیدیں تو پھر لینے اور استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

" عن ابی حرۃ الرقاشی عن عمه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الا لاتظلموا الا لایحل مال امرأ الا بطیب نفس منه، مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۵ /باب الغصب والعاریة" السنن الکبری للبیهقی ص ۱۰۰ / ج ۶ / کتاب الغصب، باب من غصب لوحاً الخ دار المعرفة بیروت.

[2] الرشوۃ ما یعطی لابطال حق او لاحقاق باطل، قال ابن الاثیر و شرعا ما یاخذہ الآخذ ظلماً بجهة یدفعه الدافع الیه من هذہ الجهة (قواعدالفقه، رساله تعریفات فقهیه ص ۳۰۷ / دار الکتاب دیوبند) معجم المصطلحات والالفاظ الفقهیة ص ۱۴۹ / ج ۲ / حرف الراء، طبع دار الفضیلة قاهرہ کتاب التعریفات ص ۱۰۷ / باب الراء، مکتبه فقیه الامت دیوبند.

چنگی کا محصول

سوال:- احقر سے دو مسلمانوں نے متفرق وقتوں میں فرداً فرداً یہ تذکرہ کیا کہ محصول چنگی یعنی وہ محصول جو اشیاء کی درآمد پر لیا جاتا ہے اس کا ادا کرنا ناجائز ہے مثلاً ایک شخص کسی گاؤں سے بکری لے کر سہارنپور شہر میں لاوے خواہ فروخت کی نیت سے یا پالنے کی نیت سے تو سہارنپور کا محکمہ محصول (میونسپلٹی) اس سے چند پیسے بطور محصول بکری کے لے لیں گے، تو یہ پیسے بطور محصول ادا کرنا جائز نہیں ہے، مگر چونکہ ادا کئے بغیر کام نہیں بنتا اس لئے اس کو برداشت کر کے صبر کرے کیا ایسا مسئلہ شریعت مقدسہ میں ہے۔

نیز عرض ہے کہ ایک صاحب ہمارے عزیز ہیں وہ منصف کا عہدہ رکھتے تھے، انہوں نے بطور امداد میرے لئے کچھ روپیہ بھیجا اس کا کچھ حصہ میں نے خرچ بھی کر لیا مگر تردد بہت ہے، اور وہ تردد یہ ہے کہ منصفوں کی آمدنی عموماً مشتبہ ہوتی ہے، یہ لوگ رشوت بھی لیتے ہیں، ہمیں معلوم نہیں کہ یہ منصف صاحب آجکل رشوت لیتے ہیں یا نہیں؟ اس عہدہ پر مامور ہونے سے قبل جس عہدہ پر تھے اس وقت ہم نے دیکھا کہ عرصہ دراز تک رشوت نہیں لیتے تھے، مگر ہمارے دیکھنے سے چند سال قبل رشوت لیا کرتے تھے، حالت موجودہ معلوم نہیں، اس لئے از راہِ کرم تحریر فرمائیں کہ اس روپیہ کا استعمال کرنا جائز ہے یا ناجائز اور جو رقم صرف کر چکا ہوں اس کا کفارہ کس طرح ادا کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مروجہ چنگی ظلم ہے[1] اور جس طرح ظلم ناجائز اور حرام ہے اسی طرح ظلم کی اعانت

---

[1] ولاتاكلوا اموالكم بينكم بالباطل سورة بقره آيت ۱۸۸/ولاياكل بعضكم اموال بعض فيما بينكم بالباطل واكله بالباطل من غير الوجه الذى لم يبحه الله تعالى لآكليه تفسير القاسمى ص۱۲۶/ ج۲/ الجزء الثالث، سورة البقرة تحت آيت ص۱۸۸/ مطبوعه دارالفكر بيروت، تفسير مظهرى ص۲۰۹/ ج۱/ سورة البقرة آيت ص۱۸۸/مطبوعه رشيديه كوئٹه.

ناجائز ہے، اور چنگی ادا کرنے سے ظلم کی اعانت ہوتی ہے، لہٰذا ناجائز ہے[۱]، مگر چنگی ادانہ کرنے سے دوسرے بڑے مصائب کا سامنا ہوتا ہے، اس لئے دفع ظلم کیوجہ سے چنگی کی ادائیگی پر صبر کیا جاتا ہے، ''من ابتلیٰ ببلیتین یختار اھونھما''[۲]

جب ان منصف صاحب کے متعلق پختہ طور پر آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے رشوت لینا بند کردیا تھا تو پھر اس بھیجے ہوئے روپیہ میں تردد بلاوجہ ہے تاوقتیکہ ان کے متعلق رشوت لینے کا دوبارہ علم نہ ہو، اس روپیہ کا استعمال ناجائز نہیں ہے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

چنگی دینے کا حکم

سوال:- تجارتی مال کا محصول وچنگی دونوں دینی چاہئیں یا محض محصول دیدے اور چنگی نہ دے اس لئے کہ اس کی دوکان اسی شہر میں ہے، سنا جاتا ہے کہ چنگی نہ دینی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ریل اور ڈاک کا محصول تو دیدیا جائے[۴] اور چنگی ظلماً لی جاتی ہے، اس سے حتی الوسع

---

[۱] تعاونوا علی البر والتقوی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان سورۃالمائدہ آیت ۲/.

[۲] الاشباہ والنظائر مختصراً ص ۱۴۵/القاعدۃ الخامسۃ الضرر یزال، شرح المجلۃ ص ۳۲/ مادہ ۲۸/المقالۃ الثانیۃ فی بیان القواعد الفقھیۃ، مطبوعہ اتحادبکڈپو دیوبند، قواعدالفقہ ص ۵۶/ الرسالۃ الثالثۃ، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند.

[۳] الیقین لایزال بالشک قواعد الفقہ ۱۴۳/الرسالۃ الثالثۃ، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند، الاشباہ والنظائر ص ۱۰۰/القاعدۃ الثالثۃ، مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم دیوبند، شرح المجلۃ ص ۲۰/ ج ۱/ مادہ ۴/المقالۃ الثانیۃ فی القواعدالفقھیۃ، مطبوعہ اتحادبکڈپو دیوبند.

[۴] والاجر لایلزم بالعقدفلایجب تسلیمہ بہ بل بتعجیلہ اوشرطہ فی الاجارۃ اوالاستیفاء للمنفعۃ او تمکنہ منہ الدرالمختارعلی الشامی زکریا ص ۱۳، ۱۴/ج ۹/کتاب الاجارۃ، تبیین الحقائق ص ۱۰۶، ۱۰۷/ج ۵/کتاب الاجارۃ، مطبوعہ امدادیہ ملتان، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۱۳/ ج ۴/کتاب الاجارۃ، الباب الثانی فی بیان انہ متی تجب الاجرۃ.

بچے، لیکن دفع ظلم اور حفظ عزت کے لئے جائز ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ربیع الثانی ۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ربیع الثانی ۵۵ھ

چنگی سے مال بچانا

سوال:- چنگی اور ریل کے کرایہ سے چوری کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی اپنے مال کو ریل میں لائے اور کرایہ نہ دے یا خود آئے یا گارڈ وغیرہ کے ساتھ جائے اور اپنا مال لائے اور چنگی سے چھپا کر لائے تا کہ چنگی نہ دینی پڑے، یا ہے تو بڑھیا مال پٹی میں اور لکھوا دیا گھٹیا تا کہ چنگی کم لگے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جھوٹ بولنا بھی ناجائز ہے[۲]، اور چوری کرنے سے آبروریزی بھی ہوتی ہے، اس سے بچنا بھی واجب ہے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] الرابع مایدفع لدفع الخوف من المدفوع اليه على نفسه اوماله حلال للدافع حرام على الاخذ (شامی کراچی ج۵/ص ۳۶۲/شامی زکریا ج۸/ص ۳۵/مطلب فی الکلام علی الرشوة والهدية) کتاب القضاء، النهر الفائق ص ۵۹۸/ج۲/کتاب القضاء، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۶۲/ج۶/کتاب القضاء.

[۲] عين الكذب حرام الدرالمختار على الشامي زكريا ص ۶۱۲/ج۹/کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، مجمع الانهر مع سكب الانهر ص ۲۲۰، ۲۲۱/ج۴/کتاب الكراهية، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الزواجر عن اقتراف الكبائر ص ۱۸۹/ ج۴/ کتاب الشهادات، الكبيرة التي فيه حداو ضرر، مطبوعه نزار مصطفى البازمكه مكرمه. (حاشیہ ۳/اگلے صفحہ پر)

چنگی کو بچالینا

سوال:- اپنے شہر کی چنگی سے مال بلا محصول لے آنا یہ کیسا ہے؟ گویا یہ چنگی کی چوری ہے جب کہ مال اسی طرح بحفاظت آسکتا ہے، یہ ٹیکس کی چوری کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جہاں مال کی حفاظت کی فکر ہے وہاں عزت کی حفاظت کا بھی خیال ضروری ہے، قانونی چوری بھی کچھ جرم نہیں اگر ظلماً کوئی ٹیکس لیا جائے، اور اس کو ادا کر کے عزت محفوظ رہ سکے تو یہ بھی غنیمت ہے، ٹیکس سے بچنے کی صورت میں عزت کو خطرہ میں ڈالنا نہیں چاہئے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۱/۸۸ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [۳] عن حذیفةؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه، الحدیث (ترمذی شریف ج۲/ص۵/ابواب الفتن) باب ماجاء فی النهی عن سب الریاح، المعجم الکبیر ص۲۱۳/ج۱۲/مجاهد عن ابن عمر، حدیث ص۱۳۵۰۷/ مطبوعه دار حیاء التراث العربی، بیروت، جامع الاصول ص۳۲۳/ج۱۲/قبیل وصیة عائشةؓ لمعاویةؓ رقم الحدیث: ۹۳۱۱/ مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت.

ترجمہ: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مؤمن کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔

[۱] عن حذیفةؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لاینبغی للمؤمن أن یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف ج۲/ص۵۰/(مطبوعه رشیدیه دهلی) کتاب الفتن، باب ماجاء فی النهی عن سب الریاح، المعجم الکبیر ص۲۱۳/ج۱۲/مجاهد عن ابن عمرؓ حدیث ص۱۳۵۰۷/ مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت، جامع الاصول ص۳۲۳/ج۱۲/قبیل وصیة عائشةؓ لمعاویةؓ رقم الحدیث: ۹۳۱۱/ مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت.

ترجمہ: کسی مومن کیلئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔

ملازم کو سفر خرچ کی جعلی رسید بنانا

سوال:- میں ایک سرکاری ملازم ہوں۔ میرے اور متعلقین کے لئے ایک قاعدہ مقرر ہے اس کے مطابق سفر خرچ ملتا ہے سامان کی منتقلی کے لئے بھی ایک قاعدہ مقرر ہے اس کے موافق خرچ ملتا ہے لیکن اس کی توثیق کے لئے ہمیں رسید دینی پڑتی ہے۔ عموماً سامان بستی سے تھوڑا تھوڑا لایا جاتا ہے۔ میں نے بھی ایسا ہی کیا ہے لیکن سفر خرچ کی برآورد اس ماہ کے ختم سے پہلے داخل کرنا ضروری ہے ورنہ تنخواہ میں سے جو رقم بضمن سفر خرچ پیشگی لی گئی تھی منہا کرلی جاتی ہے۔ لہٰذا اب برآورد کے ساتھ جعلی رسید منتقلی سامان کی دینی پڑرہی ہے اور مزید ایک سامان کی فہرست کی دینی پڑتی ہے جس میں بناوٹی سامان رہتا ہے یہ عام رواج سرکاری ملازمین کا ہے۔ اب سرکار سے مقررہ قاعدہ کے اعتبار سے جعلی رسید دے کر خرچ برائے منتقلی سامان لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنا روپیہ خرچ ہوگا وہ خرچ اگر پیشگی دے کر اس کی رسید حاصل کر لی جائے اور وہ داخل کردی جائے تو درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نصف اور کل پیداوار کی شرط پر دینے سے مزارعت کا حکم

سوال:- (۱) اگر عمر نے زید کو کچھ اراضی اس شرط پر دی کہ جو اس کی پیداوار ہوگی، نصف میرا ہوگا، اور نصف تیرا، اور اس کے علاوہ کچھ اراضی اس شرط پر دی کہ جو اس کی پیداوار ہوگی، وہ تمام میں ہی لونگا، کیا یہ ناجائز ہے یا جائز؟

(۲) عمر نے زید کو اراضی سالانہ روپیہ مقرر کر کے کاشت پر دی، مگر وقت مقررہ پر زید نے روپیہ ادا نہیں کیا، یا تو زید نے اپنی ضروریات میں صرف کرلیا، یا فصل کی کمی ہوگئی، اور موجودہ جو قانون ہیں، اس کے ماتحت عمر روپیہ وصول نہیں کرسکتا فرمایئے شریعت کا کیا حکم ہے کہ زید روپیہ ادا کرے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نصف نصف کی شرط جائز ہے اور اس شرط پر کہ جو اس کی پیداوار ہوگی وہ تمام میں ہی لونگا، معاملہ صحیح نہیں[1] آخر جو زید کاشت کریگا! وہ کس لئے یا اس کو پیداوار میں سے کچھ ملنا چاہئے یا اسکو عمل کاشت کی اجرت دیجائے، البتہ اگر زید اپنی زمین کے ساتھ اس کی زمین بھی کاشت کردے، اور اس پر احسان کردے، تو اس میں مضائقہ نہیں، لیکن اس پر کوئی جبر نہیں کیا جاسکتا۔

[1] ومنها ان یکون لهما حتی لو شرطا أن یکون الخارج لاحد هما لایصح العقد الخ عالمگیری ج۵/ص ۲۳۵/مطبوعه کوئٹه، کتاب المزارعة، الباب الاول، مجمع الانهر ص ۱۴۱/ج۴/ کتاب المزارعة، دارالکتب العلمیة بیروت، بدائع ص۱۷۷/ج۶/کتاب المزارعة، مطبوعه کراچی.

(۲) زید کے ذمہ شرعاً روپیہ ادا کرنا واجب ہے[۱] لیکن جس صورت میں کہ فصل کم ہوئی ہے، اگر اصل روپیہ کا مستحق کچھ روپیہ میں تخفیف کردے، یہ مروت کی بات ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۴/ ۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۴/ ۶۰ھ

مزارعت کی صورتیں

سوال:- کیا فرماتے ہیں، علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص کھیتی کا کاروبار کرتا ہے، اور اپنی مصالح کی خاطر خاص کر اس وجہ سے کہ خود تنہا کھیتی کا کاروبار کر ہی نہیں سکتا، کسی مددگار ساتھی کی تلاش کرتا ہے، اور چاہتا ہے کہ اس کو بارہ ماہ تک کیلئے مقرر کرلے، تاکہ کام میں تشتت اور وقت پر پریشانی نہو اس کی کئی صورتیں مروج ہیں، ایک یہ کہ کسی شخص کو اپنی کوئی ضرورت پیش آئی، تو وہ کسی کھیتی کرنیوالے سے دوسو چارسو روپے قرض لے کر اپنی ضرورت پوری کرتا ہے، اور وہ شخص مقروض اس کھیتی والے قرض خواہ کے ساتھ یہ معاہدہ کرتا ہے کہ جس روز تم مجھ کو کام پہ بلاؤ گے، میں ضرور آؤنگا، اور مروج مزدوری سے کم پر مثلاً مروج فی یوم آٹھ آنہ ہے اور وہ چھ آنہ پر معاہدہ کرتا ہے، تو وہ اپنے آپ کو دو باتوں کا پابند کردیتا ہے، ایک ضرورت کے وقت آنے پر اور ایک کم اجرت پر اور یہ اس وقت تک ہوتا

---

[۱] وتصح اجارة ارض للزراعة الیٰ قوله ویجب المسمیٰ الخ درمختار علی الشامی زکریا ج ۹/ ص ۳۹/ کتاب الاجارة، باب مایجوز من الاجارة، البحر الرائق ص ۱۰/ ج۸/ کتاب الاجارة، باب مایجوزمن الاجارة الخ، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، زیلعی ص ۱۱۴/ ج۵/ کتاب الاجارة، باب مایجوزمن الاجارة الخ، مطبوعه امدادیه ملتان،

ہے، جب تک کہ وہ اپنے روپے جو قرض لئے ہیں نہ دے، تب تک پابند رہتا ہے، جب دیدے تو چھوٹ جاتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص کو اپنی کوئی ضرورت پیش آئی، تو وہ کسی کھیتی والے سے چارسو پانچ سو روپے قرض لے کر اپنی ضرورت پوری کرتا ہے، اور کھیتی والے کے ساتھ معاہدہ کرتا ہے کہ میں بارہ ماہ تک تمہارے یہاں نوکری کرونگا، اور کھانا تمہارے یہاں کھاؤ گا، اور کچھ کپڑے مقرر کئے جاتے ہیں، اتنے کپڑے دینے ہوں گے، اور اجرت میں بارہ ماہ کے پچاس روپیہ مثلاً دینے ہوں گے، اب اس میں اشکال یہ ہے کہ اگر وہ چارسو پانچ روپے قرض جو اس نے لئے تھے، وہ نہ لیتا تو ہرگز وہ بارہ ماہ کی اجرت میں کھانے اور اتنے مقررہ کپڑوں اور پچاس روپیوں پر راضی نہ ہوتا، بلکہ ایسی صورت میں سو روپے پر بمشکل راضی ہوتا، پھر ان مذکورہ دونوں صورتوں میں دو صورتیں ہوتی ہیں، ایک یہ کہ وہ خود اتنی کم اجرت پر رہنا، راضی ہونا، ظاہر کردے، اور یہ کہ ہم خود اس کو قرض دیتے ہوئے، روپیوں کے دباؤ سے اجرت کم کراتے ہیں، دونوں کا حکم ایک ہے، یا الگ الگ ہے۔

اور ایک تیسری صورت یہ ہوتی ہے، کہ بجائے اجرت پر مقرر کرنے کے کسی کو شریک کار و پیداوار کرلیا جاتا ہے، اسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً زمین زید کی، بیل بھی زید کے، بیج بھی زید کا، اب زید چونکہ تنہا کام نہیں کرسکتا، اور نہ دوسرے کو مزارعت پر دے کر بالکل فارغ ہوکر بیٹھ سکتا ہے، بلکہ خود بھی کام کرنا چاہتا ہے تو بکر سے ایسا معاہدہ کرتا ہے، کہ تم آؤ اور محنت کرو اور میں بھی محنت کروں گا، جو کچھ پیداوار ہوگی اس میں سے مثلاً آٹھواں حصہ تمہارا، اور میری محنت اور زمین اور بیل اور بیج میرے ہونے کی وجہ سے، سات حصے میرے تو اب اس صورت میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقد ہے، تو مزارعت اور پھر اس مزارعت میں شرکت ہے، پھر کام میں بھی آدھے اودھ مقرر ہوتا ہے، اور کبھی کم زیادہ اور کبھی کچھ مقرر ہی نہیں ہوتی، ہر ایک شریک حسب استطاعت کام کرتا ہے، اور اس تیسری صورت میں یہاں کے اعتبار سے دونوں کا فائدہ ہے، زمین والے کا اس لئے کہ وہ دوسرا شریک اپنے آپ کو پیداوار میں شریک

سمجھ کر محنت اچھی کرتا ہے، اور شریک کو اس لئے کہ اکثر اسکو اجرت مقررہ سے کچھ زیادہ ہی حصہ ملتا ہے، اور اس کو یہاں کے عرف میں شریک معاملہ کہتے ہیں، اور یہ مذکورہ کل صورتیں یہاں پر بہت ہی کثرت سے واقع ہوتی ہیں، اور غیر مسلمین کے ساتھ ہوتی ہیں، اور یہاں کچھ طبقہ دیندار ہے، اور میں پڑھا لکھا ہوں، اس لئے وہ بار بار مجھ سے حکم دریافت کرتے ہیں، اور چونکہ مجھ کو اس معاملہ میں شرح صدر نہیں ہوتا، خاص کر اس تیسری صورت میں اس لئے کوئی صاف جواب دینے سے رُکتا ہوں، امید ہے کہ حضرت والا تکلیف گوارہ فرما کر اگر بار خاطر نہ ہو تو ہر شق کا الگ الگ حکم اور ہو سکے تو کسی کتاب کے حوالہ سے تحریر فرما کر میری گنجلک کو دور فرمائیں گے، اور عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں گے، اور اگر صورتہائے مذکورہ میں کوئی صورت صحیح نہ ہوتی ہو، اور اس کے قریب قریب کوئی صورت صحیح ہو سکتی ہو، امید کہ اسے بھی تحریر فرمائیں گے، اور اس تیسری صورت شریک والی میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس شریک سے یہ شرط کرتے ہیں کہ تجھ کو کھیتی کے علاوہ اور کچھ کام بھی مثلاً کھیت سے گھاس اٹھالانا، تجھ کو یا تیری عورت کو یا لکڑیاں لانا ہوں گی، وغیرہ تو اس صورت میں یہ شرط فاسد ہو جائے گی، یا اس کی وجہ سے عقد پر اثر پڑیگا، اور مذکورہ صورتوں میں جو معاملات غلط ہیں، تو باطل ہیں یا فاسد، امید کہ اس کی بھی تشریح فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی دونوں صورتیں چونکہ قرض کے دباؤ میں کی جاتی ہیں، اور مقروض کو اپنے قرض سے نفع ہوتا ہے، کہ مزدور کم اجرت پر پابندی کے ساتھ مل جاتا ہے، خواہ مزدور ازخود راضی ہو جائے، خواہ مقروض دباؤ سے اسے راضی کرے اس لئے ممنوع ہیں "کل قرض جر نفعاً فھو حرام الخ" شامی ج ۴ رص ۱۷۴ ر[1]

---

[1] شامی زکریا ج ۷ رص ۳۹۵ ر کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، مطلب کل قرض جرنفعاً الخ، الاشباہ والنظائر ص ۱۴۴ ر الفن الثانی، کتاب المداینات، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، قواعدالفقه ص ۱۰۲ ر رقم القاعدة ۲۳۰ ر مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

تیسری صورت تقریباً جائز ہے، اور یوں کہا جائے گا کہ زید نے خود کاشت کی اور دوسرے نے اس کو اجارہ پر لیا کہ میرے ساتھ کھیتی میں کام کرنا اور اجرت قرار دیا پیدا وار کا آٹھواں حصہ تو یہ آٹھواں حصہ اجرت عمل ہے، بظاہر یہ صورت بھی ناجائز ہونی چاہئے تھی، دو وجہ سے ایک یہ کہ اجرت فی الحال مجہول ہے، دوسرے یہ کہ ایسی چیز کو اجرت قرار دیا گیا ہے، جو اجیر کے عمل سے حاصل ہوگی، پس یہ قفیز طحان کے تحت میں داخل ہے، چنانچہ امام اعظم کے نزدیک مطلقاً مزارعت ناجائز ہے، لیکن صاحبین کے نزدیک جائز ہے، اور انہیں کے قول پر فتویٰ ہے "للحاجة وقیاساً علیٰ المضاربة "شامی[۱] اور مزارعت میں اس قدر جہالت قابل تحمل ہے، اس میں صرف اتنی اصلاح کی ضرورت ہے کہ زید جو بیل، بیج، کا مالک ہے، اپنی محنت اور کام کو شرط کے درجہ میں قرار نہ دے بلکہ یا تو کل کام اجیر کے ذمہ کردے، پھر چاہے اس کی اعانت کر کے خود ہی کام کردیا کرے، اور نگرانی وغیرہ کرتا رہے، مگر اپنے ذمہ کام نہ لے یا اپنے کام سے سکوت اختیار کرے، اگر اپنے ذمہ بھی کام کو شرط کرلے گا، جیسا کہ سوال میں تصریح ہے، تو عقد فاسد ہوجائیگا، "وان شرطا شیئاً من ذٰلک، ای العمل، علیٰ رب الارض فسد العقد عندالکل اھ شامی"[۲] کھیتی کے علاوہ کوئی اور کام اس اجیر کے ذمہ یا اس کی عورت وغیرہ کے ذمہ شرط کرنا جائز نہیں، یہ مفسد عقد ہے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹ر رمضان المبارک ۷۰ھ

---

[۱] لاتصح عندالامام لانها کقفیز الطحان وعند هما تصح وبه یفتیٰ للحاجة وقیاساً علیٰ المضاربة الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۹/ ص۳۹۷، مطبوعه کراچی ج۶/ص۲۷۵/اول کتاب المزارعة، مجمع الانهر ص۱۴۰/ ج۴/ کتاب المزارعة، دارالکتب العلمیة بیروت، بدائع الصنائع کراچی ص۱۷۵/ ج۶/ کتاب المزارعة.

[۲] شامی زکریا ج۹/ ص۴۰۸، مطبوعه کراچی ج۶/ص۲۸۲، کتاب المزارعة، تحت قوله وصح اشتراط العمل عندالثانی الخ، بحر کوئٹه ص۱۶۳/ ج۸/ کتاب المزارعة، هدایه ص۴۳۰/ ج۴/ کتاب المزارعة، مطبوعه تهانوی دیوبند.

[۳] تفسدالاجارة بالشروط المخالفة لمقتضی العقد فکل مافسد (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

نصف پیداوار پر زمین مزارعت کے لئے دینا

سوال:- کاشتکار اپنا کھیت ادھیا پر اس طرح اٹھاتا ہے کہ جو تنے بونے والا محنت کرتا ہے، اور کاشتکار صرف سرکاری لگان ادا کردیتا ہے، اور فصل پر آدھا آدھا غلہ، محنت کرنے والے اور کاشتکار کے درمیان تقسیم ہوجاتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ درالعلوم دیوبند

بیج اور نصف غلہ کی شرط کے ساتھ مزارعت کا معاملہ کرنا

سوال:- زید نے اپنا کھیت عمر کو بٹائی پر دیا اور بیج بھی دیا، اور اب کل پیداوار کا نصف غلہ مقرر کیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں، اگر بیج خود نہ دے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ دونوں شرطیں بٹائی کی جائز ہیں "الارض من احدهما والبذر والبقر والعمل من الاٰخر وشرطا لصاحب الارض شيئاً معلوماً من الخارج جاز الیٰ ان قال الارض والبذرمن

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) البیع ممامر یفسدها الخ، در مختارعلی الشامی زکریاص ۶۴/ج ۹/باب الاجارة الفاسدة،بحر کوئٹه ص ۱۷/ج۸/باب الاجارة الفاسدة.

[1] الارض من احد هما والبذروالبقر والعمل من الأخر وشرطا لصاحب الارض شيئاًمعلوماً من الخارج جاز الخ عالمگیری ج۵/ص ۲۳۸/مطبوعه کوئٹه،کتاب المزارعة، الباب الثانی فی بیان انواع المزارعة،درمختارعلی الشامی زکریاص ۴۰۱/ج ۹/کتاب المزارعة،بدائع کراچی ص ۱۷۹/ج ۶/کتاب المزارعة.

احدهما والعمل والبقر من الأخر فذلک جائز عالمگیری ج ۴/ص ۹۶، ۹۷[1].

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/رجب ۵۳ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/رجب ۵۳ھ

مزارعت میں مخصوص حصہ کی شرط لگانا

سوال: - زید کی ایک زمین ہے، جس میں اندازہ لگایا گیا کہ اس سے ہر سال بیس من دھان پیدا ہوتا ہے، اور گھاس سو بیڑا، اب زید اس زمین کے اندر خود کھیتی نہ کر سکا، بلکہ کسی مجبوری کی وجہ سے اس نے عمر کو کہا کہ تو اس زمین میں کھیتی کر مجھ کو صرف اس کی پیداوار میں سے ہر سال آٹھ من دھان اور چالیس بیڑا گھاس دیدینا، اور باقی جو پیداوار ہو وہ تمام تیرا ہوگا، اب آپ فرمائیں کہ اس شرط پر زمین دینا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح معاملہ کرنا جائز نہیں[2]، لیکن اگر یہ قید نہ لگائے کہ اس کی پیداوار میں سے دیدینا، بلکہ مطلقاً آٹھ من دھان اور چالیس بیڑا گھاس پر معاملہ کیا گیا، چاہے وہ بازار سے خرید کر ہو یا کسی اور طرح تو درست ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۷ھ

---

[1] عالمگیری ج۵/ص ۲۳۸/مطبوعہ کوئٹہ، کتاب المزارعة، الباب الثانی فی بیان انواع المزارعة، درمختار علی الشامی زکریا ص ۴۰۱/ج ۹/کتاب المزارعة، بدائع کراچی ص ۱۷۹/ج ۶/کتاب المزارعة.

[2] فان شرطا لاحدهما قفزاناً مسماة فهی باطلة الخ هدایه ج۴/ص ۴۲۶/مطبع یاسر ندیم دیوبند، کتاب المزارعة، مجمع الانهر ص ۱۴۱/ج۴/ کتاب المزارعة، دارالکتب العلمية بیروت، درمختار علی الشامی زکریا ص ۴۰۰/ج ۹/کتاب المزارعة.

[3] قال محمدؒ لابأس بکرا الارض بالذهب والورق وبالحنطة (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

مزارعت کی صورتیں

سوال:- دوسرے شخص کی زمین میں شرکت کی کیا کیا صورتیں جائز ہیں، کہ جس سے اس زمین میں کچھ کیا جا سکے، اور کون کون سی صورتیں نا جائز ہیں، یا مکروہ؟ چونکہ آج کل عام طور پر اس قسم کے معاملات ہوتے رہتے ہیں، تفصیل مطلوب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زمین کا نقدی کرایہ مقرر کرلیا جائے، زمین کا کرایہ غلہ کی صورت میں متعین کرلیا جائے کہ فلاں غلہ سالانہ اتنی مقدار میں لیں گے[۱] خواہ آپ کوئی غلہ بوئیں یا کچھ نہ بوئیں، زمین کی پیداوار کا حصہ معین کرلیا جائے، مثلاً کل پیداوار کا نصف حصہ یا ایک تہائی وغیرہ لیں گے، ان سب صورتوں میں معاملہ درست ہے[۲]، ان کے علاوہ جو صورت آپ چاہتے ہیں، اس کو لکھ کر دریافت کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند ۱۰/۱۰/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دار العلوم دیو بند ۱۴/۱۰/۸۷ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) کیلاً معلوماً وضرباً معلوماً مالم یشترط ذٰلک ممایخرج منها الیٰ قوله وهو قول ابی حنیفةؒ الخ الروضة الندیة ج ۲/ ص ۱۹۷/ مطبوعه قطر، کتاب الاجارة، شامی زکریا ص ۷۹/۹/ باب الاجارة الفاسدة، بحر کوئٹه ص ۲۴/ ج ۸/باب الاجارة الفاسدة.

[۱] قال محمدؒ لابأس بکرا الارض بالذهب والورق وبالحنطة کیلاً معلوماً وضرباً معلوماً مالم یشترط ذٰلک ممایخرج منها الیٰ قوله وهو قول ابی حنیفةؒ الخ الروضة الندیة ج ۲/ص ۱۹۷/ مطبوعه قطر کتاب الاجارة، درمختار علی الشامی زکریا ص ۵/ ج ۹/ کتاب الاجارة بحر کوئٹه ص ۳/ ج ۸/ کتاب الاجارة.

[۲] قال ابو حنیفة المزارعة بالثلث والربع باطلة وقالا جائزة الیٰ أن قال ان الفتویٰ علیٰ قولهما لحاجة الناس الخ هدایه ج ۴/ص ۴۲۴/مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، اول کتاب المزارعة، زیلعی ص ۲۷۸/ ج ۵/ کتاب المزارعة، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص ۱۴۰/ ج ۴/ کتاب المزارعة، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت.

مزارعت یا مساقات کا معاملہ

سوال:- فصل آنے سے پہلے پانچ سال کے لئے فصل ستر ہزار میں خریدی، اس کے ساتھ ساتھ مالک سے کہا گیا ہم اس کے اندر کچھ پیڑ مختصر لگائیں گے، اس میں آپ کا ساجھا رہے گا، اور زمین اور پانی آپ کا کھاد اوراوپر کا خرچ تمام ہمارا ہوگا، شریعت کی روشنی میں جواب درکار ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

باغ میں پھل موجود نہیں، زمین میں فصل موجود نہیں، پھر پانچ سال کے لئے اس کو خریدنا معدوم کو خریدنا ہے، یہ بیع شرعاً درست نہیں[1]، ہاں زمین میں چاہے باغ کی زمین ہو یا خالی ہو، کھیتی کرنے کے لئے اور پیڑ لگانے کے لئے اجارہ کا معاملہ کرنا درست ہے[2]، اور مزارعت یعنی پیداوار کی شرکت اور مساقات یعنی درختوں کے پھل میں شرکت کا معاملہ درست ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لاخلاف فی عدم جواز بیع الثمار قبل ان تظهر الخ شامی زکریا ج۷/ص ۸۵/کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمروالزرع والشجر مقصوداً،مجمع الانهر ص ۲۶/ج۳/کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت،بحر ص ۳۰۰/ج۵/کتاب البیوع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] وتصح اجارة ارض للبناء والغرس وسائرالانتفاعات الخ الدرالمختار علی الشامی ج۹/ ص ۴۰/ مطبوعه زکریادیوبند، کتاب الاجارة، باب مایجوز من الاجارة الخ، سکب الانهر ص ۵۲۲/ ج۳/ باب مایجوزمن الاجارة الخ، دارالکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص ۱۱/ ج۸/ باب مایجوزمن الاجارة.

[3] قال ابوحنیفة المساقاة بجزء من الثمر باطلة وقالاجائزة اذاذکر مدة معلومة وسمی جزءً من الثمراة الخ هدایه ج۴/ص ۴۳۱/ مطبوعه یاسرندیم دیوبند، کتاب المساقاة، مجمع الانهر ص ۱۴۸/ ج۴/ کتاب المساقات، دارالکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص ۲۸۴/ ج۵/ کتاب المساقات، مطبوعه امدادیه ملتان.

مزارعت میں اگر تاوان ہوتو کس پر ہوگا

سوال:- زید نے اپنی زمین مزروعہ کی مزارعت کا معاملہ اس صورت میں کیا کہ دوشخصوں کوزمین دی اس صورت میں کہ تمہارا صرف عمل اور زمین اور بیل وبیج میرے اور حصہ دونوں کا صرف غلہ میں ربع ہوگا، بھوسہ میں نہیں، ان دوشخصوں میں سے ایک آدمی زمین کو سرکاری نالہ سے سیراب کررہا تھا، سیراب کنندہ کے گیارہ سالہ لڑکے نے نالہ کی دوسری شاخ میں جودوسری قریہ کی طرف جاتی تھی، کوئی ثقیل چیز ڈال کر پانی میں رکاوٹ ڈال دی، تاکہ ان کی شاخ میں زیادہ پانی آوے، اورجلدی زمین سیراب ہوجائے، اسی اثناء میں ہندی محکمہ کے افسر نے موقع پر پکڑلیا، اور پولیس میں رپورٹ دیدی، پولیس نے مالک اوراس کے مزارعین سے مقدمہ نہ چلانے کے عوض دوصدروپیہ رشوت لے کرچھوڑ دیا اور ہندی افسروں نے زمین کے اصلی خراج کے علاوہ چھ گنا تاوان ڈال دیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ رشوت وتاوان بقدر حصص ہے، یاشخص واحد پر یادونوں میں فرق ہے، لہٰذا اگرسیراب کنندہ لڑکے کو کہہ کر بند کرایا ہو، یالڑکے نے ازخود کیا، دونوں میں فرق ہے یانہیں؟ باقی مالک زمین اورسیراب کنندہ کے ساتھی کواس کا کچھ علم نہیں، وہ موجود نہ تھے، غرضکہ جوصورت ہو باحوالہ تحریرفرماویں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جسکے فعل سے یہ تاوان پڑا ہے، اسی پر یہ تاوان پڑیگا، اس کا ذمہ دارکوئی اور شخص نہیں ہوگا، جوشخص نفس مزارعت میں شریک ہے، وہ اس تاوان میں شریک نہیں، بلکہ لڑکے کے مال سے یہ تاوان ادا کیا جاوے گا، اوراگرلڑکے کواس کے والد نے حکم کیا، اوراس کی وجہ سے یہ صورت پیش آئی تو لڑکے کے والد پرتاوان ہوگا۔ ھکذا یفھم[1] مما فی

[1] ولوامر صبیا بالوقوع من شجرۃ فوقع ضمن دیتہ الخ الاشباہ والنظائر ۱۷۱/(مکتبہ اشاعت الاسلام دھلی، الفن الثانی فی احکام الصبیان، الصبی المحجور علیہ مواخذبافعالہ فیضمن ما اتلفہ من المال الخ الاشباہ والنظائرص ۱۵۲/الفن الثانی، کتاب الحجر، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، المباشر ضامن وان لم یتعمد، قواعد الفقہ ص ۱۰۳، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند،

الاشباہ والنظائر۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۵/۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۵/۶۴ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۵/۶۴ھ

سوال وجواب مذکورہ سے متعلق سوال

مسئولہ صورت میں لڑکے کے پاس مال نہیں، نیز لڑکا فوت ہو چکا، اب کیا صورت ہو گی، آیا باپ سے وہ تاوان وصول کیا جاوے یا مالک ومزارعین بقدر حصص ادا کریں، یا مالک نے رشوت دی ہے، اسکے ذمہ پڑیگا، جو حکم ہو با حوالہ جلد تحریر فرماویں، استفتاء ہمراہ ارسال ہے، دوبارہ سوال غور سے پڑھ لیں، لڑکے کو والد یا دیگر شخص نے نہیں کہا تھا، بلکہ از خود کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس نے یہ تاوان دیا اس نے ناحق دیا، اور اس پر ظلم ہے، اب وہ یہ رقم لڑکے کے والد یا کسی اور شریک وغیرہ سے وصول نہیں کرسکتا، حکومت کے ملازمین یعنی پولیس کا رشوت وصول کرنا تو ظلم ہے، اور دوسروں کو مقدمہ سے بچانے کے لئے دیا ہے، تو ان کے حق میں یہ تبرع اور احسان ہے، جیسے کہ اگر کوئی شخص کسی مدیون کا دین بغیر اس کے امر کے ادا کردے تو وہ تبرع ہوتا ہے، اس کو وصول کرنے کا حق نہیں ہوتا، حالانکہ وہ مطالبہ حق ہے، اسی طرح ناحق مطالبہ کسی کی طرف سے ادا کرنے کی صورت میں بطریقِ اولیٰ وصول کرنے کا حق نہیں "طالب المحتال علیه المحیل بما ای بمثل ما احال به مدعیا قضاء دینه بامره فقال المحیل انما احلت بدین ثابت لی علیک لم یقبل قوله بل ضمن المحیل مثل الدین للمحتال علیه اھ درمختار قوله بامره قید به لانه لوقضاه بغیر امره یکون

متبرعاً لولم یدع المحیل ماذکراھ شامی ج۴/ص ۵۴۴/"[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ربیع الثانی ۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ربیع الثانی ۶۴ھ

موروثی زمین

سوال:-(۱) موروثی زمین کا ہمارے یہاں اس طرح رواج ہے کہ پہلے جب ایک مدت مقررہ تک کاشتکار کسی کھیت کو جوت لیتا تھا، تو وہ زمین موروثی ہوجاتی تھی، اور اسی مقررہ شرح سے ہمیشہ کے لئے اس کے نام بندھ جاتی تھی، اس طرح سے یہاں پر بہت سی زمینیں ہیں، تو یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اور اب آج کل یہ قانون بن گیا ہے کہ کاشتکار قانونی ہوجاتا ہے، یعنی وہ زمین اسی کے نام بندھ جاتی ہے، اور زمیندار اس زمین کو کاشتکار سے نہیں چھڑا سکتا، جب تک کہ چوگنا لگان ادا نہ کرے، اور اگر زمیندار کاشتکار سے کھیت لینا چاہے تو اسی طرح کھیت لے سکتا ہے، ورنہ نہیں، شرعاً یہ بات جائز ہے یا نہیں؟

(۳) ایک عورت کے شوہر کے نام کچھ زمین اور ایک باغ بطور کاشتکار بندھا تھا، اور زمیندار اس کے شوہر کا باپ ہی تھا، اس نے اپنے لڑکے کے نام کچھ زمین بطور کاشت باندھ دی تھی، پھر اس عورت کا شوہر اپنے باپ کے مرنے سے قبل ہی مرگیا، تو وہ زمین اور باغ اس عورت کو لینا جوکہ اس کے شوہر کے نام بطور موروثی کاشت کار کے تھی لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور شرعاً اس زمین کی مالک وہ عورت ہوسکتی ہے یا نہیں، یا کہ اس عورت کے شوہر کے

[1] درمختار مع الشامی مطبوعہ زکریا ج۸/ص ۱۲/مطبوعہ کراچی ج۵/ص ۳۴۶/کتاب الحوالۃ.

باپ کے ورثاء اس کے مالک ہوں گے۔

(الف) براہِ کرم اور شفقت یہ تحریر فرمائیں کہ اگر کسی کے پاس ایسی زمین ہو تو اس کے جائز ہونے کی کیا صورت ہے یعنی کیا ایسا موروثی کاشتکار اس زمین سے استعفاء دیدے یا زمین دار سے مل کر اسکو روپیہ دے کر یا لگان بڑھوا کر پھر سے قبضہ کرے، یا زمین دار کی رضا مندی سے اتنے ہی لگان پر اور اسی شرح پر کھیت جوتے، کیونکہ موروثی زمین کا لگان نہیں بڑھا کرتا، لیکن اگر زمین دار اسی شرح پر راضی ہو جائے، اور راضی ہو رہے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ یا اور کوئی ایسی صورت ہے جس سے وہ زمین جائز طریقہ سے استعمال کی جا سکے یا بالکل چھوڑ دی جائے؟

(ب) ایسی زمین اور پیداوار کا شرعاً کیا حکم ہے، اور اس کی آمدنی کا شرعاً کیا حکم ہے، اور اگر کسی کے پاس آمدنی اور معاش کا یہی ذریعہ ہو یعنی موروثی زمین تو اس شخص کو کیا کرنا چاہئے، اگر ہمت ہو تو چھوڑ دے، یا توبہ واستغفار کرتا رہے، یا کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بغیر زمیندار کی رضا مندی کے ایسی زمین میں کاشت کرنا شرعاً ناجائز ہے[۱]۔

(۲) یہ بھی ناجائز ہے[۲]۔

(۳) اس زمین اور باغ کا مالک عورت کے شوہر کا باپ ہے، اس کے بعد اس کے ورثہ مالک ہوں گے، عورت شوہر کا ترکہ ہونے کی وجہ سے مالک نہ ہوگی[۳]۔

---

[۱] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ الخ الدرالمختا رمع الشامی ج۹/ص ۲۹۱/ مطبوعہ کراچی ج۶/ ص ۲۰۰/ کتاب الغضب، مطلب فیمایجوز التصرف بمال الغیرالخ، الاشباہ والنظائر ص۱۵۷/کتاب الغصب، الفن الثانی، مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی، قواعد الفقۃ ص ۱۱۰/رقم القاعدہ ص ۲۷۰/مطبوعہ دارالکتاب دیوبند.

[۲] لایحل مال امرء الابطیب نفس منہ ،مشکوٰۃ شریف ص۲۵۵/ مطبوعہ یاسرندیم دیوبند، باب الغصب الخ.

[۳] حوالہ بالا۔

(الف) بہتر یہ ہے کہ ایسی زمین چھوڑ دے[۱]، اور استعفاء دیدے، یہ درست ہے کہ اصلی مالک سے دوبارہ معاملہ کرے، جتنے پر وہ رضامند ہوجائے، خواہ وہ لگان سابقہ پر یا زیادہ پر، پھر کاشت درست ہے۔

(ب) اصل مالک سے گذشتہ معاف کرائے، آئندہ کو چھوڑ دے یا دوبارہ معاملہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

غیر مسلم کی موروثی زمین

سوال:- ایک معتبر دیندار شخص نے بیان کیا غالباً فتاویٰ رشیدیہ کا حوالہ بھی دیا کہ حضرت قطب عالم حضرت شاہ رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کا فتویٰ ہے کہ ہندو کی موروثی زمین جائز ہے، مسلم کی زمین ہو تو ناجائز ہے بالکل، آیا اس بیان کی حضرتؒ کی طرف نسبت صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان سے حوالہ کی تعیین کر کے پورا پتہ دریافت کیجئے، ہمیں تو اب تک یہی معلوم ہوا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ نے مطلقاً منع فرمایا ہے، خواہ مسلم کی ہو خواہ ہندو کی، فتاویٰ رشیدیہ، حصہ دوم، کتاب البیوع میں، ص ۸۷[۲] پر کفار سے بھی سود لینے کو منع فرمایا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[۱] لایحل لاحدأن یأخذ متاع اخیه لاعباو لاجاداً فان اخذه فلیرده الیه الخ هدایه ج۳/ ص ۳۷۳/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، کتاب الغصب، قواعدالفقه ص ۱۱۰/ رقم القاعدة ص ۲۶۹/ مطبوعه دارالکتاب دیوبند، مشکوة شریف ص ۲۵۵/ کتاب الغصب والعاریة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۲] فتاویٰ رشیدیه ج ۲/ص ۸۷/مطبوعه رحیمیه دیوبند، کتاب البیوع،

موروثی چھوڑنے کا معاوضہ

سوال:- میرے پاس کچھ موروثی کھیت ہیں، جن میں سے بعضوں کو زمیندار کو نذرانہ دیکر خود زمین دار سے موروثی لکھوالیا ہے، اور بعضے قانوناً موروثی ہو گئے، میں انمیں سے کوئی کھیت کسی کو کچھ روپیہ لیکر دے سکتا ہوں؟ اسطرح پر کہ میں استعفاء لکھ کر دیدونگا، اور وہ زمیندار کو راضی کر کے اپنے نام لکھوالیگا، یہ روپیہ لینا میرے لئے جائز ہوگا یا نہیں، اگر یہ صورت ناجائز ہو، تو براہِ کرم اگر کوئی صورت اس کھیت کے ذریعہ روپے حاصل کرنے کی ہو ارشاد فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح روپیہ لینا جائز نہیں، موروثی لکھوالینا بھی کافی نہیں، اگرچہ زمیندار کو نذرانہ دے کر ہو، اس قسم کے اجارہ کو فقہاء نے ناجائز لکھا ہے، اگر زمیندار سے براہِ راست خریدی جائے، یا گورنمنٹ خود قبضہ کر کے زمین دار کو بے دخل کر دے[1] اور پھر گورنمنٹ سے حاصل کی جائے، تو ایسی زمین کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا یا کرایہ پر دینا اور روپیہ وصول کرنا شرعاً درست ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کاشتکار کا چار بیگہ زمین لیکر زمیندار کی بقیہ زمین واپس کرنا

سوال:- آج کل سرکاری قانون ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی زمین دو سال بوئے تو وہ

---

[1] قال ابو حنيفة ومالک الكفار اذا استولت علىٰ اموال المسلمين ملكوها الخ تفسير مظهري، ج ۹/ص ۲۴۰/ تحت قوله تعالىٰ للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم الاية، سورۂ حشر، هدايه ص ۵۸۱/ ج ۲/ كتاب السير، باب استيلاء الكفار، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، عالمگيری كوئٹه ص ۲۲۵/ ج ۲/ كتاب السير، الباب الخامس فی استيلاء الكفار.

[2] المالک هو المتصرف فی الاعيان المملوكة كيف شاء، بيضاوی شريف ص ۷/۱، سورۂ فاتحه آيت: ۳، مطبوعه مجتبائی دهلی،

زمین وہ شخص زندگی بھر کاشت کر سکے گا، مالکِ زمین کو یہ حق نہیں کہ اسکے ہاتھ سے چھین لے، اس صورت میں اگر کوئی اس زمین کو بیچنا چاہے، تو بیچ نہیں سکتا، کیونکہ خریدنے والا یہ کہتا ہے، کہ ہم تو کاشت کے لئے خریدیں گے، اور تمہارا کاشتکار تو اس کو نہیں چھوڑے گا، لہٰذا میں نہیں لونگا، اب بیچارہ زمیندار پریشان ہوکر اس کاشتکار سے کہتا ہے کہ مثلاً چار بیگہ تم لے لو، اور باقی مثلاً بارہ بیگھہ چھوڑ دو تاکہ میں بیچ ڈالوں، اب وہ کاشتکار راضی ہوجاتا ہے، سوال یہ ہے کہ مالکِ زمین سے، جو یہ چار بیگھہ زمین اس کو مصیبت میں پھنسا کر لی گئی، یہ کاشتکار کے لئے حلال ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کاشتکار کیطرف سے یہ ظلم ہے، کہ چار بیگہ زمین لیکر مالک کی بارہ بیگہ زمین واپس کرتا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زمیندارہ کے خاتمہ پر کاشتکار کو زمین کا مالک بنادیا یہ درست ہے یا نہیں

مع فتویٰ حضرت حکیم الامتؒ

سوال:- ۱۹۴۷ء سے قبل جبکہ ہندوستان میں انگریزی حکومت تھی، اور پاکستان کا

---

[1] لایحل لاحد أن یأخذ متاع اخیه لاعبا ولاجاداً فان اخذه فلیرده علیه هدایه ج۳/ ص ۳۷۳/ مطبوعه یاسرندیم دیوبند، کتاب الغصب، مشکوة شریف ص ۲۵۵/ کتاب الغصب والعاریة، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، قواعدالفقه ص ۱۱۰/ رقم القاعده ص ۲۶۹/ مطبوعه دار الکتاب دیوبند،

بٹوارہ نہیں ہوا تھا، تو برطانیہ حکومت کی جانب سے زمینوں کے بارے میں یہ قانون تھا کہ جب کوئی زمیندار اپنی آراضی کو کسی کاشتکار کو بطور اجارہ یا بطور مزارعت دیدیتا، اور مذکورہ زمین جب کاشتکار کے پاس بارہ سال رہ جاتی تو وہ کاشتکار ہی اس زمین کا مالک بنادیا جاتا، اور مالک زمین یعنی زمیندار کو زمین پر کوئی حق نہیں رہتا، اس کاشتکار کو موروثی دار کہتے ہیں، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے اس موروثی داری کی زمین کے بارے میں فتویٰ صادر فرمایا کہ کاشتکار کو ان مذکورہ بالا آراضی سے انتفاع بغیر طیب قلب مالک حرام وظلم ہے، اور وہ فتویٰ، بہشتی زیور اور امداد الفتاویٰ میں موجود ہے، ان دونوں کتابوں کی عبارت یہ ہے، مسئلہ ۱۴/اجارہ یا مزارعت میں بارہ سال یا کم وبیش مدت تک زمین سے منتفع ہوکر موروثیت کا دعویٰ کرنا جیسا کہ اس وقت رواج ہے، محض باطل اور حرام اور ظلم وغصب ہے، بدون طیبِ خاطر مالک ہرگز اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں، اگر ایسا کیا تو اس کی پیداوار بھی خبیث ہے، اور کھانا اس کا حرام ہے۔ (بہشتی زیور ص ۸۶۴، ۸۶۵/ باب مزارعت)

حکم موروثی

سوال:- ۳۱۲/قانون کے مطابق جو زمین بارہ سال تک کسی کاشتکار کے قبضہ میں رہے، تو اس زمین پر کاشتکار کا حق مزارعت ثابت ہوجاتا ہے، یعنی زمیندار خود نہ اس زمین کے بیچنے کا مجاز ہے، نہ مالگذاری معینہ کو بڑھانے کا بلکہ بیچنے کا اختیار کاشتکار کو حاصل ہوتا ہے، یہ حق شرعاً کاشتکار کو حاصل ہے یا نہیں؟ بعد بیع مبیع مشتری کی ملک ہوگی یا نہیں؟

الجواب

اس کاشتکار کو کوئی حق شرعی حاصل نہیں ہوتا ہے، اگر ایسے کاشتکار سے کوئی خریدے گا تو وہ مشتری بھی مالک نہ ہوگا، ۱۸/ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ۔

(کتاب الاجارہ امداد الفتاویٰ ص ۳۵۰/ج ۳/)

۱۹۴۷ء میں ہندوستان سے انگریزی حکومت ختم ہوگئی، اور کانگریس راج قائم ہوگیا، جو کہ ایک جمہوریہ حکومت ہے، ہندو مسلم سب اس کے ارکان ہیں، ۱۹۵۰ء میں اس کانگریسی راج نے زمینداری طریقہ کو بالکل ختم کردیا، زمینداروں کو ان کی آراضی سے کسی قسم کا تعلق باقی نہ رہا، جو زمین جس کے قبضہ میں تھی اسی کو دیدی گئی، حکومت کے اس قانون کے خلاف زمینداروں نے بہت آواز اٹھائی، اور حکومت سے احتجاج بھی کیا، حکومت نے ایک نہ سنی، آخر زمینداروں کو تھک کر بیٹھنا پڑا، بعد میں حکومت نے ان زمینداروں کو کچھ روپیہ بھی دیا تھا، جو کہ آٹے میں نمک کے برابر تھا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ان موروثی دار کاشتکاروں کو ان مذکورہ بالا آراضی سے انتفاع حرام تھا، جس کو حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے لکھا، یا تقسیم ہندوپاک کے بعد مسئلہ بدل گیا، جیسا بھی حکم ہو تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انگریزی حکومت میں موروثیت پر کسی کو مجبور نہیں کیا گیا، صرف حق دیا گیا تھا، اگر کاشتکار استعفیٰ دیدیتا، تو زمیندار کی ملک برقرار رہتی، تو گویا کہ اس کو حق غصب دیا گیا تھا، وہ غصب نہ کرے تو اصل مالک کی ملک اور قبضہ موجود رہتا ۴۷ء کا جب انقلاب ہوا، اور حکومت بدلی تو ۵۰ء میں قانون خاتمہ زمینداری بنایا گیا، جس کا حاصل یہ ہے کہ زمیندار کی ملک ختم (قدرے اس کا بدل بھی تجویز کیا گیا) اور اصل مالک حکومت ہوگئی، البتہ کاشتکار کو اتنی ترجیح دی گئی کہ اگر وہ دس گنا ادا کردے تو دوسروں پر مقدم ہے، پس ملک زمیندار ختم کر کے گویا حکومت نے کاشتکار کو اپنی طرف سے زمین دی ہے، کاشتکار نے خود مالک سے غصب نہیں کی، اور یہ ظاہر ہے کہ مالک کی ملک کو ختم کر کے حکومت نے استیلاء کرلیا[1]، اور نام اس کا بیع رکھ دیا ہو

[1] قال ابو حنیفةؒ ومالک الکفار اذا استولت علیٰ اموال المسلمین ملکوها الخ تفسیر مظهری ۲۴۰/ ج ۹/ تحت آیة للفقراء المهاجرین اخرجوامن دیارهم الایة (سوره حشر) وهدایه ج ۲/ ص ۵۸۱/ مطبوعه یاسر دیوبند، کتاب السیر، باب استیلاء الکفار، عالمگیری کوئٹه ص ۲۲۵/ ج ۲/ کتاب السیر، الباب الخامس فی استیلاء الکفار،

یا اور کچھ رکھا ہو، بہرحال زمیندار کا قبضہ ختم ہوگیا، اور جب وہ معاوضہ قبول کرتا ہے، تو گویا بادلِ ناخواستہ ہی سہی اس کی طرف سے ایک درجہ کی اجازت بھی ہوگئی، لہٰذا اس کی حیثیت موروثی سے جداگانہ ہے یہ اور بات ہے کہ خود یہ استیلاء کسی حد میں داخل ہوا۔ امدادالفتاویٰ ص ۱۱۰/ ج ۳[۱] میں کانجی ہاؤس سے خریدے ہوئے جانور کی قربانی کو جائز لکھا ہے، حالانکہ وہ ملک غیر ہے بہت ممکن ہے کہ مالک کو خبر بھی نہ ہو کہ میرا جانور کہاں ہے، کس نے خریدا ہے؟ اس جواز کی علت استیلاء ہی کو لکھا ہے، امید ہے کہ آپ کا شبہ رفع ہوجائیگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۶/۹۱ھ

موروثی زمین اور قرض میں تمادی

سوال:- (۱) سرکاری زمین جبکہ زمیندار کی زمین کوئی کاشت کرے تو بس وہ زمین کاشتکار کی ہوگئی، زمیندار اس کو چھڑا نہیں سکتا ہے، اگر کوئی کاشتکار اس زمین سے بے دخل کرادے، یعنی اپنی رضامندی سے چھوڑ دے تو ثواب ہے یا نہیں، اور اس کے نہ چھوڑنے میں کاشت کار کو گناہ ہوگا یا نہیں؟

(۲) مسئلہ یہ دریافت طلب ہے کہ سرکاری قانون ہے کہ قرض تین سال تک وصول کرسکتا ہے، یا تین سال سے زیادہ کے قرض کو ادا کرنا ثواب ہے یا نہیں، اور ادا نہ کرنے میں گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین کاشت کار نے اصل مالک سے محض کاشت کے لئے اجرت پر لی ہے، تو کاشت کرنے سے اصل مالک کی ملک سے نہیں نکلی، کاشتکار کی ملک میں داخل نہیں ہوئی، اس کی واپسی ضروری ہے، جو لوگ واپس نہیں کرتے، اور بغیر مالک کی رضامندی کے اس پر قبضہ

---

[۱] امدادالفتاویٰ ص ۵۴۱/ ج ۳/ افغانی دارالکتب دیوبند، کتاب الذبائح والاضحیة الخ،

کئے ہوئے ہیں، اور تصرف کرتے ہیں، وہ گنہگار ہیں[۱]، جب واپس کردیں گے، تو حقوق العباد کی ادائیگی کی وجہ سے بہت بڑی گرفت سے چھٹکارا پائیں گے، اور ثواب کے مستحق ہونگے۔

(۲) تین سال کی مدت سرکاری قانون میں ہے، شریعت میں مدت مقرر نہیں[۲]، بلکہ جس مدت کا بھی قرضہ ہو اس کو ادا کرنا واجب ہے، جو ادا نہیں کرے گا وہ قیامت میں ماخوذ ہوں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۸/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۸/۵۹ھ

سیر داری کی زمین

سوال:- کانگریس گورنمنٹ کے زمانہ میں زید کے پاس دو قسم کی زمین ہے (۱) بھوم دھری (۲) سیر داری، بھوم دھری کو بیع کر سکتے ہیں، اور سیر داری کو بیع نہیں کر سکتے، ان دو قسموں کو زید نے عمر کو بٹائی نصفی یا لگان پر جوتنے کیلئے دیا، اور وہ سرکاری کاغذات میں عمر کے نام درج ہوگئی، تین سال کے بعد کاغذات سے زید کا نام خارج ہو کر وہ زمین عمر کے نام ہوگئی، اور زید کے قبضہ سے نکل گئی، اور گورنمنٹ کے قانون کی بناء پر زید کو اس زمین کا کچھ معاوضہ بھی ملتا ہے، لیکن اس معاوضہ پر نہ تو زید بخوشی تیار ہے، اور نہ یہ چاہتا ہے کہ میری زمین مملوکہ عمر کے قبضہ میں چلی جائے، اب سوال یہ ہے کہ از روئے شریعت کیا عمر ایسی زمین کا مالک ہوسکتا ہے یا یہ کہ عمر کے ذمہ ضروری ہے کہ اس زمین سے استعفیٰ دے کر زید کے حوالہ کرے

---

[۱] من اخذ من الارض شیئاً بغیر حقه خسف به یوم القیامة الیٰ سبع ارضین مشکوٰة شریف، ج ۱/ ص ۲۵۶/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، کتاب الغصب والعاریة، لایحل لاحد ان یاخذ متاع اخیه لاعبا ولاجاداً فان اخذفلیرده علیه، هدایه ص ۳۷۳/ ج ۳/ کتاب الغصب، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، قواعدالفقه ص ۱۱۰/ رقم القاعدة ۲۶۹/ مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

[۲] الحق لایسقط بتقادم الزمان قواعدالفقه ص ۷۷/ مطبع اشرفی دیوبند،

مدلل طور پر جواب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سرکاری قانون کے مطابق وہ زمین زید کی ملک نہیں رہی، اور عمر کی ملک ہوگئی، اور عمر اگر اس سے مستعفی ہو جائے، یا زید کو دیدے تو زید کی ملک میں آسکتی ہے، تو عمر کو مستعفی ہونا یا زید کو دیدینا لازم ہے، خود رکھنا درست نہیں "لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی کذافی البحر الرائق اھ (فتاویٰ عالمگیریہ ج۳/ص ۱۰۶)[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زمین کرایہ پر دینا اور پیداوار کا حصہ کرایہ پر مقرر کرنا

سوال:- اگر کوئی زمین دار اپنی زمین کو کسی کاشتکار کو ایک سال یا زیادہ کھیتی باڑی کیلئے دیدے اور اس پر معاملہ مقرر ہو کہ کھیت میں جتنا دھان ہوگا، اس میں سے تہائی حصہ یا نصف حصہ زمین دار کو اور باقی کاشتکار کو ملے گا، مگر نوکر اور ہل خرچ، بیج وغیرہ کا خرچہ کاشتکار کے ذمہ ہو، زمین دار اس خرچ کا ذمہ دار نہیں ہوتا، ان سب صورتوں میں زمین میں لگان اور کاشتکار کو ان صورتوں پر کھیتی باڑی کرنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کس صورت پر جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں یہ معاملہ شرعاً درست ہے، وکذا صحت لوکان الارض والبذر

---

[1] عالمگیری ج۲/ ص۱۶۷/ مطبوعہ کوئٹہ، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، البحر الرائق ص ۴۱/ ج۵/ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعہ کوئٹہ، النہر الفائق ص ۱۶۵/ ج۳/ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، دارالکتب العلمیۃ بیروت،

لزید والبقر والعمل للآخر والارض له والباقی للآخر،درمختار ج۵/ص ۱۹۵/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زمین کرایہ پر دینا

سوال:- زید نے اپنی غرض سے اپنا ایک قطعہ کھیت چار بیگہ چار سال کے واسطے عمر کے پاس چار سورو پیہ میں رہن رکھ دیا، اور عمر سے کہہ دیا کہ چار سال کے بعد تم میرا کھیت مجھ کو دے دینا،تم چار سال تک میرے کھیت سے جو کچھ بھی فائدہ اٹھاؤ اور پیداوار کھاؤ مجھ کو اس سے کوئی واسطہ اور غرض نہ ہوگا، اور جب میں اپنا کھیت تم سے لوں گا ،تو تم کو کوئی پیسہ نہیں دونگا،اور تمہارے وہ چار سورو پیہ ختم ہوجائیں گے،اور میں تمہارے ان چار سوروپے سے کتنا ہی فائدہ اٹھاؤں تمہیں اس فائدہ سے کوئی غرض اور واسطہ نہ ہوگا، یہ بات قرار پا گئی، اور عہد و پیمان اور قول وقرار ہوگئے ،عمر نے کہد یا میں چھوڑ دوں گا، مجھے یہ سب باتیں منظور ہیں،لہٰذا ازروئے شرع شریف دونوں کا فائدہ اٹھانا یا ایک کا سود ہوا یا نہیں؟ قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ رہن نہیں بلکہ اجارہ ہے،یعنی زید نے اپنی زمین چار سال کے لئے عمر کو کرایہ پر دی ہے، کہ وہ اس میں جو چاہے کاشت کرے[2] اور اس کا کرایہ چار سورو پیہ پیشگی وصول کرلیا، بس

[1] درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۴۰۱/مطبوعہ کراچی ج۶/ص ۲۷۸/اوّل کتاب المزارعة،زیلعی ۲۸۱/ج۵/کتاب المزارعة، مطبوعہ امدادیہ ملتان،بدائع الصنائع ص ۱۷۹/ ج۶/کتاب المزارعة، فصل فی بیان انواع المزارعة،مطبوعہ کراچی.

[2] وتصح اجارة ارض للزراعة مع بیان مایزرع فیها اوقال علی ان ازرع فیها ماشاء الخ شامی زکریا ج۹/ص ۳۹/کتاب الاجارة، باب مایجوز من الاجارة الخ، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

یہ چار سو روپئے بطور اجرت زمین زید کی ملک ہوگیا، عمر کا نہیں رہا، نہ عمر کو اس کے واپس لینے کا حق رہا، اور زمین پر چار سال تک کے لئے عمر کو حق کاشت حاصل ہوگیا، اس معاملہ کا نام رہن رکھنا غلط ہے، اگر یہ رہن ہوتا، اور چار سو روپے قرض ہوتا تو زید کے ذمہ قرض کی واپسی لازم ہوتی "لان الاقراض تقضی بامثالها کذافی در المختار[1]"، اور زمین سے عمر کو بذریعۂ کاشت نفع حاصل کرنا جائز نہ ہوتا، کیونکہ یہ نفع بعوض قرض ہوتا، اور "کل قرضٍ جر نفعاً فهو حرام[2]"، کے تحت یہ نفع اٹھانا حرام ہوتا، اب ایسا نہیں بلکہ یہ معاملہ بصورت اجارہ درست ہے، ہاں یہ لحاظ رہے کہ ایسی زمین کا چار سال کا کرایہ عرفاً وعادتاً بھی چار سو روپیہ ہی ہوتا ہو، یا معمولی کمی بیشی ہو تو وہ قابل گرفت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۸/ ۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۲/۹/ ۹۰ھ

مزارع کو سکونت کا حق

سوال:- ایک شخص مثلاً زید عرصہ ستر یا اسّی سال سے عمر کا مزارع تھا، عمر وغیرہ نے مزارع کو کہا تھا کہ اگر تم یہیں رہو اور جائے رہائش (مکان) وغیرہ بنالو ہم تمہیں نہ اٹھائیں

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) سکب الانہر ص ۵۲۲/ ج ۴/ باب مایجوز من الاجارة، دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص ۱۱/ ج۸/ باب مایجوز من الاجارة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] درمختار علی الشامی کراچی ج۳/ ص ۸۴۸/ کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب الخ، مطلب الدیون تقضیٰ بامثالها، الاشباه والنظائر ص ۱۴۳/ الفن الثانی، کتاب المداینات، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

[2] الدر المختار علی الشامی زکریا ج۷/ ص ۳۹۵/ کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، فصل فی القرض، مطلب کل قرض جر نفعاً الخ، الاشباه والنظائر ص ۱۴۴/ الفن الثانی، کتاب المدانیات، قواعد الفقه ص ۱۰۲/ مطبوعه تهانوی دیوبند،

گے، اگر تو نے ہمیں نہ چھوڑا، چنانچہ اس مزارع نے اس چاہ پر آ کر مکان رہائش (وغیرہ بنالیا اور بصورت ٹھیکہ چاہ پر کھیتی کرتا رہا، بعد میں وہ اصلی مزارع فوت ہوگیا، اور مالک بٹھانے والے بھی فوت ہوگئے، دونوں کی اولادیں رہیں، پہلی صورت پر معاملہ طے ہوتا رہا، چنانچہ مزارع کے بیٹے نے چاہ مذکور کو دس سال پر ٹھیکہ لے لیا، اور اسٹامپ بھی لکھا گیا، لیکن چھ ماہ کل گزرے تھے کہ چاہ خراب ہوگیا، مالکان نے نہیں بنوایا تھا، مزارعہ کا ٹھیکہ ضائع ہوگیا، جو ۲۰٪ رفی کنال تھا، لیکن جب چاہ خراب ہوگیا تو اس وقت ۹۰٪ رفی کنال ٹھیکہ ہوگیا تھا، اگر چاہ بنوادیتے تو مزارع کا اس میں نفع تھا، لیکن انہوں نے نقصان کیا، پھر مالکوں نے زمین فروخت کرنی شروع کردی، مزارعہ کو مکان سے نہیں اٹھایا گیا، اور نہ مزارعین خود اٹھے، تقریباً ستّر یا اسّی سال گذر چکے ہیں، چاہ کی اردگرد کی زمین مزارع کو بیچ دی گئی، مزارع کی کوٹھری وغیرہ کھڑی رہی نہ مالکوں نے کچھ کہا اور نہ مزارع برطرف ہوئے، کاغذات سرکاری میں بھی مزارع کے نام حد بندی میں لکھی ہوئی ہے، قریب قریب مقدمات بھی چلائے گئے ہیں، ہائی کورٹ میں بھی اپیل کی گئی ہے، قانوناً گورنمنٹی میں مالکان کو مزارع کو اٹھانے کا حق نہیں دیا گیا، اور نہ اس کی کوٹھی کو فروخت کرنے کا حق دیا گیا، بلکہ مالک تصور کیا گیا ہے، اب وہ خاموش ہو چکے ہیں، مزارع کہتا ہے کہ مالکوں نے کہا تھا کہ جب تک تم خود نہ اٹھ جاؤ تو ہم تمہیں نہ اٹھائیں گے، یہیں پر اپنا مکان بنا کر بیٹھے رہے، دوسرا یہ کہ میرا دس سال کا ٹھیکہ ضائع ہوگیا ہے، جس میں تقریباً گیارہ ہزار روپیہ کا نقصان ہوگیا ہے، لیکن یہ ضرور ہے کہ نہ مالکوں نے رقم لی ہے، اور نہ مزارعین نے محصول پیداوار اٹھائی ہے، جو اسٹامپ ٹھیکہ لکھا گیا تھا، وہ مالکوں کے پاس موجود ہے، اور جو مزارع کے پاس تھا وہ مکان کے جل جانے سے جل گیا ہے مالکوں کے اسٹامپ میں بھی لکھا ہے، کہ اگر ہم نے کوئی زمین بیچی تو فی مرلہ دوصد روپیہ ٹھیکہ میں سے کاٹ دیں گے، اور یہ بھی شرط تھی کہ اگر چاہ کا نچلا حصہ خراب ہوجائے تو مزارع بنادے گا، چنانچہ اس چھ ماہ میں مزارع نے مبلغ یکصد روپیہ خرچ کر کے نچلا حصہ بوجہ خراب

ہونے کے بنایا تھا، یہ بھی شرط تھی کہ اگر اوپر کا حصہ خراب ہوگیا، تو مالک بنادے گا، چنانچہ چاہ بہت کہنہ تھا، اوپر کا حصہ خراب ہوگیا، تو مزارع نے مالکوں کو کہا کہ بنوادو لیکن مالکوں نے بجائے بنوانے کے زمین فروخت کرنا شروع کردی، یہ بھی شرط تھی کہ آٹھ سال کے روپئے مزارع ادا کریگا، اور دو سال بعوض مرمت چاہ مفت کاشت کرے گا، یہ بھی معلوم ہے کہ جو مالک ہیں ان کی بھی اپنی جدی زمین نہیں تھی، پہلے زمانہ میں جس کا قبضہ ہوگیا بس وہی مالک بن بیٹھا، اب ستّر، اسّی سال کے بعد مالک کہتے ہیں، مزارع کو کہ کچھ ہمیں دیدے اور وہ دینا پسند نہیں کرتا، زمین اتنی ہے جس میں اس کی رہائش ہے، اور بس شرعاً کیا حکم ہے، مزارع مالک بن سکتا ہے، کیونکر؟ بصورت مالک نہ بننے کے مزارع کو مالک کچھ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا یہ عمریٰ کی صورت بن سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ظاہر ہے کہ مالک نے مزارع کو اپنی زمین میں مکان بنانے اور رہنے کی اجازت اس لئے دی ہے کہ وہ مزارعت کرتا رہے، اور مالک اور مزارع کے درمیان معاملہ برقرار رہے، اب جبکہ مالک اور مزارع کے درمیان معاملہ برقرار نہیں رہا، بلکہ ختم ہو چکا، اور وہ زمین بھی فروخت کردی، جس میں مزارعت کا معاملہ طے ہوا تھا، اور جس کی وجہ سے مالک نے مزارع کو رہنے کی اجازت دی تھی، اس لئے اب اس زمین میں مزارع کو رہنے کا اختیار نہیں، البتہ مکان کا ملبہ اور سامان جو کہ مزارع نے اپنے پاس سے صرف کیا ہے، وہ مزارع کا ہے، اور اس میں مالک زمین کو کوئی اختیار نہیں، مزارع چاہے اس کی قیمت لیکر مالک کے ہاتھ فروخت کردے چاہے اپنا ملبہ اٹھالے جائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم رجب المرجب ۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم رجب المرجب ۵۸ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/رجب المرجب ۵۸ھ

---

[1] یہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں،

موروثی اور ذخیلکاری کی آمدنی

سوال:- موروثی کاشت اور ذخیلکاری کی آمدنی کے تصرف کی بابت علماء دین کا کیا حکم ہے، چونکہ موروثی کاشت دوقسم کی ہوتی ہے، اول موروثی قانون جدید، دوم موروثی سابقہ جوزمانہ بندوبست سرکاری سے چلی آتی ہے، فتویٰ سے مشرف فرماویں؟

الجواب حامداًومصلیاً

موروثی زمین سے جوآمدنی کاشتکاروں کو حاصل ہے، اس سے جتنا اس نے خرچ کاشت میں کیا ہے، اتنا تو رکھنا جائز ہے، باقی رکھنا جائز نہیں، یہ تو آمدنی کا حکم ہے، اور زمین کا حکم یہ ہے کہ آئندہ کے لئے اس کو چھوڑ دے، ورنہ ظلم اور گناہ اور غصب میں مبتلا رہے گا۔ "لقوله عليه السلام لايحل لاحدان يأخذ متاع اخيه لاعباً ولاجاداً فان أخذ فليرده عليه" ہدایہ ج ۳/ص ۳۷۱[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [۱] مضت المدة قلعهما وسلمهما فارغة لعدم نهايتهما الا ان يغرم له المؤجر قيمته اى البناء والغرس مقلوعاً اويتملكه درمختار على الشامى زكريا ج ۹/ ص ۴۱/ مطبوعه كراچى ج ۶/ ص ۳۰/ كتاب الاجارة، باب مايجوز من الاجاة الخ، مجمع الانهر ج ۳/ ص ۵۲۲/ باب مايجوز من الاجارة، دارالكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص ۱۱/ ج ۸/ كتاب الاجارة، باب مايجوز من الاجارة الخ، مطبوعه الماجديه كوئٹه،

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] هدايه ج ۳/ ص ۳۷۳/ مطبوعه ياسرنديم اينڈ كمپنى ديوبند، كتاب الغصب، مشكوة شريف ص ۲۵۵/ كتاب الغصب والعارية، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، قواعد الفقه ص ۱۱۰/ رقم القاعدة ۲۶۹/ مطبوعه دارالكتاب ديوبند.

موروثیت اور حق کاشت

سوال:- زید کی کاشتکاری میں زمین دار کی زمین موجود ہے، یعنی اس کے قبضہ میں ہے، جو اس کی مملوک نہیں، خزانہ روپیہ زمیندار کو دیتا ہے، اور زمین سے نفع اٹھاتا ہے، اب لڑکا عمرو اور چند لڑکیاں اور ایک زوجہ نکاح ثانی کی چھوڑ کر اس کا انتقال ہو گیا، تو یہ زمین مذکورہ اس کی زوجہ اور لڑکیاں عمرو سے حق وارثت میں تقسیم کر کے لے سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز اس زمین کو زید نے اپنی بیوی کا مہر قرار دیا تھا، تو کیا بیوی اس زمین کو اپنے مہر میں عمرو سے لے سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حق موروثیت (جو کہ ہندوستان میں رائج ہے) شرعاً بے اصل ہے، اصل مالک کو اختیار ہے کہ جب تک جس کو چاہے اپنی زمین کرایہ پر دے، اگر کچھ عرصہ کے بعد کاشت کار اس زمین پر حق موروثیت قائم کرے گا، تو یہ درحقیقت غصب ہے، مالک کی بغیر اجازت زمین پر قبضہ رکھنا، اور اس کی کاشت سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں[1]، ایسی حالت میں جس قدر پیداوار ہو اس میں سے اپنے بیج کی مقدار رکھنا درست ہے، اس سے زائد رکھنا درست نہیں، پس اگر زید نے اپنے لئے کرایہ پر زمین لی تھی، تو زید کے مرنے سے عقد اجارہ فسخ ہو گیا، ورثہ کے ذمہ واجب ہے کہ زمین اصل مالک کو واپس کر دیں، اس زمین میں یا حق کاشت وغیرہ میں وراثت جاری نہیں ہو سکتی، البتہ اگر زید ایسی حالت میں مرا ہے کہ اس زمین میں کھیتی کھڑی ہوئی ہے، اور ابھی پکی نہیں، تو کھیتی کے پکنے تک اجر مثل پر زمین واپس نہیں کی جاوے گی،

---

[1] لایحل لاحد ان یاخذ متاع اخیه لاعباً ولا جاداًفان اخذ فلیرده علیه، مشکوۃ شریف ص ۲۵۵/ کتاب الغصب والعاریة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، هدایه ص ۳/۳۷۳/ کتاب الغصب، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، قواعدالفقه ۱۱۰/ رقم القاعده ص ۲۶۹/ مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

جب کھیتی تیار ہو جاوے گی، اس وقت کھیتی کاٹ کر اور زید کی موت سے اب تک اجر مثل دے کر زمین سے قبضہ ہٹالینا ضروری ہے ”تنفسخ ای (الاجارة) بلاحاجة الیٰ الفسخ بموت احدعاقدین عندنا عقدهالنفسه الا لضرورة الیٰ قوله وفی المنیة مات احدهما والزرع بقل بقی العقد بالمسمّٰی حتی یدرک وبعد المدة باجر المثل اھ درمختار، ج۵/ص ۷۰/[1]۔

اب اگر ورثہ بھی اس زمین کو اجارہ پر رکھنا چاہتے ہیں تو مالک سے از سرِ نو معاملہ طے کریں، خواہ اسی اجرت پر، خواہ دوسری اجرت پر جو کچھ طرفین کی رضامندی سے قرار پا جائے، اور چونکہ وہ زمین زید کی ملک نہیں اس لئے اس کو حق مہر میں زوجہ کو دے دینا درست نہیں، اور اس میں وراثت بھی جاری نہ ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱/۵٦ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/محرم ۵٦ھ

مسجد کی زمین کو زراعت کے لئے دینا

سوال: –مسجد کی کچھ زمین ہے اور اس کی نیلامی لگادی جاتی ہے، کہ جو غلہ زیادہ دے اس کو وہ زمین دیدی جاتی ہے، اس زمین میں ایک تالاب بھی ہے، جس میں برسات کا پانی جمع ہو جاتا ہے، اس سے اس زمین کی آب پاشی ہوتی ہے، مندرجہ ذیل شرائط بھی ہوتی ہیں۔

(۱) تالاب پورا بھرنے اور پڑوس کا کھیت بو جانے پر کاشتکار کو پورا غلہ دینا ہوگا۔

---

[1] درمختار علی ردالمحتار ج ۹/ص ۱۱۴/مطبوعه زکریادیوبند، مطبوعه کراچی ج ٦/ ص ۸۳/ ۸۵، کتاب الاجارة، باب فسخ الاجارة، البحرالرائق ص ۳٦/ ج ۸/ باب فسخ الاجارة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، بدائع کراچی ص ۲۲۲/ ج ۴/ کتاب الاجارة فصل بیان ماینتهی به عقدالاجارة.

(۲) اگر قحط سالی ہوجائے تو اس کی بوئی معاف کردی جاتی ہے۔

(۳) لگان مسجد کی طرف سے ادا کیا جاتا ہے، باقی خرچ کاشتکار کو برداشت کرنا ہوتا ہے، لہٰذا نیلامی کا یہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زیادہ غلہ کا مطلب مثلاً $\frac{3}{4}$ یا $\frac{5}{4}$ وغیرہ تشریح کے ساتھ ہے، تو یہ بولی اور معاملہ شرعاً درست ہے[۱]، اس میں پیداوار کی حسب قرارداد تقسیم ہوگی، اگر زیادہ غلہ کا مطلب بالقطع غلہ کی تجویز ہے، مثلاً دس من بیس من وغیرہ اور اس میں یہ شرط نہیں کہ اس زمین کا پیدا شدہ غلہ دینا ہوگا، تو نقد معاوضہ کی طرح یہ بھی درست ہے، یعنی جس طرح دس روپیہ بیس روپیہ وغیرہ کوئی معاوضہ اجرت تجویز کرلینا درست ہے، اسی طرح غلہ کی مقدار مقرر کرکے معاوضہ اُجرت تجویز کرلینا بھی درست ہے[۲]، شرط نمبر ۱/۲/ سہولت کے لئے ہے، اس میں مضائقہ نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/۸۸ھ

---

[۱] قال ابوحنيفةؒ المزارعة بالثلث والربع باطلة وقالا جائزة الىٰ ان قال ان الفتوىٰ علىٰ قولهما لحاجة الناس الخ هدايه، ج۴/ص ۴۲۴/ مطبوعه ياسرنديم ديوبند، اول كتاب المزارعة، زيلعى ص۲۷۸/ ج۵/ كتاب المزارعة، مطبوعه امداديه ملتان، بدائع كراچى ص۱۷۵/ ج۶/ كتاب المزارعة.

[۲] قال محمد لابأس بكراء الارض بالذهب والورق وبالحنطة كيلاً معلوماً وضرباً معلوماً مالم يشترط ذٰلك ممايخرج منها الخ، الروضة الندية ج۲/ص۱۹۷/ مطبع قطر، كتاب الاجارة، مجمع الانهر ص۵۱۳/ ج۴/ كتاب الاجارة، دارالكتب العلمية بيروت، شامى زكرياص۵/ ج۹/ كتاب الاجارة،

غیر مملوک زمین میں بونے سے ملکیت

سوال:- خلاصہ یہ ہے کہ یہاں پہاڑی جنگلات میں کاشتکاری نہیں ہوتی، بلکہ مویشی چرانے کا جنگل ہوتا ہے، چھ ماہ کے لئے اس جنگل میں مویشی چرتے ہیں، گورنمنٹ کا محکمۂ جنگلات فی بھینس ۱۲٪ روپیہ چھ ماہ کا ٹیکس لیتی ہے، جنگلات میں کچھ لوگ قدیم باشندے ہوتے ہیں، وہ لوگ بعض جگہ سبزی وغیرہ لگا دیتے ہیں، یہ لوگ ٹیکس وغیرہ کچھ نہیں دیتے، تو ان جگہوں پر جس کو گورنمنٹ کرایہ پر دیتی ہے، سبزی وغیرہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ افسران کہتے ہیں کہ تم ان کو نکال کر پھینک دو، تو ٹیکس والے لوگ ان کو استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غیر مملوکہ زمین میں جس نے جو کچھ بودیا وہ اس کا ہے[1] دوسرے کو اس کے استعمال کی اجازت نہیں، لیکن اگر زمین کو مالک سے کسی نے کرایہ پر لیا ہے، تو اس میں دوسرے شخص کو کاشت کرنے کا حق نہیں[2] اس کی اجازت ہے، کہ اس کی سبزی وغیرہ اُکھاڑ کر پھینک دے[3]

---

[1] ولو کربها اوضرب علیها المسناة اوشق لها نهراً اوبذرها فهواحیاء الخ الدر المختار علی الشامی زکریا ج۱۰/ ص۶/ مطبوعه کراچی ج۶/ص۴۳۳، کتاب احیاء الموات، هدایة ص۴۷۹/ ج۴/ کتاب احیاء الموات، مطبوعه تهانوی دیوبند، مجمع الانهر ص۲۳۱/ ج۴/ کتاب احیاء الموات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،زیلعی ص۳۶/ج۶/ کتاب احیاء الموات، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] لایجوز التصرف فی مال غیره بلااذنه ولا ولایته الخ الدرالمختار علیٰ ردالمحتار ج۶/ ص۲۰۰/ مطبوعه کراچی، کتاب الغصب، مطلب فیمایجوز من التصرف بمال الغیر الخ، الاشباه والنظائر ص۱۵۷/الفن الثانی،کتاب الغصب،مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، القوعدالفقة ص۱۱۰/ مطبوعه تهانوی دیوبند.

[3] زرع ارض غیره فللمالک ان یأمره بقلعه فان ابیٰ یقلعه بنفسه (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

وہذا ظاہر، فی بھینس ٹیکس دینے سے سب زمین کرایہ پر شمار نہیں ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۵/ ۹۰ھ

الجواب صحیح نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۵/ ۹۰ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) الخ شامی زکریا ج ۹/ ص ۲۷۴/ کتاب الغصب، مطلب شریٰ داراً وسکنها فظهرت لوقف الخ،مجمع الانهر ص ۸۷/ ج ۴/ کتاب الغصب، تحت فصل، دارالکتب العلمیة بیروت،بحر ص ۱۱۷/ ج ۸/ کتاب الغصب، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق شفعہ کی تفصیل

سوال:- حق شفعہ شرعی کے طلب کرنے اوراس کے ثبوت کے لئے کیا شرائط ہیں، نیز وہ چیزیں کیا ہیں، جن کی بناء پر یہ حق زائل ہوجاتا ہے، اس کی طلب کی مدت کیا ہے، اور کن لوگوں کواس کا حق پہنچتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کوئی شخص کسی مملوک غیرمنقول شئی مکان وغیرہ فروخت کرے توان پر تین قسم کے آدمیوں کو ترتیب وار شفعہ حاصل ہوتا ہے، اول اس کو جوکہ نفس مبیع میں شریک ہو، پھراس کو جوکہ حق مبیع راستہ میں شریک ہو، پھراس کو جوکہ پڑوسی ہو، اول کی موجودگی اورطلب پر ثانی و ثالت کوحق نہیں، اسی طرح ثانی کی موجودگی میں ثالث کوحق نہیں[1] شفعہ طلب کرنے کے لئے تین مرتبہ طلب ضروری ہے، اول جس مجلس میں بیع کوسنا ہے، فوراً کہے کہ میں اس کا شفیع ہوں، میں طلب کروں گا، اگر خاموش رہا یا یہ کہا کہ فلاں مکان کی بیع ہوئی ہے، کچھ مضائقہ نہیں، توحق شفعہ بیع کے ساتھ ساقط ہوگیا[2] دوسری مرتبہ طلب یہ ہے کہ مشتری کے پاس جا کر یا بائع کے

---

[1] الشفعة واجبة للخليط فى نفس المبيع ثم للخليط فى حق المبيع كالشرب والطريق ثم للجار وليس للشريک فى الطريق والشرب والجار شفعة مع الخليط فى الرقبة فان سلم فالشفعة للشريک فى الطريق فان سلم اخذها الجار، هدايه ص ۳۸۹، ۳۹۰/ ج۴/ اول كتاب الشفعة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مجمع الانهر ص ۱۰۲/ ج۴/ كتاب الشفعة، دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى ص ۲۳۹/ ج۵/ كتاب الشفعة، مطبوعه امداديه ملتان،

[2] اعلم ان الطلب علىٰ ثلثة اوجه طلب المواثبة وهوان يطلبها كماعلم حتى لوبلغ الشفيع البيع ولم يطلب شفعته بطلت الشفعة، هدايه ص ۳۹۲/ ج۴/ (مطبوعه ياسرنديم ديوبند) كتاب الشفعه، باب طلب الشفعة، مجمع الانهر ص ۱۰۴/ ج۴/ كتاب الشفعة، دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى ص ۲۴۲/ ج۵/ باب طلب الشفعة، مطبوعه امداديه ملتان.

پاس جا کر یا مبیع پر یہ کہے کہ اس مکان کی بیع ہوئی ہے، میں اس کا شفیع ہوں میں اس کو خریدوں گا، اور اس طلب پر گواہ بھی بناوے، کم از کم دو گواہوں کے سامنے اس کو کہہ دے تا کہ وہ وقت پر گواہی دے سکیں، تیسری مرتبہ طلب یہ ہے کہ حاکم کے یہاں دعویٰ دائر کرے نفس مبیع اور اپنے استحقاق شفعہ اور طلب شفعہ کا ثبوت پیش کرے، حاکم واقعہ کی با قاعدہ تحقیق وتفتیش کر کے فیصلہ کر دے[1]، طلب اول کے بعد اگر طلب ثانی میں بلا عذر تاخیر کی تو حق شفعہ ساقط ہو جائے گا، البتہ طلب ثالث حاکم کے یہاں دعویٰ دائر کرنے میں اگر تاخیر کی تو اس سے حق شفعہ ساقط نہیں ہوتا، لیکن امام محمدؒ کے نزدیک اس کی مدت ایک ماہ ہے، اگر ایک ماہ تک بلا کسی عذر مرض وسفر وغیرہ کے حاکم کے یہاں دعویٰ نہ کیا تو حق ساقط ہو جائیگا[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹؍محرم الحرام ۶۳ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹؍محرم الحرام ۶۳ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹؍محرم الحرام ۶۳ھ

---

[1] ثم ينهض منه يعنى من المجلس ويشهد على البائع ان كان المبيع فى يده اوعلىٰ المبتاع او عندالعقار الىٰ قوله وصورة هذا الطلب ان يقول ان فلاناً اشترى هذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة واطلبها الآن فاشهد واعلىٰ ذالک والثالث طلب الخصومة والتملک، هدايه ص ۳۹۴؍ج۴؍(مطبوعه ياسر نديم ديوبند) كتاب الشفعة،باب طلب الشفعة،مجمع الانهر ص۱۰۵؍ج۴؍كتاب الشفعة،دارالكتب العلمية بيروت،زيلعى ص ۲۴۴؍ج۵؍كتاب الشفعة باب طلب الشفعه مطبوعه امداديه ملتان.

[2] ولاتسقط الشفعة بتاخير هذاالطلب عند ابى حنيفة وهوروايةعن ابى يوسف وقال محمد ان تركها شهراً بعد الاشهاد بطلت معناه اذاتركهامن غيرعذر هدايه۳۹۴؍ج۴؍(مطبوعه ياسر نديم ديوبند) كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة،مجمع الانهرص۱۰۶؍۴؍ كتاب الشفعة، مطبع دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى ص ۲۴۴؍ج۵؍باب طلب الشفعة مطبوعه امداديه ملتان.

ابطال شفعہ کے حیلہ پر بخاری کا اعتراض

سوال:- عرض یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے بخاری شریف جلد ثانی، ص۱۰۳۲/کتاب الحیل میں امام اعظمؒ پر اعتراض کرتے ہوئے، حسب عادت قال بعض الناس کہنے کے بعد یہ لکھا ہے، "**ان اشترىٰ نصيب دار فاراد ان يبطل الشفعة وهب لابنه الصغير ولايكون عليه يمين ص ۱۰۳۲/ج۲/بخاري شريف.**"

لیکن صورتِ مسئولہ سمجھ میں نہیں آرہی ہے، کیونکہ اعتراض حق بجانب ہوسکتا ہے، امام بخاریؒ کی جلالت شان بالخصوص نقل روایت کے باب کو دیکھتے ہوئے یہ بعید معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یونہی بلاوجہ یہ حیلہ منسوب کردیا ہوگا، جیسا کہ علامہ عینیؒ کا خیال ہے، علاوہ ازیں علامہ کشمیریؒ نے جو تشریح فیض الباری میں کی ہے، اس سے بھی امام بخاریؒ کی نسبت غلط نہیں معلوم ہوتی۔

مگر اس تشریح سے بھی صورت مسئولہ سمجھ نہیں آتی کیونکہ یہ طے ہے کہ مشتری کے کسی بھی تصرفِ مضر، مثلاً ہبہ، بیع، بناء، غرس وغیرہ سے حق شفعہ باطل نہیں ہوتا، **كما في المبسوط السرخسي ص ۱۱۴/ج۱۴/.**

الجواب حامداً ومصلیاً

ارکان عقد متحقق ہوجانے کے بعد عقد منعقد ہوجاتا ہے، منعقد ہونے کے باوجود نظر شرع میں اس کا مستحسن ہونا ضروری ہے، لفظ حیلہ اردو میں بہت بدنام ہے، اس کی جگہ تدبیر کا لفظ انسب ہے، اضرارِ غیر کے لئے تدبیر کی اجازت نہیں، دفع ضرر کے لئے تدبیر کی اجازت ہے، اگرچہ اس کے ضمن میں دوسرے کا کچھ ضرر بھی ہوجائے مبسوط ص ۱۳۱/ج۱۴[1] میں ہے

---

[1] **مبسوط سرخسي ج۱۴/۱۳۱/(مطبوعه دارالفكر بيروت) كتاب الشفعة، باب الشفعة بالعروض.**

’’والاشتغال بهٰذا الحيل لابطال حق الشفيع لابأس به اماقبل وجوب الشفعة فلا اشكال فيه وكذٰلك بعد الوجوب اذالم يكن قصد المشترى الا ضرار به وانما كان قصده الدفع عن ملك نفسه وقيل هذا قول ابى يوسف عليه الرحمة فاما عند محمدؒ فتكره اھ تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق للزيلعى ص ۲۶۱ / ج۵ / [1] میں بھی یہ موجود ہے، علامہ عینیؒ نے نسبت کی تغلیط نہیں کی، محشی بخاری نے بھی بحوالہ کفایہ مبسوط کا مذکورہ بالا مقولہ نقل کیا ہے[2]۔

شفیع کا دعویٰ مشتری پر ہوتا ہے، اگر مشتری اس مبیع کو ہبہ کردے اور یہ چاہے کہ موہوب لہٗ پر دعویٰ کیا جائے، تو موہوب لہٗ قسم کھا کر بے تعلق ہو جائے گا، لیکن اگر موہوب لہٗ صغیر ہو تو اس پر قسم نہیں آتی[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۸۸ھ

شفعہ کی ایک صورت

سوال:- سوال یہ ہے کہ انوری بیگم نے مشترک جائیداد سے اپنا حصہ جمیل احمد کو فروخت کردیا ہے، جمیل احمد خلیق احمد مقبول احمد ملکہ بھی اس جائیداد میں شریک ہیں تو ان کو حق

---

[1] زيلعى ج۵/ ص ۲۶۱/ مطبوعه امداديه ملتان پاكستان، كتاب الشفعة، باب ماتبطل به الشفعة، بحر ص ۱۴۴/ ج۸/ باب ماتبطل به الشفعة، مطبوعه كوئٹه، مجمع الانهر ص ۱۲۱/ ج۴/ كتاب الشفعة، فصل تبطل الشفعة، دارالكتب العلمية بيروت.

[2] حاشيه بخارى شريف ج۲/ ص۱۰۳۳/ كتاب الحيل، قبيل باب التعبير، مطبوعه اشرفى ديوبند.

[3] الصغير لايحلف حاشيه بخارى ج۲/ ص۱۰۳۲/ كتاب الحيل، باب فى الهبة والشفعة، مطبوعه اشرفى ديوبند، فيض البارى ص۴۸۸/ ج۴/ كتاب الحيل، باب فى الهبة والشفعة، مطبوعه خضر راه ديوبند، عمدة القارى ص۱۲۴/ ج۱۲/ كتاب الحيل باب الهبة والشفعة الجزء الرابع والعشرون، مطبوعه دارالفكر بيروت.

شفعہ حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر انوری بیگم نے جائیداد مشترکہ میں سے اپنا حصہ جمیل احمد صاحب کے ہاتھ فروخت کیا ہے، تو خلیق احمد اور مقبول احمد ملکہ اور جو جو بھی اس میں شریک ہیں ہر ایک کو حق شفعہ حاصل ہوگا، اگر یہ صرف دونوں ہی حق شفعہ قواعد شرع کے مطابق حاصل کرنا چاہیں، تو انوری بیگم کے فروخت کردہ حصہ جائیداد کا ایک حصہ جمیل احمد کے پاس رہنے دیں، دو حصے خلیق احمد ومقبول احمد اپنے نام خرید لیں ''ویملک بالأخذ بالتراضی او بقضاء القاضی بقدر رؤس الشفعاء لاالملک اھ درمختار لاستوائهم فی استحقاق الکل لموجود علته فیجب الاستواء فی الحکم فیحسب واحدامنهم المبیع بینهم اھ شامی[۱] ج۵/ص ۱۹۱/.''

اگر کوئی وارث بحیثیت وراثت شریک ہو اور کوئی بحیثیت مشتری شریک ہو تو اس سے حق شفعہ پر اثر نہیں پڑتا سب کو برابر کا حق ہوتا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/۸۵ھ

---

[۱] الدرالمختار مع الشامی زکریا ج ۹/ص ۳۲۰/کتاب الشفعة، مطلب فی الکلام علی الشفعة فی البناء الخ، ملتقی الابحر ص ۳، ۱۰۲/ج ۴/کتاب الشفعة، دارالکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص ۲۴۱/ج ۵/کتاب الشفعة، مطبوعه امدادیه ملتان.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توسیع مدت رہن پر معاوضہ

سوال:- زید نے اپنا ایک مکان بکر کے پاس باقبضہ مبلغ تین سو روپے پر دو سال کے لئے رہن رکھ دیا، اور فسخ رہن کی تاریخ مقرر کر کے دستاویز تحریر کر دیا، اگر متعینہ وقت پر نہ دے سکا تو یہ رہن نامہ بیع نامہ متصور ہوگا، جب مدت رہن ختم ہونے لگی، تو زید نے مزید تین سو روپیہ بکر سے لیکر فسخ دین کی تاریخ میں اضافہ کر لیا، اور جب مزید توسیع قریب الختم ہونے کو آئی تو پھر مبلغ دو سو روپیہ بکر سے لے کر پھر دستاویز تحریر کر دی، کہ اگر میں ۱۹۶۴ء تک فسخ رہن نہ کروں تو یہ رہن بیع نامہ ہوگا، چنانچہ ۱۹۶۴ء شروع ہوگیا، اب زید چاہتا ہے کہ مکان بکر سے واپس لیلے تو شرعاً اس کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تحریر رہن کی تاریخ معین گذر جانے پر بیع نامہ تصور کرنے کی تصریح شرعاً صحیح نہیں، شرعاً بیع نہیں[1]، زید قرض واپس کر کے مکان بصورتِ رہن واپس لے سکتا ہے[2]، بکر نے اس

[1] ولو قال الراهن للمرتهن ان جئتک بحقک الیٰ وقت کذا والا فهولک بدینک اوبیع بحقک لم یجز وهو رهن علیٰ حاله الخ،بدائع الصنائع زکریا ج۵/ص ۲۱۵/کتاب الرهن فی حکم الرهن،شامی زکریاص ۵۴۵/ج۷/باب الصرف مطلب فی بیع الوفاء،عالمگیری کوئٹه ص ۲۰۹/ج۳/کتاب البیوع الباب العشرون الخ مطلب بیع الوفاء.

[2] فاذا قضی سلم الرهن ای اذا قضی الراهن جمیع الدین سلم المرتهن الرهن الیه،زیلعی ص۶۷/ج۶/کتاب الرهن مطبوعه امدادیه ملتان،البحرالرائق ص۲۳۸/ج۸/کتاب الرهن مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

مدت رہن میں مکان سے نفع حاصل کیا تو وہ ناجائز ہوا، سود ہوا[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۰/۸۹ھ

مکان مرہون میں رہنا

سوال:- ایک شخص نے ایک مکان بعوض مبلغ آٹھ سو روپیہ گروی رکھا ہے، تقریباً چھ سات برس کا عرصہ ہوگیا ہے، گروی رکھے ہوئے، اور گروی رکھنے والا اس مکان میں کبھی خود رہتا ہے اور کبھی اپنے کسی رشتہ دار کو رکھتا ہے، اور مکان اس درجہ کا ہے کہ اگر کرایہ پر دیا جائے تو کم از کم چار روپیہ کرایہ پر چڑھ سکتا ہے، اب یہ دریافت کرنا ہے کہ آیا اس گروی رکھنے والے کو مکان مذکور میں اس طرح بود و باش کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں، اور اگر درصورت ناجائز ہونے کے مکان مالک کو دیدے اور اپنا روپیہ وصول کرلے، اس سے تو جو نفع اس نے چھ سات برس کے زمانہ میں مکان سے حاصل کیا ہے، اس کا معاوضہ شرعاً دینا پڑیگا یا نہیں؟ اور اگر نہیں دے گا تو اس کا مواخذہ شرعاً ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مرتہن کو مکان مرہون میں رہنا ناجائز ہے، اگر اس مکان میں رہے گا تو غاصب کہلائے گا، اور گنہگار ہوگا، اور ایسی صورت میں منافع غصب کا تاوان لازم نہیں، "او عقد **کبیت الرهن اذاسکنه المرتهن ثم بان للغیر معد اللاجارة فلاشئی علیه** اھ در مختار۔ "**قال الشامی قوله فلاشئی علیه لانه لم یسکنها ملتزما للاجر کما لورهنها المالک**

---

[۱] لایحل لهٗ ان ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن لانه اذن فی الربا الخ ، شامی کراچی ج۶/ص ۴۸۲/ومطبوعه زکریا ج۱۰/ص۸۳/کتاب الرهن،زیلعی ص۶۷/ج۶/کتاب الرهن مطبوعه امدادیه ملتان،البحر الرائق ص۲۳۸/ج۸/کتاب الرهن،مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

فسکنها المرتهن اھ ردالمحتار ج۵/ص ۱۸۱/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/۷/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/رجب ۵۶ھ

مرہون سے نفع اٹھانا

سوال:- عام طور پر راہن مرتہن کے درمیان یہ بات طے شدہ ہوتی ہے کہ مرتہن مرہونہ چیز سے فائدہ حاصل کرے، مثلاً مکان کا کرایہ اور زمین کی پیداوار سے فائدہ اٹھائے لیکن یہ بات ناجائز بھی سمجھی جاتی ہے، کتاب مفید المفتی والمستفتی اردو فتاویٰ عزیزی، ص ۵۹، ۶۰/ پر حسب ذیل عبارت مطالعہ سے گذری، مگر فقیر کے نزدیک تحقیقی بات یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں رواج وعادات کے موافق ہبہ کے لفظ کو اباحت یعنی فائدہ اٹھانے کی اجازت دینے میں سمجھنا چاہئے، پس روپ داس نے جو باقی شاہ کو اپنی مرہونہ زمین کے محصول اور پھلوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیدی، اوراس پر دو شاہد دلالت کرتے ہیں، ایک یہ کہ فقہ کا مقرر کیا ہوا قاعدہ ہے کہ " العادة محكمة "جیسا کہ الاشباہ والنظائر میں موجود ہے، اور عرف وعادت اس امر کو ثابت کررہے ہیں، کہ راہن مرتہن کو نفع اٹھانے کی اجازت دیتا ہے، تو اس کو بھی عرف اور عادت پر قیاس کرنا چاہئے دوسرے یہ کہ فقہ کا باندھا ہوا قاعدہ ہے کہ عقود اور معاملات میں معانی کا اعتبار ہے نہ الفاظ کا۔

---

[1] الدرالمختار مع الشامی ج۵/ص ۱۳۲/مطبوعه نعمانيه ديوبند مطبوعه زكريا ج۹/ ص۳۰۳/ مطبوعه كراچی ج۶/ص ۲۰۸/كتاب الغصب مطلب فی ضمان منافع الغصب،ولا يضمن الغاصب منافع ماغصبه، هدايه ص ۳۸۳/ج۳/كتاب الغصب فصل ومن غصب عيناً، مطبوعه تهانوی ديوبند،مجمع الانهر ص ۹۳/ج۴/كتاب الغصب تحت فصل مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت.

اسی واسطے فقیہ لوگ ہبہ بالعوض کو بیع کے حکم میں شمار کرتے ہیں، مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے، کہ جس بات کو ناجائز سمجھا جارہا ہے، وہ جائز ہے مہربانی فرما کر آپ ہر دو صورتوں کا حکم بیان فرمائیں، تاکہ الجھن رفع ہو۔

الجواب حامداً ومصلياً

یہ فائدہ اٹھانا بالکل ناجائز ہے خواہ راہن نے صراحۃً اجازت دیدی ہو یا عرفاً رواج ہو جن لوگوں نے اجازت راہن کے بعد جائز سمجھ لیا ہے، ان پر علامہ شامی نے ردالمحتار میں رد کیا ہے[1] اور مولانا عبدالحی صاحب نے مستقل ایک رسالہ اس مسئلہ پر لکھا ہے جس میں قطعاً ناجائز قرار دیا ہے، اور کتب فقہ کی عبارات کو نقل کیا ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷ر محرم الحرام ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷ر محرم الحرام ۶۸ھ

مالک کی اجازت سے رہن سے نفع اٹھانا

سوال:- اشیاء مرہونہ سے مالک کی اجازت سے نفع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں،

---

[1] لاانتفاع به مطلقاً الا باذن الخ قال الشامی قال فی المنح وعن عبداللّٰہ محمد بن اسلم السمرقندی وکان من کبار علماء سمرقندانه لا یحل له ان ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن لانه اذن فی الربا الیٰ قوله والغالب من احوال الناس انهم یریدون عندالدفع الانتفاع ولولاه لما اعطاه الدراهم وهٰذا بمنزلة الشرط لان المعروف کاالمشروط وهو مما یعین المنع. الدرالمختار مع الشامی کراچی ج۶/ص ۴۸۲/مطبوعه زکریا ج۱۰/ص ۸۲، ۸۳/(کتاب الرهن) طحطاوی علی الدرص ۲۳۶/ج۴/کتاب الرهن، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، مجمع الانهر ص۲۷۳/ج۴/کتاب الرهن، دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] اجمع الجمهور علی ان المرتهن لاینتفع من الرهن بشئی الخ، الفلک المشحون ص۳/ مطبوعه یوسفی لکهنؤ،

اگر نہیں تو ہدایہ کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے، "ولیس للمرتھن ان ینتفع بالرھن لا استخدام ولاسکنیٰ ولالبس الاان یأذن المالک،ھدایہ ج۴/ص ۵۰۶/."

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے "لاالا انتفاع به مطلقاً الا باذن اھ تنویر قال فی المنح وعن عبداللّٰہ محمدبن اسلم السمرقندی وکان من کبار علماء سمرقند انه لایحل لهٗ ان ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن لانه اذن فی الربا لانه یستوفی دینه کاملاً فتبقیٰ لهٗ المنفعة فضلاً فیکون ربا وهذا امر عظیم (الیٰ قوله) قال والغالب من احوال الناس انهم انما یریدون عندالدفع الا نتفاع ولولاه لمااعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف کالمشروط وهوممایعین المنع،واللّٰہ تعالیٰ اعلم، اھ شامی[1] ج۵/ص۴۲۷/

صاحب ہدایہ کے زمانہ میں عرف نہ ہوگا، مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنویؒ نے اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس کا نام "الفلک المشحون ہے"[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/ذی قعدہ ۶۷ھ

انتفاع از رہن

سوال:- زید نے عمر کو ایک ہزار روپے دیئے اور اس کی دس بیگہ زمین اس سے لے لی اس شرط کے ساتھ کہ بیس روپے لگان کے انہیں روپوں سے کاٹے جائیں گے، تو یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو جواز کی کیا صورت ہے؟

---

[1] الدرالمختار مع الشامی ج۶/ص ۴۸۲/مطبوعه کراچی مطبوعه زکریا ج۱۰/ ص ۸۲، ۸۳/(کتاب الرهن)مجمع الانهر ص۲۷۳/ج۴/کتاب الرهن،دارالکتب العلمیة بیروت، طحطاوی علی الدرص ۲۳۶/ج۴/کتاب الرهن،دارالمعرفة بیروت،

[2] اجمع الجمهور علی ان المرتهن لاینتفع بشیء الخ، الفلک المشحون ص۳، مطبوعه یوسفی لکهنؤ،

الجواب حامداً ومصلیاً

بظاہر یہ ایک ہزار روپے قرض ہے اور دس بیگھہ زمین رہن ہے، رہن سے نفع اٹھانا درست نہیں[1] اسکے ساتھ ہی یہ طے کرنا کہ بیس روپے لگان اسی ایک ہزار روپے سے لیا جائیگا، تو یہ اجارہ ہو گیا، ایک عقد میں دو معاملے کرنا (ایک رہن دوسرا اجارہ) شرعاً درست نہیں[2]، زید کو چاہئے کہ اس معاملے کو فسخ کر دے، پھر قرض کا معاملہ مستقلاً ایک ہزار کے ساتھ رہے، اور زمین کو جداگانہ کرایہ پر لیلے اور اسکا معاملہ جداگانہ بیس روپے طے کرے اور یہ بھی طے کرے کہ عمر اس قرض کو قسط وار ادا کر دیا کرے، مثلاً بیس روپے کی قسط تجویز کر لی جائے، عمر جب قسط وار ادا کر دیا کرے، مثلاً بیس روپے کی قسط تجویز کر لی جائے، عمر جب قسط ادا کرے زید اسے وصول کر کے کرایہ زمین لگان میں عمر کو دیدیا کرے، تو اس طرح یہ معاملہ درست ہوگا، زمین اس صورت میں رہن نہیں ہوگی، صرف کرایہ پر ہوگی[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

انتفاع بالمرہون

سوال:-(۱) روپیہ قرض دیکر زمین رہن رکھ کر استفادہ کرنا اور لگان گورنمنٹ کو خود ادا کرتے رہنا، یہ جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] لایحل لہٗ ان ینتفع بشی منہ بوجہ من الوجوہ، شامی کراچی ج۶/ص ۴۸۲/ مطبوعہ زکریا ج۱۰/ص ۸۳/مطبوعہ نعمانیہ دیوبند ج۵/ص ۳۱۰/ کتاب الرھن، البحر الرائق ص۲۳۸/ ج۸/ کتاب الرھن، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، زیلعی ص۶۷/ج۶/مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[2] عن ابی ہریرةؓ قال نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن بیعتین فی بیعة ،مشکوٰۃ شریف، ج ۱/ص ۲۴۸/(کتاب البیوع باب المنھی عنھا من البیوع)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عقد میں دو بیع (دو معاملہ) کرنے سے منع فرمایا ہے۔

[3] کذٰلک لواستأجرہ المرتھن صحت الاجارۃ وبطل الرھن اذا جدد القبض للاجارۃ الخ، عالمگیری ص ۴۶۵/۵/کتاب الرھن الباب الثامن فی تصرف الرھن مطبوعہ کوئٹہ، درمختار مع الشامی زکریا ص ۱۳۰/ج۱۰/کتاب الرھن باب التصرف فی الرھن الخ.

(۲) بعض لوگوں کی عادت یہ ہے کہ روپیہ قرض دے کر پھر اس قرضخواہ کو زمین کھیتی کرنے کیلئے ۵/۱۰ من کے بدلہ لکھ دیتے ہیں، خواہ زمین میں کچھ پیداوار ہو یا نہ ہو، یہ کیسا ہے؟

(۳) بعض لوگ رہن رکھ کر استفادہ کرنے کی وجہ سے کچھ عدد سالانہ روپیہ اس سے کاٹ دیتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت جائز نہیں[۱]۔

(۲) ۵/۱۰ من غلہ اگر صحیح حساب سے قرض میں محسوب کرلیں تو درست ہے، ورنہ نہیں، یعنی غلہ وصول کرتے وقت جو نرخ ہو اس نرخ سے قیمت لگا کر یہ سمجھیں کہ گویا ہم نے اپنے قرض میں سے اتنا وصول کرلیا[۲]۔

(۳) ایسی زمین کا جو کچھ سالانہ کرایہ بغیر کسی دباؤ کے ہوتا ہے، اگر اتنی مقدار وصول کردہ روپیہ سے کاٹ دیں تو جائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۹ھ

انتفاع بالمرہون

سوال:- مرتہنہ زمین سے نفع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں، اسی طرح رہن رکھے

---

[۱] لایحل لہٗ ان ینتفع بشئی منہ بوجہ من الوجوہ الخ، شامی کراچی ج۶/ص ۴۸۲/ مطبوعہ زکریا ج۱۰/ص۸۳/مطبوعہ نعمانیہ دیوبند ج۵/ ص۳۱۰/ کتاب الرھن، مجمع الانھر ص۲۷۳/ ج۴/ کتاب الرھن، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، زیلعی ص۶۷/۶/ کتاب الرھن، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[۲] فتاویلہ ان یتبرع صاحب الارض لرب الدین بالانتفاع من ارضہ بالزراعۃ وتبرع رب الدین باسقاط دینہ بقدر ماانتفع من ارضہ الخ (اعلاء السنن ج۱۸/ص۶۱/مطبوعہ کراچی کتاب الرھن باب الانتفاع بالمرھون)

ہوئے باغ کے پھل وغیرہ جو فصل میں پیدا ہوتے ہیں جس کے پاس رہن رکھا ہوا ہے، استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کے پاس جو شئی رہن رکھی جائے، اس کو اس شئی سے نفع حاصل کرنا منع ہے، کیونکہ یہ سود کے حکم میں ہے، خواہ وہ شئی زمین ہو یا باغ ہو یا مکان وغیرہ ہو سب کا حکم یکساں ہے،" **قال الحصكفي بعد نقل الا قوال ثم نقل عن التهذيب انه يكره للمرتهن ان ينتفع بالرهن وان اذن له الراهن قال المصنف وعليه يحمل مانقل عن محمد بن اسلم من انه لايحل للمرتهن ذٰلك ولوبالاذن لانه ربوٰ قلت تعليله يفيدانها تحريميةً فتامله** اھ (**درمختار ج ۵/ص ۳۳۶**)[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

مرہون سے انتفاع

سوال: -اگر تیس روپے میں گھڑی رہن رکھی تو اس گھڑی کو استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں جب کہ آئندہ واپسی کی امید نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تیس روپے دے کر جو گھڑی رہن رکھی ہے اس کو استعمال کرنے کا حق نہیں[۲] ہاں مالک

---

[۱] الدرالمختار على ردالمحتارزكرياج۱۰/ص۱۴۸/وكراچی ج۶/ص۵۲۲/كتاب الرهن فصل فی مسائل متفرقة،مجمع الانهرص۲۷۳/ج۴/كتاب الرهن،دارالكتب العلمية بيروت، طحطاوى على الدر ص۲۳۶/ج۴/كتاب الرهن،دارالمعرفة بيروت.

[۲] الانتفاع به اى الرهن مطلقاً لاباستخدام ولاسكنٰى ولالبس الخ،الدرالمختار على الشامى زكرياج۱۰/ص۸۲/كتاب الرهن،زيلعى ص۶۷/ج۶/كتاب الرهن،مطبوعه امداديه ملتان، بحر ص۲۳۸/ج۸/كتاب الرهن،مطبوعه الماجديه كوئٹه.

سے معاملہ کرلیا جائے، جب وہ تیس روپیہ کے عوض یا جس نرخ پر فروخت کردے تب خریدار کو استعمال کرنا درست ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۱/۸۸ھ

رہن پر نفع

سوال:- اگر کسی نے کوئی چیز سوروپے کی زید کو دیکر زید سے پچاس روپے اس شرط پر لئے ہیں کہ اگر ایک سال کے اندر اندر پچاس روپے نہ لوٹائے تو وہ سوروپے کی چیز زید کے لئے ہوجائیگی، یا ایسا کہیں کہ ایک سال کیلئے گروی رکھا، تو اب سال ختم ہوجاتا ہے، لیکن روپیہ واپس نہیں کیا تو کیا کرنا پڑے گا، اور صاحب مقروض کو اتنی ہمت نہیں جس سے وہ پچاس روپیہ ادا کرکے اپنی چیز لے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح تو یہ معاملہ درست نہیں ہوا[1]، اب جبکہ قرض واپس کرنے کا وقت آیا اور اس کے پاس روپیہ دینے کو نہیں ہے تو اب معاملہ کرلے کہ ہماری فلاں چیز جو آپ کے پاس ہے اس کی قیمت یہ ہے آپ کا قرض اتنا ہے وہ چیز آپ خرید لیں تا کہ آپ کا قرض ادا ہوجائے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۶/۱۴۰۰ھ

[1] کل قرض جر نفعاً حرام وقال الشامی یکرہ للمرتھن الانتفاع بالرھن الخ درمختار مع الشامی زکریا ج۷/ص۳۹۵/کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة فصل فی القرض، مجمع الانھر ص۲۷۳/ج۴/کتاب الرھن، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۶/۶۷/کتاب الرھن، مطبوعہ امدادیہ ملتان، الاشباہ والنظائر ص۱۴۴/الفن الثانی، کتاب المداینات مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی۔

ناریل رہن رکھ کر اس کی آمدنی کھانا

سوال:- زید نے ناریل کا درخت گروی رکھ کر پانچ سال کی مدت پر پانچ سو روپیہ لیا، مدت گذرنے کے بعد پانچ سو روپیہ دیا، اب درمیانی سال کی آمدنی یعنی ناریل کی آمد بلا قیمت بکر کھاتا رہا یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناریل گروی رکھ کر اس کی آمدنی کھانا جائز نہیں یہ سود کے حکم میں ہے، "وفی الاشباہ کل قرض جر نفعاً حرام" درمختار علی ہامش ردالمحتار[1] ص ۱۹۴ / مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ الشامی پاکستان۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

موروثی زمین کو رہن رکھنا

سوال:- مسمیٰ زید نے (دوقطعہ کھیت تخمیناً پانچ بیگہ پختہ جسکا منافع بصورت لگان ۴۰/ سالانہ تخمیناً ہوتا ہے) داخلی رہن رکھدیا یعنی مالک اراضی مثلاً بکر کو دوسو روپیہ دیدئے کھیتوں پر قبضہ کرلیا اس شرط پر جس وقت میرا روپیہ دوسو دین ادا کردو گے، میں کھیت چھوڑ دونگا، اور منافع خود (یعنی زید) لیتا رہونگا، اس عقد رہن پر باقاعدہ ضابطۂ عدالت گورنمنٹ پورا کیا گیا، یعنی رجسٹری وغیرہ کی گئی، مالک اراضی مسمیٰ بکر کی ملک کاشتکارانہ تھی وہ ایک زمیندار کا مالگذار تھا، اس عقد رہن کے انعقاد کا زمانہ تخمیناً دس سال ہے کچھ دنوں سے تخمیناً چار سال

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا ج۷/ ص ۳۹۵/ کتاب البیوع باب المرابحۃ والتولیۃ فصل فی القرض، مطلب کل قرض جر نفعاً حرام، الاشباہ والنظائر ص ۱۴۴/ الفن الثانی، کتاب المداینات، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، قواعدالفقہ ص ۱۰۲/ مطبوعہ تھانوی دیوبند.

سے جب کہ مسمیٰ بکر کی مالی حالت بہت خراب ہوئی، زمیندار کو مال گذاری بھی زید ہی ادا کرتا ہے۔ یہ صورت مسئلہ کی ہے اس میں صرف دو سوال ہیں:

(۱) آیا شرعاً یہ عقد رہن یعنی داخلی رہن (جس صورت سے سمجھایا گیا) جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) اگر ناجائز ہے تو اب شرعی تدارک کیا ہے مفصل سمجھایا جائے، زید توبہ کرنے کو تیار ہے، اب تک فک رہن نہیں ہوا، بکر دوسو روپیہ ادا نہیں کرسکتا، زید دس سال سے منافع کما رہا ہے، نیز چار سال سے مالگذاری بھی زمیندار کو دیتا ہے، جو تخمیناً ۱۸/ روپیہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کھیت کسی اور شخص کی ملک ہے بکر کے پاس اس کی موروثی کاشت ہے اور بکر نے بعوض دوسو روپیہ قرض زید کے پاس اسے رہن رکھدیا اور زید نے دس سال تک اس کی آمدنی حاصل کی اور چار سال تک مالگذاری ۱۸/ بھی ادا کی اس تمام قضیہ میں تین چیزوں کا حکم تفتیش طلب ہے، کھیت و قرض دوسو روپیہ مالگذاری ۱۸/ روپیہ معاملہ فاسد در فاسد ہے، اس لئے تینوں چیزوں کا حکم لکھا جاتا ہے، کھیت کا بصورت موجودہ نہ زید کو رکھنا جائز ہے نہ بکر کو اس کا فوراً چھوڑ دینا واجب ہے، اس کے بعد مالک کو اختیار ہے، خواہ خود کاشت کرے یا اپنی رضامندی سے زید، بکر وغیرہ کسی کو کاشت پر دے یا بیع ہبہ، جو دل چاہے کرے، کیونکہ موروثی ناجائز ہے، لہٰذا بکر غاصب ہے[۱]، اس کو جائز نہیں کہ کسی دوسرے کے کھیت کو غصب کر کے کسی کے پاس رکھدے اور دس سال تک جو زید نے آمدنی حاصل کی ہے اپنا خرچہ بیج وغیرہ اس میں سے نکال کر باقی کو غرباء و مساکین پر صدقہ کردے، کہ یہ ملک

---

[۱] وعلى الغاصب ردالعين المغصوب الخ، هدايه ج۳/ ص ۳۷۳/ مطبوعه ياسر نديم اينڈ كمپنى ديوبند، كتاب الغصب، مجمع الانهر ص۷۸/ ج۴/ كتاب الغصب مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت، البحر الرائق ص ۱۰۹/ ج۸/ كتاب الغصب مطبوعه الماجديه كوئٹه.

خبیث ہے، اور جس قدر آمدنی بکر نے بغیر مالک کی رضامندی کے اس کھیت سے حاصل کی ہے، اس کا بھی یہی حکم ہے[1]۔

قرض دوسو روپیہ بدستور باقی ہے، بکر کے ذمہ اس کا ادا کرنا واجب ہے، ادا کرے یا معاف کرائے، مالگذاری ۱۸/زید نے اگر بکر کے کہنے پر بطور قرض ادا کی ہے، تو اس کو بھی بکر سے وصول کر سکتا ہے، اگر تبرعاً واحساناً ادا کی ہے، تو اس کے وصول کرنے کا حقدار نہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲۳/۸/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفر لہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ ہذا ۲۳/شعبان ۵۸ھ

کھیت کا رہن

سوال:- (۱) زید نے اپنا کھیت رہن رکھا اس شرط سے کہ میں جتنی مالگذاری زمیندار کو ادا کرتا ہوں اس قدر مرتہن ادا کر دیا کرے، یا سال میں اس قدر کٹ جایا کریگا، یعنی

---

[1] ویتصدق بالغلة، هدایه ج۳/ص ۳۷۵/کتاب الغصب مطبع یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند البحر الرائق ص ۱۱۳/ج۸/کتاب الغصب مطبوعه الماجدیه کوئٹه، ویاخذ رأس ماله وهو البذر وما غرم علی النقصان وما انفق علی الزوج ویتصدق بالفضل عندهما لخبثه لانه تصرف فی ملک الغیر الخ، سکب الانهر ص ۸۲/ج۴/کتاب الغصب دار الکتب العلمیة بیروت.
تفصیل ملاحظہ ہو (امداد الفتاویٰ ج۳/ص ۳۵۰/افغانی دار الکتب دیوبند)

[2] کمایستفاد طالب المحتال علیه المحیل بما ای بمثل ما احال به مدعیاقضاء دینه بامره فقال المحیل انما احلت بدین ثابت لی علیک لم یقبل قوله بل ضمن المحیل مثل الدین للمحتال علیه درمختارقوله بامره قیدبه لانه لوقضاء بغیر امره یکون متبرعاً الخ درمختار مع الشامی زکریا ص ۱۲/ج۸/و کراچی ص ۳۴۶/ج۵/کتاب الحوالة.

راہن کو مرتہن ادا کردیا کرے، جب پٹانے کے لئے روپیہ ہوجائے تو پٹانے کی صورت میں بقیہ روپیہ ادا کرلے، اور مالگذاری لے لینے کی صورت میں سب روپیہ ادا کرکے اپنا کھیت واپس لے لیوے، تو کیا صورت مذکورہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کیوں؟ جو بھی صورت ہو مدلل معہ حوالہ تحریر فرماویں؟

(۲) اگر کوئی صورت جواز کی ہو تو اس کو ضرور تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معلوم نہیں کہ اس کھیت کی پیداوار کس کے پاس رہے گی، راہن کے یا مرتہن کے، اگر مرتہن کے پاس رہے گی تو ناجائز ہے، ''لِاَنَّ کُلَّ قَرْضٍ جَرَّنَفْعاًفَھُوَ رِبوٰ''[1]،

(۲) جواز کی صورت یہ ہے کہ مالگذاری حسب دستور راہن کے ذمہ رہے[2]، اور پیداوار جو کچھ ہو وہ مرتہن اپنے پاس محفوظ رکھے[3]، پھر راہن قرض ادا کرے، اور کھیت مع پیداوار مرتہن سے وصول کرلے[4]، یا مرتہن اس کھیت کو بطور اجارہ راہن سے لیلے اور اجرت پیشگی ادا

[1] نصب الرایة ج۴/ص۶۰/مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل سورت الهند) کتاب الحوالة، شامی زکریاص۳۹۵/ج۷/باب المرابحة والتولیه فصل فی القرض مطلب کل قرض جرنفعاالخ الاشباه والنظائر ص۱۴۴/الفن الثانی، کتاب المداینات، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

[2] والاصل ان ماکان من حقوق الملک فهوعلیٰ الراهن الخ، بدائع زکریا ج۵/ ص۲۱۹/کتاب الرهن فی بیان من یصلح عدلاً الخ، البحرالرائق ص۲۳۹/ج۸/کتاب الرهن مطبوعه الماجدیه کوئٹه سکب الانهرص۲۷۷/ج۴/دارالکتب العلمیة بیروت.

[3] ونماء الرهن للراهن وهورهن مع الاصل الخ، الدرالمختار علی الشامی ج۱۰/ص۱۴۴/ مطبوعه زکریاومطبوعه کراچی ج۶/ص۵۲۱/کتاب الرهن فصل فی مسائل متفرقة، زیلعی ص۹۴/ج۶/کتاب الرهن باب التصرف فی الرهن الخ تحت فصل مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهرص۳۰۴/ج۴/کتاب الرهن باب التصرف فی الرهن الخ تحت فصل مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت.

[4] وهووجوب تسلیم المرهون عند الافتکاک الیٰ قوله یقضی الدین(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

کردے، اور میعاد اجارہ پوری ہونے پرکھیت واپس کردے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

زمین رہن پر دینے کی صورت

سوال:- ایک شخص اپنی زمین کسی کے پاس بالعوض سو روپیہ یا دوسو روپیہ رکھتا ہے، اس شرط پر کہ میں زمین تمہارے قبضہ میں دیتا ہوں اور جو کچھ پیداوار ہوگی تم کھاؤ پیو، اور سالانہ جو کچھ پیداوار ہوگی اس کے عوض دس روپیہ سالانہ سو روپیہ میں اور دوسو روپیہ میں بیس روپیہ سالانہ مجرا کرلینا، گویا میں نقد روپیہ نہیں دونگا، گویا دس سال کو میں نے زمین تم کو دیدی اس کے بعد زمین میری ہوگی، خواہ زمین میں کچھ پیدا ہو یا نہ ہو میں ذمہ دار نہیں؟

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر میں بیچ میں بقیہ روپیہ ادا کردوں تو زمین میری ہوجائیگی اس قسم کا لین دین کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں، کیونکہ یہ رہن کی صورتیں ہیں اور رہن میں راہن کو یا مرتہن کو انتفاع کا حق نہیں ہوتا، کما ہو مصرح فی کتب الفقہ، جواز کی صورت یہ ہے کہ زمین اجارہ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) اولاً ثم یسلم الرھن، بدائع زکریا ج۵/ص ۲۲۲/(فی بیان مایتعلق بکیفیۃالحکم) کتاب الرھن، مجمع الانھر ص ۲۷۳/ ج۴/ کتاب الرھن، دارالکتب العلمیہ بیروت، زیلعی ص ۶۶/ ج۶/ کتاب الرھن مطبوعہ امدادیہ ملتان.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] وتصح اجارۃ أرض للزراعۃ الخ، الدرالمختار مع الشامی ج۹/ص ۳۹/مطبوعہ زکریا کتاب الا جارۃ باب مایجوز من الاجارۃ الخ، سکب الانھر ص ۵۲۲/ ج۳/ باب مایجوز من الاجارۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، البحرالرائق ص ۱۱/ ج۸/ باب مایجوز من الاجارۃ مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

پر دیدی جائے، اور مدت اجارہ متعین کر کے جس قدر روپیہ کی ضرورت ہے بطور اُجرت پیشگی وصول کیا جاوے، اور اس مدت تک وہ شخص کھیتی وغیرہ کر کے زمین سے نفع حاصل کر کے پھر واپس کردے، "لیس للمرتهن الانتفاع بالرهن اھ مرأۃ ج ۱/ص ۳۸۹/"[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/رجب ۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/رجب ۶۴ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/رجب ۶۴ھ

رہن کی واپسی ورثاء راہن کیلئے

سوال:- زید نے اپنا مکان بعوض تین سو روپے پانچ سال تک کی مدت کے لئے بعوض تین سو روپیہ ماہوار خالد کو رہن رکھ دیا اور اس رہن نامہ کے اندر تحریر ہے کہ اگر اس مدت مقررہ میں رقم ادا نہ ہوئی تو رہن نامہ کو بیع نامہ تصور کیا جائے، اگر جواب نفی میں ہے تو ورثاءِ شرعی زید کے فوت ہونے پر مکان بیع کرنا چاہیں تو کیا بیع کا حق ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ رہن ہے بیع نہیں نہ رہن رکھتے وقت نہ پانچ سال گذرنے پر[2] زید قرض واپس

---

[1] ملتقی الابحر ص ۲۷۳/ج ۴/کتاب الرهن مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، زیلعی ص ۶۷/ ج ۶/کتاب الرهن مطبوعه امدادیه ملتان، لایحل له ان ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن الخ، شامی کراچی ج ۶/ص ۴۸۲/ومطبوعه زکریا ج ۱۰/ص ۸۳/(کتاب الرهن)

[2] ولوقال الراهن للمرتهن ان جئتک بحقک الیٰ وقت کذا والا فهولک بدینک اوبیع بحقک لم یجز وهورهن علیٰ حاله الخ، بدائع زکریادیوبند ج ۵/ ص ۲۱۵/ کتاب الرهن فی حکم الرهن، شامی زکریا ص ۵۴۵/ ج ۷/ باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹه ص ۲۰۹/ ج ۳/ کتاب البیوع، الباب العشرون الخ، مطلب بیع الوفاء.

کردے اور اپنا مکان لے لے چاہے فروخت کردے، قرض جتنا لیا ہے، اسی قدر واپسی ہوگی زیادہ کی نہیں[1]، زید کے بعد اس کے ورثاء کو بھی اس کا حق حاصل ہوگا[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۸۸ھ

ضمان مرہون میں کونسی قیمت معتبر ہوگی اور امانت کو رہن رکھنا

سوال:- زید کی بیوی کو طلاق ہوئی، زید کے سالے کو لڑکے کے والد نے کچھ قرضہ اپنی معرفت سے دلوایا تھا، انہوں نے کہا یہ روپیہ ادا کرو تو فیصلہ ہوگا، اس کے بعد یہ بات قرار پائی کہ اس کے عوض میں کچھ زیور کسی کے پاس جمع کردیا جائے، روپیہ ادا ہونے پر زیور واپس لے لیا جاوے گا، لہٰذا ایک پان طلائی ایک تولہ، ایک گلوبند طلائی، دونوں چیزیں ایک صاحب کے پاس جمع کردیں گئیں، تقریباً تین سال کے بعد وہ روپیہ زید کے سالے نے ادا کردیا، اسی دوران جن صاحب کے پاس وہ امانت رکھی تھی، کچھ پریشانیاں آئیں، اور انہوں نے اپنے زیور کے ساتھ امانت کی وہ چیزیں بھی گروی رکھدیں، پھر ان کی حالت خراب ہوگئی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ زیور بنیے کے یہاں ڈوب گیا، اب تقریباً بارہ سال کا عرصہ ہوگیا، اس وقت سونے کا بھاؤ، تقریباً ایک روپیہ تھا، اس دوران جن صاحب کے پاس زیور جمع تھا، ان کے لڑکوں نے

---

[1] کل قرض جر نفعاً فهو حرام، الاشباه والنظائر ص ۱۴۴/الفن الثانی کتاب المدانیات مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی،شامی زکریاص ۳۹۵/ج۷/کتاب البیوع فصل فی القرض مطلب کل قرض جر نفعاً الخ،نصب الرایه ص ۶۰/ج۴/کتا ب الحوالة مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[2] وهذا لو ورثته صغاراً فلو کباراً خلفوا المیت فی المال فکان علیهم تخلیصه .الدرالمختار مع الشامی ج ۱۰/ص ۱۴۲/مطبوعه زکریا دیوبند ومطبوعه کراچی ج۶/ص ۵۱۹/(کتاب الرهن باب التصرف فی الرهن والجنایة علیه الخ) سکب الانهر ص۳۰۳/ج۴/باب التصرف فی الرهن الخ دارالکتب العلمیه بیروت، الجوهرة النیرة ص۲۴۳/ج ۱/کتاب الرهن مطبوعه نعمانیه دیوبند.

زید کے داماد کے پاس کام کیا، اس کے ۱۲۲/روپئے ان کے داماد پر باقی رہ گئے، جب ان سے مانگنے گئے تو زید نے کہا کہ ہمارا زیور آپ کے پاس ہے، اس کے حساب میں مجرا کر لینا، اس کو بھی تقریباً پانچ برس ہوگئے، اب زید اپنا زیور لینا چاہتا ہے، امانت دار کہتا ہے کہ زیور جس وقت دیا تھا، اس وقت جو سونے کا بھاؤ تھا، وہ میں دوں گا، زید کہتا ہے کہ اس وقت سونے کا جو بھاؤ ہے اس حساب سے میں لونگا، اس بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس وقت روپیہ رہن کا معاملہ ختم کیا جارہا ہے، اس وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا، امانت دار کو حق نہیں تھا کہ وہ امانت کو اپنی ضرورت کے لئے رہن رکھدے، ایسی صورت میں اس کے ذمہ ضمان لازم ہے، اگر زیور ڈوب گیا اور رہن میں ختم کر دیا گیا تو اسکی موجودہ قیمت لازم ہوگی، امانتدار موجودہ قیمت دیکر بری الذمہ ہوجائیگا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۴ھ

بیع ورہن کی ایک صورت

سوال:- علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کیا فرماتے ہیں:

(۱) سراج الحسن صاحب مرحوم ایک زمین پر اپنا مکان تعمیر کراتے ہیں، تعمیر کے بعد اس زمین کا بیع نامہ اپنی بیوی کے نام کراتے ہیں بعد مدت طویل کے سراج الحسن صاحب کا انتقال ہوجاتا ہے، اور بیوی دو صاحبزادے اور لڑکی مسماۃ فاطمہ بیگم ان کے وارث ہوتے ہیں، بڑے صاحبزادے کی نالائقی کی بناء پر کچھ عرصہ بعد مسماۃ شفیق النساء زوجہ سراج الحسن

---

[1] الودیعة متی وجب ضمانها فان کانت من المثلیات تضمن بمثلهاوان کانت من القیمیات تضمن بقمتها یوم لزوم الضمان، شرح المجلة ص ۴۴۶/ ج ۱/اتحاد بکڈپو دیوبند، رقم المادہ ص ۸۰۳/.

مرحوم تن تنہا رہن رکھتی ہیں، اور فاطمہ بیگم اور عین الحسن کے دستخط بھی رہن نامہ پر کر جاتی ہیں، کچھ عرصہ کے بعد مسماۃ شفیق النساء مکان کو خود فروخت کر دیتی ہیں، جس کے محرک اعلیٰ مسمیٰ عین الحسن ہوتے ہیں، اس وقت بیعنامہ پر دستخط صرف عین الحسن کی طرف سے ہوتی ہیں، اور بیعنامہ مسماۃ کی طرف سے ہوتا ہے، بوقت بیعنامہ لڑکی مسماۃ فاطمہ بیگم بالغ اور شادی شدہ ہے اور عین الحسن اور شمس الحسن بھی بالغ ہیں، شمس الحسن کی عمر اس وقت ۱۹ر سال کی ہوتی ہے، عرصہ دوسال بعد مسماۃ فاطمہ بیگم وشمس الحسن کی طرف سے مقدمہ دائر کیا جاتا ہے، کہ والدہ کو ہم لوگوں کے حصے بیچنے کا کوئی حق نہیں ہے، لہٰذا ہم لوگوں کو ہمارا حصہ ملنا چاہئے، مسمیٰ شمس الحسن کا دعویٰ ہے کہ ہم نابالغ تھے اور مسماۃ فاطمہ بیگم باوجود بالغی کے اپنا حق طلب کرتی ہیں، امور قابل تنقیح حسب ذیل ہیں۔

(۱) رہن نامہ پر مسماۃ فاطمہ بیگم اور عین الحسن کے دستخط ہیں اور رہن کا مضمون یہ ہے کہ مکان کی میں تن تنہا مالک ہوں اس میں کسی کا کوئی حصہ نہیں ہے، محض اطمینان مہاجن کے لئے ان لوگوں کے دستخط کرائے جارہے ہیں، لیکن جب بیعنامہ ہوتا ہے تو دستخط صرف عین الحسن کے ہوتے ہیں، اور بیعنامہ پر فاطمہ بیگم کے دستخط نہیں ہیں، اور کچھ عرصہ بعد مسماۃ شفیق النساء (جو اصل بائع ہیں) اور فاطمہ اور شمس الحسن کی طرف سے دعویٰ ہوتا ہے۔

(۲) مدعیان کہتے ہیں کہ بیعنامہ ناجائز ہے لہٰذا ہمارا حصہ ملنا چاہئے۔

(۳) شمس الحسن اپنی نابالغی کا بھی عذر پیش کرتے ہیں، اور سابق رہن نامہ پر ان کے دستخط بھی نہیں ہیں۔

(۴) دعویٰ بیع کے دوسال بعد ہوا ہے۔

(۱) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع والدہ جو بحیثیت متولی ہیں، اول رہن بعدہ بیع کرتی ہے، اور صرف تن تنہا راہن اور بائع بنتی ہے، اس کا رہن اور بیع کل کی طرف سے صحیح ہوا یا نہیں، جب کہ تمام حضرات دوسال تک خاموش رہے۔

(۲) اگر شرعی حیثیت سے بیع باطل یا فاسد ہے اور استحقاق صحیح ہے، تو مشتری کو روپیہ واپس ملنا چاہیئے یا نہیں؟

(۳) زمین تن تنہا شفیق النساء کے نام سے خریدی جاتی ہے، اس سے مکان کی ملکیت پر کیا اثر پڑے گا، حالانکہ مکان سراج الحسن مرحوم کی ذاتی رقم سے بنایا گیا ہے۔

نوٹ: مدعیان کی نیت ہے کہ بذریعہ عدالت اپنے حصہ پر قابض ہو جائیں اور روپیہ نہ دیں اور وہ لوگ اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کررہے ہیں کہ مکان کے مالک ہمارے والد تھے، بعد وفات والد سراج الحسن مرحوم ہماری والدہ مسماۃ شفیق النساء کو تنہا بیع ورہن کا کوئی حق نہیں ہے، لہٰذا ہم لوگوں کا حصہ ملنا چاہیئے؟

(ب) مدعا علیہم زمین کے بیعنامہ اور رہن نامہ کے مطابق بیع کو جائز سمجھتا ہے، اور حصہ دینے پر تیار نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو اعتراض تھا تو رہن نامہ پر دستخط کیوں کیئے، جب کہ تنہا ملکیت مسماۃ شفیق النساء نے اس میں (لکھدی تھی)

(ج) اصل بائع بھی یعنی مسماۃ شفیق النساء بھی عدالت میں بیعنامہ سے انکا کررہی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم کو دھوکہ دے کر ایسا کیا گیا (یہ خلاف واقعہ ہے) اصل بات یہ ہے کہ مدعیان مفت میں قبضہ چاہتے ہیں۔

(د) اگر سچی گواہی دی جاتی ہے تو مدعا علیہم کا وکیل کہتا ہے کہ مقدمہ ہار جاؤنگا، بلکہ تمہیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ مسماۃ شفیق النساء نے خود اپنے روپئے سے مکان تعمیر کرایا ہے، لیکن اس وقت گواہوں کو اللہ نے کچھ دینی امور کی طرف مائل کردیا ہے، وہ لوگ غلط گواہی کے لئے تیار نہیں ہیں اب شرعاً یہ بتلایا جائے کہ سچی گواہی دینے سے ایک شخص کا روپیہ مفت میں ڈوبتا ہے، لہٰذا اگر صاحب حق کا حق دلانے کے لئے جھوٹ بول سکتے ہیں یا نہیں؟ اور یہ بیع و رہن کا کیا حکم ہے اور دعویٰ کیسا ہے، قدرے تفصیل ہو تو زیادہ بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ سراج الحسن مرحوم نے بیوی کے نام بیعنامہ کردیا ہے، خواہ بیوی کی زمین میں مکان بنایا ہے، اورصرف تعمیر کا بیعنامہ کیا ہو اور زمین کی بیوی پہلے سے مالک ہو یا زمین بھی سراج الحسن کی ہو اور زمین وتعمیر ہر دو کا بیعنامہ بیوی کے نام بعوض دین مہر کیا ہو تو زوجہ اس کی تنہا مالک ہے اس کو ترکہ سراج الحسن تجویز کرکے دیگر ورثہ کا مطالبہ میراث کرنا بے محل ہے، تنہا شفیق النساء کو اس کے رہن وبیع کا پورا پورا اختیار ہے، ایسی صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مسماۃ نے بحیثیت متولی رہن یا بیع کیا ہے، خاص کر جب کہ رہن نامہ میں تن تنہا مالک ہونے کی تصریح بھی ہے، اور دوسروں کے دستخط کیوجہ محض حصول اطمینان ظاہر کی گئی ہے، شروع سوال میں مسماۃ کے نام بیعنامہ کا ذکر ہے اور ۳/(ب) کے حاشیہ پر مذکور ہے کہ اس کا ثبوت نہیں تو وہ بیعنامہ کہاں گیا، بیعنامہ پر بائعہ کے دستخط کافی ہیں کسی اور کے دستخط کی ضرورت نہیں، عین الحسن کے دستخط نہ ہوتے تب بھی بیعنامہ صحیح تھا، بیعنامہ کے ناجائز ہونے کی وجہ مدعیان کیا بیان کرتے ہیں، حالانکہ عین الحسن کے اس پر دستخط ہیں اتنی مدت تک مدعیان کیوں خاموش رہے، اور درمختار مسائل شتی میں مذکور ہے کہ اگر کسی زمین کو فروخت کیا جائے، اور بائع کے اقارب اس پر سکوت کریں اور پھر اس بیع کو فسخ کرانا چاہیں کہ یہ بیع ہماری مرضی کے خلاف ہوئی ہے، تو ان کا قول معتبر نہیں ہوگا[1]۔

امید ہے کہ اس تحریر میں سوال کے تمام اجزاء کا جواب آ گیا تاہم نمبر وار جواب بھی تحریر ہے۔

---

[1] باع عقاراً اوحیواناً اوثوبا وابنه وامرأته اوغیر هما من اقاربه حاضر یعلم به ثم ادعی الابن مثلا انه ملکه لاتسمع دعواه، شامی زکریا ج۱۰/ ص۴۶۷/ کتاب الخنثی، مسائل شتی، مجمع الانهر ص ۴۸۱/ ج۴/ کتاب الخنثی، مسائل شتی، دارالکتب العلمیه بیروت، بحر کوئٹه ص۴۸۳/ ج۸/ کتاب الخنثی مسائل شتی.

(۱) صورت مسئولہ میں والدہ تن تنہا مالک ہے، کیونکہ سراج الحسن مرحوم نے یہ مکان بعوض مہر مسماۃ کے نام بیع نامہ کیا ہے[۱] اور فاطمہ بیگم اور عین الحسن بھی رہن نامہ پر اس کے گواہ ہیں لہٰذا مالک ہونے کی حیثیت سے اس کو بیع اور رہن کا پورا اختیار ہے[۲]۔

(۲) بیع کے باطل اور فاسد ہونے کی کوئی شرعی وجہ نہیں لہٰذا نہ بیع فسخ کی جائے گی، نہ روپیہ مشتری کو واپس دلایا جائیگا[۳]۔

(۳) اگر مسماۃ شفیق النساء کے نام زمین خریدی اور اس کو دیدی گئی ہے اور پھر اس کی اجازت سے سراج الحسن مرحوم نے اس پر مکان تعمیر کیا ہے، تو وہ مکان مسماۃ ہی کا ہے، البتہ جو رقم تعمیر میں صرف ہوئی ہے، وہ مسماۃ کے ذمہ ہے پھر اگر بعوض مہر سراج الحسن نے ساقط کر دی تو اب کسی کو اس کے طلب کرنے کا اختیار نہیں، اور اگر بغیر اجازت تعمیر کیا ہے تو وہ مسماۃ ہی کا ہے اور مسماۃ کے ذمہ وہ خرچ شدہ رقم بھی واجب نہیں اور اگر سراج الحسن نے وہ مکان اپنے لئے تعمیر کیا ہے، تو وہ تعمیر سراج الحسن کی ہے، لیکن جب کہ وہ مسماۃ کو بعوض مہر دیدیا تو وہ مکان بھی مسماۃ کا ہوگیا، اگر مسماۃ کو نہ دیتا تو مسماۃ کو اختیار تھا کہ اس مکان کو مسمار کرانے کا مطالبہ کرتی[۴]۔

---

[۱] اعلم ان اسباب الملک ثلاثة ناقل کبیع وهبه وخلافة کارث واصالة وهو الاستیلاء حقیقة، الدرمع الشامی کراچی ص۴۶۳/ج۶/کتاب الصید، بحر کوئٹه ص۲۵۸/ج۵/اول کتاب البیوع.

[۲] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء، بیضاء شریف ص۷/ج۱/تحت قوله مالک یوم الدین الایة، طبع رشیدیه دهلی شرح المجلة ص۶۵۴/ج۱/رقم المادة ص۱۱۹۲/ طبع اتحادبکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص۱۰/ج۷/کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم.

[۳] اذاکان البیع لازمانا فذافلیس لاحدالمتبایعین الرجوع عنه، شرح المجلة ص۲۱۱/رقم المادة ص۳۷۵/مطبوعه اتحادبکڈپو دیوبند.

[۴] عمر دار زوجته بماله باذنها فالعمارة لها والنفقة دین علیها لصحة امرها ولو عمر لنفسه بلا اذنها فالعمارة له ویکون غاصباللعرصة فیؤمر بالتفریغ بطلبهاذالک (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

نوٹ: یہ ظلم ہے۔(ب) مدعی علیہم کا جواب تو بظاہر صحیح ہے۔

(ج) کیا سارے کاغذ پر دستخط کرالئے گئے اور کیا اس بیعنامہ پر کوئی گواہ موجود نہیں اگر شرعی گواہ موجود ہیں تو ان کی گواہی قبول ہوگی، اور مسماۃ کا انکار غیر معتبر ہوگا، اور کیا رہن نامہ بھی دھوکہ دیکر کرایا گیا ہے۔

(د) اگر حق کا فیصلہ اور ظلم سے نجات اسی پر موقوف ہے تو گواہوں کو توریہ اور تعریضاً کذب کی اجازت ہے صریح جھوٹ سے احتراز کریں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹؍ربیع اول ۷۱ھ

جب تک بیعنامہ اور رہن نامہ سامنے نہ ہو اور گواہوں کے بیانات نہ ہوں اس وقت تک فریقین کی تصدیق وتکذیب مشکل ہے، معاملہ طے کرنے والوں کو سب جزؤں کو غور سے دیکھ کر فیصلہ کرنا چاہئے، سوال سے کچھ متعارض باتیں ظاہر ہوتی ہیں، اس لئے جوابات صرف سوالات کے مطابق لکھدیئے گئے ہیں، اصل حقیقت کے بدلنے سے جوابات بھی بدل جائیں گے، اول فیصلہ کرنے والے تحقیقات کریں اس کے بعد اگر کسی مسئلہ میں اشکال ہو تو تحقیق کرلی جائے۔

سعید احمد غفرلہٗ ۱۰؍ربیع الاول ۷۱ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ولها قوله ولها معطوف على نفسه اى ولو عمر لهابلااذنهافالعمارة لها وهو متطوع فى البناء فلارجوع له،الدرمع الشامى كراچى ص۷۴۷/ج۶/مسائل شتى،مجمع الانهر ص۴۸۸/ج۴/كتاب الخنثى مسائل شتى مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت،بحر كوئٹه ص۴۸۵/ج۸/كتاب الخنثى مسائل شتى.

[۱] الكذب مباح لاحياء حقه ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعريض لان عين الكذب حرام، شامى زكريا ج۹/ص۶۱۲/كتاب الحظر والاباحة ،فصل فى البيع،الدرالمنتقى مع الجمع ص۲۲۱/ج۴/كتاب الكراهية فصل فى المتفرقات طبع بيروت،مجمع الانهر ص۲۲۱/ج۴/ كتاب الكراهية،فصل فى المتفرقات طبع بيروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اباحت اور تملیک

سوال:۔ اباحت اور تملیک میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تملیک ایک جنس ہے جس کے تحت متعدد انواع ہیں، ہبہ، صدقہ، عطیہ، نحلہ، ہدیہ صلہ وغیرہ۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷؍۳؍۹۴ھ

ہبہ اور تملیک میں کیا فرق ہے؟

سوال:۔ ہبہ اور تملیک میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تملیک عام ہبہ خاص ہے، اسلئے عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لان التمليک ای لفظ مايدل على التمليک سواء کان لفظ التمليک اوغيره من الهبة والصدقة حاشية هدايه ، ج۲/ص ۳۰۵/ کتاب النکاح، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] اسلئے کہ تملیک کے معنی ہیں مطلقاً مالک بنانا اور ہبہ کہتے ہیں بغیرعوض کے کسی شئی کا مالک بنانا "اماتفسير ها شرعاً فهی تمليک عين بلاعوض .عالمگيری،ص ۳۷۴/ج۴/ (مطبع کوئٹه)کتاب البهة،الباب الاول، شرح المجلة ص۴۶۲ج۱ رقم المادة (۸۳۳) الکتاب السابع فی الهبة، مطبوعه اتحاد بکڈپو ديوبند، ملتقى الأبحر على هامش المجمع الأنهر ص ۴۸۹ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت.

ہبہ کے لئے قبضہ شرط ہے

سوال:۔ایک شخص نے اپنا مکان دوسرے کو ہبہ کر دیا، لیکن ہبہ کرنے والا اسی مکان میں رہتا ہے، اس مکان میں سے اپنا سامان نکالا نہیں ہے، ایسی صورت میں یہ ہبہ کرنا صحیح ہوا یا نہیں، مع حوالہ کے جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

ہبہ تامہ مکمل ہونے کے لئے موہوب لہٗ کا قبضہ ضروری ہے صورتِ مسئولہ میں قبضہ بدستور واہب کا رہا، اس لئے ہبہ تام نہیں ہوا، یہ مسئلہ کتب فقہ درمختار،[1] شامی، عالمگیری،[2] خانیہ[3]، ہدایہ[4] وغیرہ سب میں مذکور ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹؍۷؍۹۳ھ

ہبہ مشاع

سوال:۔مسماۃ لطیف النساء زوجہ قاضی محمد رزق اللہ صاحب مرحوم المغفور نے اپنی زندگی میں بحالت قائمی حواس خمسہ روبرو چند اشخاص معتمد قوم وعزیزان خود اپنے سوتیلے بیٹے مسمیٰ محمد ثناء اللہ صاحب سے یہ فیصلہ کیا تھا، کہ جوتر کہ مجھے تیرے باپ سے آٹھویں سہام کی

---

[1] وتتم الهبة بالقبض الكامل الخ درمختار مع الشامی ،ص ۶۹۰/ج۵/ مطبوعه کراچی مطبوعه زکریا ،ص ۴۹۳/ج۸/ کتاب الهبة .

[2] عالمگیری ،ص ۳۷۷/ج۴/ مطبع کوئٹه، کتاب الهبة،الباب الثانی.

[3] خانیه علی الهندیه ،ج۳/ص ۲۶۱/(مطبوعه کوئٹه) کتاب الهبة.

[4] هدایه ،ج۳/ص ۲۸۳/ اول کتاب الهبة (مطبوعه تهانوی دیوبند)

E:\F.M.Failnal\Jild-25\17-Hiba & Hadya Ke Ahkam

رو سے پہنچتا ہے، اور جو میرا مہر واجب ہے، وہ میں تجھ کو دیتی ہوں، اور جو ترکہ میرے والدین سے مجھے پہنچتا ہے، وہ میں اپنی بہن کی اولاد کو دیتی ہوں اس میں تمہارا کوئی حق نہیں اور جو کہ میں تمہیں دے چکی ہوں، اس میں ان کا کوئی حق نہیں فریقین نے اسی فیصلہ کو منظور کرلیا، اور فریقین کو اس پر قبضہ دیدیا۔ تقریباً عرصہ بیس سال تک اسی پر عمل درآمد رہا اور مسماۃ مذکورہ اس عرصہ میں اپنی بہن کے یہاں رہی اب انکا انتقال ہوگیا ہے، کیونکہ فیصلہ کی رو سے اگرچہ قبضہ فریقین کا ہے، لیکن کاغذات مال میں غلطی سے بعض جگہ اندراج ہے، اور بعض جگہ نہیں، اب سوال یہ ہے کہ فیصلہ شرعی از روئے شرع شریف جائز ہے یا جائز نہیں ہے؟ اور بعض جگہ اندراج نہ ہونے کا کچھ اثر ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

صورت مسئولہ میں عقد ہبہ ہے مقسوم کا ہبہ قبضہ سے تمام ہوجاتا ہے، پس اگر فریقین کا حصہ تقسیم ہوکر ان کے قبضہ میں آچکا ہے تو یہ ہبہ صحیح اور تام ہے کاغذات میں اگر اندراج غلط ہے تو شرعاً اس کا اعتبار نہیں ہے، اصل چیز یعنی قبضہ ہر فریق کا اپنے حصہ پر موجود ہے، کاغذات کے اندراج کو صحیح کرالیا جائے، اگر فریقین کا حصہ تقسیم ہوکر ان کے قبضہ میں نہیں آیا، بلکہ بلاتقسیم ہبہ کر کے قبضہ کرادیا ہے، جس میں ان فریقین کا حصہ بھی ہے، اور ان کے علاوہ بھی کسی دوسرے کا حصہ بھی ہے، تو یہ ہبہ صحیح نہیں بلکہ فاسد ہے، فریقین اس حصہ کے مالک نہیں ہوئے، البتہ واہبِ ہبہ نے اگر تقسیم کراکے اپنے حصے پر قبضہ کرلیتے تو ہبہ صحیح ہوجاتا، تجدید عقد ہبہ کی ضرورت نہیں تھی، " **لووهب مشاعاً يقسم، ثم قسمه وسلمه صح وملكه لان التمام بالقبض وعنده لاشيوع فافادانه لوقبضه مشاعاً لايملكه فلاينفذ تصرفه لانها هبة فاسدة مآلا وهى مضمونة بالقبض ولايفيد الملك للموهوب له وهو المختار ولوباعه الموهوب له لايصح كذافى المبتغىٰ بحر**

،ص ۲۸۶/ ج۷/ ۔[1] **وبما ذكره ههناعلم ان قوله : (تصح فى مقسوم) معناه انها تملك بهذه الشروط لان الصحة متوقفة علىٰ القسمة لانه لووهب شائعاًيقسم تصح الهبة من غير ملك ولهذالوقبضه مقسوما ملكه ولوكان شرطاللصحة لاحتيج الىٰ تجديد العقد كما لايخفىٰ بحر،ص ۲۸۷/ ج۷/ "۔**[2]

اب چونکہ واہب کا انتقال ہو چکا ہے، اس لئے فریقین کا جو حصہ واہبہ نے دیا تھا، وہ اب ورثہ کی ملک ہے، ورثہ اگر چاہیں ہبہ با قاعدہ کر دیں اگر چاہیں واپس کر لیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ شعبان ۵۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ شعبان ۵۴ھ

ہبۂ مشاع کی ایک اور صورت

سوال:۔ زید کی ہندہ سے سوائے ایک لڑکی کے کوئی اولاد نہ تھی، اس لئے اس نے اپنی زندگی کا نباہ پار کرنے کے لئے عمر کو اپنا لڑکا بنالیا، عمر ہوش سنبھالتے ہی زید کی کماحقہ خدمت گذاری میں مصروف رہا، اس سے خوش ہو کر زید نے اپنا زرخرید نصف مکان عمر کو ہبہ کر دیا، عمر نے اپنی آمدنی سے اس کی از سر نو تعمیر کی، پھر زید نے عیش وآرام کی زندگی پانے کی وجہ سے آخری عمر میں بقیہ نصف مکان بھی چند گواہوں کے سامنے ہبہ نامہ تحریر کر دیا تاکہ عمر کو بوقت ضرورت کام آئے، اور زید نے اپنی لڑکی کی شادی کر دی، وہ اپنی سسرال رہتی ہے، زید کے انتقال کے بعد وہ لڑکی میراث کی طلبگار ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ لڑکی اس مکان

---

[1] البحرالرائق ،ص ۲۸۶/ج۷/ (مطبع كويٹه) كتاب الهبة، مجمع الأنهر ص۴۹۴ ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] البحر الرائق كوئٹه ص۲۸۷ ج۷ كتاب الهبة.

میں حصہ دار ہے یا نہیں؟ اور زید کا عمر کو کل مکان کا ہبہ کرنا شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکان اگر اتنا بڑا ہے کہ نصف نصف کر کے تقسیم کر دیا جائے تو دونوں حصوں سے انتفاع ہوسکتا ہے، اور پھر زید نے تقسیم کر کے عمر کا قبضہ نصف پر نہیں کروایا، بلکہ حسب سابق زید بھی مالکانہ حیثیت سے رہتا رہا، اور عمر بھی رہتا رہا، تو یہ نصف کا ہبہ فاسد صحیح نہیں ہوا،[1] پھر آخری عمر میں جو دوسرا بقیہ نصف ہبہ کیا ہے، اگر وہ مرض الموت میں ہبہ کیا ہے، تو وہ بھی صحیح نہیں ہوا،[2] عمر نے اپنی آمدنی سے جو کچھ اس پر خرچ کیا ہے، وہ زید کے ساتھ تبرع ہوا، لڑکی کو میراث طلب کرنے کا حق حاصل ہے، اگر ہبہ کی اس کے علاوہ کوئی اور صورت پیش آئی ہے، یعنی مکان چھوٹا تھا، جو تقسیم کے بعد قابل انتفاع نہ رہتا، یا تقسیم کر کے عمر کے قبضہ میں نصف دے دیا، اور اس نصف سے اپنا قبضہ ختم کر دیا یا بقیہ نصف مرض الموت میں ہبہ نہیں کیا، بلکہ تندرستی میں ہبہ کیا تو اس صورت کو متعین کر کے جواب حاصل کیا جائے، آپ نے سوال میں کوئی تصریح نہیں کی اسلئے ایک شق کا جواب لکھ دیا گیا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۵ھ

---

[1] لان هبة المشاع الذى تمكن قسمته لايصح الخ البحرالرائق ،ص ۲۸۶/ج۷/ (مطبع كوئٹه) كتاب الهبة، خانية على هامش الهندية ص۲۶۷ ج۳ كتاب الهبة، فصل فى هبة المشاع، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، مجمع الأنهر ص۴۹۴ ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] إذا وهب واحد فى مرض موته شيئاً لأحد ورثته، وبعد وفاته لم يجز سائر الورثة لا تصح تلك الهبة، اصلاً، لأن الهبة فى مرض الموت وصية، ولا وصية للوارث، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہبہ مشاع

سوال:۔ایک شخص دو ہفتہ سے حبس بول میں مبتلا تھا جب وہ کسی ترکیب وعلاج سے دفع نہیں ہوا اور تکالیف مرض حد سے گذر کر امید صحت وزندگی بالکل باقی نہیں رہی تب اس حالت ناامیدی وتعطل عقل میں مریض نے اپنی جائیداد منقولہ کا۔ جواز قسم زمینداری دوکانات ومکانات سکنیٰ کی تھی، اپنے چاروں لڑکوں کے نام بلاتصریح ان کے حصص باہمی کا ہبہ نامہ لکھدیا اور اس میں یہ بھی لکھدیا کہ موہوب لۂ کو ہم نے قبضہ دے دیا مگر درحقیقت کسی قسم کا قبضہ واقعی وغیر واقعی اس وقت اب تک نہیں دیا گیا، واہب بدستور سابق قابض ودخیل ہے، اور اختیارات مالکانہ عمل میں لا رہا ہے۔

(۲) سب جائیداد موہوبہ یعنی زمینداری دودکانات ومکانات دوسرے شرکاء کے ساتھ مشترک ہیں اور بلاتقسیم کے ہبہ کی گئی ہیں، نیز یہ کہ حصص جائیداد غیر منقسم بحق موہوب لہ ہبہ ہوئے، اس میں بھی موہوب لۂ کے حصص کی صراحت نہیں ہے کہ کتنا حصہ کس کو ہبہ کیا گیا؟

(۳) مکانات مردانہ وزنانہ غیر منقسم کو بلا اس اسباب واثاث البیت کے کہ جو واہب کا اس میں رکھا ہوا تھا، ہبہ کیا گیا ہے۔

(۴) وقت تحریر ہبہ نامہ کے تین موہوب لہ بروقت تجارت دور دراز مقامات میں تھے، صرف ایک موہوب لۂ واہب کے پاس موجود تھا، مگر جلسہ تحریر ہبہ نامہ میں وہ بھی موجود نہ تھا، بلکہ کسی ضرورت سے باہر گیا ہوا تھا، اس لئے باہم واہب وموہوب لہ میں ہبہ کا ایجاب وقبول بھی نہیں ہوا۔

(۵) جب چند ہفتہ کے بعد واہب کو احتباس بول سے نجات ملی تب وہ بعض دیگر

(بقیہ اگلے صفحہ پر) شرح المجلة ص ۸۳-۸۴ ج ۱، الکتاب السابع فی الهبة، الفصل الثانی فی هبة المریض، رقم المادة (۸۷۹)، مطبوعه اتحاد دیوبند.

شکایتوں کے علاج کے لئے دہلی چلا گیا تب اس موہوب لہٗ حاضر نے بلا اجازت واطلاع واہب کے تقریباً تین مہینہ کے بعد درخواست داخل خارج دے کر اپنے نام اور دوسروں کے نام داخل خارج کرالیا، مگر اس کے بعد بھی کسی قسم کا قبضہ موہوب لہم کا نہیں ہوا۔

(۶) اب موہوب لہم میں سے دو شخص جائیداد موہوبہ کے منافع کے واہب سے دعویدار وطلب گار ہیں، واہب کو دینے سے اس لئے انکار ہے کہ ہبہ نامہ بوجوہات مذکورہ صدر غیر نافذ اور کالعدم وباطل ہے۔

بقیہ دو موہوب لہم کو بر بناء ہبہ نامہ کے کوئی دعویٰ جائیداد موہوبہ کے متعلق نہیں ہے، ان دونوں میں سے ایک وہ ہے کہ جس نے تین مہینہ کے بعد درخواست داخل خارج دے کر اپنے نام ونیز دوسروں کے نام داخل خارج کرایا تھا۔

(۷) ہبہ نامہ متذکرہ صدر ماہ اگست ۱۹۳۱ء میں تحریر ہوا تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں جو ہبہ نامہ تحریر ہوا اس کی وجہ سے لڑکوں کو قبضہ اور مطالبہ کا حق نہیں کیونکہ ہبہ کے لئے ایجاب وقبول ضروری ہے، اگر قبول نہ ہو تو قبضہ ضروری ہے، مجلس عقد میں قبضہ بلا اذن واہب درست ہوتا ہے، اور بعد المجلس واہب کے منع کرنے کی صورت میں درست نہیں ہوتا، اور اذن کی صورت میں درست ہوتا ہے، نیز تعطل حواس کی حالت میں جبکہ مرض کی وجہ سے عقل مخبوط ہو چکی ہو، عقد ہبہ وغیرہ صحیح نہیں ہوتا، اسی طرح ہبہ مشاع (غیر منقسم) بھی صحیح نہیں ہوتا۔

”وتصح بایجاب وقبول ولوبالفعل فی حق الموهوب لهٗ، ثم شرائط صحتها فی الواهب العقل، والبلوغ، والملک، وفی الموهوب ان یکون مقبوضاً غیرمشاع، غیرمشغول، وتتم بالقبض الکامل فان قبض فی المجلس بلااذن

صح وبعده لابدمن الاذن، والحاصل انه إن اذن بالقبض صريحا، صح قبضه فى المجلس وبعده، ولونهاه لم يصح قبضه لافى المجلس ولابعده، لوكان الموهوب غائبا فذهب وقبض أن ياذن صح والا لاا ھ .سكب الانهر ،ص ۳۵۳/ ج ۲/ [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ ۸/ ۵۸ھ

ان كان السوال كذٰلك فالجواب كذٰلك

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ شعبان ۵۸ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ شعبان ۵۸ھ

ہبہ مشاع

سوال:۔ایک قطعہ کھانا مین ۲/ ۷/ سہام عبد الوہاب اور ۵/ سہام حاجی عبد الرزاق کا حق وحصہ ہے، اوران لوگوں کے مابین مکان کی تقسیم نہیں ہوئی ہے، اورتا حیات ان لوگوں کے مکان مشترک رہ گئے، علاوہ ازیں ایک قطعہ مکان مملوکہ ومقبوضہ حاجی عبد الرزاق، حاجی صاحب کے تین لڑکے عبد الرب، عبد الحفیظ، عبد المجید، باحیات ہیں، ایک لڑکا عبد العزیز حاجی صاحب کی حیات میں انتقال کرگیا، عبد العزیز کے دولڑکے ممتاز احمد وشبیر احمد ہیں، حاجی عبد الرزاق وعبد الوہاب کے ورثاء میں تقسیم مکان کے بارے میں نزار پڑگئی، شبیر احمد ایک ہبہ نامہ کے ذریعہ ہر دو مکانات میں سے ایک چوتھائی حصہ پر استحقاق ظاہر کررہا ہے، ہبہ نامہ مذکور کے اندر مکان مشترک نہیں کیا گیا، بلکہ مسلم مکان کا مالک حاجی عبد الرزاق کو دکھلایا گیا ہے، اور جزوموہوبہ کو علیحدہ ہی کیا گیا ہے، اورنہ حاجی صاحب نے ہی اپنی زندگی

[1] سكب الانهر علىٰ مجمع الانهر ص ۴۹۰-۴۹۲/ ج۳/ كتاب الهبة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، در مختار على الشامى كراچى ص۶۸۷-۶۹۰ كتاب الهبة، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۸۴-۲۸۶ ج۷ كتاب الهبة.

میں کوئی جزا الگ کر کے کسی کو دیا ہے، صورت مسئولہ میں دریافت طلب بات یہ ہے کہ مشترک مکان میں سے بلاتقسیم کئے ہوئے ہبہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ یا مملوکہ مکان میں سے بغیر علیحدہ کئے جز و موہوبہ کو ہبہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں، اور کیا ورثاء شرعی ہی ضروری ہے کہ مذکورہ ہبہ نامہ کی رو سے شبیر احمد کو مکانات میں سے ایک چوتھائی حصہ کر کے دیدی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چھوٹی کوٹھری جو تقسیم ہو کر قابل انتفاع نہ رہے اسکے جز کو بلاتقسیم بھی ہبہ کرنا درست ہے، بڑا مکان جو تقسیم ہونے کے بعد قابل انتفاع باقی رہتا ہے، اس جز کو بلاتقسیم کے ہبہ کرنا درست نہیں، غیر کی ملک کو ہبہ کرنا بھی بے محل ہے ''**وتصح هبة مشاع لايحتمل القسمة أى ليس من شأنه أن يقسم بمعنىٰ لايبقى منتفعابه بعد القسمةاصلا كعبد ودابة ولايبقى منتفعا به بعد القسمة من جنس الانتفاع الذى كان قبل القسمة كالبيت الصغير والحمام لاتصح هبة ماأى مشاع يحتملها أى القسمة على وجه ينتفع بعد القسمة كماقبلها كالأرض والثوب والدار ونحو ذٰلک (مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر،**[1] ج ۲ / ص ۳۴۲ / **كتاب الهبة)** جب کہ واہب نے موہوب لہٗ کا قبضہ جز و موہوب پر نہیں کرایا، اور تقسیم کر کے اپنی ملک سے ممتاز نہیں کیا، تو ہبہ قابل عمل نہیں[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۶ھ

الجواب صحیح سید مہدی حسن صدر مفتی دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۶ھ

---

[1] مجمع الانهر ، ج۳/ص ۴۹۴/ كتاب الهبة مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، عالمگيرى دار الكتاب ص ۳۷۶ ج ۴ كتاب الهبة، الباب الثانى فيما يجوز من الهبة وما لا يجوز.

[2] ثم شرائط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضاً غير مشاع مميزاً غير مشغول،سكب الانهر على هامس المجمع ص ۴۹۰/۳، كتاب الهبة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، درمختار على الشامى كراچى ص ۶۸۸/۵، كتاب الهبة، بحر كوئٹه ص ۲۸۵/۵، كتاب الهبة،

ہدیہ میں یہ شرط لگانا کہ کسی کو نہیں دیں گے

سوال:۔ اگر کوئی شخص ہدیہ دے اور یہ پابندی لگادے کہ دوسرے کو دینے کی اجازت نہیں ہے، تو کیا اس طرح ہدیہ لینا درست ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً

ہدیہ لینا تو درست ہے، [1] مگر پابندی کا اقرار نہ کرے بلکہ تسلیم کرنے سے انکار کردے تاکہ وہ غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہبہ میں واپسی کی شرط

سوال:۔ (۱) ذیل میں ایک مسئلہ درج کیا جاتا ہے، اس کا شرعی طور پر جواب دیا جائے تو باعث شکر ہوگا۔

مولوی خواجہ حسین صاحب مرحوم

۱ احمد شریف لڑکا ۲/عبدالنبی فرزند ۳/حسین صاحب فرزند امام بی بی دختر

حسین بی بی محبوب بی بی دختر

بیوہ موجود موجود

اس مسئلہ کے واقعات یہ ہیں کہ مولوی خواجہ حسین نے اپنے لڑکے احمد شریف کے انتقال کے بعد اپنی بیوی کے نام تیس ایکڑ زمین کردی، اس شرط پر کہ بحیات اس سے

---

[1] وحكمها أنها لا تبطل بالشروط الفاسدة الخ الدرالمختار على الشامى زكريا، ج۸/ص۴۹۰/ اول كتاب الهبة، مجمع الأنهر ص۴۹۱ج۳ سكب الأنهر ۴۹۰ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

منتفع ہو، اور بعد وفات اراضی واپس کردے، اب خواجہ حسین کا انتقال ہوگیا، تو بہو ہبہ شدہ زمین اپنی لڑکی محبوب بی بی کے نام منتقل کرنا چاہتی ہے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) خواجہ حسین کی پوتی محبوب بی بی وارث ہے یا نہیں خواجہ حسین کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مولوی خواجہ حسین صاحب نے بیس ایکڑ زمین جو اپنی بہو (بڑے لڑکے احمد شریف مرحوم کی زوجہ کے نام ہبہ کرکے اس کا پورا قبضہ کرادیا ہے، یہ ہبہ شرعاً صحیح ہوگیا[۱] بیوہ اس کی مالک ہوگئی، یہ شرط کہ ''بعد وفات زمین واپس کردی جائے'' شرعاً معتبر نہیں، ابھی تو بیوہ حیات ہے، اور وہ خود مالک ہے، اس سے واپس لینے کا حق نہیں، وہ جس کو چاہے دے سکتی ہے، کسی کو روکنے کا اختیار نہیں، بیوہ کی وفات کے بعد بھی کسی کو واپس لینے کا اختیار نہیں ''جاز العمریٰ للمعمر لهٗ ولورثته بعده لبطلان الشرط (درمختار) العمری هی إن یجعل داره له عمره فاذا مات ترد علیه اھ شامی، ج۵/ص ۵۳۰/۔[۲]

البتہ خواجہ حسین صاحب کے ترکہ سے انکی پوتی محبوب بی بی کو میراث نہیں ملے گی،[۳] اگر خواجہ حسین کے والدین اور بیوی پہلے وفات پاچکے ہیں، تو ان کا ترکہ اس طرح تقسیم

[۱] وتتم الهبة بالقبض الكامل (درمختار علی هامش الشامی، ج۸/ص۴۹۳/ (مطبوعه زکریا) کتاب الهبة.

[۲] شامی (زکریا، ج۸/ص۵۱۷/کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، فصل فی مسائل متفرقه، مجمع الأنهر ص۵۰۸ ج۳ وسکب الأنهر ص۵۰۸ ج۳، باب الرجوع فی الهبة، فصل فی مسائل متفرقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] ویسقطن بالابن، السراجی فی المیراث، ص۱۳/ فصل فی النساء، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص۴۹۴ ج۸ کتاب الفرائض، عالمگیری ص۴۵۲ ج۶ کتاب الفرائض، الباب الرابع فی الحجب، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

ہوگا، کہ پانچ حصے بنا کر دو دو حصے دونوں لڑکوں کو (عبدالنبی و حسین احمد) کو ملیں گے اور ایک حصہ ان کی لڑکی (امام بی بی) کو ملے گا،[1] اگر ان کے ذمہ کوئی قرضہ ہو تو اس کی ادائے گی مقدم ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۳/۲۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۸۷/۳/۲۱ھ

ہبہ میں قبضہ شرط ہے ورنہ وراثت ہوگی

سوال:۔(۱) زید نے دو نکاح کئے پہلی بیوی سے دو لڑکے اور چار لڑکیاں اور دوسری بیوی سے ایک لڑکا ہے، زید کے دو مکان ہیں، ایک نیا ایک پرانا ہے، زید نے پرانے مکان کا تمام سامان اپنی پہلی بیوی کی اولاد میں تقسیم کردیا تھا، اور مکان پر خود قابض رہے تھے اور مکان میں خود تصرف کرتے رہے، پہلی بیوی کے دو لڑکوں کو کچھ حصہ رہنے کے لئے دیا، اس کا کرایہ بھی ان سے وصول کرتے رہے، کچھ حصہ جو دوسرے کرایہ داروں کو دیا تھا، اس کا کرایہ بھی خود ہی وصول کرتے رہے، پھر پرانے حصہ کا کچھ دوسری بیوی کے لڑکے کو اس کی

---

[1] واما لبنات الصلب فاحوال ثلاث النصف للواحدة والثلثان للاثنين فصاعدة ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين وهو يعصبهن، السراجي في الميراث ،۱۲/ فصل في النساء مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بزازية على هامش الهندية مطبوعه دار الكتاب ص۴۵۵ ج۶ كتاب الفرائض، الفصل الأول، عالمگیری ص۴۴۸ ج۶ کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، مطبوعه دار الكتاب.

[2] تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه ...... ثم تقضٰى ديونه من جميع ما بقى من ماله الخ السراجي في الميراث ص۲ مطبوعه مكتبة الأسعدى سهارنپور، در مختار على الشامي كراچی ص۷۶۰ ج۶ كتاب الفرائض، عالمگیری ص۴۴۷ ج۶ کتاب الفرائض، الباب الأول، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

شادی کے دو تین سال بعد ہبہ کر دیا، اور ہبہ کئے ہوئے حصہ پر قبضہ بھی دے دیا وہ دوسری بیوی سے پیدا شدہ زید کا لڑکا زید کے دیئے ہوئے پرانے مکان کے حصے میں اپنی بیوی کے ساتھ رہنے لگا اور کچھ اس میں کا حصہ کرایہ پر دے دیا، کرایہ خود لڑکا وصول کرتا ہے، زید نے کرایہ داروں سے کہہ بھی دیا کہ اس حصہ کا مالک یہ دوسری بیوی والا لڑکا ہے، اس کو کرایہ دیا کرو، البتہ باقی حصے پر خود تا زندگی قابض اور متصرف رہا، دوسرے نئے مکان کو زید نے حج سے واپسی کے بعد دوسری بیوی کے نام سرکاری طور پر با قاعدہ رجسٹری بھی کرا دیا، اور بیوی کی اجازت سے کچھ حصہ کرایہ پر اٹھا دیا، کرایہ بیوی کے پاس آتا رہا۔

زید کے انتقال سے چند ماہ قبل اس کی دوسری بیوی مر گئی، اس کے مرنے کے بعد زید نے یہ تحریر دوسری بیوی کے لڑکے سے لکھوائی اور پڑھنے کے بعد دستخط کر دیئے، تحریر میں لکھا ہے کہ میں اپنا حق شوہری اپنی دوسری بیوی کی اولاد کو دیتا ہوں، زید کے انتقال کے کئی سال بعد مکان کی تقسیم کا مسئلہ اٹھا زید کی پہلی بیوی کے لڑکے نے ایک سادہ کاغذ پر لکھی ہوئی ایک تحریر پیش کی ہے، اور کہنے پر کہ دوسری بیوی کے جب کوئی اولاد نہ ہوئی تھی، اور نہ زید حج کے لئے گیا تھا، اس وقت کی یہ تحریر ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ (میں اپنا پرانا مکان پہلی بیوی کی اولاد کو دیتا ہوں اور دوسرا مکان دوسری بیوی کو دیتا ہوں اور جو گرہستی از سرنو باقی ہے، یہ آئندہ بنے گی، اس کی مالک دوسری بیوی ہوگی) پس پہلی بیوی کی اولاد کا کوئی حق نہیں رہے گا، زید کی اس تحریر کا کوئی علم اس کی زندگی میں دوسری بیوی کے لڑکے کو نہیں تھا، اب دریافت طلب یہ امور ہیں زید کی طرف منسوب یہ قدیم تحریر معتبر ہے یا نہیں اور اس کے مطابق یہ ہبہ صحیح ہوا یا نہیں؟

(۲) زید کے مکان جدید قدیم میں سے کس کا ہبہ صحیح مانا جائے گا، اور کون مکان جائیداد متروکہ مان کر ورثاء میں تقسیم ہوگی؟

(۳) زید کے انتقال پر یہ ورثاء ہیں پہلی بیوی کے دو لڑکے اور چار لڑکیاں، دوسری بیوی کا ایک لڑکا ہے، ہر ایک کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

E:\F.M.Failnal\Jild-25\17-Hiba & Hadya Ke Ahkam

الجواب حامداً ومصلیاً

اس قدیم تحریر کے تسلیم کرنے میں تأمل ہے وہ یہ کہ ’’جن پرانے مکان کے متعلق پہلی بیوی کے لڑکوں کو دینا‘‘ تحریر ہے، زید کا عمل اس سے انکار کرتا ہے، کیونکہ زندگی بھر اس مکان پر خود قابض ومتصرف رہا، اور کرایہ وصول کرتا رہا، حتیٰ کہ اپنے لڑکوں کو جو حصہ دینے کے لئے دیا، ان سے بھی کرایہ وصول کیا جیسا کہ دوسرے کرایہ داروں سے اگر واقعۃً یہ تحریر زید کی ہو اور اس نے ہبہ کر بھی دیا ہو تب بھی موہوب لہٗ کا قبضہ وتصرف نہ ہونے کی وجہ سے ہبہ تام نہیں ہوا،[1] پس یہ مکان زید کا ترکہ ہے۔

(۲) جن مکان کے ہبہ کے بعد قبضہ بھی کرا دیا اور اپنا قبضہ ہٹا لیا وہ ہبہ صحیح ہے۔[2]

(۳) زید کا کل ترکہ جس میں مکان دوکان جائیداد گھر کا سامان اور نقد سب شامل ہیں، بعد ادائے دینِ مہر وغیرہ اسی حصے بنا کر ۱۰/ حصے مذکورہ بیوہ کو ملیں گے، سات سات حصے چاروں لڑکیوں کو ملیں گے، چودہ چودہ حصے پہلی بیوی کے دونوں لڑکوں کو ملیں گے، اور چودہ حصے دوسری بیوی کے لڑکے کو ملیں گے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۲/۱۴۰۰ھ

---

[1] ومنها ان يكون الموهوب مقبوضاً حتى لايثبت الملک للموهوب له قبل القبض عالمگیری، ج۴/ ص ۳۷۴/ کتاب الهبة، الباب الأول، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، درمختار على هامش الشامى ،ج۸/ص ۴۸۹/ (زكريا)كتاب الهبة، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] وتتم الهبة بالقبض الكامل وكل الموهوب لهٗ رجلين بقبض الدار فقبضاها جاز، شامی (زكريا) ص۴۹۳/ ج۸/ كتاب الهبة، سكب الأنهر ص۴۹۰، ج۳، مع مجمع الأنهر ص ۴۹۱، ج۳، كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت،

[3] اما للزوجات فحالتان الٰى قولهٖ والثمن مع الولد اوولدالابن وان سفل واما لبنات الصلب فاحوال ثلاث الى قوله ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين فصاعدة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہبہ بالشرط

سوال:۔ زید اور عمر آپس میں دوست ہیں دونوں میں تعلقات کثیرہ ہیں، زید نے عمر سے کہا کہ فلاں شئی مجھے ہبہ کردے، عمر نے اس شرط پر کی کہ تم یہاں سے گھر نہیں لے جا سکتے ،ہم دونوں استعمال کریں گے، لیکن ملک تمہاری ہے اور قبضہ کرادیا، اب کئی سال کے بعد زید اس شئی کو گھریا اور کہیں لے جانا چاہتا ہے، اور عمر اس کے انتفاع سے بالکل محروم رہ جاوے گا نیز زید یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے یہ شرط اس وقت قبول نہیں کی تھی، بلکہ میں نے تو اتنی مقدار پیسے دیدیئے تھے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہبہ نہیں ہوا تھا، بلکہ بیع ہوئی تھی، اور عمر کہتا ہے کہ اس شئی کے عوض کچھ پیسہ نہیں دیا گیا، اور نیز عمر کہتا ہے کہ اگر آپ نے مقدار معین دی تھی تو میں ادا کردونگا، اور وہ شئی مجھے دیدی جائے، اس میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ہبہ صحیح ہے شرط باطل ہے، واپس لینا مکروہ تحریمی ہے اگر پیسے دینے کا ثبوت ہوتو واپسی کا مطالبہ بالکل ناجائز ہے ،اور خلاف شرع ہے، " **قال اصحابنا جمیعاً اذاوھب ھبةً وشرط فیھا شرطاً فاسداً فالھبة جائزة والشرط باطل اھ فتاویٰ عالمگیری، ص ۳۹۶/ ج ۴/**[۱] **ویصح الرجوع فیھا ای فی الھبة کلاً اوبعضاً ولکن**

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) السراجی فی المیراث، ص ۱۱/ فصل فی النساء، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری ص۴۴۸، ۴۵۰ ج۶ کتاب الفرائض، الباب الثانی، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، در مختار علی الشامی کراچی ص ۷۷۰ ج۶ کتاب الفرائض.

(صفحہ ہذا) [۱] عالمگیری ،ص ۳۹۶/ ج۴/ (مطبوعہ کوئٹہ) الباب الثامن فی حکم الشرط فی الھبة کتاب الھبة، سکب الأنھر علی ھامش المجمع ص ۴۹۰ ج۳ کتاب الھبة، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، در مختار علی الشامی کراچی ص ۶۸۸ ج۶ کتاب الھبة.

یکرہ تحریماً ویمنع منه حروف دمع خزقة مجمع الانهر، ص ۳۵۹/ ج ۲/ ر[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہبہ میں بعض اولاد کو بعض پر فضیلت دینا

سوال:۔ ایک شخص وقف علیٰ الاولاد کرنا چاہتا ہے، یا اولاد کو ہبہ کرنا چاہتا ہے، اور اس میں تفریق وترجیح کا طریقہ اختیار کرنا چاہتا ہے، بعض اولاد کو قریباً کل منافع وقف یا ہبہ کرنا چاہتا ہے، اور بعض کو ایسا جز جو غیر معتد بہ ہو دیتا ہے، تو یہ تفضیل وترجیح شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور نعمان ابن بشیرؓ صحابی کا قصہ جنہوں نے اپنی بعض اولاد کو بعض اولاد پر ہبہ اور عطیہ میں ترجیح دی تھی، مہربانی فرما کر اس کا ترجمہ فرما دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تفریق وترجیح بلا وجہ شرعی گناہ ہے، یعنی اگر ایک کو نقصان پہنچانا مقصود ہو اور دوسرے کو نفع پہونچانا مقصود ہو اور کوئی وجہ شرعی اس نفع اور نقصان کی نہ ہو تو ایسا کرنا گناہ ہے تاہم ایسا کرنے سے ہبہ صحیح ہو جائے گا، یعنی جس کو کم ملا ہے، اس کو شرعاً حق نہیں کہ وہ زیادہ والے سے ہبہ کرائے، اور اگر کوئی وجہ شرعی ہے مثلاً یہ کہ جس کو زیادہ دیتا ہے، وہ صالح اور دیندار ہے اور اسی وجہ سے اس کو زیادہ دیتا ہے، اور جس کو کم دیتا ہے، وہ بدچلن، اور غیر متدین ہے، اور اسی وجہ سے اسکو کم دیتا ہے، تو ایسا کرنا گناہ نہیں، بلکہ جائز ہے، حتی کہ اگر کسی کو معلوم ہو کہ میری اولاد تمام مال اور جائیداد کو خدا کی نافرمانی میں صرف کردے گی تو اس کے لئے بہتر ہے

[1] مجمع الانهر، ص ۴۹۹/ ج ۳/ کتاب الهبة، باب الرجوع عنها، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، در مختار على الشامى كراچى ص۶۹۸ ج۶ باب الرجوع فى الهبة، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۹۰-۲۹۱ ج۷ باب الرجوع فى الهبة.

کہ اپنی اولاد کے واسطے کچھ نہ چھوڑے بلکہ اپنا مال تمام مصارف خیر میں صرف کردے[1]، ”عن النعمان بن بشیرؓ أن أباہ اتیٰ به الیٰ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم فقال انی نحلت ابنی هٰذا غلاماً فقال اکل ولدک نحلت مثله قال لاقال فارجعه .بخاری شریف“۔[2]

ترجمہ:۔ نعمان ابن بشیر سے روایت ہے کہ ان کے باپ ان کو حضور ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس لڑکے کو ایک غلام دیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا ہر اولاد کو ایسا ہی دیا ہے؟ جواب دیا کہ نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے رجوع کرلو!(بخاری شریف) ”قال الطیبی، فیه استحباب التسویة بین الاولاد فی الهبة فلایفضل بعضهم علیٰ بعض الیٰ قوله ولو وهب بعضهم دون بعض فمذهب الشافعیؒ ومالکؒ وابی حنیفةؒ انه مکروه ولیس بحرام والهبة صحیحة[3]۔ ولووهب جمیع ماله من ابنه جاز قضاء وهو اٰثم نص علیه محمدؒ ولوخص بعض اولاده لزیادة رشده لابأس به وان کان سواء .[4]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولاد کو ہبہ کرنے میں مساوات مستحب ہے، پس بعض

---

[1] سیأتی تخریجه

[2] بخاری شریف ص۳۵۲/ج۱/ مکتبه اشرفی دیوبند، حدیث نمبر۲۵۱۴/ کتاب الهبة، باب الهبة للولد،

[3] طیبی شرح مشکوٰة ،ص ۱۸۱/ج۶/ (مطبع کراچی) کتاب البیوع، باب العطایا، باب بلا ترجمة، الفصل الأول، تحت حدیث النعمان بن بشر، مرقاة شرح مشکوٰة شریف ص۳۷۷ج۳ المصدر السابق، مطبوعه بمبئی، شرح نووی علی هامش المسلم ص۳۷ج۲ کتاب الهبات، باب کراهة تفصیل بعض الأود وفی الهبة، مطبوعه رشیدیه دهلی.

[4] بزازیه علیٰ الهند یة ،ص ۲۳۷/ج۶/ مطبع کوئٹه ،کتاب الهبة، الجنس الثالث فی هبة الصغیر، عالمگیری کوئٹه ص۳۹۱ج۴ کتاب الهبة، الباب السادس فی الهبة للصغیر، در مختار علی الشامی زکریا ص۵۰۱و۵۰۲ج۸ کتاب الهبة،

کو بعض پر فضیلت نہ دے، اور اگر بعض کو دیا اور بعض کو نہ دیا تو امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے، حرام نہیں ہے، اور اگر تمام مال ایک لڑکے کو دیدیا تو قضاءً جائز ہے، اور گنہگار ہوگا، اور امام محمدؒ نے اس کو صراحۃً بیان کیا ہے، اور بعض کو اس کی نیکی کی وجہ سے ہبہ کے ساتھ مخصوص کرلیا ہے، تو اس میں کچھ حرج نہیں، اور جو سب برابر ہوں تو ایسا نہیں کرنا چاہئے ۔"**رجل وهب فی صحته کل المال للولد جاز فی القضاء ویکون اٰثماً فی ماصنع وان کان فی ولده فاسق لاینبغی ان یعطیه اکثرمن قوته کی لایصیر معیناله فی المعصیة ولوکان ولده فاسقاً واراد ان یصرف ماله الیٰ وجوه الخیر ویحرمه عن المیراث هذا خیرلهٗ من ترکه ولوکان الولد مشتغلاً بالعلم لابالکسب فلا بأس بان یفضله**"[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲؍شعبان ۱۳۵۵ھ

الجواب صحیح:۔سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲؍شعبان ۱۳۵۵ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲؍شعبان ۱۳۵۵ھ

اپنی جائیداد کو اپنی زندگی میں ورثہ پر تقسیم کرنا

سوال:۔(۱) زید ابھی حیات ہے، لیکن بطور حفظ ماتقدم کہ آئندہ اہل میں جھگڑا وفساد نہ ہو اس لئے زندگی ہی میں اندازہ سے تقسیم جائیداد فرمارہے ہیں، درست ہے یا نہیں؟

(۲) کیا زید چونکہ ابھی حیات ہے اس لئے ساری جائیداد اس کی ملک ہے، اس

---

[1] عالمگیری ص ۳۹۱/ج۴/ مطبع کوئٹه، کتاب الهبة، الباب السادس فی الهبة الصغیر، بزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۲۳۷/۶، کتاب الهبة، الجنس الثالث، خانیة علی هامش الهندیة ص ۲۷۹ ج۳ کتاب الهبة، فصل فی هبة الوالد لولدہٖ الخ، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

لئے اپنی زندگی میں جس کو جتنا چاہے دینے کا شرعاً مجاز ہے، یا نہیں؟ ایسا کرنے پر ورثاء راضی نہیں ہیں۔

(۳) اگر شرعی طور سے تقسیم ہی حیات میں بھی ضروری ہے تو حسب ذیل حالات ہیں جو درج ذیل ہیں، براہِ کرم جس کا جو شرعی حق دیا جانا چاہئے تحریر فرما دیا جائے، تو سب کو ان کے حق کے موافق حق کی تقسیم کر کے زید اور اس کے ورثاء عنداللہ ماجور ہو سکیں؟ رہبری چاہتے ہیں۔

زید کی دو بیویاں ہیں ایک کا نام حفیظہ بیگم مرحومہ ہے، جس کے بطن سے ۴؍ مرد ولد ہیں، اور دو لڑکیاں ہیں جو بالغ ہیں، ان میں سے دو لڑکوں کی اور لڑکیوں کی شادی ہوگئی ہے، نیز زید کی دوسری بیوی جو حیات ہیں، ان کا نام بی بی پاشا جہاں ہے، ان کے بطن سے ۳؍ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، جن میں سے ایک لڑکی بالغ ہے، اور شادی بھی ہوگئی ہے، باقی دو لڑکے اور لڑکیاں نابالغ ہیں، ترکہ کی تقسیم میں لڑکے کو کتنا حصہ ملے گا، اور لڑکی کو کیا اور بیوی کا کیا حصہ ہوتا ہے، نیز مرحوم بیوی کا حصہ بھی نکلا جانا ضروری ہے، یا نہیں؟ اگر نکلا جانا ضروری ہے تو پھر اس حصہ کے حقدار اس کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد ہو سکتی ہے یا کل ورثاء میں زید اس کو تقسیم کرنے کا مجاز ہے، براہِ کرم اس کا جواب جلد از جلد مطلوب ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید اپنی زندگی میں اپنی مملوکہ جائیداد میں تصرف کا مختار ہے جس کو جس قدر مناسب سمجھے دیدے کسی کو اعتراض کا حق نہیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ کسی ہونے والے وارث کو طبعی رنج کی وجہ سے ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو اس لئے ایسی حالت میں مفتیٰ بہ قول کے مطابق لڑکی کو بھی لڑکے کے برابر حصہ دیا جائے،[1] آٹھواں حصہ نکال کر موجودہ بیوی کو دیا جائے،[2] بقیہ کو

---

[1] عن ابی یوسفؒ انه لابأس به اذالم یقصد به الاضرار وان قصد به الاضرار سوی بینهم یعطی الابنة مثل مایعطی للابن وعلیه الفتوی.عالمگیری، ص ۳۹۱/ج۴/ (مطبوعه کوئٹه) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

گیارہ حصے بنا کر ہر دو بیویوں سے پیدا شدہ لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر دیدیا جائے، مرحومہ بیوی کا کوئی حصہ نہیں، [1] لیکن اگر اس کا مہر باقی ہو ادا نہ کیا گیا ہو نہ اس نے معاف کیا ہو تو وہ اس کے ورثہ کو ملے گا، [2] جن میں خود شوہر بھی حصہ دار ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۶ ۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۶ ۱۴۰۶ھ

وارثوں کو ہبہ کرنا

سوال: ۔ زید نے اپنی زندگی میں جائیداد، دولڑکی اور تین لڑکوں کے درمیان اس طور پر تقسیم کی کہ سب سے عمدہ زمین دولڑکیوں کو دوڈھائی بیگہ دی اور یہ کہا کہ تم کو کم تو ضرور دی مگر سب سے عمدہ زمین دی، اور تین لڑکوں میں بقیہ زمین تقسیم کردی، تینوں کو علیحدہ علیحدہ گیارہ گیارہ بیگہ زمین دی، زید نے لڑکوں سے کہہ دیا کہ اس سے زائد نہیں ملے گا، بقیہ زمین اپنے

(بقیہ اگلے صفحہ پر) کتاب الهبة، الباب السادس فی الهبة للصغیر، در مختار مع الشامی زکریا ص ۵۰۱، ۵۰۲ ج۸ کتاب الهبة، قاضی خان علی الهندیة ص ۲۷۹ ج۳ کتاب الهبة، فصل فی هبة الوالد لولده الخ، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[2] اما للزوجات فحالتان، الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الإبن وإن سفل والثمن مع الولد أو ولد الإبن وإن سفل، السراجی فی المیراث ص۷ فصل فی النساء، مطبوعه مکتبه الأسعدی سهارنپور، عالمگیری ص ۴۵۰ ج۶ کتاب الفرائض، الباب الثانی، مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

(صفحہ ہٰذا) [1] وشروطه ثلاثة : موت مورث حقیقةً أو حکماً ...... ووجود وارثه عند موته حیاً حقیقة أو تقدیراً، سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر ص ۴۹۴ ج۴ کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی ص۷۵۸ ج۶ کتاب الفرائض.

[2] لأنه کان دیناً فی ذمته فلا یسقط بالموت، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۸۴ ج۳، کتاب النکاح، باب المهر.

E:\F.M.Failnal\Jild-25\17-Hiba & Hadya Ke Ahkam

خرچ کے لئے رکھ لی اخیر میں لڑکوں کے حوالہ کی باضابطہ قانونی رجسٹری نہیں کرایا، زبانی ہبہ انہوں نے کر دیا، اس ہبہ کو شریعت مانتی ہے کہ نہیں؟ اب دو بہن وغیرہ زید کی موت کے بعد بھائیوں سے حصہ طلب کرتی ہیں، اب ان لوگوں کا حصہ کیسا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

والد اپنی صحت تندرستی کی حالت میں اپنی اولاد لڑکے اور لڑکی کو جو چیز دیدے، یعنی ہبہ کر دے اور اپنا قبضہ اُٹھا کر اس کا قبضہ کرادے وہ چیز اس کی ملک ہو جاتی ہے، چاہے زبانی ہبہ کیا ہو یا تحریر بھی لکھ دی ہو، وہ چیز ترکہ نہیں بنے گی، اور دوسروں کو تقسیم کے مطالبہ کا حق نہیں ہوگا، کسی کو کم دے یا زیادہ دے، البتہ کسی وارث کو محروم کرنے یا نقصان پہنچانے کی اگر والد نے نیت کی ہو تو اس سے والد کو گناہ ہوگا، اس لئے والد کو چاہئے کہ سب اولاد کو برابر دے، لڑکے اور لڑکی ہر دو کا حصہ برابر رکھے، ایسا نہ کرے کہ لڑکے کو لڑکی سے دوہرا حصہ دیدے، یہ حکم میراث کا ہے "**وفی الخانية لابأس بتفضيل بعض الا ولاد فی المحبة لانها عمل القلب و كذافي العطايا ان لم يقصد به الا ضرار وان قصده يسوى بينهم يعطى البنت كالابن عند الثانی وعليه الفتوى ولووهب فی صحته كل المال للولد جاز واثم درمختار**[1]، ج۴/ص ۵۱۳/ اگر مرض الموت میں رہے تو وہ وصیت کے حکم میں ہے، اور وصیت بحق وارث درست نہیں "**وكونه غير وارث وقت الموت**" (**درمختار على هامش الشامی نعمانيه**، ج۵/ص ۴۱۶/[2]) پس اگر والد نے تندرستی

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ج۵/ص۶۹۶/کتاب الهبة، خانية على هامش الهندية ص ۲۷۹ ج۳ کتاب الهبة، فصل فی هبة الوالد لولده، مطبوعه کوئٹه، البحر الرائق ص۲۸ ج۷ کتاب الهبة، فروع.

[2] درمختار مع الشامی کراچی، ج۶/ص ۶۴۹/اول کتاب الوصايا، مجمع الأنهر ص۴۱۷ ج۴ مع سكب الأنهر ص۴۱۷ ج۴ کتاب الوصايا، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت.

کی حالت میں مرض الموت سے پہلے دولڑکی اور تین لڑکوں کو زمین طریقہ مذکورہ پر دی اور ہر ایک کا قبضہ اس کے حصہ پر کرایا ہے، تو وہ ہبہ صحیح معتبر ہوگیا[۱] اس میں وارثت جاری نہ ہوگی، جس کو کم ملا ہے، اس کو مطالبہ کا حق نہیں ہوگا، ہاں اگر والد کا مقصود لڑکیوں کو نقصان پہنچانا تھا، تو اس سے گناہ ہوا، اگر زبانی ہبہ تو کیا مگر بطریق معروف قبضہ نہیں کرایا تو وہ ہبہ تام نہیں ہوا، اس میں وراثت جاری ہوگی، اور وراثت میں لڑکے کا حصہ لڑکی سے دوہرا ہوگا، مثلاً اگر ورثاء صرف یہی دولڑکی اور تین لڑکے ہوں، بیوی اور والدین کا پہلے انتقال ہو چکا ہے، تو مرحومہ کا ترکہ جس میں وہ زمین بھی داخل ہے، جس پر ہبہ کے بعد قبضہ نہیں کرایا مرض الموت میں ہبہ کیا ہے آٹھ حصہ بنا کر دو دو حصے تینوں لڑکوں کو ملیں گے، ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو ملے گا۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۵ھ

زندگی میں اولاد کو ہبہ کرنے کا طریقہ

سوال:۔ زید اپنی حیات میں اس کے پاس جو ہے وہ اپنی اولادوں میں تقسیم کردے، زید مذکور کے ایک لڑکا اور دولڑکیاں ہیں، تو فی روپیہ کیا نکلتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حق وراثت تو زید کے انتقال کے بعد ہوگا، اگر رفع نزاع کے لئے اپنی زندگی میں

---

[۱] وتتم الهبة بالقبض الكامل(درمختار مع الشامی کراچی، ج۵/ص ۶۹۰/ کتاب الهبة)، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص۳۷۷ ج۴ کتاب الهبة، الباب الثانی، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[۲] للذكر مثل حظ الانثيين ،الاية ،سوره نساء آيت ۱۱/.

ترجمہ:. لڑکے کا حصہ دولڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے۔(بیان القرآن)

دینا چاہے تو ان سب کو برابر دے یہی مناسب ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لڑکی کو ایک تہائی ہبہ لڑکے کو دو تہائی

سوال:۔ زید کے ایک دختر اور ایک خوردسال پسر تھا، جوان ہونے پر دختر کی شادی کردی اور اپنا اثاث البیت بقدر ایک تہائی کے بطور جہیز کے اس کی شادی میں دیدیا تھا، بقایا دو تہائی اس بھائی خوردسالہ کے لئے محفوظ رکھا کہ وہ جب بالغ ہوجائے اپنے سامان کو تصرف میں لائے، اور زید بیمار ہوگیا، زید کی بیماری کی حالت میں تہائی سامان بھائی کا بہن لے گئی، اور اپنا تہائی سامان مقفل کر کے اسی مکان میں رہنے دیا، بھائی نے بالغ ہوکر بہن کے ایک تہائی کو اپنا بیان کر کے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا، اور عدالت نے سامان مذکور بھائی کو دیدیا، کیا بھائی اپنے دو تہائی کے عوض میں ایک تہائی سامان بہن کا اپنے تصرف میں لاسکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو سامان اپنی صحت اور تندرستی کی حالت میں زید نے اپنی لڑکی کے حوالہ کردیا، اس میں تو کوئی تردد نہیں کہ وہ لڑکی کی ملک ہے اور جو باقی رہا وہ اگر اپنے چھوٹے بچے کو ہبہ کردیا کہ میں اس کو دے چکا ہوں یہ اس کی ملک ہے، تو وہ سب اس لڑکے کی ملک ہوگیا، اس میں لڑکی یا کسی دوسرے وارث کا کوئی حصہ نہیں، ایسی حالت میں بہن نے جو بھائی کا سامان لیا

---

[1] وینبغی للرجل ان یعدل بین اولادہ فی النحلیٰ الخ بدائع الصنائع ،ص ۱۲۷/ج۶/ (مطبوعہ کراچی) کتاب الھبة : قبیل فصل فی حکم الھبة، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۸۸ج۷ کتاب الھبة، فروع، عالمگیری ص ۳۹۱ج۴ الباب السادس فی الھبة للصغیر، کتاب الھبة، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

ہے، وہ غصب اور ناجائز ہے، اس کے ذمہ واجب ہے کہ اس کا سامان واپس کردے،[1] اور بھائی کو حق ہے کہ اپنا سامان واپس لے لے، اگر بہن بعینہٖ وہ سامان واپس نہ دے، تو جس طرح ممکن ہو اپنا حق وصول کرے،[2] اور یہ اس وقت ہے کہ لڑکے کو بحالت صحت وتندرستی ہبہ کیا ہو، اگر مرض الموت میں ہبہ کیا ہے، یا ہبہ نہیں کیا یعنی زبان سے نہ کہا محض دل میں نیت تھی کہ یہ اس کو دیدونگا، تو اسمیں زید کے انتقال کے بعد شرعی طور پر میراث جاری ہوگی،[3] جس کی تفصیل پورے ورثاء کے ظاہر کرنے سے معلوم ہوسکتی ہے تاہم لڑکے کا حصہ لڑکی سے دوہرا ہوگا، لڑکی نے جب اپنے حق سے زیادہ لیا ہے، تو لڑکا اس زیادتی سے اپنا حق وصول کرسکتا ہے!

نابالغ بچہ کو اگر باپ کوئی شئی ہبہ کرے تو اس میں صرف عقد ہبہ کافی ہوتا ہے، اس بچہ کا قبضہ تمامیت ہبہ کے لئے ضروری نہیں ہوتا، بالغ کو اگر ہبہ کرے تو اس میں قبضہ ضروری ہوتا ہے،[4] مرض الموت کی حالت میں ہبہ کرنا وصیت کے حکم میں ہے، اور وارث کے حق میں

---

[1] ویجب ردعین المغضوب فی مکان غصبه اومثله ان هلک الخ درالمختار علی الشامی، ص ۲۶۶/ ج۹/ مطبع زکریادیوبند، مطبوعه کراچی ص ۱۸۲/ج۶/ کتاب الغصب، مطلب فی رد المغصوب الخ، مجمع الأنهر ص۷۸ ج۴ کتاب الغصب، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بدائع کراچی ص۱۴۸ ج۷ کتاب الغصب، فصل فی حکم الغصب.

[2] لیس لذی الحق أن یأخذ غیر جنس حقه قال الشامی تحته : ان عدم الجواز کان فی زمانهم اما الیوم فالفتویٰ علیٰ الجواز الخ درمختار مع الشامی زکریا، ص ۲۰۲/ج۹/ مطبوعه کراچی، ص ۴۲۲/ج۶/ کتاب الخطر والاباحة، فصل فی البیع)

[3] لا تجوز هبة المریض ولا صدقته إلا مقبوضة فاذا قبضت جازت من الثلث وإذ مات الواهب قبل التسلیم بطلت ...... لان حق الورثة یتعلق بمال المریض، عالمگیر ص ۴۰۰ ج۴ کتاب الهبة، الباب العاشر فی هبة المریض، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، المحیط البرهانی ص۲۰۵ ج۹ کتاب الهبة والصدقة، الفصل العاشر فی هبة المریض، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

[4] وهبة الاب لطفله تتم بالعقد لان قبض الاب ینوب عنه الیٰ قوله وقید بالطفل لان الهبة للولد الکبیر لاتتم الابقبضه الخ البحرالرائق، ص ۲۸۸/ج۷/مطبوعه کوئٹه. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وصیت نافذ نہیں ہوتی، تاوقتیکہ دوسرے ورثہ اجازت نہ دیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۵/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم

صحیح عبداللطیف ناظم مدرسہ ہذا ۵/ربیع الاول ۵۹ھ

اولاد کو ہبہ میں کمی بیشی

سوال:۔ احقر کے کل دس بچے ہیں، سات لڑکے اور تین لڑکیاں، جس میں دو لڑکے ابھی نابالغ ہیں اور تعلیم حاصل کر رہے ہیں، میری زوجہ بھی حیات ہیں، میرے چار لڑکے مجھ سے قطع تعلق کر کے اپنا الگ کاروبار کرتے ہیں، جس وقت یہ لڑکے مجھ سے الگ ہوئے ہیں میں نے ان کو گذر اوقات اور کاروبار کے لئے ایک معقول رقم بھی دیدی تھی، لیکن ان میں سے بعض نے اپنی غلط کاری اور بے راہ روی کی وجہ سے وہ ساری رقم لہو ولعب میں صرف کر ڈالی، میں نے ان کو بارہا سمجھانے کی کوشش کی، مگر یہ میری ایک بات بھی ماننے کے لئے تیار نہیں، غرضیکہ یہ چاروں لڑکے بالکل نالائق ہیں، اور انہیں حقوق والدین کی کوئی پرواہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) كتاب الهبة، شرح المجلة ص۴۶۷و۴۶۸ ج۱، الكتاب السابع فى الهبة، الباب الأول، الفصل الأول، رقم المواد (۸۵۰/۸۵۱)، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، عالمگیری ص۳۹۳ ج۴ كتاب الهبة، الباب السادس فى الهبة للصغير، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

(صفحہ ہذا) [۱] إذا وهب واحد فى مرض موته شيئاً لأحد ورثته، وبعد وفاته لم يجز سائر الورثة، لا تصح تلك الهبة اصلاً، لأن الهبة فى مرض الموت وصية، ولاوصية للوارث، شرح المجلة ص۴۸۳ ج۱ رقم المادة (۸۷۹) الكتاب السابع فى الهبة، الباب الثالث فى أحكام الهبة، الفصل الثانى فى هبة المريض، سكب الانهر علىٰ مجمع الانهر ص۴۱۸/ ج۴/ مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، كتاب الوصايا، بدائع الصنائع ص۴۳۰ ج۶ كتاب الوصايا، شرائط الركن، مطبوعه زكريا ديوبند.

نہیں ہے، البتہ ایک لڑکا جو بالغ ہے اور دو نابالغ لڑکے میرے پاس رہتے ہیں، اور حتی الوسع آداب حقوق ادا کرتے ہیں، ان تینوں کو میں نے اپنی تجارت میں قانوناً اپنا شریک بھی کرلیا ہے، ان میں جو بڑا ہے، اس کے ذمہ تجارت کی ساری ذمہ داری ہے، میں بھی پیرانہ سالی کی وجہ سے اب کسی لائق نہیں ہوں، میری خواہش یہ ہے کہ میں اپنی زندگی میں ہی تمام بچوں کو اپنی جائیداد تقسیم کردوں تاکہ میرے بعد ان میں باہم اختلاف نہ ہو، لیکن میری خواہش یہ ہے کہ جس لڑکے نے میری خدمت کی ہے، اور میرے ساتھ رہتا ہے، اس کو بنسبت اور لڑکوں کے زیادہ دوں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مجھ کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ تقسیم جائیداد میں کمی وبیشی کرسکوں؟ دوسری بات قابل عرض یہ ہے کہ میں نے جن تینوں لڑکوں کو تجارت میں شریک کیا ہے، تو کیا وہ شرعاً اموالِ تجارت میں شریک ہیں یا نہیں؟ میں ہی اس کا مالک ہوں تیسری بات تو یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی ہی میں سب کے حصص تقسیم کردوں، اور بعض کو قبضہ دیدوں، اور بعض کو قبضہ میری زندگی کے بعد حاصل ہوگا، تو یہ صورت شرعاً درست ہے، یا نہیں؟ جن بچوں کو میں اپنی زندگی میں ان کا حصہ دینا نہیں چاہتا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس جائیداد کو برباد کرڈالیں گے، اور میں اپنی آنکھوں بربادی دیکھنا پسند نہیں کرتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں اولاد میں مساوات کی ترغیب دی ہے،[۱] کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دینے سے منع فرمایا ہے، بایں ہمہ یہ حکم وجوبی نہیں،

---

[۱] قال فاتقوااللّٰہ واعد لوابین اولادکم، الحدیث، عن النعمان بن بشیر .مشکوٰۃ شریف، ص ۲۶۱/۱/ مطبع یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند، باب العطایا، باب بلاترجمہ الفصل الاول، بخاری شریف ص۳۵۲ج۱ کتاب الھبۃ، باب الإشھاد فی الھبۃ، رقم الحدیث (۲۵۱۵) مطبوعہ اشرفی دیوبند.

ترجمہ:. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان مساوات قائم کرو۔

اگر کسی کو اس کی ضروریات اور حاجت یا دینی مشغلہ یا دیگر فضائل کی وجہ سے زیادہ دیدے اور مقصود دوسرے کو نقصان پہنچانا نہ ہو تب بھی منع نہیں بلکہ جائز ہے،[۱] اور نعمان بن بشیرؓ کا واقعہ احادیث میں مذکور ہے، جس سے مساوات کا حکم معلوم ہوتا ہے، مگر اس حکم کے کلیۃً وجوبی ہونے پر شراحِ حدیث نے اشکال کیا ہے، عینی[۲] شرح بخاری ،ص ۱۷۱/ج ۶/ [۳] فتح الباری،[۳] ۱۶۹/ج ۵/ اوجز[۴] المسالک شرح مؤطا امام مالک ،ص ۳۳۰/ میں احادیث اور روایات کی روشنی میں ایسے دس قرائن پیش کئے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم قطعی نہیں ہے، مصالح کے پیش نظر کمی وزیادتی کی بھی گنجائش ہے، چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ ،حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ،حضرت ابن عمرؓ نے مساوات کا لحاظ نہیں رکھا ہے، بلکہ کمی زیادتی کے ساتھ اولاد کو ہبہ کیا ہے ، طحاوی ،ص ۲۴۵/ [۵] ج ۲/ اور اوجز[۶] المسالک ،ص ۲۲۰/ج ۵/ اور اعلاء السنن،[۷]

---

[۱] قال ابویوسفؒ یجب التسویة ان قصد بالتفضیل الاضرار وذهب الجمهور الیٰ ان التسویة مستحبة فان فضل بعضاً صح وکره الخ، عمدة القاری ص۱۴۶/ج۶، الجزء الثالث عشر، مطبع دارالفکربیروت، کتاب الهبة ، باب الاشهادفی الهبة،

[۲] وذهب الجمهور الی ان التسویة مستحبة، فإن فضل بعضاً صح وکره، الی قوله، وأجاب من حمل الأمر بالتسویة علی الندب عن حدیث النعمان بأجوبة الخ،

[۳] فتح الباری ص۵۳۰،۵۳۱ج۵ کتاب الهبة، باب الإشهاد فی الهبة، رقم الحدیث (۲۵۸۷) مطبوعه مکتبه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة.

[۴] أوجز المسالک شرح مؤطا للإمام مالکؒ ص۳۳۰،۳۳۳ج۵ ما لا یجوز من النحل، مطبوعه یحیوی سهارنپور، مطبوعه مکتبة الإمدادیة مکة المکرمة ص۲۵۷-۲۵۸ ج۱۲ کتاب الأقضیة، ما لا یجوز من النحل.

[۵] وهذا عبدالرحمن بن عوف قد فضل بعض اولاده ایضاً الخ طحاوی شریف، ص۲۴۵/ج۲/ (مطبوعه دهلی) باب الرجل ینحل بعض بنیه دون بعض ،کتاب الهبة.

[۶] اوجز المسالک ،۳۳۱/ج۵/ مالایجوز من النخل، مطبوعه مکتبه یحیوی سهارنپور، مطبوعه مکتبة الإمدادیة مکة المکرمة ص۲۵۸ ج۱۲ کتاب الأقضیة.

[۷] اعلاء السنن ص۷۹/۱۶، مطبوعه المکة المکرمة، کتاب الهبة، هبة المشاع لاتکون باطلة الخ،

E:\F.M.Failnal\Jild-25\17-Hiba & Hadya Ke Ahkam

ص۹۷/ج۱۶/ میں یہ روایت موجود ہے، یہ جلیل القدر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حدیث کا مطلب زیادہ صحیح سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والے تھے[1]۔

(۲) اگر آپ نے قانونی مصالح کی بناء پر محض کاغذات میں ان کا نام درج کرالیا ہے، واقعۃً ان کو مالک بنا کر شریک نہیں کیا، تو وہ مالک ہوئے نہ شریک آپ تنہا مالک ہیں، اور اگر واقعۃً مالک بنا کر شریک کیا ہے، تو وہ مالک ہو گئے۔

تقسیم کر دینے کا آپ کو پورا حق ہے لیکن جس کو قبضہ نہیں دین گے اس کے حق میں ہبہ تام اور نافذ نہیں ہوگا، [2] اس پر آپ کی ملک باقی رہے گی، بعد الوفات وہ آپ کا ترکہ ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۹/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۹/۳/۸۸ھ

مرض الموت میں ہبہ وارث کیلئے

سوال:۔ مسمیٰ کالے خاں دو بیٹے عبداللہ خاں وحبیب خاں چھوڑ کر فوت ہوا، ان میں سے عبداللہ خاں کے دو بیٹے ایک بیٹی تھی، عبداللہ خاں مرض الموت میں مبتلا ہوا، تو اس کے دونوں لڑکوں نے کل جائیداد باپ کی اپنے نام رجسٹری کرالی اور باپ کی اس پر تصدیق

---

[1] وقد ثبت عن أبی بکر وعمر وعبد الرحمن بن عوف وابن عمر أنهم نحلوا بعض أولادهم دون بعض، إعلاء السنن ص۹۷ ج۱۶ کتاب الهبة، الجواب القاطع فی تفصیل بعض الأولاد علی بعض فی الهبة، مطبوعه امدادیه مکة المکرمة.

[2] چونکہ یہ ہبہ ہے اور ہبہ کیلئے قبضہ دلانا اور مالک بنانا شرط ہے" ومنهاان یکون الموهوب مقبوضاً حتی لایثبت الملک للموهوب له قبل القبض الخ عالمگیری، ص ۳۷۴/ ج۴/ (مطبوعه کویٹه) کتاب الهبة، الباب الاول، بدائع زکریا ص۱۷۶ ج۵ کتاب الهبة، بیان اصل القبض، در مختار علی الشامی کراچی ص۶۹۰ ج۵ کتاب الهبة.

کرائی گویا باپ نے خود ہی دونوں بیٹوں کے نام کل جائیداد کردی مرض الموت میں، اور لڑکی کو محروم کردیا، یعنی لڑکی کے نام کچھ نہیں کیا، اندریں صورت دریافت طلب امر یہ ہے کہ لڑکی کو از روئے شرع کچھ حصہ ملے گا یا نہیں؟ جبکہ باپ کے ہوش وحواس ہی بوقت تصدیق نامہ نہ تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عبداللہ خاں کے جو دونوں بیٹوں نے رجسٹری کرائی ہے، بظاہر یہ ہبہ نامہ ہے، لہٰذا ہبہ نامہ کا ہی حکم جواب میں تحریر ہے، مرض الموت میں ہبہ وصیت کے حکم میں ہوتا ہے، اگر ہوش وحواس بجا ہوں، اور مرض الموت میں ہبہ کرکے موہوب لہ کا قبضہ کرادے تو ایک ثلث میں جاری ہوگا،[1] اگر قبضہ کی نوبت نہیں آئی کہ واہب کا انتقال ہوگیا تو ہبہ بے کار اور کالعدم ہوگیا،[2] اور اگر ہوش وحواس درست نہیں تھے، تو اس ہبہ کا شروع ہی سے کوئی اعتبار نہیں، خواہ قبضہ ہو یا نہ ہو،[3] صورت مسئولہ میں چونکہ یہ ہبہ بیٹوں کے حق میں کیا گیا ہے، جو کہ شرعاً وارث بھی ہیں، اس لئے ہبہ ناجائز ہے، کیونکہ وارث کے حق میں وصیت شرعاً نافذ

---

[1] الهبة والصدقة من المريض لوارثة نظير الوصية لانه وصية حكما حتى تعتبر من الثلث الخ مجمع الانهر ،ص ۴۲۴/ ج۴/ مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت) كتاب الوصايا ،قبيل باب الوصية بثلث المال، عالمگيرى ص۴۰۰ ج۴ كتاب الهبة، الباب العاشر فى هبة المريض، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[2] وإذا مات الواهب قبل التسليم بطلت، عالمگيرى كوئٹه ص۴۰۰ ج۴ كتاب الهبة، الباب العاشر، المحيط البرهانى ص۲۰۵ ج۹ كتاب الهبة والصدقة، الفصل العاشر، مطبوعه ڈابهيل، مجمع الأنهر ص۵۰۱ ج۳ كتاب الهبة، باب الرجوع عنها، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] وشرائط صحتها فى الواهب العقل والبلوغ، تنوير الأبصار مع الدر المختار كراچى ص۶۸۷ ج۵ كتاب الهبة، مجمع الأنهر ص۴۹۱ ج۳ مع سكب الأنهر ص۴۹۰ ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

نہیں ہوتی، جب تک دیگر ورثہ اجازت نہ دیں، پس اگر عبداللہ خاں کے صرف دو بیٹے اور بیٹی ہی وارث ہیں، تو یہ ہبہ بیٹی کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر وہ اجازت دیتی ہے تو نافذ رہے گا، ورنہ نافذ نہیں[1] بلکہ اس میں شرعی طور پر میراث جاری ہوگی، جس کی صورت یہ ہے کہ مسمیٰ کالیخاں کی جائیداد اور کل ترکہ بعد ادائے دین وغیرہ دوحصہ کر کے نصف کا مالک حبیب خاں ہوگا[2] اور نصف کا عبداللہ خاں پھر اس نصف کے پانچ حصے ہوں گے، دو، دو ہر لڑکے کو اور ایک لڑکی کو ملے گا[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۳/۶۴ھ

الجواب صحیح: ۔سوال کے مطابق جواب صحیح ہے، بہتر یہ ہے کہ اصل کاغذ کی نقل استفتاء کے ہمراہ آتی تاکہ اس میں غور کرلیا جاتا۔

سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۳/۶۴ھ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۳/۶۴ھ

زبانی ہبہ بغیر قبضہ کے معتبر نہیں

سوال: ۔شوہر نے کچھ روپے بطورِ امانت کسی کے پاس رکھے تاکہ ہندہ خود خرچ نہ

---

[1] وأن الوصية للوارث لا تجوز إلا بإجازة الورثة، البحر الرائق کوئٹہ ص۴۰۳ ج۸ کتاب الوصایا، مجمع الأنهر ص۴۱۷ ج۴ کتاب الوصایا، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، بدائع زکریا ص۴۳۴ ج۶ کتاب الوصایا، شرائط الرکن.

[2] العصبة وهو يأخذ ما أبقته الفرائض، وعند الإنفراد يحرز جميع المال، ملتقى الأبحر على هامش المجمع ص۵۰۳ ج۴ کتاب الفرائض، فصل فی العصبة، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، در مختار علی الشامی کراچی ص۷۷۴ ج۶ کتاب الفرائض، فصل فی العصبات.

[3] قال تعالیٰ: للذكر مثل حظ الأنثيين، الآية، سورة النساء آیت ۱۱.

کردے، یا ماں باپ کو نہ دیدے، ہندہ کہتی تھی کہ میں لوں گی، شوہر نے کہا کہ لے لو، لیکن اس کو دیا نہیں، وہ روپیہ بھی ترکہ میں شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کے اس کہنے سے کہ تم لے لو وہ روپیہ ہندہ کی ملک نہیں ہوا، اگر شوہر اس سے روپیہ لے کر ہندہ کو دیدیتا اور ہندہ اس پر قبضہ کرلیتی تو ہندہ کا ہوجاتا، لہٰذا وہ روپیہ شوہر کا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہبۂ جائیداد زبانی

سوال:۔ میری والدہ مشرف جہاں بیگم نے اپنی کل جائیداد تقریباً دس سال ہوتا ہے مجھ کو ہبہ زبانی کردی، مزید احتیاط کے طور پر انہوں نے بذریعہ خط اطلاع دی۔

تمہارا خط ملا، اس مرتبہ تم نے خط بھیجنے میں بہت دیر کی، معلوم ہوتا ہے کہ میں نے جو جائیداد تم کو ہبہ زبانی کرکے بتاریخ ۵/فروری ۱۹۵۶ء میں دی تھی، اس میں لوگ تعرض کرتے ہیں، لہٰذا یہ مزید احتیاط تائید ہبہ زبانی تم کو لکھتی ہوں کہ تقریباً سات سال کا عرصہ ہوا کہ جملہ جائداد واقع شاہجہاں پور جملہ متروکہ پدری ناظر سلامت اللہ خاں مرحوم و مادر خود تم کو ہبہ زبانی کرچکی ہوں، اور اس پر تم کو قابض کراچکی ہوں، جو شخص ماننے سے تعرض کرے اس کو میرا خط دکھلا دینا، دعا گو تمہاری والدہ (دستخط) مشرف جہاں بیگم اس سلسلہ میں فتویٰ سے آگاہ فرمائیں؟

---

[1] ومنها ان یکون الموهوب مقبوضاً حتی لایثبت الملک للموهوب له قبل القبض . عالمگیری، ص ۳۷۴/ ج ۴/ مطبوعه کوئٹه، کتاب الهبة، الباب الاول، بدائع زکریا ص ۱۷۶، ج ۵، کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنی جائیداد ہبہ کر کے اس پر آپ کا جداگانہ قبضہ کرادیا اور اپنا قبضہ ہٹالیا تو وہ جائیداد آپ کی ہوگئی[1] اگر متروکہ جائیداد میں دوسرے ورثاء بھی حصہ دار تھے، تو ان کا حصہ ان کو دینا لازم ہے، اس کے ہبہ کرنے کا آپ کی والدہ کو حق نہیں[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۸۷ھ

بیوی کے بیٹے کو مالک بنانے کا وعدہ کیا، پھر اس کے اپنی اولاد ہوگئی تو وہ کیا کرے؟

سوال:۔ زید نے اپنی پہلی بیوی کے انتقال کے بعد ایک بیوہ عورت سے نکاح کیا، اس عورت کے پہلے شوہر سے جو دو بچے تھے، اپنے ساتھ لائی تھی، اور زید کی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہیں تھی، اس لئے زید نے دس آدمی کے سامنے یہ وعدہ کیا کہ میری ہر چیز کے مالک

---

[1] ولایتم حکم الهبة الامقبوضة والقبض الذی یتعلق به تمام الهبة وثبوت حکمها القبض باذن المالک الخ عالمگیری ،ص ۳۷۷/ج۴/ (مطبع کوئٹہ) کتاب الهبة،الباب الثانی الخ، بدائع زکریا ص۱۷۶ ج۵ کتاب الهبة، بیان اصل القبض، المحیط البرهانی ص۱۷۰ ج۹ کتاب الهبة والصدقة، الفصل الثانی الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

[2] ومنها ان یکون مملوکاً للواهب ،فلا تجوز هبة مال الغیربغیر اذنه الخ عالمگیری ،ص ۳۷۴/ج۴/ مطبع کوئٹہ .کتاب الهبة،الباب الاول، بدائع زکریا ص۱۶۹ ج۵ کتاب الهبة، فصل وأما الشرائط الخ، شرح المجلة ص۴۷۱ ج۱ الکتاب السابع فی الهبة، الباب الثانی فی شرائط الهبة، رقم المادة (۸۵۷)، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

یہ لڑکا اور بعد میرے بھی یہی ہوگا، جس کا نام مختار احمد ہے، بعد چھ سات سال کے اس عورت کے بطن سے دو تین بچے ہوئے، مگر ایک لڑکا، بقید حیات ہے، جس کا نام محمد فاروق ہے، جب سن بلوغ ہوا تو زید نے یکے بعد دیگرے، دونوں لڑکوں کی شادی کردی، چند سال کے بعد محمد فاروق اپنے بڑے بھائی مختار احمد سے کہتا ہے کہ تم میرے گھر سے نکل جاؤ، چونکہ یہ مکان میرے باپ کا ہے، یہاں تمہارا کوئی حق نہیں ہے، کیا از روے شرع مختار احمد کا حق واقعۃً نہیں ہے؟ اگر ہے تو کتنا؟ دوسری بات یہ ہے کہ زید اب بہت پریشان ہے کہ میں وعدہ کر چکا ہوں اور میں آج بھی اپنے وعدے پر قائم ودائم ہوں، اور شریعت جو فیصلہ کرے گی اسے مانوں گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے اپنی دوسری بیوی کے ساتھ آئے ہوئے، مختار احمد کو اپنی ہر چیز کا مالک بنایا، اپنی زندگی میں بھی اور بعد میں بھی، لیکن کوئی چیز اس کو اپنی ملک سے نکال کردے کر اس پر اس کا جداگانہ قبضہ نہیں کرایا تاکہ ہبہ شرعاً کامل اور معتبر ہوجاتا،[1] زید اب بھی زندہ ہے اور اپنی ہر چیز پر قابض ہے، لہٰذا یہ ہبہ بیکار اور غیر معتبر ہے، جب تک زید زندہ ہے، مکان خود زید کا ہے، مختار احمد یا محمد فاروق کا اس پر دعویٰ ملکیت غلط ہے، زید کے انتقال پر وراثت اس کے لڑکے محمد فاروق کو پہنچے گی، مختار احمد زید کا بیٹا نہیں، اس کو وراثت نہیں پہنچے گی،[2] زید نے جس

---

[1] ومنها ان یکون الموهوب مقبوضاً حتی لایثبت الملک للموهوب له قبل القبض (عالمگیری، ج۴/ص ۳۷۴/ کتاب الهبة، الباب الاول)، شامی کراچی ص ۶۹۰ ج۵ کتاب الهبة، شرح المجلة ص۴۷۳ ج۱ الکتاب السابع فی الهبة، الباب الثالث فی أحکام البهة، رقم المادة (۸۶۱) مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

[2] ویستحق الإرث بأحد ثلاثة : بالإستقراء (بنسب أی قرابة رحم، ونکاح صحیح وولاء بنوعیه، سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر ص۴۹۵ ج۴، کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، در مختار علی الشامی کراچی ص۷۶۲ ج۶، کتاب الفرائض، عالمگیری ص۴۴۷ ج۶ کتاب الفرائض، الباب الأول، مطبوعه رشیدیه کوئٹه.

وقت دس آدمیوں میں وعدہ کیا تھا، اس وقت زید کے اولاد نہیں تھی، بیوی کی اولاد کو اپنی اولاد کی طرح پرورش کیا، اور اسی کے حق میں وعدہ کیا تھا، لیکن اپنی اولاد پیدا ہو جانے کی وجہ سے اب اس وعدہ کو پورا کرنے میں اپنی اولاد کی حق تلفی ہے، اس مجبوری کی وجہ سے اگر وہ وعدہ پورا نہ کرے تو گنہگار نہیں ہوگا،[1] اگر مختار احمد اور محمد فاروق میں کچھ مصالحت کرادے تو بہتر ہے، ورنہ مختار احمد کے حق میں ایک تہائی کی وصیت کرنے کا زید کو حق حاصل ہے، جس کو زید کے بعد پورا کیا جائیگا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۴/۲۹ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۴/۳۰ھ

مکان کی تعمیر کے لئے والدہ کو روپیہ دینا اور پھر اس میں اپنا حق بتلانا

سوال:۔ایک مکان ہے جو ہندہ کے نام ہے، ہندہ کے تین لڑکے ہیں، اور دو لڑکیاں، ہندہ کا بڑا لڑکا ہندہ کے انتقال کے بعد کہتا ہے کہ آدھے مکان کا میں مالک ہوں، کیونکہ مکان کے سلسلہ میں آدھی رقم میں نے والدہ کو دی تھی، اور صورت حال یہ ہے کہ مکان کا بیع نامہ ہندہ ہی کے نام ہے، اب اگر اس نے ہندہ کو آدھی رقم دی ہے، تو وہ رقم ہبہ ہوئی،

---

[1] ثم اذا فهم مع ذالک الجزم فی الوعدفلابدمن الوفاء الا ان يتعذر (مرقاة شرح مشكوٰة شريف، ج۴/ص۶۵۳/ آخر باب المزاح، مطبوعه بمبئی)، طيبی شرح مشكوٰة شريف ص۱۵۷ ج۹ باب المزاح، قبيل باب المفاخرة الخ، مطبوعه زكريا بكڈپو ديوبند.

[2] وتجوز بالثلث للاجنبی وان لم يجزالوارث ذالک لاالزيادة عليه الاان تجيز ورثته بعد موته (درمختار علی الشامی ،ج۱۰/ص۳۳۹/مطبوعه زكريا، كتاب الوصايا)، مطبوعه كراچی ص۶۵۰ ج۶ كتاب الوصايا، مجمع الأنهر ص۴۱۹-۴۱۸ ج۴ كتاب الوصايا، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۴۰۳ ج۸ كتاب الوصايا.

یا نہیں؟ کیونکہ کچھ علماء نے ہبہ ہی بتائی ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح کی باتیں کہنے سے کیا وہ بڑا لڑکا آدھے مکان کا مالک بن سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب بڑے لڑکے نے رقم والدہ کو دیدی اور یہ نہیں کہا کہ یہ قرض ہے، میں واپس لونگا تو وہ رقم ہبہ ہی شمار ہوگی[1] اب اس مکان میں سے اس رقم کی وجہ سے بڑا لڑکا کچھ بھی حقدار نہیں، اور ہندہ کے وارث صرف یہی تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، ہندہ کے والدین اور شوہر کا انتقال پہلے ہو چکا ہے، تو ہندہ کا ترکہ جس میں یہ مکان بھی شامل ہے، دو دو حصے تینوں لڑکوں کو ملیں گے، اور ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو ملے گا[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۱۴۰۰ھ

اپنے انتقال سے پہلے کسی وارث کو کچھ دیدے تو وہ عوض میراث نہیں بلکہ ہبہ ہے

سوال:۔ حاجی محمد حسن نے انتقال کیا، ورثہ میں بیوی مسماۃ وسیہ اور دو لڑکے محمد اور نثار

---

[1] فهی (ای الهبة) تمليك عين بلاعوض (عالمگیری، ج۴/ص۳۷۴/ اول كتاب الهبة، البحر الرائق كوئٹه ص۲۸۴ ج۷ كتاب الهبة، در مختار علی الشامی کراچی ص۶۸۷ ج۵ كتاب الهبة.

[2] واما للاخوات لاب وام فاحوال خمس النصف للواحدة والثلثان للإثنتين فصاعدة ومع الاخ لاب وام للذكر مثل حظ الانثيين يصرن به عصبة لاستوائهم فی القرابة، سراجی، ص۱۶/ فصل فی النساء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، البحر الرائق كوئٹه ص۴۹۵ج۸ كتاب الفرائض، مجمع الأنهر ص۵۰۵ ج۴ كتاب الفرائض، فصل فی العصبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

احمد اور دولڑکیاں کریمہ وفاطمہ چھوڑی، پس ترکۂ مورث کس طرح تقسیم ہوگا؟ واضح ہو کہ مسماۃ کریمہ اپنے باپ سے پانچسو روپے لے کر دست بردار ہوگئی، کہ مورث کے انتقال کے بعد جو مسماۃ مذکورہ کا حصہ شرعی ہوگا، رقم مذکورہ کے بدلہ میں باز آئی، پس مورث کی زندگی میں مسماۃ مذکورہ کی دست برداری صحیح ہے یانہیں؟ اگر دست برداری صحیح نہیں ہے، تو رقم مذکورہ واپس کرنی ہوگی یانہیں؟ مسماۃ مذکورہ اب اپنا حصہ شرعیہ باپ کی میراث لینا چاہتی ہے، نیز مخفی نہ رہے کہ مورث مذکور کی زندگی میں اس کے دولڑکے مسمیٰ ابراہیم وعبدالغفور کا انتقال ہوا، ابراہیم کے چارلڑکے ہیں، ادریس، شعیب، خلیل، عبدالحمید جن کے نام زمانہ صحت میں ایک ربع جائداد کی وصیت کی، پس ان تمام پوتوں کے لئے وصیت درست ہے یانہیں؟ بعدہٗ مرض الموت میں اپنے ربیب یعنی بیوی کے لڑکے زید کو ایک مکان کی وصیت کی، بعدہٗ عبدالغفور کا لڑکا جو صرف سمیع اللہ ہے، اس کے لئے ایک ربع کی وصیت کی، پس اس پوتے وغیرہ کے لئے وصیت درست ہے یانہیں؟ اگر درست ہے تو کس طرح تقسیم ہوگی، جواب مع حوالہ کتب کے عنایت ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حاجی محمد حسن، مسئلۃ ۸، تص ۴۸۔

مسـ

زوجہ	ابن	ابن	بنت	بنت
وسیہ	محمد	نثار احمد	کریمہ	فاطمہ
$\frac{1}{4}$	۱۴	۱۴	۷	۷

باپ اپنی زندگی میں کل مال کا مالک تھا، پانچ سوروپیہ کی رقم اگر اپنی صحت وتندرستی میں لڑکی (کریمہ) کو دی ہے، تو یہ اپنی ملک میں تصرف ہے، جو کہ شرعاً جائز ہے، اور نافذ ہے،[1] اور کریمہ اس رقم کی مالکہ ہوگئی، اور اس عقد کو عقد ہبہ کہا جاتا ہے،[2] اس کے ساتھ یہ بات

---

[1] المالک هو المتصرف فی الأعیان المملوكة كيف يشاء، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کہ یہ رقم عوضِ میراث ہے، سو یہ لغو ہے، اس سے نہ عقد ہبہ میں فرق آتا ہے، نہ یہ رقم عوضِ میراث بنتی ہے، عوضِ میراث نہ بننے کی وجہ یہ ہے کہ میراث تقسیم ہوتی ہے، وفات مورث کے بعد اور اسی وقت اس پر ملک وراثت ثابت ہوتی ہے[1] اور قبل از وقت میراث تقسیم نہیں ہوتی، نہ اس پر ملک وراثت ثابت ہوتی ہے، لہٰذا جس شئی کی فی الحال کریمہ مالک و مستحق ہی نہیں تو اس کا عوض دے سکتی ہے، نہ اس سے دست بردار ہوسکتی ہے، اور اس قسم کی شرط سے ہبہ فاسد نہیں ہوتا، بلکہ وہ شرط خود باطل ہوجاتی ہے، رقم مذکورہ کی واپسی بھی واجب نہیں، اگر واہب زندہ ہوتا تو باپ ہونے کی وجہ سے اس کو بھی رجوع کا حق حاصل نہیں "قال اصحابنا جميعاً : اذاوهب هبة وشرط فيها شرطاً فاسداً فالهبة جائزة والشرط باطل كمن وهب لرجل امة فاشترط عليه اوشرط ان يتخذها ام ولد اوان يبيعها من فلان اويردها عليه بعد شهرفالهبة جائزة وهذه شروط كلها باطلة كذافي السراج الوهاج وان وهب رجل انه علىٰ ان يردها عليه اوعلىٰ ان يعتقها اوعلىٰ يستولدها اووهب لهٗ داراً اوتصدق عليه بدار علىٰ ان يرد عليه شيئاً منها

(بقیہ اگلے صفحہ پر) بیضاوی شریف ص۵٦ ج۱ سورة الفاتحة، مطبوعه دار الفكر بيروت. شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة (۱۱۹۲) الكتاب العاشر في انواع الشركات الخ. الباب الثالث، الفصل الأول في بعض قواعد في احكام الأملاك، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

۲ الهبة، هي تمليك العين بلا عوض، بحر كوئٹه ص۲۸۴ ج۷ كتاب الهبة، قواعد الفقة ص۵۵۰، الهاء، الرسالة الرابعة، مطبوعه اشرفي ديوبند، ملتقى الأبحر على هامش المجمع ص۴۸۹ ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہٰذا) ۱ وشروطه ثلاثة : موت مورث حقيقة الخ سكب الأنهر على هامش المجمع ص۴۹۴ ج۴ كتاب الفرائض، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامی کراچی ص۷۵۸ ج٦ كتاب الفرائض.

اوبعوضه شيئاً منها فالهبة جائزة والشرط باطل كذافي الكافي اھ عالمگيرى، ج۴/ص۳۹۶/[1] ليس لهٗ حق الرجوع بعد التسليم فى ذى الرحم المحرم عالمگيرى، ج۴/ص۳۸۵/[2] اگر کوئی وارث کہہ دے کہ میں نے اپنا حق چھوڑ دیا تو اس کہنے سے اس کا حق باطل نہیں ہوتا، بلکہ باقی رہتا ہے "**لوقال الوارث تركت حقى لم يبطل حقه اذا لملک لايبطل بالترک اھ الاشباه، ص۲۳۹/[3]**

صورت مسئولہ میں پوتے ورثاء نہیں،[4] ربیب بھی وارث نہیں،[5] لہٰذا ان سب کے حق میں وصیت درست ہے، اگر ورثاء بالغ ہیں اور کل وصیت کی اجازت دیتے ہیں، تو وصیت میت کے موافق اس کو نافذ کر دیا جائے، یعنی جس قدر جس کے لئے وصیت کی ہے، اس کو دے دیا جائے، اگر ورثاء بالغ نہیں یا کل وصیت کی اجازت نہیں دیتے، تو ایک ثلث میں نافذ ہوگی، اس طرح پر کہ جس کے لئے جس قدر وصیت کی ہے، اس کی نسبت ثلث کے ساتھ قائم

---

[1] عالمگيرى ،ج۴/ص۳۹۶/ (مطبوعه كويٹه) كتاب الهبة الباب الثامن فى حكم الشرط فى الهبة، در مختار مع رد المحتار ص۶۸۸ ج۵ كتاب الهبة، مطبوعه كراچى.

[2] عالمگيرى ،ج۴/ص۳۸۵/كتاب الهبة، الباب الخامس فى الرجوع فى الهبة الخ، المحيط البرهانى ص۱۸۴ ج۹ كتاب الهبة، الفصل الخامس فى الرجوع فى الهبة، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل، البحر الرائق كوئٹه ص۲۹۴ ج۷ باب الرجوع فى الهبة.

[3] الاشباه والنظائر ،ص۱۷۴/الفن الثالث،مايقبل الاسقاط من الحقوق ومالا يقبله.مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى.

[4] أولهم بالميراث جزء الميت : أى البنون ثم بنوهم الخ، السراجى فى الميراث، ص۱۵ باب العصبات، مطبوعه مكتبهٔ اسعدى سهارنپور، در مختار على الشامى كراچى ص۷۷۴ ج۶ كتاب الفرائض، فصل فى العصبات.

[5] ويستحق الإرث برحم ونكاح وولاء، تنوير الأبصار مع الدر المختار ص۷۶۲ ج۶ كتاب الفرائض، مطبوعه كراچى، ملتقى الابحر على هامش المجمع ص۴۹۵ ج۴ كتاب الفرائض، عالمگيرى مصرى ص۴۴۷ ج۶ كتاب الفرائض، الباب الأول.

کرکے اتنی مقدار دیدی جائے، "الوصایا اذا اجتمعت فالثلث لایخلوا مااان یسع کل الوصایااولا یسع الکل فان کان یسع الکل تنفذ الوصیة من الثلث فی الکل الخ عالمگیری، ج۶/ص ۱۱۵/"[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۸/۶۲ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ہبہ کی ایک صورت

سوال:۔حافظ علی کے پاس مالگذاری کی ۸۲/۸۱ ایکڑ زمین تھی، ان کے کوئی اولاد نہیں تھی، انہوں نے ایک لڑکا پالا تھا، اور اپنی زندگی میں جائیداد کا ۱/۴ حصہ بخشش کردیا تھا، اس کی تاریخ ۹/نومبر ۱۹۱۶ء ہے ان کی بیوی حیات تھی، اس لڑکے کے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اور حافظ علی کی بیوی نے اس لڑکی کی شادی اپنے بھائی حیدر علی سے کردی، اور جائیداد کا ۱/۸ حصہ ۲۱/مارچ ۱۹۳۳ء کو بخشش کردیا، لیکن اس لڑکی کا ۱۹۳۶ء میں انتقال ہوگیا، اب صرف ۱/۴ حصہ حافظ صاحب کی بیوی کے پاس بچا ہے، اس مرحومہ لڑکی کی دولڑکیاں نابالغ تھیں، منور بیگم نے بچی ہوئی جائیداد کا ۱/۴ حصہ ان لڑکیوں کے نام کردیا، ان لڑکیوں کا باپ سرپرست تھا، ۱۹۴۲ء میں منور بیگم وفات پاگئیں، ۱۹۵۴ء میں نابالغ لڑکیوں کا نام درج ہوا، اب لڑکیاں بالغ ہوگئیں ہیں، اور ۱۹۶۵ء میں آدھی زمین سرپرست نے واپس کردی، اور کہتا ہے کہ باقی جائیداد میری ہے، سرکار نے غلام نبی کا ۱/۴ حصہ خاتون بیگم ۱/۸ حصہ اور واجدہ بیگم کا ۱/۴ حصہ ابولیشن کردیا، اس کا روپیہ بھی عباس نے لیا، اب صرف زمین بچی ہے، شرعی حکم فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بحالت صحت منور بیگم نے جو زمین نابالغ لڑکیوں کو شرعی طور پر ہبہ کردی، اور انکے

---

[1] عالمگیری، ج۶/ص ۱۱۴/ مطبوعہ کوئٹہ، کتاب الوصایا تحت الفصل من الباب الخامس.

والد عباس کو اس پر سرپرست کی حیثیت سے قبضہ کرادیا، تو وہ زمین لڑکیوں کی ہوگئی[۱] اب اس کو اپنی زمین بتانا اور لڑکیوں کو نہ دینا جائز نہیں[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۹۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۹۵ھ

اگر کسی وارث کے متعلق اندیشہ ہو کہ وہ اپنا حصہ فروخت کردے گا

سوال:۔ میں اپنی حیات میں اپنے تین لڑکے اور ایک لڑکی کو شرع کے مطابق اپنے مکان کے حصے کر کے ان کے قبضہ میں دیدینا چاہتا ہوں، منجھلے اور چھوٹے لڑکے اور لڑکی سے میں اور میری اہلیہ خوش ہیں، بڑے لڑکے کے ساتھ بیوی جس سے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، یہ بہو زنانہ اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہے، اپنا، اپنے میاں اور بچوں کی پرورش اپنی آمدنی سے عرصہ سے کررہی ہے، اور اپنے ساس اور سسر کی ہر طرح کی خدمت کرتی رہتی ہے، جس کی وجہ سے ہم دونوں اس بہو سے بے انتہا خوش ہیں، بڑے لڑکے نے ہم دونوں کی ناخوشی کے باوجود دوسرا نکاح کرلیا، دوسری بہو سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، اسی بیوی کے یہاں میرا بڑا لڑکا قیام کرتا ہے، اور کھانا پہلی بیوی کے یہاں کھاتا ہے، اگر بڑے لڑکے کو اس کا حصہ قبضہ میں دیدیا گیا، تو ڈر ہے کہ وہ اس کو یا تو فروخت کردے، یا دوسری بیوی اور اس کے بچوں

---

[۱] وان وهب له (ای للطفل) اجنبی یتم بقبض ولیه وهو احد أربعة: الأب، ثم وصیة الخ، درمختار علی الشامی ص ۸/۴۹۹، مطبوعه زکریا، اول کتاب الهبة، عالمگیری ص ۳۹۲ ج ۴، کتاب الهبة، الباب السادس فی الهبة للصغیر، مطبوعه کوئٹه، بدائع زکریا ص ۱۸۰ ج ۵ کتاب الهبة، شرائط صحة القبض،

[۲] ولاجوز التصرف فی مال غیره بغیر اذنه ولاولایته، الاشباه والنظائر ص ۱۵۷، کتاب الغصب، الفن الثانی، الفوائد، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، قواعد الفقه ص ۱۱۰، رقم القاعدة: ۲۷۰، الرسالة الثالثة فی القواعد الفقهية، طبع دار الکتاب دیوبند،

کو دیدے، اور پہلی بیوی کو محروم کردے، اس لئے اگر شرعاً اجازت ہوتو میں اس بڑے لڑکے کے حصہ کو اس کی پہلی بیوی کے مہر میں دیدوں یا پہلی بیوی کے لڑکوں کو دیدوں، اور جب تک یہ میرے پوتے بالغ نہ ہوں اس وقت تک ان کی ماں اور ان کے چچا اس حصے کے ذمہ دار ہوں، شرعی حکم سے مطلع فرمائیں:۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ اپنی زندگی میں ہی دینا چاہتے ہیں، تو چار حصے برابر کر کے تین حصے تینوں لڑکوں کو ایک حصہ لڑکی کو دیدیں، یعنی لڑکی کا حصہ لڑکے کے برابر ہوگا[1] نصف نہیں ہوگا، سب کے حصوں پر ان کا قبضہ کرادیں، پھر ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنا حصہ خود رکھے یا ہبہ کرے، یا فروخت کردے، آپ کو روکنے کا حق نہیں ہوگا[2]۔

البتہ اگر کسی کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ وہ خدانخواستہ معصیت میں صرف کردیگا، تو اس کو کچھ نہ دیں[3]، جس کے متعلق اندیشہ ہے کہ وہ پہلی بیوی کو محروم کردیگا، تو ابھی وراثت یا محرومیت

---

[1] المختار، التسوية بين الذكر والانثى فى الهبة، بحر كوئٹه ص۲۸۸ ج۷ كتاب الهبة، فروع، خلاصة الفتاوى ص۴۰۰ ج۴ كتاب الهبة، الفصل الأول، مطبوعه كوئٹه، عالمگيرى مصرى ص۳۹۱ ج۴ كتاب الهبة، الباب السادس فى الهبة للصير.

[2] كل واحد من الشركاء يصبح بعد القسمة مالكاً لحصته بالإستقلال ولا يبقى لأحدهم علاقة فى حصة الأخر، ولكل واحد منهم أن يتصرف فى حصته كيفما شاء، شرح المجلة ص۶۴۳ ج۱ الكتاب العاشر فى انواع الشركات، الباب الأول، الفصل الثامن فى أحكام القسمة، رقم المادة (۱۱۶۲) مطبوعه اتحاد بکڈپو ديوبند.

[3] ولو كان ولده فاسقا فأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث هذا خير من تركه لأن فيه اعانة على المعصية، لا يعطى له أكثر من قوته، بحر الرائق كوئٹه ص۲۸۸ ج۷ كتاب الهبة، فروع، عالمگيرى مصرى ص۳۹۱ ج۴ الباب السادس فى الهبة للصغير، بزازية على هامش الهندية ص۲۳۷ ج۶ كتاب الهبة، الجنس الثالث فى هبة الصغير، مطبوعه مصر.

کا سوال ہی نہیں، مہر دونوں بیویوں کا واجب ہے[1] دونوں کا نفقہ بھی واجب ہے[2] دونوں کے ساتھ برابری کا رہن سہن لازم ہے[3] ورنہ شوہر گنہگار رہوگا، اس کی فہمائش کی جائے کہ وہ اس کا خیال رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۹/ ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲۰/ ۱۳۸۸ھ

اولاد کے درمیان ہبہ میں تفضیل

سوال:۔ مجھے اپنی اہلیہ مرحومہ سے تین اولاد ہیں، دولڑکے محمد فاروق ومحمد ہارون اور ایک لڑکی ہے، میں نے ان تینوں کے بالغ ہونے پر ان کی شادی کردی، شادی کے بعد دونوں لڑکے مجھ سے علیحدہ ہوگئے، بڑا لڑکا محمد فاروق پاکستان چلا گیا، اس کا کچھ پتہ نہیں، دوسرا لڑکا محمد ہارون شہر ہی میں دوسری جگہ رہتا ہے، دوسری اہلیہ سے تین لڑکے محمد ہاشم، محمد محسن اور عبداللہ سالم اور سات لڑکیاں ہیں، جن میں چار لڑکیاں اور ایک بڑا لڑکا محمد ہاشم شادی شدہ ہیں، ہارون فاروق کی موجودگی میں تنہا کام کرنے والا تھا، اور میرا کاروبار بھی بہت معمولی

---

[1] يصح النكاح بلا ذكره ومع نفيه وإن لزم شرعاً، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۵۰۸ ج۱ كتاب النكاح، باب المهر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هداية ص۳۲۳ ج۲، باب المهر، مطبوعه ياسر نديم.

[2] تجب على الرجل نفقة إمرأته المسلمة والذمية والفقيرة والغنية الخ، عالمگيرى ص۵۴۴ ج۱ كتاب الطلاق، الباب السابع عشر فى النفقات، هداية ص۴۳۷ ج۲، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بحر الرائق كوئٹه ص۱۷۳ ج۴ باب النفقة.

[3] ويجب ان يعدل فيه اى فى القسم بالتسوية فى البيوتة وفى الملبوس والمأكول، الدرالمختار على الشامى زكريا، ج۴/ص۳۷۸/باب القسم، مجمع الأنهر مع سكب الأنهر ص۵۴۸ ج۱ كتاب النكاح، باب القسم، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

حالت میں تھا، بعد میں محمد ہاشم کی محنت اور اس کے تعاون سے کچھ کام بڑھا اور اب وہ مطمئن حالت میں ہے، موجودہ کاروبار کو بڑھانے اور جمانے میں محمد ہاشم کی لگن اور محنت کو برابر کا دخل ہے، ہارون، فاروق کے علیحدہ ہونے کے بعد میں نے اپنے موروثی مکان میں اپنے بڑے بھائی اور اپنی بہن کا حصہ خرید کر اپنے ساتھ شامل کرلیا، وہ اس طرح کہ بھائی صاحب کا حصہ میں نے اپنے نام اور محمد ہاشم کے نام خریدا، اور بہن کا حصہ جو کہ بھائی کے حصہ کا نصف تھا، محمد ہاشم کے چھوٹے بھائی محمد محسن کے نام خریدا، اب میں چاہتا ہوں کہ مکان کا اتنا ہی حصہ سب سے چھوٹے لڑکے عبداللہ سالم کے نام ہبہ کردوں، اس طرح تینوں بھائیوں کے نام مکان کے نئے خرید شدہ حصہ میں سے برابر حصہ آجائے گا، اور یہ بھی چاہتا ہوں کہ کاروبار میں تینوں لڑکوں کو اپنے ساتھ برابر کا شریک کرلوں، یعنی کاروبار کی ملکیت میں سے ایک چوتھائی کا مالک میں رہوں اور ایک ایک چوتھائی کا مالک تینوں لڑکوں کو بنادوں، اس طرح میری ملکیت میں وہ مکان رہ جائے گا، جو ہارون اور فاروق کی علیحدگی کے وقت تھا، اور موجودہ کاروبار کا ایک چوتھائی حصہ، جو میرے انتقال کے بعد میرے تمام ورثاء اس میں سے اپنا اپنا حصہ رسد پانے کے مستحق ہوں گے، دوسری صورت یہ ہے کہ کُل کاروبار کا مالک موجودہ تینوں لڑکوں کو بنادوں اور غیر منقولہ جائیداد کے حصے کر کے اس کو تقسیم کردوں، اور اپنی زندگی ہی میں کچھ کمی زیادتی کے ساتھ اس کا بھی فیصلہ کرادوں، اور مستحقین کو مالک بنادوں، اب دریافت طلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورتوں میں سے ہر ایک شکل کا مجھ کو شرعاً اختیار ہے یا نہیں؟ اور کیا اس طرح کمی بیشی کے ساتھ تقسیم کرنے سے پہلی بیوی کے لڑکوں اور سب ہی لڑکیوں کی حق تلفی کا مجرم قرار پاؤنگا؟ میں ایسی صورت اختیار کرنا چاہتا ہوں کہ آخرت میں گرفت نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنی زندگی میں آپ پوری طرح مالک ہیں، آپ کو حق ہے کہ جس لڑکے، لڑکی کو یا کسی

غیر کو اپنی جائیداد وغیرہ کل یا جزء جس طرح چاہیں دیدیں، مگر اس کا خیال رہے کہ کسی ہونے والے وارث کو نقصان پہنچانے کا ارادہ نہ ہو یہ ظلم اور گناہ ہے، اس کا خطرہ ہو تو سب لڑکے اور لڑکیوں کو برابر دیا جائے، کیونکہ وہ اولاد ہونے میں سب برابر ہیں، قصدِ اضرار نہ ہونے کی صورت میں کسی کے ضرورت مند ہونے یا کمانے سے عاجز ہونے یا زیادہ دیندار ہونے کی وجہ سے اس کو زیادہ دیا جائے، تو یہ ممنوع نہیں، حافظ ابن حجرؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا ہے،" وعنه يجوز التفاضل ان كان لهٗ سبب كان يحتاج الولد لزمانته دينه اونحو ذٰلک دون الباقيين" امام ابو یوسف سے نقل کیا ہے" ويجب التسوية إن قصد بالتفضيل الاضرار "، جمہور کا قول نقل کیا ہے "وذهب الجمهور الىٰ ان التسوية مستحبة فان فضل بعضاً صح وكره واستحبت المبادرة الى التسوية اوالرجوع فحملوا الأمر على الندب والنهى على التنزيه .فتح البارى، ج۵/ص ۵۹/[1] حافظ عینیؒ نے اس امر کو ندب کے لئے تسلیم کر کے شیخین خلیفتین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے اثر سے استدلال کیا،"ان عمل الخليفتين ابى بكر وعمر بعدالنبى صلى الله عليه وسلم علىٰ عدم التسوية قرينة ظاهرة فى ان الامرللندب الخ "وہ اثر امام طحاوی اور امام بیہقی کے حوالہ سے نقل کئے ہیں، کذا فی عمدۃ القاری، ج۶/ص۲۷۶/[2] اور حضرت ابوبکرؓ کے

---

[1] فتح البارى ،ج۵/ص۱۵۷/(مطبوعه مصرى) كتاب الهبة، باب الاشهاد فى الهبة.

[2] أما أثر أبى بكر : فأخرجه الطحاوى : عن ابن شهاب عن عروة، عن عائشةؓ زوج النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أنها قالت : أن أبابكر الصديق، نحلها جداد عشرين وسقاً من ماله بالغابة، فلما حضرته الوفاة، قال : واللّٰه يا بنية، ما من أحد من الناس أحب الى غنى بعدى منک ولا أعز على فقرابعدى منک، وإنى كنت نحلتک جداد عشرين وسقاً، فلو كنت جددته وأحرزته كان لک وأنما هو اليوم مال الوارث وأنما هما أخواک وأختاک فاقتسموه على بيان كتاب اللّٰه، فقالت عائشة : واللّٰه يا أبت لو كان كذا وكذا لتركته إنما هى أسماء فمن الأخرى فقال ذو بطن بنت خارجة : أراها جارية وأخرجه البيقى أيضاً فى سننه (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اثر کو بحوالہ موطأ بھی باسناد صحیح حافظ ابن حجرؒ نے نقل کیا ہے، کذا فی الفتح، ج ۵/ص ۱۵۹/ [1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/ ۷/ ۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۷/ ۷/ ۹۲ھ

زمین صرف نام کردینے سے ملکیت نہیں ہوتی

سوال:۔(۱) میرے والد جمشید خاں کا انتقال ۱۹۶۵ھ میں ہوگیا، اس کے کئی برس پہلے میرے والد صاحب کے ایک دوست حافظ علی نے میرے والد صاحب سے کہا کہ مجھے گورنمنٹ سے بندوق کا لائسنس لینا ہے، گورنمنٹ بندوق کا لائسنس اسی کو دیتی ہے، جس کے نام کوئی آراضی ہو، والد مرحوم نے حافظ صاحب کے نام ۵۳/ ۱ ایکڑ زمین کردی، اور انہوں نے یہ کھاتا دکھلا کر گورنمنٹ سے لائسنس حاصل کرلیا، لائسنس ملنے کے بعد حافظ صاحب نے زمین واپس کرنے کا وعدہ کیا تھا، اسلئے والد صاحب نے برائے نام کردیا تھا، یعنی صرف کاغذات تک محدود تھا، ورنہ حافظ صاحب کا کوئی تعلق اس آراضی سے نہیں تھا چنانچہ حافظ صاحب کی وفات کے بعد انکے ورثہ نے ان کا نام جمشید حسین خاں کے ورثہ کے نام کردیا، تو اس کے کئی برس بعد پتہ چلا کہ حافظ صاحب نے والد صاحب کی بغیر اجازت اس آراضی کو گورنمنٹ میں رہن رکھ کر چھ ہزار روپیہ حاصل کرلیا، اب کئی برس کے بعد سات ہزار سے زائد مع سود کے ہوگئے، اب گورنمنٹ بعلت بقایہ اس آراضی کو نیلام کررہی ہے، ہم

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) من حديث شعيب عن الزهري عن عروة بن الزبير عن عائشة الخ، عمدة القاري جزء ۱۳/ص ۱۴۷/ جلد ۷/مطبوعه دار الفكر بيروت، كتاب الهبة، باب الاشهاد في الهبة.

(صفحہ ہذا) [1] وأما أبو بكر، فرواه المؤطا بإسناد صحيح عن عائشة أن أبا بكر قال لها في مرض موته أني كنت نحلتك نحلاً فلو كنت إخترتيه لكان لك وإنما هو اليوم للوارث، فتح الباري، ج۵/ص ۱۵۹/ (مطبوعه مصری) كتاب الهبة، باب الاشهاد في الهبة.

اور ہمارے نابالغ بھائی سخت پریشان ہیں، کچھ ذی اثر حضرات کو ساتھ لیکر حافظ صاحب مرحوم کے صاحبزادگان کے پاس گئے، اور ان لوگوں سے کہا کہ جو زمین آپ نے ہمارے نام واپس کردی تھی، حافظ صاحب مرحوم نے رہن رکھ کر چھ ہزار نقد لے لیا تھا، اس رقم کو آپ لوگ داخل کریں، ورثہ اس رقم کو داخل سرکار کرنے سے انکار کررہے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا حافظ صاحب نے مذکورہ واقعہ کے تحت ہمارے والد صاحب کے ساتھ بے ایمانی یا دھوکہ نہیں دیا؟

(۲) کیا سعادت منداولاد کا یہ فریضہ نہیں ہے کہ اگر والد نے کوئی غلطی کی ہو تو ان کے انتقال کے بعد ہماری والدہ اور ہم لوگوں سے اپنے والد حافظ صاحب کی غلطی چاہ کرا اپنے والد کو خدا کی پکڑ سے بچاتے؟

(۳) حافظ صاحب نے جو چھ ہزار روپیہ حاصل کیا ہے، تو اب وہ مع سود کے سات ہزار سے زائد پر ہماری ہی جائیداد سے گورنمنٹ حاصل کرے گی، تو حافظ صاحب کے ذمہ سے قرضہ ختم ہوجائے گا، کیا حافظ صاحب کے ورثہ ہم یتیم نابالغ بیوہ کی جائیداد سے زبردستی یہ رقم سات ہزار کی دلوا کرا اپنے باپ کو آخرت کی پکڑ سے بچا سکتے ہیں؟

(۴) جو لوگ اس وقت حافظ صاحب کے ورثاء کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں، وہ کس درجہ خدا کی نافرمانی کررہے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پہلے سے طے کرلیا کہ محض لائسنس حاصل کرنے کی مصلحت سے صرف کاغذ میں نام درج کرایا جارہا ہے، مالک نہیں بنایا جارہا ہے، پھر اس پر حافظ صاحب کا قبضہ نہیں ہوا، تو شرعاً یہ ہبہ معتبر نہیں[۱]، حافظ صاحب کو اس کا حق نہیں تھا کہ وہ اس زمین کو رہن رکھ کر اس پر قرض

---

[۱] ومنها ان یکون الموهوب مقبوضاً حتی لایثبت الملک للموهوب له قبل القبض عالمگیری کوئٹه، ج۴/ص ۳۷۴/ کتاب الهبة، الباب الاول فی تفسیر الهبة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لیں،[۱] اولاد نے بعد میں وہ آراضی واپس کردی، یہ بھی دلیل ہے کہ اولاد نے اس کو ہبہ نہیں تصور کیا، اب قرض کے متعلق یہ حکم ہے کہ حافظ صاحب کے ترکہ سے قرض ادا کیا جائے، اس کے بعد جو کچھ بچے وہ بطور ترکہ تقسیم کیا جائے[۲] جمشید حسین خاں کی زمین سے قرض ادا کرنے کا حق نہیں[۳] اگر ترکہ نہیں چھوڑا تو اولاد کے ذمہ قرض ادا کرنا واجب نہیں، اگر ادا کردے گی، تو والد مرحوم کے ساتھ احسان ہوگا، اوران کو پکڑ سے بچانے میں مدد ملے گی، جس کی کوشش حتی الوسع کرنا تقاضائے سعادت مندی ہے[۴] اور اہل حق کوان کا حق پہنچانے میں پوری کوشش کرنالازم ہے۔[۵] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۳/۹۴ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) در مختار علی الشامی کراچی ص ۶۹۰ ج۵ کتاب الهبة، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہٰذا) [۱] سيأتي تخريجه (۴).

[۲] ثم تقضى ديونه من جميع مابقى من ماله الى قوله ثم يقسم الباقى بين ورثته. سراجى، ص ۴/مطبوعه یاسرندیم دیوبند، عالمگیری مصری ص۴۴۷ ج۶ کتاب الفرائض، الباب الأول، بزازية على هامش الهندية ص۴۵۳ ج۶ أول کتاب الفرائض، مطبوعه مصر.

[۳] لايجوز التصرف في مال غيره بلااذنه ولاولايته .الدرالمختار على هامش ردالمحتار زکریا ج۹/ ص ۲۹۱/ کتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف فى مال الغير الخ، الأشباه والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانى، کتاب الغصب، مطبوعه مکتبۂ اشاعت الإسلام دهلى، قواعد الفقه ص ۱۱۰، رقم المادة (۲۷۰) الرسالة الثالثة، مطبوعه اشرفى ديوبند.

[۴] والمراد بالدين، دين له مطالب من جهة العباد ...... فلا يلزم الورثة أداؤها إلا إذا أوصٰى بها أو تبرعوا بها من عندهم، تبيين الحقائق ص ۲۳۰ ج۶ کتاب الفرائض مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص ۴۹۵ ج۴ کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، بحر الرائق کوئٹه ص ۴۸۹ ج۸ کتاب الفرائض.

[۵] إعلم أن الأمانة عبارة عيما اذا وجب لغيرک عليک حق فأديت ذلک الحق اليه الخ تفسير روح البيان ص۲۲۷ ج۲ سورة النساء تحت آيت ۵۸، مطبوعه دار الفكر بيروت.

ہبہ اور وارث کے حق میں وصیت

سوال:۔ایک شخص نے حالت مرض میں اپنے تمام وارثوں کو جمع کرکے کُل جائیداد کو برضامندی تمام ورثہ کچھ کم وبیش کے ساتھ تقسیم کرکے وصیت نامہ لکھوا کر اپنا دوحصہ کا رجسٹری کردیا،لیکن فعلاً قبضہ نہیں کیا، بلکہ قولاً قبضہ پایا گیا،اب وہ شخص اس مرض سے اچھا ہوکر کوئی تین چار ماہ تک رہا،کسی کا کچھ اعتراض نہیں، پھر مرض دیگر سے ان کا انتقال ہوا، بعد انتقال کوئی تین ماہ بعد بعض وارث نے اعتراض کیا کہ اس تقسیم پر میں راضی نہیں ہوں، کیونکہ مجھے اورزیادہ ملتا ہے،لیکن جن کو زیادہ دیا گیا،ان کے ذمہ قرض بھی رکھا گیا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ تقسیم شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ اور یہ ہبہ میں داخل ہوگا یا وصیت میں؟ اگر وصیت میں ہوتو اجازت ورثہ بعد انتقال عورت مال معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں ہبہ تام نہیں ہوا کیونکہ ہبہ کے تام اورلازم ہونے کے لئے موہوب لہٗ کا قبضہ ضروری ہے،اور یہاں قبضہ کی صراحۃً نفی ہے۔" **لاتجوز هبة المريض ولاصدقته الامقبوضة فاذا قبضت فجازت من الثلث واذامات الواهب قبل التسليم بطلت**اھ **فتاویٰ عالمگیری ، ج۳/ص ۱۰۷۶**/[1]

دوسرے یہ بظاہر بلاتقسیم ہے اورقابل تقسیم شئی کا ہبہ کردینا بلاتقسیم کئے ہوئے ہبہ مشاع ہے،جوکہ ناجائز ہے، "**ولووهب داره من رجلين لايجوز فی قول ابی حنيفةؒ وكذٰلک كل مايقسم الخ فتاویٰ قاضی خاں ،ج۴/ص ۲۹۹**/[2]

---

[1] عالمگیری ،ج۴/ص ۴۰۰/(مطبوعه كويٹه) كتاب الهبة، الباب العاشر فی هبة المريض، المحيط البرهانی ص ۲۰۵ ج ۹ كتاب الهبة، الفصل العاشر فی هبة المريض، مطبوعه ڈابهيل.

[2] فتاویٰ خانيه علی الهنديه ،ج۳/ص۲۶۷/(مطبوعه كويٹه) **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

البتہ اس کو وصیت قرار دیا جا سکتا ہے، مگر اس کا نفاذ بعد موت موصی ہوتا ہے، نیز وارث کے حق میں وصیت دیگر ورثہ کی اجازت پر موقوف رہتی ہے۔" ولالوارثه الاباجازة ورثته لقوله عليه السلام لاوصية لوارث الاان يجيز ها الورثة يعنى عند وجود وارث اٰخر كمايفيده اٰخر الحديث وسنحققه وهم كبار عقلاء اھ درمختار، ج۵/ص ۵۷۵/[1]

پس اگر تمام ورثہ بالغ اور عاقل ہیں اور تمام نے اجازت دیدی ہے تو یہ وصیت نافذ ہوگی، اگر اس کی اجازت نہیں دی یا وہ نابالغ ہیں، وصیت نافذ نہیں ہوئی، بلکہ شرعی حصص کے موافق میراث تقسیم ہوگی، اور قرضہ کی ادائیگی تقسیم ترکہ پر مقدم ہے "يبدأ من ترک الميت الخالية عن تعلق حق الغير بعينهاكالرهن والعبدالجانى تجهيزه من غير تقتيرولاتبذير ثم ديونه التى لها مطالب من جهة العبادثم وصيته من ثلث مابقى ثم يقسم الباقى بين ورثته، تنوير ج۵/ ص ۶۶۵ /[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۱۱/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۱۱/۵۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) كتاب الهبة، فصل فى هبة المشاع، بدائع زكريا ص ۱۷۰ ج۵ كتاب الهبة، ما يرجع إلى الموهوب، عالمگيرى مصرى ص۳۷۶ ج۴ الباب الثانى فى ما يجوز من الهبة وما لا يجوز.

(صفحہ ہٰذا) [1] درمختار على الشامى زكريا، ج۱۰/ص۳۴۶/ اول كتاب الوصايا، مجمع الأنهر ص۴۱۸ ج۴ كتاب الوصايا، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بدائع الصنائع مطبوعه زكريا ص ۴۳۰ ج۶، كتاب الوصايا، فصل فى شرائط الركن.

[2] تنوير الابصار على الشامى زكريا، ج۱۰/ص۴۹۳/ اول كتاب الفرائض، مجمع الأنهر مع سكب الأنهر ص۴۹۳-۴۹۵ ج۴ كتاب الفرائض، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

غیر وارث کو کچھ جائیداد دینا

سوال:۔اس مسئلہ کے بارے میں حکم شرع سے مطلع کریں، ایک عورت مسماۃ حبیبہ جو کہ لاولد ہے، اس کے مندرجہ ذیل رشتہ دار ہیں۔

حبیبہ

حقیقی والدہ　　شوہر　　حقیقی بھائی۳　　حقیقی بہن۲

حبیبہ کے مذکورہ بالا رشتہ داروں میں سے ہر ایک مالدار ہے، حبیبہ چاہتی ہے کہ ایک دوسرے غیر رشتہ داروں کو جو کہ صاحب حاجت ہے اس کو کچھ حصہ فی سبیل اللہ دینا چاہتی ہے ، اور حبیبہ وصیت نہیں کرنا چاہتی ہے ، بلکہ اپنی زندگی میں کچھ ثواب کی نیت سے دوسرے حاجت مند کو دینا چاہتی ہے، لیکن اس کے بعض رشتہ دار کہتے ہیں کہ ہم رشتہ داروں کی موجودگی میں غیر رشتہ دار کو حصہ دینا ناجائز اور گناہ ہے، از روئے شرع فیصلہ سے مطلع فرمائیں، کہ رشتہ داروں کی موجودگی میں غیر رشتہ دار کو فی سبیل اللہ ہبہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ اگر دے سکتی ہے تو اپنی ملکیت میں سے کتنی مقدار دے سکتی ہے؟

(۲) اگر ہبہ کرنا اور دیدینا درست ہے، تو رشتہ دار کا اس میں رکاوٹ ڈالنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حبیبہ کو اختیار ہے کہ اپنی تندرستی اور صحت میں اپنی ملکیت میں سے کسی حاجتمند کو فی سبیل اللہ کچھ دیدے اور اس پر اس کا قبضہ کرادے، رشتہ داروں کو روکنے کا اختیار نہیں[1]

---

[1] کل یتصرف فی ملکہ کیف شاء، شرح المجلۃ ص۶۵۴ ج۱ رقم المادۃ (۱۱۹۲)، الکتاب العاشر فی انواع الشرکات، الباب الثالث، الفصل الأول فی أحکام الأملاک، مطبوعہ اتحاد بکڈپو دیوبند، التفسیر للإمام البیضاوی ص۵۶ ج۱ سورۃ الفاتحۃ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، شامی کراچی ص۵۰۲ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک الخ.

اور جبکہ حبیبہ کا مقصود رشتہ داروں کو محروم کرنا نہیں ہے، بلکہ ثواب حاصل کرنے کے لئے غریب کی حاجت کو پورا کرنا مقصود ہے، اور رشتہ دار سب مالدار ہیں، تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے[۱] "اماشرائطها فانواع يرجع بعضها الى نفس الركن وبعضها يرجع الى الواهب وبعضها يرجع الى الموهوب اماما يرجع الى الواهب فهوان يكون الواهب من اهل الهبة وكونه من اهلها ان يكون حراًعاقلاً بالغاً مالكاً للموهوب الخ فتاوىٰ عالمگیری، ج۳/ص ۳۸۴/"[۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۸۸ھ

ہونے والے وارث کو بیع یا ہبہ کرنا

سوال:۔ زید، بکر ہر دو حقیقی بھائی ہیں، ان کو ترکہ پدر سے کچھ اراضی ملی تھی، جس میں دو مکان تعمیر شدہ تھے، اور ساڑھے تین سوگز زمین خالی افتادہ تھی، بکر نے تعمیر شدہ مکان زید کو قیمتہً دیدیا اور افتادہ زمین جو بکر کے حصہ میں آئی تھی، مسکونہ مکان بنالیا، چونکہ زید کے اولاد نہیں محض دو لڑکیاں تھیں، زید نے بکر سے کہا کہ بھائی میرے پاس تو گزارہ کے موافق دو مکان ہیں، یہ افتادہ زمین جو میرے حصہ میں ہے اس میں بھی تو ہی مکان بنالے، مجھے کیا کرنی

[۱] قال النووی: فيه جواز ذكر المريض ما يجده من الوجع لغرض صحيح من مداواة أو دعاء أو وصية ونحو ذٰلک وإنما يكره ذلک إذا كان على سبيل السخط الخ، مرقاة شرح مشكوٰة ص۳۹۸ ج۳، باب الوصايا، الفصل الأول، مطبوعه بمبئی.

[۲] عالمگیری، ج۴/ص۳۷۴/ کتاب الهبة الباب الاول الخ، بدائع الصنائع زکریا ص۱۶۸-۱۶۹ ج۵ کتاب الهبة، فصل فی شرائط الهبة، مجمع الأنهر ص۴۹۱ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

ہے، گویا زید نے بکر کو استحساناً اپنا حصہ بطور ہبہ کے دیدیا تھا۔

بعد میں زید کے بھی دولڑکے پیدا ہو گئے، لہٰذا زید کو زمین کی ضرورت ہوئی، اپنا حصہ واپس کرنے کا ارادہ کیا، مگر اس حدیث کے موافق کہ ہبہ کر کے لینا ایسا ہے جیسے کتا قے کر کے چاٹ لے، زید خاموش ہو گیا، مگر اس وقت زید کے دونوں لڑکے چونکہ فوت ہو چکے، محض دولڑکیاں باقی ہیں، زید چاہتا ہے کہ اپنے دونوں مکان لڑکیوں کے نام بیع کردے، تاکہ میرے مرنے کے بعد بکر یا بکر کے لڑکے میرے مذکورہ مکانات سے حصہ نہ لے سکیں، پہلے جو زمین بکر کو استحساناً دیدی ہے، اسی طرح اپنی حیات میں لڑکیوں کو بھی حصہ وار مکان بیع کردوں، نیز اس وقت زید اور بکر میں باہمی رنجش بھی اس قدر ہے کہ کلام تک بند بلکہ ملنا جلنا بھی ترک ہے، بکر زید سے سخت مخالفت اور دشمنی رکھتا ہے، اسلئے بکر سے زید کا دل بھی پھٹ گیا، اس میں تفتیش طلب امر یہ ہے کہ زید مذکورہ صورت میں مسکونہ مکان شرعاً لڑکیوں کے نام کرسکتا ہے یا نہیں؟ ایسا کرنے سے زید کے ذمہ عنداللہ آخرت میں مواخذہ ہوگا یا نہیں بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید کا مقصود اس بیع سے بکر کو نقصان پہنچانا ہے ذاتی مخالفت کی بنا پر تب تو زید کو ایسا نہیں کرنا چاہئے، کہ یہ فعل اس کے لئے مکروہ ہے، اور اگر مقصود یہ ہے کہ لڑکیاں زیادہ ضرورت مند ہیں یا زیادہ دیندار ہیں اور بکر کے متعلق اندیشہ ہے کہ وہ اپنے حصہ کو معصیت میں صرف کردیگا یا اور کوئی مصلحت ہے، یعنی بکر کو نقصان پہنچانا نہیں، بلکہ کسی اور مصلحت کی بناء پر ایسا کرتا ہے، تو کچھ مضائقہ نہیں[1] تاہم اگر بیع کردیگا خواہ اسی نیت سے سہی تو بکر کو اس میں

[1] وروی عن ابی حنیفة رحمه اللّٰہ تعالیٰ انه لأبأس به اذاکان التفضیل لزیادة فضل له فی الدین وان کان سواء یکره وروی المعلی عن أبی یوسف رحمه اللّٰہ تعالیٰ أنه لا بأس به إذا لم یقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوی بینهم وهو المختار ...... وإن کان فی ولده فاسق لا ینبغی أن یعطیه أکثر من قوته کیلا یصیر معیناً له فی المعصیة الخ، عالمگیری کوئٹه ص ۳۹۱/۴، الباب السادس فی الهبة للصغیر، البحرالرائق کوئٹه ص۲۸۸/۷، کتاب الهبة، فروع، بزازیة علی هامش الهندیة ص۲۳۷/۶، کتاب الهبة، الجنس الثالث فی هبة الصغیر، مطبوعه مصر،

مداخلت کا حق نہیں رہے گا[1]، اسی طرح اپنی صحت اور تندرستی کی حالت میں لڑکیوں کے نام ہبہ کرنا چاہے تو اس کا حکم بھی یہی ہے، ہبہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنا قبضہ اٹھا کر باقاعدہ موہوب لہٗ کا قبضہ کرادے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰؍ربیع الاول ۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰؍ربیع الاول ۵۹ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰؍ربیع الاول ۵۹ھ

اپنی جائیداد نواسے کے نام کرنا

سوال:۔ زید کے نانا بکر نے زید کو بچپن میں گود لے لیا تھا، اور اپنی اولاد کی طرح پرورش کی، اس لئے بکر کی یہ خواہش تھی کہ وہ اپنے تمام جائیداد کا مالک زید کو ہی بنائیں، اس طرح وہ اپنی زندگی ہی میں اپنی جائیداد زید کے نام ہبہ کر چکے تھے، لیکن بکر اپنی بعض غفلت کی بناء پر اس کو قانونی کاروائی میں نہ لا سکے اور انتقال فرما گئے، اس لئے قانونی طور پر ان کی صحرائی جائیداد ان کی بیوہ کے نام منتقل ہوگئی، اب بیوہ نے اس صحرائی جائیداد کا نصف زید کے نام بیع بذریعہ رجسٹری کر دیا ہے، باقی نصف جائیداد کا بھی وہ زید کو ہی مالک بنانا چاہتی ہے،

---

[1] والمالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف یشاء من الملک، التفسیر للامام البیضاوی ص۵۶/ ۱، سورة الفاتحة، مطبوعه دارالفکر بیروت، شرح المجلة ص۶۵۴/ ۱، الکتاب العاشر، الباب الثالث، الفصل الاول فی احکام الاملاک، رقم المادة:۱۱۹۲، مطبوعه دیوبند، المصطلحات والالفاظ الفقهیة ص۳۵۱/۳، حرف المیم، الملک التام، طبع دارالفضیلة، قاهرة،

[2] وتتم الهبة بالقبض الکامل فیشترط القبض قبل الموت الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۸/ ص۴۹۳/ کتاب الهبة، مجمع الأنهر ص۴۹۱ ج۳ کتاب الهلة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بدائع الصنائع مطبوعه زکریا ص۱۷۵ ج۵ کتاب الهبة، بیان اصل القبض.

بکر کی بیوہ کی پانچ لڑکیاں ہیں، ان میں سے ایک اپنے والد کے انتقال کے بعد انتقال کر گئی، اور ایک لڑکا جو اپنے والد کے انتقال سے پہلے ہی انتقال کر چکا ہے، کیا مجھ کو اپنے نواسے زید کے لئے شرعی گنجائش ہے، کہ میں اس کو منتقل کر دوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قانونی حیثیت سے وہ زمین ملکیت سرکار تھی اور آپ کے شوہر کو صرف حق کاشت حاصل تھا، اور انتقال شوہر کے بعد وہ بیوی ہی کو قانوناً ملنی چاہئے اور اسکا نصف حصہ آپ نے زید کے نام بیع رجسٹری کر دیا، تو وہ بیع صحیح ہوگی، بقیہ کو بھی آپ نواسہ (زید) کو ہی دینا چاہیں تو آپ کو فروخت کرنیکا حق حاصل ہے[1]، یہ اسی صورت میں ہے کہ زید کے نانا نے ہبہ کے بعد اسی پر زید کا قبضہ دخل نہیں کرایا، بلکہ اپنا ہی قبضہ رکھا ہے، اگر زید کا قبضہ کرادیا تھا، اپنا قبضہ ہٹالیا تھا، اور ہبہ مرض الموت سے پہلے کیا تھا، وہ زمین جب ہی زید کی ہوگئی تھی[2] بشرطیکہ زید کے نانا اس زمین کے مالک ہوں صرف حق کاشت ان کو حاصل نہ ہو[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۵/۲۶ھ

---

[1] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف یشاء من الملک تفسیر بیضاوی، ص۷/تحت سورة الفاتحة، مطبوعه رشیدیه دهلی، معجم المصطلحات والألفاظ الفقهیة ص ۳۵۱ج۳ حرف المیم، الملک التام، مطبوعه دار الفضیلة قاهرة، مصر.

[2] وتتم الهبته بالقبض الکامل، فیشترط القبض قبل الموت، الدرالمختار مع الشامی زکریا، ج۸/ص۴۹۳/ کتاب الهبة، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] ومنها ان یکون مملوکاً للواهب فلایجوز هبة مال الغیربغیراذنه لاستحالة تملیک مالیس بمملوک للواهب عالمگیری کوئٹه ،ج۴/ص۳۷۴/ کتاب الهبة، الباب الاول فی تفسیر الهبة ورکنها الخ، بدائع زکریا ص۱۶۹ ج۵ کتاب الهبة، ما یرجع الی الموهوب، شرح المجلة ص ۴۷۱ج۱ رقم المادة (۸۵۷) الکتاب السابع فی الهبة، الباب الثالث فی شرائط الهبة، مطبوعه دیوبند.

خدمت گار لڑکی کو دیکر دوسروں کو محروم کرنا

سوال:۔ خلیق میاں کی پہلی بیوی سے تین لڑکیاں ہیں، اس بیوی کے مرنے کے بعد دوسری عورت سے شادی کی اس دوسری بیوی سے ایک لڑکی ہوئی، پھر تیسری شادی کی لیکن اس سے ایک بھی اولاد نہیں ہے، اور تیسری بیوی ابھی تک زندہ ہے، خلیق میاں اور اس کی بیوی کافی ضعیف ہو چکے ہیں، اور چاروں لڑکیاں اپنی سسرال میں رہتی ہیں، خلیق میاں نے اپنی چاروں لڑکیوں کو اپنی خدمت کے لئے بلایا، تو تین لڑکیوں نے انکار کردیا، اور صرف ایک لڑکی خدمت کے لئے تیار ہوئی، اب اگر خلیق میاں اپنی پوری جائیداد اس لڑکی کو دیدے جو خدمت کے لئے تیار ہے تو کیا شرعاً جائز ہوگا، یا کہ نہیں؟ اور اس میں کسی قسم کی شرعی خرابی تو نہیں ہے، نیز خلیق کے مرنے کے بعد ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکیاں سب ترکہ میں برابر کی شریک ہونگی، جس نے خدمت کی ہے، اس کو سعادت حاصل ہوئی، جنہوں نے بلا مجبوری کے انکار کیا وہ اس سعادت سے محروم ہیں[1] لیکن میراث سے محروم نہیں ہونگی، اگر اس رنج کی وجہ سے باپ نے ساری جائیداد اس خدمت گزار لڑکی کو دی جب کہ اور بقیہ کو محروم کردیا تو باپ کو گناہ ہوگا، ایسا نہیں کرنا چاہئے[2] تقسیم ترکہ کا سوال

---

[1] عن أبی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه قال : رسول الله صلی الله عليه وسلم : رغم أنفه، رغم أنفه، رغم أنفه، قيل من من ؟ يا رسول الله ! قال من أدرک والديه عند الكبر أحدهما أو كلاهما ثم لم يدخل الجنة، رواه مسلم، مشکوٰة شريف ص۴۱۸ ج۲ باب البر والصلة، الفصل الأول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] عن انسؓ قال قال رسول اللهﷺ من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة .مشکوٰة شريف، ص۲۶۶ / (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) باب الوصايا، الفصل الثالث.

مرنے کے بعد ہوتا ہے زندگی میں نہیں ہوتا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

مالک اپنی زندگی میں جس ہونے والے وارث کو جو کچھ دیدے وہ اسکا ہے

سوال:۔ زید کے پاس اس کے باپ دادا کی چھوڑی ہوئی، جو زمین ہے اس کے تین حصے کر رہے ہیں، ایک حصہ بڑے لڑکے بکر کو دے رکھا ہے، جو عرصہ بیس ۲۰/سال ہوا الگ کھیتی کر رہا ہے، ایک چھوٹے لڑکے عمرو کو دے رکھا ہے، اور اپنا حصہ چھوٹے لڑکے کے ساتھ شامل کر کے کاشت کر رہا ہے، اب بڑا لڑکا اس بات پر بضد ہے کہ تمہارا جو تیسرا حصہ ہے، اس کے نصف حصہ میں میں کاشت کروں گا، یعنی جائیداد کے دو حصے کر کے دونوں بھائی کاشت کریں گے باپ نے کہا جب تک میں زندہ ہوں اپنے حصے پر قابض ہوں، بعد میرے مرنے کے دونوں تقسیم کریں، اس کا جواب جلد دیں اور فرمائیں کہ میری ناراضی میں میرا حصہ ان کو جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بڑے لڑکے کو ضد کرنیکا حق نہیں، آپ نے جو کچھ اپنی زندگی میں دے دیا وہ بھی آپ کا احسان ہے بلا تکلف اپنا حصہ آپ چاہے جس لڑکے کے ساتھ رکھیں، یا الگ رکھیں کوئی اعترا

---

[1] وشروطه ثلاثة : موت مورث حقيقة ...... ووجود وارثه عند موته حياً الخ، سكب الانهر على هامش المجمع ص۴۹۴ ج۴ كتاب الفرائض، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامى كراچى ص۷۵۸ ج۶ كتاب الفرائض، بحر الرائق كوئٹه ص۴۸۸ ج۸، كتاب الفرائض.

ض یا زبردستی نہیں کرسکتا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۸۹ھ

عمریٰ

سوال:۔ ہندہ کے بطن سے زید کے تین بچے (دولڑکے ایک لڑکی پیدا ہوئی) اس کے بعد ہندہ کا انتقال ہوگیا، تو زید نے دوسری شادی کی اس سے چار لڑکے ہوئے زید نے دوسری بیوی کو کچھ زمین دی اور کہا کہ جب تک تم زندہ رہوگی، اس زمین سے کھاؤ گی، اور بعد میں یہ زمین میری اولاد کی ہوجائے گی، اس کے بعد زید کا انتقال ہوا، پھر دوسری بیوی کا انتقال ہوا تو اس زمین کی مستحق زید کی دونوں بیویوں کی اولاد ہوگی، یا صرف دوسری بیوی کی اولاد، اول بیوی کی اولاد کو کوئی زمین نہیں دی جائے گی، یا کوئی تیسرا اس زمین کا مستحق ہوگا؟ مدلل تحریر فرمائیں:

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس زمین پر دوسری بیوی کا قبضہ کرادیا اور اپنا قبضہ اٹھالیا تو وہ زمین اس دوسری بیوی کی ہوگئی، اس کے انتقال کے بعد اس کے وارثوں کو ملے گی، اگر اس کے وارث صرف چار لڑکے ہیں تو وہ چاروں اس میں برابر کے حصہ دار ہوں گے، پہلی بیوی ہندہ کے بطن سے

---

[1] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف یشاء الخ بیضاوی، ج۱/ص/۷ سورة الفاتحة، مطبوعه رشیدیه دهلی، معجم المصطلحات والألفاظ لفقهیة ص ۳۵۱ج۳ حرف المیم، الملک التام، مطبوعه دار الفضیلة، قاهرة مصر، شرح المجلة ص ۶۵۴ ج ۱ رقم المادة (۱۱۹۲) الکتاب العاشر، الباب الثالث، الفصل الأول فی أحکام الأملاک، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

E:\F.M.Failnal\Jild-25\17-Hiba & Hadya Ke Ahkam

جو تین بچے ہیں، ان کو اس میں حصہ نہیں ملے گا۔"واعمرتک هذا الشی لان العمری تملیک للحال فتثبت الهبة ویبطل مااقتضاه من شرط الرجوع وکذالک لوشرط الرجوع صریحا یبطل شرطه ایضا کمالوقال وهبتک هذا العبد حیاتک وحیاته اواعمرتک داری هذه حیٰوتک اواعطیتها حیاتک اووهبت هذا العبد حیاتک فاذا مت فهولی اواذامت فهو لورثتی فهٰذا تملیک صحیح وشرط باطل .بحرالرائق[1]، ج۷/ ص ۲۸۵ / کتاب الهبة" فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لڑکیوں کے ہوتے ہوئے جائیداد نواسہ کو دینا

سوال:۔ایک شخص ایسا ہے جو کہ بالکل ضعیف ہو چکا ہے، اس کے پانچ لڑکیاں ہیں جو شادی ہو جانے کی وجہ سے اپنے گھر پر ہیں، اس شخص کی خدمت نواسہ کرتا ہے، تو ایسی صورت میں اپنے نواسہ کے نام کھیت، مکان لکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر لڑکیوں کو نقصان پہنچانا مقصود نہیں، بلکہ واقعۃً نواسے کے حق الخدمت کے طور پر معاوضہ کی حیثیت سے دینا چاہتا ہے تو خدمت کے موافق دینا درست ہے۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۸ھ

---

[1] البحرالرائق کوئٹه ،ج۷/ص۲۸۵/کتاب الهبة، بدائع الصنائع زکریا ص۱۶۴ ج۵ کتاب الهبة، مجمع الأنهر ص۴۹۳ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

مرض الموت میں وارث کے لئے ہبہ

سوال:۔زید نے انتقال کیا،زید کی دو بیٹیاں تھیں،پہلی بیوی اس سے ایک لڑکا ہے، دوسری بیوی (ہندہ) جس سے چارلڑکے اور دولڑکیاں ہیں،ہندہ کے بڑے لڑکے نے خفیہ طور پر ایک کھیت اپنے چھوٹے بھائی کے نام مرتے وقت ہبہ کرالیا،تاکہ پہلی بیوی کا لڑکا محروم رہ جائے،دریافت طلب یہ ہے کہ اس کھیت میں پہلی بیوی کا لڑکا وارث ہے یا نہیں یہ لڑکا بھی زید کا ہی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً

مرض الموت میں جو ہبہ کیا جائے،وہ وصیت کے حکم میں ہے،جو شخص شرعی وراثت کا مستحق ہو اس کے حق میں وصیت معتبر نہیں،جب تک دیگر ورثاء اجازت نہ دیں لہٰذا یہ وصیت معتبر نہیں[1] سب ترکہ کی طرح اس کھیت میں بھی سب لڑکے چاہے کسی بیوی سے ہوں، برابر کے شریک ہیں،باپ اپنی زندگی اور صحت کی حالت میں اگر کسی لڑکے کو کچھ جائداد جداگانہ دینا چاہے تو دے سکتا ہے،بشرطیکہ دوسرے ورثاء کو نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو،ورنہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] کمایستفاد: ولابأس بتفضيل بعض الاولاد فى المحبة لانها عمل القلب وكذا فى العطاياان لم يقصد به الاضرار .الدرالمختار على هامش، ردالمحتار زكريا، ج۸/ص۵۰۱/ كتاب الهبة، قاضيخان على الهندية ص۲۷۹ج۳ كتاب الهبة، فصل فى هبة الوالد لولده والهبة للصغير، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، عالمگيری ص۳۹۱ج۴ الباب السادس فى الهبة للصغيرة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

(صفحہ ہٰذا) [۱] والهبة من المريض للوارث فى هذانظير الوصية لانها وصية حكما ولا تجوز لوارثه الا ان يجيزها الورثة هداية، بتقديم وتأخيرج۴/ص۶۵۷/ كتاب الوصايا، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، عالمگيری ص۹۰-۱۰۹ج۶ كتاب الوصايا، الباب الأول، والباب الخامس، مطبوعه مصر.

گنہگار رہوگا، ایسی حالت میں سب کو برابر دے حتیٰ کہ لڑکی کو بھی لڑکے کے برابر دے[۱]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۳/۲۹ھ

جائیداد بھتیجہ کو دینا بیٹوں کو نہ دینا

سوال:۔ میرے والد صاحب اپنی زمین اپنے بھتیجہ کے نام ہمارا حق دبا کر کررہے ہیں، جبکہ ہم پر قرضہ اتنا ہے کہ مکان اور زمین دے کر بھی بقایا رہتا ہے، اوران کا بھتیجہ نابالغ ہے، میرے چھوٹے چار بھائی بہن ہیں، ان کی پرورش وشادی باقی ہے، ان حالات میں شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ آپ کو نقصان پہنچانے کے لئے ایسا کرتے ہیں تو یہ ظلم اور گناہ ہے، ان کو ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے، ورنہ آخرت میں سخت باز پرس ہوگی[۲] لیکن باپ کو اپنی اولاد سے طبعی

---

[۱] لابأس بتفضيل بعض الاولاد فى المحبة لانها عمل القلب وكذافى العطايا ان لم يقصد به الا ضرار وان قصده فسوىٰ بينهم يعطى البنت كالابن عندالثانى وعليه الفتوىٰ ولووهب فى صحته كل المال للولد جاز واثم (درمختار على هامش ردالمحتار ج۸/ص۵۰۲/ (زكريا) كتاب الهبة، قاضى خان على الهندية ص ۲۷۹ ج۳ كتاب الهبة، فصل فى هبة الوالد لولدهٖ والهبة للصغير، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، عالمگیری ص ۳۹۱ ج۴، الباب السادس فى الهبة للصغير، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[۲] رجل وهب فى صحته كل المال للولد جاز فى القضاء ويكون آثماً فيما صنع، عالمگیری دار الكتاب ص۳۹۱ ج۴ كتاب الهبة، الباب السادس، در مختار على الشامى زكريا ص ۵۰۲ ج۸ كتاب الهبة، قاضى خان على الهندية ص ۲۷۹ ج۳ كتاب الهبة، فصل فى هبة الوالد لولدهٖ الخ، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، عن أنس رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

E:\F.M.Failnal\Jild-25\17-Hiba & Hadya Ke Ahkam

محبت اور شفقت ہوتی ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے بعد بھی اولاد کی آسائش کے لئے انتظام کرتا ہے، تاکہ اولاد پریشان نہ ہو[1] پھر موجودہ صورت میں جو والد کرنا چاہتے ہیں، تو ضرور اس کی کوئی خاص وجہ ہوگی، ممکن ہے کہ اولاد نافرمان ہو یا اس کی طرف سے اندیشہ ہو کہ وہ زمین کو معصیت میں ضائع کردے گا[2] یا بھتیجہ کا یا اس کے مورث کا کوئی مطالبہ ذمہ میں ہوگا، اس کو ادا کرنا مقصود ہو، ورنہ بلا وجہ کوئی باپ اپنی اولاد کی بدخواہی نہیں کیا کرتا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۸۸ھ

متبنیٰ کو ہبہ یا وراثت

سوال:۔ (نوٹ) پہلے ارسال کردہ سوال اور جناب کا جواب درج ذیل ہے:۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مشکوٰۃ شریف ص۲۶۶ ج ۱ باب الوصایا، الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[1] وعن سعد بن أبی وقاصؓ قال : مرضت عام الفتح مرضاً، أشفیت علی الموت، فأتانی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعودنی فقلت : یا رسول اللّٰہ ! إن لی مالاً کثیراً، ولیس یرثنی إلا إبنتی، أفأوصی بمالی کلہ ؟ قال : لا قلت : فثلثَیْ مالی ؟ قال : لا، قلت : فالشطر ؟ قال : لا، قلت : فالثلث ؟ قال : الثلث، والثلث کثیر إنک أن تذر ورثتک أغنیاء خیر من أن تذرھم عالۃ یتکففون الناس، الحدیث متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف ص۲۶۵ ج ۱ باب الوصایا، الفصل الأول، مطبوعہ یاسر ندیم، بخاری شریف ص۳۸۳ ج ۱ کتاب الوصایا، باب أن یترک ورثتہ أغنیاء خیر من أن یتکففون الناس، مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

[2] ولو کان ولدہ فاسقاً، فأراد أن یصرف مالہ إلی وجوہ الخیر ویحرمہ، عن المیراث ھذا خیر من ترکہ، لأن فیہ إعانۃ علی المعصیۃ، بحر الرائق کوئٹہ ص۲۸۸ ج۷، کتاب الھبۃ، بزازیۃ علی ھامش الھندیۃ ص۲۳۷ ج۶ کتاب الھبۃ، الجنس الثالث فی ھبۃ الصغیر، مطبوعہ مصر، خلاصۃ الفتاوی ص۴۰۰ ج۴ کتاب الھبۃ، جنس آخر فی الھبۃ من الصغیر، مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ.

زید کے کوئی اولاد نہیں، وہ اپنے ایک حقیقی بھائی کے لڑکے عمر کو متبنیٰ قرار دیتا ہے، اس کی خواہش ہوئی ہے کہ عمر کو زمین جائیداد کا وارث قرار دیدے، زید کے دوسرے بھتیجے بھی موجود ہیں، زید اس خیال سے کہ اس کی موت کے بعد شرعی حقوق پر دوسرے بھتیجے بھی دعویدار نہ ہو جائیں، جائیداد عمر کے نام ہبہ کرا دیتا ہے، اس کے نتیجہ کے طور پر زید کے انتقال پر اس کی ہبہ شدہ جائیداد سے اس کے دوسرے بھتیجوں کو کوئی حصہ نہیں مل سکا، بعض کا خیال ہے کہ اسلامی قانون کے تحت زید کو ایسا عمل کرنے کی گنجائش موجود ہے، بعض کہتے ہیں کہ زید کے اس عمل سے اس کے دوسرے بھتیجوں کی حق تلفی ہوتی ہے، اور شرعی حیثیت سے زید کے ہبہ کا عمل ناجائز ہے؟

(آپ کا جواب) اگر زید نے اپنی زندگی اور صحت کی حالت میں زمین جائداد اپنے بھائی کے لڑکے عمر کو ہبہ کردی اور اپنا قبضہ اٹھا کر اس کا قبضہ ہی مکمل کرا دیا، تو عمر اس کا مالک ہوگیا، انتقال زید کے بعد دوسرے بھتیجوں کو بطور وراثت لینے کا حق نہیں رہا،[1] جو چیز زید کی زندگی میں زید کی ملک سے خارج ہوگئی، اس میں زید کی وراثت جاری نہیں ہوگی، اگر زید دوسرے بھتیجوں کو نقصان پہنچائے، اور بلا وجہ شرعی ان کو محروم کرنے کی نیت سے ایسا کرے، تو وہ گنہگار ہوگا[2] (دستخط مفتی محمود عفی عنہ)

---

[1] وحكمها ثبوت الملک للموهوب له الیٰ ان قال: وتتم الهبة بالقبض الكامل الخ ، درمختار علی الشامی زکریا ،ج۸/ص۴۹۰-۴۹۳/ اول کتاب الهبة، مجمع الأنهر ص۴۹۱ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمية بیروت، منحة الخالق علی هامش البحر الرائق کوئٹه ص۲۸۵ ج۷ کتاب الهبة.

[2] لابأس بتفصيل بعض الاولاد فی المحبة لانها عمل القلب وكذا فی العطايا ان لم يقصد به الاضرار الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۸/ص۵۰۱/ (اول کتاب الهبة، قاضی خاں علی هامش الهندية ص۲۷۹ ج۳ کتاب الهبة، فصل فی هبة الوالد لولدهٖ الخ، مطبوعه دار الکتاب عن أنس رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس سلسلے میں مزید عرض ہے کہ اگر ہبہ کے سلسلے میں خود عمر کی ذاتی خواہش موجود تھی، تو کیا عمر بھی گناہ کا مرتکب ہوا؟ نیز کیا عمر کا اس ہبہ شدہ جائیداد سے شرعی نقطہ نظر سے جائز ہے، اور اگر نا جائز ہے، تو عمر کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عمر پر اس سلسلہ میں کوئی گرفت نہیں، جبکہ اس نے کوئی ناجائز کوشش نہیں کی، اس کو اس ہبہ شدہ جائیداد سے استفادہ وانتفاع درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۵/۱۳ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۵/۱۳ھ

بعض اولاد کو کچھ کم بعض اولاد کو کچھ زیادہ دینا

سوال: ۔(۱) مجیب الرحمٰن کے دو لڑکے ہیں، لشکر علی، گوہر علی، لشکر علی کے چار لڑکے ہیں، امداعلی، سیارت علی، جہانگیر علی، منور علی، اور چار لڑکیاں، عزیزن، کلثوم، زینب اور مریم، اور گوہر علی کے صرف ایک لڑکے سدھن علی ہے، ابھی سب لوگ زندہ ہی تھے کہ اچانک لشکر علی اور گوہر علی کا انتقال ہو گیا ہے، اور ساری چیزیں ابھی مجیب الرحمٰن کے قبضے میں تھیں، زمین

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) من قطع میراث وارثه قطع اللّٰه میراثه من الجنة یوم القیامة، مشکوٰة شریف ص۲۶۶ ج۱ باب الوصایا، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ابن ماجه شریف ص۱۹۴ ج۲، ابواب الوصایا، باب الحیف فی الوصیة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ابن ماجه شریف ص۱۹۴ ج۲، ابواب الوصایا، باب الحیف فی الوصیة، مطبوعه اشرفی دیوبند.

(**صفحہ ہٰذا**) [1] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوكة کیف یشاء الخ ،بیضاوی شریف، ص۷/ سورةالفاتحة، مطبوعه رشیدیه دهلی، معجم المصطلحات والألفاظ الفقهیة ص۳۵۱ ج۳، حرف المیم، الملک التام، مطبوعه دار الفضیلة، قاهرة، مصر.

جائیداد کے مالک وہی تھے، تو اب لشکر علی اور گوہر علی کے لڑکے اور لڑکیوں کو دادا جان سے کچھ حق ملے گا یا نہیں؟

(۲) مجیب الرحمٰن کے پوتوں میں سے ایک پوتے امداد علی بھی تھے، جو کہ سب سے بڑے ہیں، جنہوں نے دادا سے چار بیگھہ زمین اپنے نام سے قبالہ کرا چکے ہیں، اب یہ معلوم نہیں کہ خوشی سے قبالہ کر دیا، یا بوڑھے سے زبردستی کرایا گیا، کیونکہ اب دونوں حضرات دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، اور بقیہ تمام زمین چاروں بھائیوں میں تقسیم ہو چکی ہے، تو اب تینوں بھائیوں اور چار بہنوں کا اس زمین میں جو ان کے بڑے بھائی دادا میاں نے قبالہ کرایا ہے حصہ ہوگا یا نہیں؟ اور اگر ہوگا تو کتنا ہوگا؟

امداد علی کے لڑکے کہتے ہیں کہ جب وہ چار بیگھہ زمین کا قبالہ ہمارے والد صاحب مرحوم کے نام سے ہے تو وہ زمین خاص طور سے ہماری ہوگئی، اور چونکہ لشکر علی اپنے دادا صاحب کی موجودگی میں انتقال کر چکے ہیں، اس لئے سارے پوتے پوتیاں محروم ہو جائیں گی، اور جو زمین ہمارے والد صاحب نے اپنے دادا میاں سے قبالہ کرا دیا ہے، وہ ان کی زمین تھی، اب وہ جس کے نام سے قبالہ کر دیا خاص طور سے وہ زمین اس کی ہوگئی، اور تم تینوں بھائی اور چاروں بہنوں کا اس میں کوئی حق نہیں جیسے کہ اگر دادا صاحب کسی سے اپنی زمین فروخت کر دیتے، تو وہ اسی کی ہو جاتی۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ دادا صاحب کو بڑے بڑے پوتوں سے زیادہ محبت تھی، اسی وجہ سے یہ چار بیگھہ زمین زیادہ دیا ہے، اور یہ تینوں بھائی بہنوں کا کہنا ہے اس میں میرا بھی حصہ ہوگا، کیونکہ تمہارے والد صاحب سب سے بڑے اور گھر کے مالک بھی تھے، انہوں نے دادا سے پھسلا کر لیا اس لئے ہم لوگوں کا بھی حصہ ہوگا، اور دوسری بات یہ ہے کہ جب دادا میاں کا انتقال ہو رہا تھا تب تمہارے والد صاحب نے ہم لوگوں کے لئے یہ بات نہیں کہی ہے، بھائی یہ چار بیگھہ زمین دادا صاحب نے الگ ہمارے نام سے قبالہ کر دیا ہے،

اور دادا صاحب کے مرنے کے کئی سال بعد تک ہم چاروں بھائی ساتھ ہی ہیں، اور پھر اس کے بعد سب الگ الگ ہوگئے، تو اس وقت بھی ہم لوگوں سے یہ بات نہیں کہی، بلکہ دو چار بیگھہ زمین برابر برابر تقسیم کردی، لیکن کاغذی طور پر ہے، کچھ قبالہ وغیرہ دیا، وہ اپنے وصال کے وقت ہی کیا کہ اب یہ ۴۰/ یا ۴۵/سال کے بعد تم کہتے رہو گے، یہ چاروں بیگھہ زمین ہمارے باپ کے نام سے قبالہ ہیں، اس لئے ہم لوگوں کا ہے، اب یہ نہ ہوگا کیونکہ تمہارے والد صاحب سے ہم لوگوں نے اس بات کا تذکرہ نہ کیا تھا، اور فی الحال وہ زمین تینوں بھائیوں کے قبضہ میں ہے، لیکن سرکاری ٹیکس لگ رہا ہے، امداد علی کے لڑکے کو یا ان تینوں بھائیوں اور چاروں بہنوں کا بھی کچھ حصہ ہوگا؟ مدلل بیان کریں، اور یہ بھی بیان فرمادیں کہ اگر مجیب الرحمٰن نے خوشی سے قبالہ کردیا ہے، تو کیا حکم ہے؟ اور اگر زبردستی کرائے تو کیا حکم ہے؟

(۳) کسی شخص کے چار لڑکے ہیں اور ان کو کسی سے زیادہ محبت ہے، اور کسی سے کم ہے، اور اس طریقہ سے انہوں نے زمین وغیرہ تقسیم کی کہ کسی کو زیادہ اور کسی کو کم اور کسی کو کچھ نہیں تو ایسا کرنا کسی باپ کو اپنے بیٹے کے درمیان جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ بیٹے تو سب اسی کے ہیں۔

(۴) اگر کوئی لڑکا اپنے والد سے الگ ہوکر زمین وغیرہ کو طلب کررہا ہے تو اس کا طلب کرنا کیسا ہے؟ ان کے والد صاحب کو دینا ہوگا یا نہیں؟ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟ اور اگر کوئی دادا اپنے پوتے سے اپنے لڑکے کو مرنے کے بعد کہے کہ میں تم کو یہ زمین وغیرہ کچھ نہ دوں گا، کسی ناراضگی کی بناء پر تو اس کے محروم کرنے کی وجہ سے پوتا محروم ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مجیب الرحمٰن کے انتقال کے وقت کوئی لڑکا، لڑکی موجود نہیں، صرف پوتے

پوتیاں ہیں، تو یہ سب دادا کی میراث کے حقدار ہیں[1]، دو برابر پوتے کو اکہرا پوتی کو ملے گا،[2] سدھن علی، لشکر علی کے لڑکوں کی طرح برابر کے شریک ہیں۔

(۲) اگر دادا نے اپنی تندرستی میں (مرض الوفات) سے پہلے ہوش وحواس قائم رہتے ہوئے چار بیگھہ زمین اپنے پوتے امداد علی کو ہبہ کردی زبانی یا تحریری اور اپنا قبضہ اٹھا کر پوتے کا اس پر قبضہ کرادیا، تو وہ زمین اس پوتے کی ملک ہوگی،[3] دادا کی میراث قرار دے کر دوسرے پوتے اس میں حصہ دار نہیں ہوں گے، اگر ہبہ کا ثبوت ہوتو اس کو تسلیم کرنا لازم ہے، دوسرے پوتوں کا مطالبہ قابل تسلیم نہیں، اگر ہبہ نہیں کیا نہ زبانی نہ تحریری یا ہبہ تو کیا ہے، لیکن مرض الوفات میں ہوش وحواس بجانہ رہنے کی حالت میں کی ہے، یا ہبہ کرکے اس پر قبضہ نہیں کرایا ہے، تو ان سب صورتوں میں وہ دادا کا ترکہ ہے، دیگر متروکہ جائیداد کی طرح

---

[1] الاقرب فالاقرب يرجحون بقرب الدرجة اعنى اولٰهم بالميراث جزء الميت اى البنون ثم بنوهم الخ سراجى ،ص۲۲/ باب العصبات، مطبوعه ياسر نديم، در مختار على الشامى كراچى ص۷۷۴ج٦ كتاب الفرائض، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص۵۰۴ج۴ كتاب الفرائض، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] وبنات الابن كبنات الصلب ولهن احوال ست الىٰ قوله الا ان يكون بحذائهن أوأسفل منهن غلام فيعصبهن والباقى بينهم للذكرمثل حظ الانثيين الخ سراجى، ص۱۳/ فصل فى النساء، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، عالمگيرى كوئٹه، ص۴۴۸ج٦ كتاب الفرائض، الباب الثانى فى ذوى الفروض، بزازية على هامش الهندية، ص۴۵۵ج٦ كتاب الفرائض، الأول فى اصحاب الفرائض، مطبوعه مصر.

[3] ومنها أن يكون الموهوب مقبوضاً حتى لايثبت الملک للموهوب له قبل القبض الخ عالمگيرى، ج۴/ص۳۷۴/ (مطبوعه كوئٹه) كتاب الهبة، الباب الاول الخ، مجمع الأنهر ص۴۹۱ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شرح المجلة ص۴۷۳ج۱ رقم المادة (۸٦۱) الكتاب السابع فى الهبة، الباب الثالث فى أحكام الهبة، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

اس کی تقسیم ہوگی[1]

(۳) اولاد ہونے میں سب برابر ہوں لیکن محبت میں کمی زیادتی بھی ہوتی ہے، کسی کے اخلاق، اعمال اچھے ہوتے ہیں کسی کے نہیں ہوتے اور بھی اسباب تفاوت محبت کے ہوتے ہیں، اس کی وجہ سے اگر کسی کو کچھ زیادہ دیدے تو اس پر پکڑ نہیں، ہاں کسی کو نقصان پہنچانے کا مقصد نہیں ہونا چاہئے ورنہ گناہ ہوگا[2] اولاد ہونے میں برابر کی وجہ سے میراث میں تفاوت نہیں ہوگا، سب لڑکے برابر کے حقدار ہونگے۔

(۴) کوئی لڑکا اپنے والد سے کچھ مانگے اور اپنی ضرورت ظاہر کریں، تو شرعاً مضائقہ نہیں، اللہ پاک وسعت دے تو والد کی خدمت بھی کرے اور ان سے کچھ نہ مانگے، لیکن بطور میراث زندگی میں مانگنے کا حق نہیں، والد صاحب دیکھیں کہ فلاں لڑکے کو حاجت زیادہ ہے، حسب وسعت اس کی ضرورت پورا کرنے میں والد کو بھی اجر ملے گا، والد کا یہ کہنا کہ میرے انتقال کے بعد میرے فلاں لڑکے کو کچھ نہ دیا جائے، اور میری جائیداد سے اس کو

---

[1] اسلئے کہ مرض الوفات میں ہبہ حکماً وصیت ہے اور وارث کے حق میں وصیت درست نہیں ہے، الا یہ کہ ورثاء اس کو نافذ کردیں والهبة من المريض للوارث في هذا نظير الوصية، لأنها وصية حكماً، ولا تجوز لوارثه لقوله عليه السلام إن الله تعالىٰ أعطى كل ذى حق حقه، ألا لا وصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة، هداية ص۶۵۷ ج۴ كتاب الوصايا، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بدائع الصنائع ص۴۳۳، ۴۳۴، ج۶، كتاب الوصايا، شرائط الركن، مطبوعه زكريا بكڈپو ديوبند، مجمع الأنهر ص۴۱۸ ج۴ كتاب الوصايا، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] لابأس بتفضيل بعض الاولاد فى المحبة لانها عمل القلب وكذافى العطايا ان لم يقصد به الاضرار وان قصده فسوى بينهم يعطى البنت كالابن عندالثانى وعليه الفتوىٰ ولو وهب فى صحته كل المال للولد جاز واثم الخ.درمختار على الشامى زكريا ،ج۸/ص۵۰۱/ اول كتاب الهبة، قاضى خان على الهندية ص۲۷۹ ج۳ كتاب الهبة، فصل فى هبة الوالد لولده، عالمگيرى ص۳۹۱ ج۴ كتاب الهبة، الباب السادس فى الهبة للصغير، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

محروم کردیا جائے، بیکار ہے، شرعاً کچھ بھی معتبر نہیں[1]، میراث بہر حال ملے گی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۸۹ھ

ہبہ بلا قبضہ اور وقف علی الاولاد

سوال:۔ زید نے اپنی جائیداد میں سے ایک اپنا رہائشی مکان جس میں خود اور اس کے متعلقین رہتے ہیں یا رہتے تھے، اپنے مرنے سے چار سال پیشتر اپنی بہو یعنی چھوٹے بیٹے کی بیوی کے نام ہبہ کیا، اور ہبہ نامہ لکھدیا جس میں یہ بیان ہے کہ میں نے ہبہ کر کے موہوب لہا بہو کے قبضہ میں دیدیا، حالانکہ وہ معہ اپنے مذکور متعلقین کے اس میں رہتا ہے، اور اس میں رہنے کے لئے کرایہ نامہ کی تحریر بعوض کرایہ لکھ دیا ہے، لیکن کوئی ثبوت ایسا نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ واہب واقف ہے، کبھی بھی چار سال میں موہوب لہا سے زرِ رسید حاصل کی ہو، ٹیکس وائر ٹیکس، بجلی وغیرہ وغیرہ ہر جگہ واہب کا نام آج تک لکھا ہوا ہے، یہ سب مصنوعی کارروائی بڑے لڑکے کو کم حصہ دینے کیلئے کی گئی ہے، دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ ہبہ درست ہو گیا، یعنی بہو کا سابق سے اس میں اپنا قبضہ سمجھا جائے گا؟ اگر یہ ہبہ نہ ہو تو کیا غیر وارث کے حق میں وصیت ہوگی؟ نیز زید نے اپنی باقی جائیداد میں سے اپنے چھوٹے لڑکے اور اپنی دختر پر زائد جائیداد وقف کی ہے، اور بڑے لڑکے پر کم اور خود اپنے نفس پر بھی کی ہے، یعنی باقی جائیداد وقف علی النفس وعلی الاولاد کی ہے، ان تینوں وقف نامہ جات میں لکھا ہے، تاحین حیات میں اس جائیداد کا متولی ہوں اور اس کی آمدنی کا مستحق میرے بعد فلاں فلاں،

---

[1] اوصیٰ بان یصلی علیه فلان اویحمل بعد موته الیٰ بلد اخر او یکفن فی ثوب کذا الیٰ قوله فهی باطلة الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۱۰/ص ۳۶۱/ اول کتاب الوصایا.

دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ وقف علی الاولاد وعلی النفس وقف ہے یا وصیت علی الورثہ کے قبیل سے ہے، جونا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واہب نے ہبہ کے بعد اس مکان سے اپنا قبضہ نہیں اٹھایا تھا اور اپنا سامان وہاں سے منتقل نہیں کیا، بلکہ بعد از ہبہ نامہ بغیر مکان خالی کئے فوراً کرایہ نامہ تحریر کردیا تو شرعاً یہ ہبہ نافذ نہیں ہوا، اور موہوب لہا (یعنی بہو) کی ملک اس پر شرعاً حاصل نہیں ہوئی، محض کاغذی کارروائی ممکن ہے، کہ قانوناً کافی ہو لیکن شرعاً کافی نہیں، اور چونکہ بحالت صحت اپنی زندگی میں انتقال سے چار سال پہلے یہ ہبہ کیا ہے، مرض الموت میں یا انتقال کے بعد نافذ کرنے کے لئے نہیں کیا، اس لئے یہ وصیت بھی نہیں، لہٰذا جملہ ورثہ کو دیگر ترکہ کی طرح حسب وراثت شرعیہ اس میں سے بھی حصہ ملے گا، اور بہو کو کچھ نہیں ملیگا، نہ ہبۃً نہ وصیۃً **فلو وھب جراباً فیه طعام الواھب اوداراً فیھا متاعه اودابةً علیھا سرجه وسلمھا کذٰلک، لایصح اھ درمختار** ، ص ۷۰۲/ج ۴/[1] جو وقف بحالت صحت کیا جائے وہ شرعاً وقف ہی ہوتا ہے، وصیت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/ ذیقعدہ ۶۷ھ

اگر واہب نے اس مکان سے اپنا ذاتی مال واسباب نہیں نکالا تھا، تو یہ قبضہ صحیح نہیں ہوا، ہاں اگر اس کا اس میں کوئی مال نہیں تھا، اور بہو اس میں رہتی تھی، تو یہ قبضہ ہوگیا، کرایہ نامہ

---

[1] **درمختار علی الشامی زکریادیوبند، ص ۴۹۴/ج۸/ مطبوعه کراچی، ص ۶۹۱/ج۵/ کتاب الھبة، مجمع الأنھر ص ۴۹۱ ج۳ کتاب الھبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص ۳۷۴ ج۴ کتاب الھبة، الباب الأول، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، بدائع زکریا ص ۱۷۸ ج۵ کتاب الھبة، شرائط صحة القبض.**

لکھنے سے پہلے اگر اس نے تھوڑی دیر کو بھی اپنا مال واسباب علیحدہ کر دیا تھا، تو ہبہ صحیح ہو گیا، کرایہ کا وصول کرنا ضروری نہیں ہے، بلا کرایہ بھی اگر واہب بعد میں لیتا رہے تب بھی کچھ حرج نہیں، اور قبضہ موہوب لہا کا اس صورت میں بھی کافی ہوگا، جبکہ پہلے سے وہ رہتی ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/ ذیقعدہ ۶۷ھ

مرض الموت میں وارث کو ہبہ کا حکم

سوال:۔ مفید الوارثین نمبر ۵۰/ (۱۹) میں ہے ''اگر مرض الموت میں کسی ایسے شخص کو جو مریض کا وارث نہیں بطور تحفہ وہدیہ کچھ دیدیا تو بالفعل دلوادیا جائیگا، لیکن اگر مریض اس مرض میں مرگیا اور معلوم ہوا کہ وہ مرض الموت تھا تو اس کا حکم مثل وصیت کے ہے، انتہی'' اس میں غیر وارث کو دینے کی شرط کیوں لگائی گئی؟ اگر وارث کو مرض الموت میں دے تو اس کو بھی فی الحال دلوادینا چاہئے، کیونکہ اس مرض کا مرض الموت ہونا یقینی نہیں پس اگر اسی مرض میں مرجائے، تو وہ چیز اس وارث سے واپس لے لی جائے، وارث اور غیر وارث میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ اگر یہ وجہ پیش کی جائے، کہ وارث کو اگر فی الحال دے دی جائے، تو شاید وہ اس چیز میں تصرف وغیرہ کرے اور وہ چیز واپس نہ لیجا سکے، تو یہ وجہ غیر وارث میں بھی ہے، کہ شاید جو چیز اس کو دی ہے وہ ثلث مال سے زیادہ ہو، پس وہ اس میں تصرف وغیرہ کرے جس

[1] واذاكانت العين الموهوبة فى يدالموهوب له وديعةً اوعاريةً اوامانةً ملكها بالهبة والقبول وان لم يجددفيها قبضاً الخ عالمگیری ،ص ۳۷۷/ج۴/ (مطبوعه كوئٹه)كتاب الهبة، الباب الثانى فيمايجوز من الهبة الخ، بحر الرائق كوئٹه ص۲۸۷ ج۷ كتاب الهبة، شرح المجلة ص۴۶۶ ج۱ رقم المادة (۸۴۶) الكتاب السابع، الباب الأول، الفصل الأول، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

وجہ سے مایجری فیہ الوصیۃ یعنی ثلث سے زائد واپس نہ لیجا سکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(وارث میں واپس لینے سے ایک دوسری شئی بھی مانع ہے، وہ اس کا ذی رحم محرم ہونا یا تعلق زوجیت ہونا[۱]) اغلب واقرب یہ ہے کہ اس تحفہ کو چونکہ مرض الموت میں وصیت کا حکم دیا جاتا ہے،[۲] اور وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی، لاوصیة لوارث،[۳] اس لئے اس صورت کو غیر وارث کے ساتھ مقید کیا تا کہ آئندہ چل کر اگر اس مرض کا مرض الموت ہونا ثابت ہو جائے تو اس سب کو بحکم وصیت ثلث ترکہ سے نافذ کیا جا سکے،[۴] اگر وہ موہوب لہٗ وارث ہو تو وہاں تنفیذ وصیت کا محل ہی نہیں[۵]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۲؍رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ

---

[۱] والزای الزوجیة مانعة الرجوع والقاف القرابة فلارجوع فیما وهب لذی رحم محرم الخ مجمع الانهر ،ص ۵۰۲–۵۰۳/ ج۴/ مطبوعه بیروت، کتاب الهبة، باب الرجوع عنها، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۹۴ ج۷ باب الرجوع فی الهبة، در مختار علی الشامی کراچی ص ۷۰۴ ج۵ باب الرجوع فی الهبة.

[۲] والهبة من المریض فی هذا نظیر الوصیة لأنها وصیة حکماً حتی تنفذ من الثلث هدایة ص۶۵۷ ج۴ کتاب الوصایا، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، بدائع الصنائع، ص۴۳۳ ج۶ کتاب الوصایا، شرائط الرکن، مطبوعه زکریا بکڈپو دیوبند، مجمع الأنهر ص ۴۲۴ ج۴ کتاب الوصایا، قبیل باب الوصیة بثلث المال، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] عن أبی أمامةؓ قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول : فی خطبته عام حجة الوداع، إن اللّٰه قد اعطی کل ذی حق حقه، فلا وصیة لوارث، رواه ابوداؤد وابن ماجة، مشکوٰة شریف، ص ۲۶۵/ (مطبع یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند) باب الوصایا، الفصل الثانی.

ترجمہ:. وارث کے لئے وصیت درست نہیں ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مرض الموت میں ہبہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے مرض الوفات میں اپنی مملوکہ کچھ حصے ایک لمٹیڈ کمپنی کے اپنے بعض ورثہ کو ہبہ کر دیئے اسی مرض میں چند ایام کے بعد زید کی وفات ہوگئی، اب شرعاً یہ دریافت کرتا ہوں کہ زید کا مرض الوفات میں بعض ورثہ کو ہبہ کرنا درست ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مرض الموت میں ہبہ بمنزلہ وصیت کے ہوتا ہے، پس اگر کوئی شخص مرض الموت میں ہبہ کردے اور شئی موہوب لہ کا قبضہ کرادے، اگر مشاع قابل تقسیم ہو تو تقسیم کر کے قبضہ کرادے، اس کے بعد انتقال ہوجائے، تو ایک ثلث میں اس کی تنفیذ ہوگی، اگر تقسیم اور قبضہ سے پہلے انتقال ہوجائے تو ہبہ باطل ہوگا، اگر موہوب لہ وارث ہو تب بھی ہبہ ناجائز ہوگا، الا یہ کہ دیگر ورثاء اس پر راضی ہوں، ''الهبة والصدقة من المريض لوارثه نظير الوصية لانه وصية حكماً حتى تعتبر من الثلث اهـ مجمع الانهر[1] ولا تصح الوصية لوارثه شيئاً الا باجازة الورثة اهـ (سكب الانهر[2])، وتتم الهبة بالقبض الكامل

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۴] ملاحظہ ہو اسی عنوان کا حاشیہ [۲]۔

[۵] لأن الوارث ليس بمحل للوصية، بدائع الصنائع زكريا ص۴۳۴ ج۶ كتاب الوصايا، شرائط الركن.

(صفحہ ہذا) [۱] مجمع الانهر ص۴۲۴/ ج۴/ مطبع بيروت، كتاب الوصايا، قبيل باب الوصية بثلث المال، هداية ص۶۵۷ كتاب الوصايا، مطبوعه ياسر نديم، بدائع زكريا ص۴۳۳ ج۶ كتاب الوصايا، شرائط الركن.

[۲] سكب الانهر على مجمع الانهر ص۴۱۸/ ج۴/ مطبع بيروت، كتاب الوصايا، بدائع الصنائع مطبوعه زكريا ص۴۳۴ ج۶، كتاب الوصايا، شرائط الركن، در مختار على الشامى كراچى ص۵۵-۶۵ ج۶، كتاب الوصايا.

ولوالموهوب له شاغلاً لملک الواهب لامشغولاً به فی محوز مقسوم ومشا ع لایقسم لاتتم بالقبض فیمایقسم ولولشریکه فان قسمه وسلمه صح ولو سلمه شائعاً لایملکه فلا ینفذتصرفه فیهاھ درمختار[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۲/۶۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۲/۶۹ھ

مرض الموت میں جعلی ہبہ نامہ پر دستخط

سوال:۔ ہندہ اپنے بستر مرگ پر عالم نزاع میں ہے، ہندہ کے جیٹھ (شوہر کا بڑا بھائی) نے اپنے ایک سادہ کاغذ (اسٹامپ) پر کسی تحریر اقرار نامہ کے نشان انگوٹھا بغیر ہندہ کی مرضی وخواہش کے جبراً لے لیا، اور نشان انگوٹھا لیتے وقت سوائے اسکے جیٹھ کے کوئی دوسرا گواہ وہاں پر موجود نہ تھا، نشان انگوٹھا لینے کے چند دن بعد ہندہ لا ولد فوت ہوگئی، اسکے بعد اس کاغذ کو جس پر ہندہ کا نشان انگوٹھا لیا گیا تھا، ہبہ کی شکل میں تحریری اقرار کرایا گیا، کہ ہندہ نے اپنے ترکہ کی جائیداد اپنے شوہر کو ہبہ کردی، اور بعد میں مذکورہ جیٹھ کے علاوہ مزید تین گواہوں نے ازراہِ شہادت اپنے اپنے دستخط اس تحریر کردہ دستاویز پر ثبت کردیئے، اور اسطرح ہندہ کا ہبہ نامہ بحق اپنے شوہر مکمل ہوگیا، اب دریافت طلب امر یہ ہیکہ ہندہ کی کمزوری اور لاچاری سے فی الحال جو فائدہ اٹھایا گیا، اور مندرجہ بالا طریقے سے ہندہ سے ہبہ کرایا گیا، شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو یہ کارروائی شرعاً بالکل بیکار ہے، اس سے ہبہ نہیں ہوا[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۴ھ

[1] الدرالمختار علی الشامی زکریا، ص ۴۹۳/ج۸/مطبوعه کراچی، ص ۶۹۰/ج۵/ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہبہ بعد الموت

سوال:۔ میرے والد اپنی دوکان کے خود مالک تھے، انہوں نے اپنی زندگی میں کئی مرتبہ میری والدہ کے سامنے کہا کہ میرے بعد یہ سب تیرا ہے، میری والدہ کے ہمراہ پہلے شوہر سے دو لڑکیاں تھیں، پھر میں پیدا ہوئی، اب ماں چاہتی ہے کہ میرے باپ کی جائیداد میں ان پہلی دو لڑکیوں کو بھی شامل کرے، کیا از روئے شرع ساتھ آئی ہوئی لڑکیاں بھی میرے باپ کی جائیداد میں حقدار ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تمہارے والد کے تم کو محض یہ کہہ دینے سے کہ میرے بعد سب تیرا ہے، ان کی متروکہ جائیداد کی تم تنہا وارث نہیں ہوگی[1] بلکہ تمہارے والد کے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ تمہارے والدہ کو ملے گا،[2] اور بقیہ کی تم مالک ہوگی، بشرطیکہ تمہارے والد کے دادا پردادا میں سے کوئی

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) کتاب الھبة، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۸٦ ج۷ کتاب الھبة، مجمع الأنھر ص ۴۹۴ ج۳، کتاب الھبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] اس لئے کہ ہبہ کیلئے رضامندی شرط ہے اور وہ یہاں پائی نہیں گئی، لکن لو لقّن الھبة ولم یعرفھا لم تصح، لا لأجل أن النیة شرطھا، وإنما ھو لفقد شرطھا وھو الرضٰی، وکذا لو اکرہ علیھا لم تصح، الأشباہ والنظائر ص ۱۱، القاعدة الأولیٰ، مطبوعه اشاعت الإسلام دھلی.

(**صفحہ ہذا**) [1] وتصح الھبة بایجاب وقبول لأنھا عقد، وقیام العقد بالإیجاب والقبول، وتتم الھبة بالقبض الکامل، لقوله علیه السلام : لا تجوز الھبة إلا مقبوضة، مجمع الأنھر ص ۴۹۱ ج۳ کتاب الھبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، در مختار علی الشامی کراچی ص ٦۸۸ ج۵، کتاب الھبة، ھدایة ص ۲۸۳ ج۳ کتاب الھبة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] وللزوجة الربع عند عدمھا والثمن مع احدھما الخ عالمگیری ،ص ۴۵۰/ج٦/ (مطبع کوئٹه) کتاب الفرائض، الباب الثانی، السراجی فی المیراث ص۷ فصل فی النساء، مطبوعه مکتبه الأسعدی سھارنپور، ملتقی الأبحر علی ھامش المجمع الأنھر ص۵۰۰ ج۴ کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

مرد زندہ نہ ہو[۱] تمہاری والدہ کی دونوں لڑکیاں جو تمہارے والد سے نہیں وہ تمہارے والد کے ترکہ میں حقدار نہیں[۲] ہاں تمہاری والدہ اپنا آٹھواں حصہ تم کو اوران کو دینا چاہتی ہیں تو دے سکتی ہیں[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۸۸ھ

غیر مملوک مکان کو ہبہ کرنا

سوال:۔ سائل کے والد دو بھائی تھے، دونوں کا انتقال ہوگیا ہے، ایک کی اولا دلڑکا ہے، دوسرے کی اولاد بھی لڑکا ہے، سائل منصور احمد اوراپنے بھائی فہیم الدین کے پاس رقم بھیجتا رہا، بمبئی سے مکان تعمیر کرانے کیلئے، تو فہیم الدین جو منصور احمد کا تایازاد بھائی تھا، اس نے مکان تعمیر کرایا، مکان کی جائیداد شرکت کی تھی، اورایک دوکان اس میں منصور احمد نے اپنے روپیہ سے خریدی تھی، فہیم الدین کا انتقال ہوگیا ہے، اور مکان اپنی لڑکی کے نام کردیا ہے، اب فہیم الدین کی بیوہ نے اس مکان اور دوکان پر قبضہ کرلیا ہے، شرع کا کیا حکم ہے؟

---

[۱] والعصبة كل من يأخذ ما أبقته اصحاب الفرائض وعند الإنفراد يحرز جميع المال، السراجى فى الميراث ص۵، مطبوعه كتب خانه امداديه ديوبند،

[۲] ويستحق الإرث بأحد ثلاثة بنسب أى قرابة رحم، ونكاح صحيح ولاء بنوعيه، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۴۹۵ ج۴ كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت، در مختار على الشامى كراچى ص۷۶۲ ج۶ كتاب الفرائض، عالمگيرى كوئٹه ص۴۴۷ ج۶ كتاب الفرائض، الباب الأول.

[۳] الملک التام: هو الذى ينحول صاحبه حق التصرف المطلق فى الشىء الذى يملک، فيسوغ له أن يتصرف فيه بالبيع والهبة والوقف الخ، معجم المصطلحات والألفاظ الفقهية ص ۳۵۱، ج۳، حرف الميم، الملک التام، مطبوعه دار الفضيلة قاهرة، شرح المجلة ص۶۵۴/۱ رقم المادة۱۱۹۲، الكتاب العاشر، الباب الثالث، الفصل الأول فى احكام الأملاک، مطبوعه ديوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً

فہیم الدین کی بیوہ کو شوہر کے ترکہ سے میراث میں آٹھواں حصہ پہنچتا ہے، اس سے زیادہ کی وہ حقدار نہیں ہے[1]، جو دوکان منصور احمد نے اپنے ذاتی روپیہ سے خود خریدی ہے، وہ منصور احمد کی ہے، جو مکان منصور احمد کے بھیجے ہوئے روپیہ سے تعمیر ہوا وہ منصور احمد کا ہے، فہیم الدین کو لڑکی کے نام کرنے کا کوئی حق نہیں ہے[2]، یہ غلط ہوا، لڑکی اس پر قبضہ نہ کرے بلکہ لڑکی اور وہ دونوں کو لازم ہے کہ وہ مکان اور دوکان منصور کے حوالہ کر دیں[3]، البتہ فہیم الدین کا حق والد کی چھوڑی ہوئی زمین میں منصور احمد کے برابر ہے، اس میں بیوہ اور لڑکی اپنا اپنا حصہ لے سکتی ہیں، اب جبکہ اس زمین پر منصور احمد کی تعمیر موجود ہے، جو کہ فہیم الدین کی رضا مندی سے ہے، لہٰذا اپنے حصہ کی زمین کا معاملہ منصور احمد سے کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند ۲۳/۴/۹۰ھ

بیٹے کو زمین ہبہ کر کے واپس لینا

سوال:۔ عمر نے اپنی ملک اراضی میں سے اپنے بیٹے زید کو چند گواہوں کی موجودگی

---

[1] اما للزوجات فحالتان الربع لواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الابن وان سفل والثمن مع الولد الخ سراجی ،ص،۱۱/ (مطبع یاسرندیم دیوبند) فصل فی النساء، ملتقى الأبحر علی هامش المجمع ص ۵۰۰ ج ۴ کتاب الفرائض، مطبوعه، دار الكتب العلمية بيروت، عالمگیری مصری ص ۴۵۰ ج ۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض.

[2] لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته، در مختار على الشامی زکریا ص ۲۰۰ ج ۶ کتاب الغصب، مطلب فی ما يجوز من التصرف بمال الغير الخ، الاشباه والنظائر ص ۱۵۷ کتاب الغصب، الفن الثانی، مطبوعه مكتبه اشاعت الإسلام دهلی.

[3] ولكن ان اخذه من غير عقد لم يملكه ويجب عليه ان يرده علىٰ مالكه الخ بذل المجهود ص ۱۳۷/ج ۱/ (مطبع سهارنپور) (باب فی فرض الوضو)، شرح المجلة ص ۶۲ ج ۱ رقم المادة (۹۷) المقالة الثانية فی بیان القواعد الفقهية، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

میں ایک قطعہ زمین اس معاہدہ کے ساتھ ہبہ کیا کہ میری حیات تک اس کی پیداوار چوتھائی مجھے دیتے رہنا، زید نے اس کو منظور کرلیا، اس قطعہ کے کچھ حصہ میں اس نے اپنے صرفہ سے کسی جنس کی تخم ریزی بھی کرادی اور کچھ میں آئندہ تخم ریزی کے خیال سے ہل بھی چلوادیا، مہینہ بھر ہی کے اندر باپ نے اس قطعہ کو بٹائی پر ایک اجنبی شخص کو دیدیا، اوراب اسے کسی خریدار کوفروخت کردینا بھی چاہتا ہے، زید جوکہ اسکا بیٹا ہے کہتا ہے کہ مذکورہ بالاصورت میں ازروئے شرع میرے والد کواس پرکسی قسم کا مالکانہ تصرف کا اختیار نہیں رہا، کیونکہ وہ مجھے اس قطعہ کو ہبہ کر چکے ہیں، گومروجہ قانونی کارروائی نہیں ہوئی، اس لئے اب میرے والد نہ اسے فروخت کر سکتے ہیں، اور نہ کسی کو ہبہ کر سکتے ہیں، باپ جوکہ قانوناً ابھی تک اس کا مالک ہے، اور بوقت ہبہ اس نے اپنی حین حیات تک کے لئے مابہ النزاع قطعہ اراضی کی پیداوار میں سے ایک مقررہ حصہ کی ادائیگی بھی موہوب سے طے کرلی تھی، کیاوہ از روئے شرع اس کا مالک نہیں رہا، کیا واہب کے حقوق ملکیت موہوب لہٗ کو منتقل ہوگئے؟

الجواب حامداًومصلیاً

والد نے جب قطعہ زمین اپنے بیٹے کو ہبہ کردیا، اوراپنی ملک وقبضہ سے خارج کر کے بیٹے کی ملک وقبضہ میں دیدیا، تو یہ ہبہ تام ونافذ ہوگیا[1] جوشرط لگائی ہے، وہ بھی صحیح نہیں ہے ،اس کی پابندی بیٹے پرلازم نہیں، اس شرط کی وجہ سے ہبہ فاسد نہیں ہوا[2] اوراب والد کواس

---

[1] وتصح الهبة بايجاب وقبول ...... وتتم الهبة بالقبض الكامل، مجمع الأنهر ص ۴۹۱، ج۳، كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، در مختار على الشامی زکریا ص۴۸۹، ۴۹۰، ج۸، كتاب الهبة، هداية ص۲۸۳، ج۳، كتاب الهبة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

[2] ولاتبطل بالشروط الفاسدة الخ، الدرالمنتقىٰ على مجمع الانهر ص۴۹۰/ ج۳/ مطبع دارالكتب العلميه بيروت، كتاب الهبة، در مختار على الشامی زکریا ص۴۹۰، ج۸، كتاب الهبة، البحر الرائق كوئٹه ص۲۸۴، ج۷، كتاب الهبة،

کے لینے کا حق نہیں، نہ کسی کو ہبہ کرسکتا ہے، نہ فروخت کرسکتا ہے[1]، یہ تو اصل مسئلہ ہے، لیکن اگر والد کو حاجت ہے اور وہ مجبوری کی وجہ سے واپس لینا یا فروخت کرنا چاہتا ہے، تو بیٹے کی سعادت مندی کا تقاضا یہ ہے کہ والد کی خدمت میں بخوشی پیش کردے، اور ان کو کسی تصرف سے منع نہ کرے، والد کا حق واحسان بیٹے پر بہت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۹/۹۰ھ

پوتے کو ہبہ کر کے پھر رجوع

سوال:۔ زید کے بیٹے عمر کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد زید نے اپنا حصہ جو بیٹے کے ترکہ سے اس کو ملنا چاہئے تھا، اپنے پوتے پوتی یعنی عمرو مرحوم کے بیٹے بیٹی کے حق میں زبانی ہبہ کردیا، اور اپنے عزیزوں کے سامنے اظہار بھی کردیا، چنانچہ زید کا حصہ اس کے ہبہ کرنے کی بناء پر عمرو کے بیٹے پھر بیٹی کے درمیان تقسیم کردیا گیا، اور ہر ایک کا حصہ اس کو دیدیا گیا، جس کو تقریباً دس گیارہ ماہ کا عرصہ گذر چکا، اب زید مطالبہ کرتا ہے کہ میرا حق مجھ کو واپس کرو، دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا زید کو اپنے پوتے اور پوتی کے حق میں اپنا حصہ ہبہ کردینے اور حصہ تقسیم ہوکر ان کے قبضہ میں پہنچ جانے کے بعد رجوع کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں زید کو رجوع کرنے کا حق نہیں رہا۔ "فلو وهب لذی محرم منه

---

[1] ولایرجع فی الهبة من المحارم بالقرابة کالأباء والامهات وان علوا، والا ولاد وان سفلوا الخ .عالمگیری ،ص ۳۸۷/ج۴/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الهبة، الباب الخامس فی الرجوع فی الهبة، البحر الرائق کوئٹه ص۲۹۴ ج۷ باب الرجوع فی الهبة، سکب الأنهر علی هامش المجمع الأنهر ص۵۰۳ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت

[2] عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان رجلا اتی النبی صلی الله علیه وسلم: فقال: ان لی مالا وان والدی یحتاج الی مالی قال: انت ومالک لوالدک، الحدیث، مشکوۃ شریف ص ۲۹۱، ج۲، کتاب النکاح، باب النفقات وحق المملوک، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

نسباً لایرجع اھ درمختار ،ص ۸ ۱ ۵/ ج۴/ "[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خدمت کی امید پر ہبہ کردیا پھر خدمت نہیں کی

سوال:۔ میں نے اپنی زمین جو کہ رہائش کی تھی، اس کو اپنے حقیقی بھتیجے کے نام ہبہ نامہ کردیا، اس لئے کہ میری عمر کافی ہوگئی ہے، کمزوری کا زمانہ ہے کہ میرے بھتیجے میری خدمت کریں گے، مگر جب ہبہ نامہ ہوگیا اس کے بعد میں ان لوگوں نے میری کوئی خدمت نہیں کی، میری دولڑکیاں بھی ہیں، اب آپ فرمائیں کہ یہ ہبہ نامہ غلط ہے کہ نہیں؟ میری اب یہ مرضی ہے کہ اس ہبہ نامہ کو توڑ دوں اوراس وقت میری کچھ حالت بھی صحیح نہیں تھی، میری بڑی لڑکی ناراض ہے، چھوٹی لڑکی بھی ناراض ہے، اوران لوگوں نے اب تک کوئی خدمت نہیں کی، اس لئے میں اورمیری دونوں لڑکیاں سخت ناراض ہیں، اب آپ حکم فرمائیں، جو حکم ہو عمل کیا جائیگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر محض تحریر لکھی گئی ہے اوران کا قبضہ نہیں کرایا گیا تو ابھی ہبہ مکمل نہیں ہوا، اس کے ختم کرنے کا اختیار حاصل ہے۔[۲] لڑکیوں کو محروم کردینا بھی برا اور گناہ ہے۔[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۹۲ھ

---

[۱] درمختار علی الشامی زکریا ص ۲ ۱ ۵/ ج۸/ مطبوعہ کراچی ص ۷۰۴/ ج۵/ کتاب الھبة باب الرجوع فی الھبة، البحرالرائق کوئٹہ ص ۲۹۴ ج۷ باب الرجوع فی الھبة، سکب الأنھر علی ھامش المجمع ص ۵۰۳ ج۳ کتاب الھبة، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] ومنھا ان یکون الموھوب مقبوضاً حتی لایثبت الملک للموھوب له (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مرحوم بیٹے کی بیوہ کو ہبہ

سوال:۔ زید کے چار لڑکے ہیں نور محمد، بھائی رمضان، فیض محمد، اور ولی محمد، نور محمد کا انتقال زید ہی کی زندگی میں ہو گیا، اس کے بعد زید نے اپنی پوری زمین اپنے تینوں لڑکوں اور نور محمد کی بیوہ عورت کے درمیان تقسیم کر دی، پھر زید کا انتقال ہو گیا، اس کے تقریباً دس بارہ سال بعد اس کے تینوں لڑکے اس بات کے مدعی ہوئے کہ زید کی زمین میں بیوہ عورت کا کوئی حق نہیں پہنچتا، لہٰذا زید نے جو زمین بیوہ عورت کو دی ہے، وہ ہم کو ملنا چاہئے، لہٰذا اس بیوہ کا حق زید کی دی ہوئی جائیداد میں پہنچتا ہے کہ نہیں؟ معاملہ کورٹ تک پہنچ چکا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً

جو زمین زید نے اپنے تینوں لڑکوں اور ایک مرحوم لڑکے کی بیوہ کو ہبہ کر کے تقسیم کر دی اور اپنا قبضہ ہٹا کر ان کا قبضہ کرا دیا، تو وہ ان سب کی حسب تقسیم ملک ہوگی[1] اب وہ زید کا ترکہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) قبل القبض إلى قوله وأما حكمها فثبوت الملك للموهوب له غير لازم، حتى يصح الرجوع والفسخ، عالمگیری، ص ۳۷۴/ج۴/(مطبوعه کوئٹه) کتاب الهبة،الباب الاول، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۴۹۰ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۸۴ ج۷ کتاب الهبة.

[۳] رجل وهب فى صحته كل المال للولد جاز فى القضاويكون آثما فيما صنع .عالمگیری ، ص ۳۹۱/ ج۴/ مطبوعه کوئٹه، کتاب الهبة، الباب السادس، عن أنس رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة، مشكوٰة شريف ص ۲۶۶ ج ۱ باب الوصايا، الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

(صفحہ ہٰذا) [۱] واماحكمهافثبوت الملك للموهوب له الخ عالمگیری، ص ۳۷۴/ج۴/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الهبة ،الباب الاول، بدائع الصنائع زكريا ص ۱۸۲ ج۵ کتاب الهبة، فصل : وأما حكم الهبة، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

نہیں ہے، بیوہ کو جو کچھ دیا گیا، ہے اس سے واپس لینے کا حق نہیں، البتہ انتقال زید کے وقت جو ترکہ باقی رہا اس میں مرحوم لڑکے کی بیوہ کو بحیثیت میراث کچھ نہیں ملے گا[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۸۸ھ

ہبہ کے بعد موہوب لہٗ کا انتقال واہب کی حیات میں

سوال:۔ زید کے چار لڑکے اور ایک لڑکی اور ایک مرحومہ لڑکی کا بیٹا (زید کا نواسہ) موجود ہے، زید نے اپنی حیات میں عارضۃً اپنے چار بیٹوں اور ایک بیٹی اور ایک نواسہ کو تقسیم ترکہ نامزد قرار دیدیا، اب زید کی موجودگی میں موجودہ لڑکی کا انتقال ہوگیا، اس لڑکی کا خاوند اس کے حصہ میں سے کس قدر مال کا مستحق ہوسکتا ہے یا بالکل نہیں؟ بینوا و توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عارضۃً تقسیم ترکہ نامزد قرار دینے کا کیا مطلب ہے؟ اگر اس سے مراد وصیت ہے یعنی زید نے وصیت کی ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرا ترکہ اس طرح تقسیم کرنا تب تو یہ وصیت ہی ناجائز ہے، کیونکہ اس میں ورثہ کے حق میں وصیت کی گئی ہے، اور وارث کے حق میں بلا اذن دیگر ورثہ وصیت نافذ نہیں ہوتی[۲] البتہ نواسا، چونکہ اس صورت میں وارث نہیں اس

---

[۱] ویستحق الإرث بأحدی خصال ثلاث: بالنسب: وهو القرابة، والسبب: وهو الزوجية، والولاء، عالمگیری ص۴۴۷ ج۶ کتاب الفرائض، الباب الأول، مطبوعه مصر، سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر ص۴۹۵ ج۴ کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمية بیروت، در مختار علی الشامی کراچی ص۷۶۲ ج۶ کتاب الفرائض.

[۲] ولاتصح الوصية لوارثة شیأ الا باجازة الورثة الخ الدرالمنتفیٰ علیٰ مجمع الانهر، ص۴۱۸/ج۴/ دار الکتب العلمیه بیروت) کتاب الوصایا، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کے حق میں وصیت درست ہے، مگر اس کے نفاذ کا حکم زید کے مرنے پر ہوگا[1] جس لڑکی کا انتقال ہوگیا ہے، اس کے حق میں جس قدر وصیت کی ہے، وہ زید ہی کی ملک ہے لڑکی کی ملک نہیں،[2] لہٰذا لڑکی کے شوہر کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا، ہاں جو کچھ ترکہ مملوکہ لڑکی نے چھوڑا ہے اس میں اس کے شوہر کا بھی حصہ ہے،[3] اگر تقسیم ترکہ نامزد کرنے سے مراد یہ ہے کہ باقاعدہ تقسیم کر کے ہر ایک کے حصہ پر اس کا قبضہ کرادیا ہے، تو لڑکی کے ترکہ مملوکہ کے ساتھ اس میں بھی میراث جاری ہوگی، اور شوہر کو حصہ ملے گا، اگر تقسیم کر کے قبضہ نہیں کرایا تو یہ ہبہ تام نہیں ہوا،[4] اور لڑکی کی ملکیت اس پر ثابت نہیں ہوئی، بس شوہر کو اس میں سے حصہ نہیں ملے گا، لڑکی کا ترکہ تقسیم کرنے کیلئے اس کے جملہ ورثہ کا علم ہونا ضروری ہے، اگر اس کی اولاد

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) عالمگیری مصری ص۹۰ ج۶ کتاب الوصایا، الباب الأول، هداية ص۶۵۷ ج۴ کتاب الوصایا، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[1] وتجوز بالثلث للأجنبی عند عدم المانع وإن لم یجز الوارث لا الزيادة عليه، إلا أن تجيز ورثته بعد موته، ولا تعتبر إجازتهم حال حياته اصلاً، بل بعد وفاته، در مختار علی الشامی کراچی ص۶۵۰ ج۶ کتاب الوصایا، عالمگیری مصری ۹۰ ج۶ کتاب الوصایا، الباب الأول، هداية ص۶۵۵ ج۴ کتاب الوصایا، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] وشروطه ثلاثة : موت مورث حقيقة، ...... ووجود وارثه عند موته حياً الخ، رد المختار کراچی ص۷۵۸ ج۶ کتاب الفرائض، مجمع الأنهر ص۴۹۴ ج۴ کتاب الفرائض، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] ويستحق الإرث بنسب ونكاح وولاء، ملتقى الأبحر على هامش المجمع ص۴۹۵ ج۴ کتاب الفرائض، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، در مختار علی الشامی کراچی ص۷۶۲ ج۶ کتاب الفرائض، بحر الرائق کوئٹه ص۴۸۸ ج۸ کتاب الفرائض.

[4] وتتم الهبة بالقبض الكامل الخ الدر المختار مع الشامی زکریا، ص۴۹۳ ج۸ مطبوعه کراچی، ص۶۹۰ ج۵ کتاب الهبة، مجمع الأنهر ص۴۹۱ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هداية ص۲۸۳ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

موجود ہے، تب تو شوہر کو چوتھائی ترکہ ملے گا، اگر اولاد موجود نہیں تو نصف ملے گا[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/۴/۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/۴/۶۰ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۴/۶۰ھ

حرام کمائی والے کا ہدیہ

سوال:۔ماتقولون فی اکل الطعام فی بیت الذی لایتمیز بین کسب الحلال والحرام وای اقوای من الفتویٰ والتقویٰ للعلماء الکرام الذین ھم مقتداء القوم ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قال فی الفتاویٰ الھندیة : اھدیٰ الی رجل شیاً اواضافه ان کان غالب ماله من الحلال فلابأس الاان یعلم بانه حرام فان کان الغالب ھوالحرام ینبغی ان لایقبل الھدیة ولایاکل الطعام الا ان یخبرہ بانه حلال ورثته اواستقرضته کذافی الینا بیع[۲]، لایجیب دعوة الفاسق المعلن لیعلم انه غیرراض بفسقه وکذا دعوة

---

[۱] فللزوج النصف عندعدم الولد وولد الابن والربع مع الولد وولد الابن الخ عالمگیری ، ص ۴۵۰/ج۶/ مطبع کوئٹه، کتاب الفرائض، الباب الثانی، السراجی فی المیراث ص۷ باب معرفة الفروض ومستحقیھا، مطبوعه مکتبة الأسعدی سھارنپور، مجمع الأنھر ص ۵۰۰ ج۴ کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] عالمگیری ص ۳۴۲/ ج۵/ مطبع کویٹه، کتاب الکراھیة، الباب الثانی عشرفی الھدایا والضیافات، المحیط البرھانی ص۷۳ ج۸ کتاب الکراھیة، الفصل السابع عشر فی الھدایا والضیافات، مطبوعه ڈابھیل، بزازیة علی ھامش الھندیة ص ۳۶۰ ج۶ کتاب الکراھیة، الرابع فی الھدیة والمیراث، مطبوعه مصر.

من كان غالب ماله من حرام مالم يخبر انه حلال وبالعكس يجيب مالم تبين عنده انه حرام كذافي التمرتاشي[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حرام حلال مخلوط روپے کا ہبہ

سوال:۔زید کا باپ تجارت کرتا ہے، وہ تجارت شرع شریف کے بالکل خلاف ہے، مثلاً جھوٹ بولتا ہے، کم دیتا ہے، زیادہ لیتا ہے، اور بہت سی دھوکہ بازیاں کرتے ہیں، جیسے کہ آج کل تجارت چل رہی ہے، کہ کوئی مسئلہ کا لحاظ نہیں کرتا، جس طرح جی میں آتا ہے، کردیتا ہے، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ زید کا باپ وہ روپیہ جتنا مناسب سمجھتے ہیں، زید کو دیدیتے ہیں، اور باقی سے اپنا کام چلاتے ہیں، تو یہ روپیہ زید کا لینا جائز ہے یا نہیں، اور اگر یہ ناجائز ہے اور زید لحاظ میں لے لیتا ہے، تو اب اس کو مسکینوں میں خیرات کردے یا قطعی ان سے نہ لے اور صاف منع کردے، اور اگر کوئی صورت لینے کی ہو تو وہ بھی تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید کا باپ خالص حرام وناجائز روپیہ مثلاً رشوت، سود، غصب وغیرہ کا روپیہ زید کو دیتا ہے، یا ایسا مخلوط روپیہ دیتا ہے، جس میں زیادہ حرام ہے، اور کم حلال تو زید کو اس کا لینا جائز نہیں صاف انکار کردے، اگر کسی وجہ سے لے لیا ہے، تو واپس کردے، اگر واپس نہیں کرسکتا تو خود اپنے صرف میں نہ لائے بلکہ جن سے باپ نے لیا ہے، ان کو واپس کردے وہ موجود نہ ہو تو ان کے ورثہ کو دیدے اگر اصل مالک اور اس کے ورثہ کا علم نہ ہو تو خیرات کردے،

---

[1] عالمگیری ص۳۴۳/ ج۵/ مطبوعه کوئٹه، كتاب الكراهية، الباب الثانی عشرفی الهدايا والضيافات، بزازية على هامش الهندية ص۳۶۴ج۶ كتاب الهبة، الرابع فی الهدية والميراث، الخامس فی الأكل، مطبوعه مصر.

اور مسکینوں کو اصل مالک کی طرف سے صدقہ کردے[۱] اگر وہ خالص حلال روپیہ یا ایسا روپیہ جس میں زیادہ حلال ہے دیتا ہے، تو اس کو لینا اور اپنے صرف میں لانا شرعاً درست ہے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مالِ معطی کی تفتیش کہ حرام ہے یا حلال؟

سوال:۔ اگر کوئی آدمی کچھ چیز ہدیہ کے طور پر دے تو اس سے یہ پوچھنا کہ یہ چیز حرام ہے، یا حلال یعنی اس چیز کا دریافت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حرام وحلال میں شبہ ہو تو اس کے دفعیہ کیلئے دریافت کرنا درست ہے[۳] اور بلاوجہ

---

[۱] وأما إذا كان عند رجل مال خبيث ...... ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه، فليس له حيلة، إلا أن يدفعه إلى الفقراء لأنه لو أنفق على نفسه فقد استحكم ما ارتكبه من الفعل الحرام، بذل المجهود ص۳۷ ج۱ باب فرض الوضوء، مطبوعه مكتبه خليلية سهارنپور، شامی کراچی ص۳۸۵ ج۶ كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع، عالمگیری کوئٹه ص۳۴۹ ج۵ كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر فی الكسب.

[۲] اهدى الیٰ رجل شيأً او اضافه ان كان غالب ماله من الحلال فلابأس الا ان يعلم بانه حرام فان كان الغالب هوالحرام ينبغی ان لايقبل الهدية ولايأكل الطعام الاان يخبر بانه حلال الخ عالمگیری، ص ۳۴۲/ ج۵/ (مطبوعه کوئٹه)كتاب الكراهية، الباب الثانی عشرفی الهدايا، قاضی خان علی الهندية ص۴۰۰ ج۳ كتاب الحظر والإباحة الخ، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، المحيط البرهانی ص۳۷ ج۸ كتاب الكراهية، الفصل السابع عشر فی الهدايا والضيافات، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل.

[۳] دع مايريبک الیٰ مالايريبک الحديث قال الملا علی القاری والمقصود ان يبنی المكلف امره علیٰ اليقين البحث والتحقيق الصرف الخ مرقاة، ص ۲۹۴/ ج۳/ (مطبوعه اصح المطابع بمبئی) كتاب البيوع، باب الكسب، الفصل الثانی.

دریافت کرنا کہ اس کو اذیت ہو نہیں چاہئے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جس ہدیہ پر حرام کا شبہ ہو

سوال:۔ ہندہ کی شادی بکر کے ساتھ ہوئی، شادی کے موقعہ پر ہندہ کے خالو نے (جو کہ شراب کا کاروبار کرتے ہیں) ہندہ کو ایک جوڑا کپڑا اور بکر کو ایک گھڑی دی، کچھ عرصہ کے بعد بکر کو معلوم ہوا کہ ہندہ کے خالو شراب کا کاروبار کرتے ہیں، کچھ عرصہ پہلے دوسرا جائز کام کرتے تھے، قیاس یہی ہے، کہ انہوں نے کپڑا اور گھڑی حرام کمائی سے خرید کر دی ہوگی، اس لئے بکر چاہتا ہے کہ گھڑی اور ہندہ چاہتی ہے، کہ اپنے کپڑے کسی کو صدقہ کردے، ہندہ اور بکر اپنا اپنا سامان اپنے خالو کو بعض دشواریوں کی وجہ سے واپس نہیں کرسکتے، فتاویٰ دارالعلوم جلد ہفتم وہشتم ص ۱۰۵-۱۰۸ ر بحث "**اشباع الکلام فی مصرف الصدقة من المال الحرام**" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا حرام مال جس کا اس کے مالک تک پہنچانا دشوار ہو اس کے مالک کی طرف سے صدقہ کیا جاسکتا ہے، اور یہ صدقہ اپنے والدین، بھائی، بہن بیوی، شوہر، کو بھی دیا جاسکتا ہے، اب اس صورت میں دو چیزیں قابل دریافت ہیں:۔

(۱) کیا بکر گھڑی کے بجائے اس کی قیمت صدقہ کرسکتا ہے؟

---

[1] عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله عليه وسلم إذا دخل أحدكم علی اخيه المسلم فليأكل من طعامه ولا يسئل ويشرب من شرابه ولا يسئل، مشكوٰة شريف ص ۲۷۹ ج ۲ كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم، (قوله : فليأكل من طعامه ولا يسئل) أی من أين هذا الطعام ...... (قوله : ويشرب من شرابه) فإنه قد يتأذی بالسوال، وذلک إذا لم يعلم فسقه الخ مرقاة شرح مشكوٰة شريف ص ۴۵۵ ج ۳ كتاب النكاح، باب الوليمة، قبيل باب القسم، مطبوعه بمبئی.

(۲) کیا بکر اپنی گھڑی یا اس کی قیمت اپنی بیوی کو جو صاحب نصاب نہیں ہے، یا والدین یا بھائی بہن کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداومصلیاً

جبکہ یہ بات یقینی نہیں کہ یہ سامان ہندہ کے خالو نے حرام مال سے حاصل کیا ہے، تو اس کا صدقہ کرنا واجب نہیں[۱] تاہم بکر بطور تقویٰ صدقہ کرنا چاہتا ہے، تو بہتر ہے،[۲] گھڑی ہی صدقہ کردے، پھر اگر وہ شخص گھڑی کو فروخت کرنا چاہے تو کسی اور کے ذریعہ لیکر خرید لے، اپنا دیا ہوا صدقہ خود نہ خریدے،[۳] نیز یہ صدقہ اپنی بیوی اور والدین میں سے کسی کو نہ دے تو بہتر ہے، بھائی بہن حاجت مند ہوں تو ان کو دیدے، یہی حکم ہندہ کا ہے، کہ وہ اپنے شوہر

---

۱ اهدیٰ الیٰ رجل شیأً او اضافه ان کان غالب ماله من الحلال فلابأس الا ان یعلم بانه حرام الخ عالمگیری ص۳۴۲/ ج۵/ مطبوعه کویٹه، کتاب الکراهیة ،الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، المحیط البرهانی ص۷۳ج۸ کتاب الکراهیة، الفصل السابع عشر فی الهدایا والضیافات، مطبوعه ڈابهیل، قاضی خان علی الهندیة ص۴۰۰ج۳ کتاب الحظر والإباحة الخ، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

۲ دع ما یریبک إلی ما لا یریبک ...... أی دع ما تشک فیه إلی ما لا تشک فیه من الحلال البین، لأن من اتقی الشبهات فقد إستبرأ لدینه وعرضه، السراج المنیر ص۲۸۴ج۲ حرف الدال، مطبوعه دار الفکر بیروت، فیض القدیر ص۵۲۸ج۳ رقم الحدیث (۴۲۱۱) حرف الدال، مطبوعه دار الفکر بیروت.

۳ عن عمر بن الخطابؓ قال حملت علی فرس فی سبیل اللّٰه فأضاعه الذی کان عنده فأردت أن اشتریه وظننت أنه یبیعه برخص فسألت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال لا تشتریه ولا تعد فی صدقتک الحدیث متفق علیه، مشکوٰة شریف ص۱۷۲ج۱ کتاب الزکوٰة، باب من لا یعود فی الصدقة، الفصل الأول، مطبوعه یاسر ندیم، قال ابن الملک : وذهب بعض العلماء إلی أن شراء المتصدق صدقته حرام لظاهر الحدیث، والأکثرون علی أنها کراهة تنزیه لکون القبح فیه لغیره، مرقاة شرح مشکوٰة ص۱۹۴ج۲ باب من لا یعود فی الصدقة، مطبوعه بمبئی.

E:\F.M.Failnal\Jild-25\17-Hiba & Hadya Ke Ahkam

اور والدین کو نہ دے، تو بہتر ہے، بھائی بہن حاجت مند ہوں تو ان کو دیدے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۹۶ھ

کامیاب ہونے پر طلبہ سے انعام

سوال:۔ اکثر مدرسین جب بچے اسکول میں پاس ہوجاتے ہیں تو بچوں سے انعام وصول کرتے ہیں، اور کبھی کبھی پہلے ہی وصول کرلیتے ہیں، اس انعام کا لینا کسی صورت سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر طلبہ بطور خوشی کے بطور شکرانہ کے انعام دیں تو لینا درست ہے، انعام ہوتا ہی وہ ہے جو خوش ہوکر دیا جائے، مدرس کا حق نہیں، زبردستی کرنا درست نہیں[2] اگر کوئی انعام نہ دے تو اس پر طعن وغیرہ کرنا اور آئندہ اس کو حقیر سمجھنا، ذلیل کرنا، اس کے ساتھ محنت میں کمی کرنا

---

[1] ولا يدفع إلى أصله وإن علا أو فرعه ...... أو زوجته بالإتفاق وكذا لا تدفع إلى زوجها، مجمع الأنهر مع سكب الأنهر ص ۳۳۱ ج ۱ كتاب الزكاة، باب فى بيان أحكام المصرف، در مختار على الشامى كراچى ص ۳۴۶ ج ۲ كتاب الزكاة، باب المصرف، قال فى رد المحتار : (قوله : ولا إلى من بينهما ولاد ...... وقيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأخوال الفقراء، شامى كراچى ص ۳۴۶ ج ۲ باب المصرف، طحطاوى على المراقى ص ۵۹۴ ، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطبوعه مصر.

[2] وإذا أهدى ابو الصبى إلى معلم الصبى أو إلى مؤدبه شيئاً فى الأعياد إن لم يسأل ولم يلح عليه لا بأس به الخ، قاضى خان على الهندية ص ۴۰۱ ج ۳ كتاب الحظر والإباحة الخ، مطبوعه دارالكتاب ديوبند.

ہرگز جائز نہیں، ''لایحل مال امرئ مسلم الابطیب نفس منه ''الحدیث[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۸۸ھ

کوٹ کے کپڑے کا ہدیہ

سوال:۔ میرے کچھ عزیز کوٹ، پتلون وغیرہ استعمال کرتے ہیں، اگر میں ان کیلئے پتلون کا کپڑا یا پیٹی (جس سے کمر کسی جاتی ہے) لیجاؤں تو مجھے ثواب ملے گا ہدیہ کا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کوٹ پتلون بنانے کی نیت سے کپڑا نہ لیجائیے بلکہ ایسا لباس بنانے کے لئے لیجائیے جس کا استعمال بلاتکلف درست ہے[2]، پیٹی کمر پر باندھنا درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مذہب والوں سے کاروبار کی بناء پر ہدیہ کا لین دین

سوال:۔ میرا اینٹ کا کاروبار ہونے کی وجہ سے مجھے دوسرے مذاہب کے پیروؤں

---

[1] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۵۵/ج ۱/ (مطبع یاسر اینڈ کمپنی دیوبند) کتاب البیوع باب الغصب، شعب الإیمان للبیهقی ص ۲۷۹/ج ۲ رقم الحدیث (۵۴۹۳) باب فی قبض الید عن الأموال المحرمة الخ، مطبوعه مکتبۂ نزار مصطفی الباز، السنن الکبری للبیهقی ص ۱۰۰ ج ۶ کتاب الغصب، بامن غصب لوحا فأدخله فی سفینة أو بنی علیه جدار، مطبوعه دار المعرفة بیروت.

ترجمہ:۔ کسی انسان کا مال حلال اور جائز نہیں ہوتا مگر اس کی خوشدلی اور رضامندی سے۔

[2] قال علیه الصلاة والسلام: إنما الأعمال بالنیات الحدیث، بخاری شریف ص ۲ ج ۱ باب کیف کان بدء الوحی الخ، مطبوعه رشیدیه دهلی، تفصیل ملاحظه هو، جواهرالفقه، ص ۴۵۱/ج ۳/ ناجائز کاموں میں تعاون کی شرعی حیثیت، مطبوعه دیوبند.

کے پاس اینٹ کا آرڈر لینے یا اینٹ کی رقم لینے کے لئے جانا پڑتا ہے، تو ان کو احتراماً کوئی پھل یا مٹھائی لے جانے یا نمسکار کرنے یا اس جگہ جہاں وہ بیٹھتے ہیں، جہاں پوجا یا شرک ہوتا ہے، ان کے دیوتاؤں یا معبودوں کی تصویریں لگی ہوئی ہوتی ہیں، ایسی جگہ بیٹھنا شرعی طور پر جائز ہے کہ نہیں؟

(۲) دوسرے مذہبی پیروؤں یا سوامی سے پہچان یا ملاقات ہو تو ان کی ملاقات کیلئے جائے اور ساتھ کوئی تحفہ بھی لے جائے، (پھل مٹھائی وغیرہ) شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اینٹ کے کاروبار کی وجہ سے ان سے ملنا معاملہ کرنا، ان کو پھل وغیرہ دینا سب درست ہے[۱] مگر جو چیز ان کے مذہب میں عبادت ہو اس کو ہرگز نہ کریں، نہ ان چیزوں کی تعظیم کریں، معاملہ جو کچھ کرنا ہو پوجا پاٹ کی جگہ نہ کریں[۲]

(۲) کاروبار، لین دین کا معاملہ ان سے بھی درست ہے[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۲/۸۸ھ

---

[۱] لابأ س بأن يكون بين المسلم والذ مى معاملة اذاكان ممالابدمنه الخ عالمگیری، ص۳۴۸، ج۵، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، وفى التفاريق لابأس بان يضيف كافراً لقرابة اولحاجة الخ عالمگیری ص۳۴۷/ ج۵/ كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر، قاضى خان على الهندية ص ۴۰۱، ج۳، كتاب الحظر والإباحة، مطبوعه دار الکتاب دیوبند،

[۲] (كمايستفاد) والاعطاء باسم النيروزدوالمهرجان لايجوز وان قصد تعظيمه يكفر لوان رجلا عبد الله خمسين سنةً ثم اهدىٰ لمشرک يوم النيروزبيضة يريدبه تعظيم اليوم فقد كفر وحبط عمله الخ الدرالمختار مع الشامى زكريا ص۴۸۵/۱۰، مطبوعه کراچی ص۷۵۴/۶، مسائل شتىٰ، شرح فقه اكبر ص ۲۳۰، فصل فى الكفر صريحاً وكناية، لو سأل المعلم النوروزية، مطبوعه مجتبائی دهلی،

[۳] تقدم تخريجه آنفاً

غیر مسلم کا صدقہ یا ہبہ

سوال:۔ایک کافر برہمن نے کوئی گائے یا بکری خداواسطے دی تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور مذکورہ چیزوں کے علاوہ اور اشیاء کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو چیز ثواب سمجھ کر خداواسطے دے اور وہ مسلمان کے مذہب میں حلال ہو اس کا لینا اور کھانا درست ہے، اگر کوئی عارض ہو مثلاً یہ کہ وہ احسان جتلائے گا، عار دلائے گا، دباؤ ڈالے گا، تو نہ لے[۱] جو کچھ وہ بتوں کی نذر اور نیاز سے دے اس کو بھی نہ لے[۲]، اگر مسلمان مالدار ہے، تو پھر صدقہ اور خیرات کی چیز نہ لے، جو کچھ تہوار کی تعظیم میں دے اسکو بھی نہ لے[۳]، جس چیز کے لینے سے تعلق قلبی کا اظہار ہو اس کو بھی نہ لے[۴]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۱۸/ ۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۲۰/ ۵۹ھ

الجواب صحیح بندہ عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۲۲/ ۵۹ھ

---

[۱] (مستفاد) وللمسلمين أن يقبلوا من الكافر ...... إذا لم يكن في ذلك ضرر ديني ولا سياسي، تفسير المراغي ص۷۴ ج۴ الجزء العاشر، سورة البراء ة، تحت آيت ۱۷، مطبوعه المكتبه التجارية، مصطفى الباز.

[۲] إنما حرّم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهلّ به لغير الله، الآية سورة البقرة آيت ۱۷۳،

[۳] ولو أهدى لمسلم ولم يرد تعظيم اليوم بل جرى على عادة الناس لا يكفر وينبغي أن يفعله قبله أو بعده نفيا للشبهة، در مختار على الشامي كراچى ص۷۵۴ ج۶ كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى.

[۴] لا يتخذ المؤمنون الكافرين أوليآء، نهوا عن موالاتهم بقرابة أو صداقة ونحو ذلك الخ، تفسير مظهرى ص۳۳ ج۲ سورة آل عمران رقم الآية (۲۸) مطبوعه رشيديه كوئٹه، تفسير كبير ص۴۲۸ ج۲ سورۂ آل عمران آيت ۲۸، مطبوعه دار الفكر بيروت.

غیر مسلم کا ہدیہ

سوال:۔ غیر مسلم سودخور کا ہدیہ لینا مسلمان کے لئے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو سود مسلم کے لئے حرام ہے وہ غیر مسلم کے لئے بھی حرام ہے، لہٰذا اگر وہ سود سے ہدیہ دیتا ہے تو اس کا لینا ناجائز ہے[۱]، اگر حلال سے دیتا ہے تو کسی ضرورت اور مصلحت کے لئے لینا درست ہے[۲]، لیکن محبت یا اس کی اور اسکے دین کی عظمت کے لئے لینا ناجائز ہے[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۸؍صفر ۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸؍صفر ۵۷ھ

---

[۱] أهدى إلى رجل شيئاً او أضافه إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام الخ، عالمگيرى ص ۳۴۲، ج۵، كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، المحيط البرهانى ص۷۳ج۸ كتاب الكراهية، الفصل السابع عشر فى الهدايا والضيافات، مطبوعه المجلس العلمى ڈابھيل، قاضى خان على الهندية ص۴۰۰ج۳ كتاب الحظر والإباحة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[۲] وجمع غيره بأن الإمتناع فى حق من يريد بهبته التودد والموالات، والقبول فى حق من يرجى بذلك تأنيسه وتأليفه على الإسلام، فتح البارى ص ۱۵۵ ج۵ كتاب الهبة وفضلها الخ، باب قبول الهدية من المشركين، مطبوعه مكتبۂ نزار مصطفى الباز، عمدة القارى ص ۱۶۹ ج۷ الجزء الثالث عشر، كتاب الهبة، باب قبول الهدية من المشركين، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[۳] ومن المشائخ من وفق من وجه آخر، فقال: لم يقبل من شخص علم أنه لو قبل منه يقل صلابته وعزته فى حقه ويلين له بسبب قبول الهدية وقبل من شخص علم أنه لا يقل صلابته وعزته فى حقه ولا يلين بسبب قبول الهدية، عالمگيرى كوئٹه ص۳۴۸ ج۵ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہدیہ غیر مسلم

سوال:۔ ہندو اگر کوئی چیز ہدیے کے طور پر دے یا دعوت کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پاک اور حلال ہو نیز اس سے اور بھی کوئی دینی و دنیوی مضرت نہ ہو تو جائز ہے۔[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مسلم کا ہدیہ وتحفہ دینا ولینا

سوال:۔(۱) دیوالی کے موقعہ پر ہندو گنے کو پوجتے ہیں کاشتکار مسلمان ہندوؤں کو گنے دیتے ہیں، اگر نہ دیں تو مضرت کا اندیشہ ہے اور وہ کھیل دیتے ہیں۔

(۲) بغیر مضرت کے اندیشہ کے مسلمانوں کا ہندوؤں کو گنے دینا اور ہندوؤں سے کھیل بتاشے وغیرہ لینا کیسا ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) کتاب الکراھیة، الباب الرابع عشر فی اھل الذمة والأحکام التی تعود إلیھم، الإمتناع فی حق من یرید بھبته التودد والموالاة الخ، فتح الباری ص ۱۵۵ ج۵ کتاب الھبة، باب قبول الھدیة من المشرکین، مطبوعه مکتبۂ نزار مصطفی الباز، عمدة القاری ص ۱۶۹ ج۷ الجزء الثالث عشر، المصدر السابق، مطبوعه دار الفکر بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [۱] واما الھدیة للمشرکین واھل الکتاب وقبول ھدایاھم فکل ذٰلک جائز الخ اعلاء السنن، ص ۱۴۶/ ج۱۶/ مطبع کراچی، کتاب الھبة، الھدیة للمشرکین وقبول الھدیة منھم، وللمسلمین أن یقبلوا من الکافر ...... إذا لم یکن فی ذلک ضرر دینی ولا سیاسی، تفسیر المراغی ص ۷۴ ج۴ الجزء العاشر، سورة البراء ة، تحت آیت ۱۷، مطبوعه المکتبة التجاریة، مصطفی احمد الباز.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) کفار سے محبت اور دوستی کا تعلق رکھنا شرعاً ناجائز ہے،[1] البتہ دنیوی ضروریات کے لئے معاملات کا تعلق رکھنا درست ہے،[2] لہٰذا اگر گنے نہ دینے میں کاشتکار کو مضرت کا اندیشہ ہے تو اس مضرت سے بچنے کیلئے گنے دینا درست ہے،[3] اگر کوئی مضرت کا اندیشہ نہیں تو چونکہ اس سے دوستی اور محبت کا اظہار ہوتا ہے، اس سے بچنا چاہئے؟[4]

(۲) کھیلیں ہندوؤں سے لینے میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر ہندو اپنا احسان سمجھ کر دیتے ہیں یا یہ سمجھ کر دیتے ہیں کہ مسلمان ہمارے اس تہوار میں شریک ہو گئے، تب تو نہیں لینا چاہئے، ورنہ لے لینے میں گنجائش ہے، هكذا يفهم من الهنديه۔[5]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴؍ شعبان ۵۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶؍ شعبان ۵۴ھ

---

[1] لا يتخذ المؤمنون الكافرين أولياء من دون المؤمنين سورة آل عمران آیت ۲۸.

[2] لابأس بأن يكون بين المسلم والذمی معاملة اذاكان ممالابدمنه عالمگیری، ص۳۴۸/ ج۵/ (مطبوعه کوئٹه) كتاب الكراهية،الباب الرابع عشر الخ.

[3] إن ترک موالاة المؤمنين للكافرين حتم لازم فی كل حال إلا فی حال الخوف من شیء تتقونه منهم ...... إذ القاعدة الشرعية، أن درء المفاسد مقدم على جلب المصالح، تفسير المراغی ص۱۳۶ ج۱ الجزء الثالث، سورة أل عمران، تحت آيت ۲۸، مطبوعه المكتبة التجارية مصطفى احمد الباز.

[4] والموالاة بإظهار التعظيم وحسن المخاللة والمشاورة فيما لا يضر المسلمين فظاهر كلام الزمخشری أنه لا يجوز، تفسير القاسمی ص۸۰ ج۲، الجزء الرابع، سورة آل عمران، تحت آيت ۲۸، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[5] ان ماروی انه لم يقبلها محمول علیٰ انه انما لم يقبلها من شخص غلب علیٰ ظن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم انه وقع عند ذٰلک الشخص (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مخنث پڑوسی کے نل کا پانی اور ہدیہ

سوال:۔ زید کے پڑوسی میں ایک مخنث ہے جس کے گھر میں پانی کا نل لگا ہوا ہے، زید اس کے نل کا پانی استعمال کرتا ہے، آیا زید کے لئے پانی لینا جائز ہے یا نہیں؟ مخنث سود بھی لیتا ہے، گانے بجانے کا کام بھی کرتا ہے، مگر نل سود لینے سے پہلے لگایا تھا، البتہ گانے بجانے کا کام ابتداء سے کرتا ہے، مخنث زید کو کبھی کبھی کوئی کھانے پینے کی چیز بھی دیدیتا ہے جو زید کو پڑوسی ہونے کی بنا پر لینی پڑتی ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اس کے سود لینے اور مخنث ہونے کی وجہ سے نل کا پانی تو ناپاک و ناجائز نہیں، البتہ جو چیز وہ ناجائز طور پر لاکر دے اس کو نہ لیا جائے[۱]، بلکہ اس سے اس قسم کا تعلق نہ رکھا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۵ھ

مریدوں سے ہدیہ لینا

سوال:۔ مرید سے روپیہ پیسہ وغیرہ لینا پیر کے واسطے درست ہے یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم انما یقاتلهم طمعافی المال لالاعلاء کلمة اللّٰہ ولایجوز قبول هدیة من مثل هذا الشخص فی زماننا الخ عالمگیری ،ص ۳۴۷/ ج۵/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر.

(صفحہ ہٰذا) [۱] الحرام ینتقل ای تنتقل حرمته وان تداولته الایدی الخ شامی زکریا، ص ۳۰۰/ ج۷/ مطبوعه کراچی ص۹۸/ ج۵/ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، قبیل مطلب البیع الفاسد لایطیب له الخ.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مرید بطیب خاطر دیتے ہیں تو جائز ہے، اور اگر جبراً دیتے ہیں، تو ناجائز ہے، "اذلایجوز لاحدمن المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی، عالمگیری ص ۸۷۷/ ج ۲/" [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۱۹/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/صفر ۵۵ھ

بچوں کا ہدیہ استاذ کو

سوال:۔ (۱) انفاس عیسیٰ، ص ۳۷۸/ میں ایک مسئلہ نظر پڑا، عبارت تو سامنے نہیں کہ بچوں کے ہاتھ سے روپیہ خرچ کرادیا کرے، لیکن بچوں کو اباحت کے طور پر دے ان کی ملک نہ بنائے، ورنہ ناجائز ہوگا، کیونکہ بچہ اپنے مال کا مالک نہیں ہوتا، پھر تذکرۃ الخلیل، ص۱۲۰/ پر مکتوب حضرت گنگوہیؒ میں یہ مسئلہ درج ہے، ہدیہ اطفال اور ہدیۂ ورثہ اطفال کا لینا جائز ہے، [2] میرے ناقص علم میں دونوں مسئلوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے، کہ جب بچہ کی ملک بنادی گئی تو اپنے مال سے ہدیہ کسی کو دے تو کس صورت سے جائز ہوسکتا ہے، کہ ہدیہ اور ہبہ وغیرہ میں فرق ہو، حضرت تھانویؒ نے ہدیہ صبی ناجائز لکھا ہے، حضرت گنگوہیؒ نے ہدیۂ اطفال جائز لکھا ہے۔

---

[1] عالمگیری ص۱۶۷/ ج۲/ مطبع کوئٹہ، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، شامی کراچی ص ۶۱، ج۴، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال،

[2] أنفاس عیسی ص ۳۴۳ ج ۱ باب چہارم، ارشادات، بچہ کے ہاتھ سے خرچ کراوے مگر خرچ کو اِباحتاً دے، طبع سهارنپور، تذكرة الخليل ص۱۲۰ سفر حج وزيارة بلدة الرسول، مكتوب حضرت گنگوهی، مطبوعه خليليه سهارنپور.

(۲) ہمارے مکتب میں بچے بعض اوقات پیسہ لاتے ہیں کہ اس کی شیرینی خرید کر بچوں میں تقسیم کردو، بسا اوقات والدین بچوں کی ملک بنادیتے ہیں، اور بچے اپنی خوشی سے لاکردیتے ہیں کہ شیرینی تقسیم کردو، بعض اوقات والدین ہی اس نیت سے دیتے ہیں کہ مولوی صاحب کو دیدو، شیرینی تقسیم کردیں، صورت اولیٰ میں کیا مسئلہ ہوگا؟ جب اس کی ملک ہوگئی تو معلم کو بھی شیرینی کھانے کی اجازت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ہمارے اطراف میں یہ دستور ہے کہ ماں باپ بچوں کو کبھی نقد کبھی اور کوئی چیز دیتے ہیں، کہ اپنے استاذ کی خدمت میں پیش کردینا، تو درحقیقت معطی، مہدی، واہب والدین ہوتے ہیں[۱] ہاں بچوں کی معرفت دیتے ہیں، تاکہ بچوں کو بھی اس کی عادت ہو[۲] اس کو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا ہے کہ جیسا تذکرۃ الخلیل میں ہے، اور حضرت تھانویؒ کی تحریر کے خلاف بھی نہیں ہے۔

(۲) یہی حال اس شیرینی کا ہے جو بچے تقسیم کرنے کے لئے دیتے ہیں، یا نقد دیتے ہیں کہ شیرینی منگا کر تقسیم کردو، آپ کے یہاں جو حال ہے آپ اس کو زیادہ جانتے ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۱۴۰۶ھ

---

[۱] یجوز ارسال الهدية علىٰ يدصبی ويجوز للمهدیٰ لهٗ قبولها الخ اعلاء السنن، ص۱۴۱ ج۱۶ مطبع کراچی، کتاب الهبة يجوز ارسال الهدية علىٰ يد صبی الخ.

[۲] قال الإمام ابو منصور : يجب على المؤمن أن يعلم ولده الجود والإحسان كما يجب عليه أن يعلمه التوحيد والإيمان الخ، البحر الرائق کوئٹه ص۲۸۴ ج۷ کتاب الهبة، در مختار على الشامی کراچی ص۶۸۷ ج۵ کتاب الهبة، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۴۹۰ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

نابالغ کے مال میں تصرف ہبہ وغیرہ

سوال:۔ایک نابالغ بچہ جس کی نگرانی کے لئے ایک عاقل بالغ شخص مقرر کیا گیا ہے، اس بچہ کی موہوب متصدق مباح یا کسی اور طرح کی مملوک چیزوں میں سے وہ نگراں بچہ کی اجازت کے ساتھ کچھ لے سکتا ہے، جبکہ بچہ عاقل وصحیح ہے، اور جبکہ نگراں کے نہ لینے سے اس کو رنج ہوتا ہے، اور اظہار غم کرتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغ کی اجازت غیر معتبر ہے اور اس کی دلداری کی وجہ سے ناجائز کام جائز نہیں ہوتا،"**واما مایرجع الی الواهب فهوان یکون الواهب من اهل الهبة وکونه من اهلها ان یکون حراً عاقلاً بالغاً مالکاً للموهوب حتی لوکان عبداً اومکاتباً اومدبراً اوام ولد ومن فی رقبته شئی من الرق اوکان صغیراً اومجنوناً اولایکون مالکاً للموهوب لایصح هکذا فی النهایة اهـ عالمگیری ،ص ۳۷۲/ ج ۲/**"[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۴/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۴/۶۱ھ

بچوں کا ہدیہ

سوال:۔درمختار کتاب الماذون جلد خامس میں یہ عبارت لکھی ہے:۔

"**تصرف الصبی والمعتوه ان کان نافعاً کالإسلام والاتهاب صح وان ضاراً**

---

[1] عالمگیری ،ص ۳۷۴/ج ۴/ (مطبع کوئٹه) کتاب الهبة ،الباب الاول، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۸۴ ج ۷ کتاب الهبة، در مختار مع الشامی کراچی ص ۶۸۷ ج ۵ کتاب الهبة.

کالطلاق و العتاق و الصدقة و القرض، ص ۱۳۱؍ ج ۵؍ خط کشیدہ عبارت سے اور شامی میں "وکذا الهبة و الصدقة و غیرهما قهستانی، ص ۱۱۳؍ ج ۵؍ ہبہ کے متعلق بھی سمجھ میں آتا ہے کہ ہدیہ صبی کا ناجائز ہونا چاہئے، لیکن اکمال الشیم کے مقدمہ میں حضرت شیخ الحدیث سہارنپوریؒ نے حضرت گنگوہیؒ کا ایک خط نقل کیا ہے، اس میں ہدایا اطفال کو جائز لکھا ہے، ہدیہ کا ہبہ اور صدقہ وغیرہ سے مختلف ہونا اور دونوں کے درمیان فرق سمجھ میں نہیں آیا، کہ ہبہ وغیرہ ضرر محض ہو جائیں، اور ہدیہ ضرر نہ ہو اصل کی ضرورت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل مسئلہ تو وہی ہے جو درمختار اور شامی میں ہے، مقدمہ اکمال الشیم میں جو کچھ مذکور ہے، اس کا مصداق یہ ہے کہ اولیاء اپنے چھوٹے بچوں کو عادی بنانے کے لئے ان کی معرفت اور ان کے ہاتھ سے اور یہ بتا کر کہ چیز بچوں کی ہی ہے، اس کو بچے اپنی طرف سے اپنے استاذ کی خدمت میں ہدیۃً پیش کر دیں، صورۃً تو مہدی بچہ حقیقۃً اس کا ولی مہدی ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹؍۷؍۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹؍۷؍۸۸ھ

---

[1] یجوز ارسال الهدیة علیٰ یدصبی ویجوز للمهدی له قبولها الخ، اعلاء السنن ص ۱۴۱؍ ج ۱۶؍ مطبع کراچی، کتاب الهبة، یجوز ارسال الهدیة علیٰ یدصبی الخ، قال الإمام أبو منصور : یجب علی المؤمن أن یعلم ولده الجود والإحسان کما یجب علیه أن یعلمه التوحید والإیمان الخ، در مختار علی الشامی کراچی ص ۶۸۷ ج ۵ کتاب الهبة، البحر الرائق ص ۲۸۴ ج ۷ کتاب الهبة، مطبوعه کوئٹه سکب الأنهر علی هامش المجمع ص ۴۹۰ ج ۳ کتاب الهبة، مطبوعه دا رالکتب العلمیة بیروت.

نابالغ بچہ کا ہدیہ قبول کرنا

سوال:۔ نابالغ کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تذکرۃ الخلیل بیان سفرحج وزیارت بلدۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جائز لکھا ہے، اور بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ ماں کو اپنی نابالغ لڑکی سے تھوڑی دیر کے لئے مستعار اوڑھنی لیکر کہیں جانا جائز نہیں ہے، بہشتی زیور سے یہ معلوم ہوا، کہ نابالغ کے مال میں سے کسی کو اپنی ذات کے لئے کوئی تصرف جائز نہیں، حتی کہ والدین کو بھی، اور مولوی مسعود صاحب نائب مفتی دارالعلوم دیوبند نے بھی یہی بتلایا کہ نابالغ سے ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں، مگر تذکرۃ الخلیل میں جائز لکھا ہے، اس لئے شبہ واقع ہوا کہ آیا مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ہے یا تذکرۃ الخلیل میں غلطی سے یہ مسئلہ لکھا گیا، آپ کے نزدیک جو مفتیٰ بہ قول ہے، تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغ اگر اپنے مال میں سے ہدیہ دے تو اس کا قبول کرنا جائز نہیں[1] جواز کے لئے بلوغ شرط ہے[2] والدین اگر اپنا مال دے کر نابالغ سے کہیں کہ یہ ہدیہ فلاں شخص کو دیدو تو اس کا قبول کرنا درست ہے،[3] کہ وہ درحقیقت نابالغ کا نہیں بلکہ والدین کا ہے، اور بچوں کو ہدایا پیش

---

[1] تصرف الصبی والمعتوہ ان کان نافعاً کالاسلام والاتهاب صح بلااذن وان ضاراً کالطلاق والعتاق والصدقة والقرض لاوکذا الهبة والصدقة الخ درمختار مع الشامی زکریا ص۲۵۳/ ج۹/ مطبوعه کراچی ص۱۷۳ ج۶ کتاب المأذون، مبحث فی تصرف الصبی الخ، مجمع الأنهر ص۷۴ ج۴ کتاب المأذون، فصل : تصرف الصبی، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] وشرائط صحتها فی الواهب العقل والبلوغ، مجمع الأنهر مع سکب الأنهر ۹۰-۴۹۱ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۸۴ ج۷ کتاب الهبة.

[3] ویجوز إرسال الهدیة علی ید صبی ویجوز للمهدی له قبولها الخ، اعلاء السنن ص۱۴۱، ج۱۶، کتاب الهبة، یجوز إرسال الهدیة علی ید صبی الخ، مطبوعه امدادیه مکة المکرمة.

کرنے کا عادی بنا کے لئے، والدین ایسا کرتے ہیں، اور یہ چیز کبھی صراحۃً ہوتی ہے، کبھی دلالۃً تذکرۃ الخلیل[1] ص ۶۸ر میں جو امام ربانی قدس سرہٗ کا خط نقل کیا ہے، اس میں جواز ہدیہ کا محمل یہی ہے، اطفال کے ساتھ ورثۂ اطفال (اولیاء) کو بھی ذکر کیا ہے، جس میں غالباً سائل کو بھی شبہ کی بھی گنجائش نہ تھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷ر ربیع الثانی ۵۹ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷ر ربیع الثانی ۵۹ھ

جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس کا ہدیہ قبول کرنا

سوال:۔ جو لوگ اپنے حلال مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ہیں ایسے لوگوں کے یہاں دعوت کھانا اور وہ کچھ تحفہ وغیرہ دیں تو قبول کرنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا ہے، حالانکہ اس کے ذمہ زکوٰۃ فرض ہے، تو وہ سخت گنہگار ہے،[2] زکوٰۃ اسکے ذمہ دین ہے،[3] مگر اس کی وجہ سے اس کا اصل مال حرام نہیں ہوا، اس کا ہدیہ،

---

[1] تذکرة الخليل، ص۶۸ر (مطبوعه ميرٹھ) سفر حج وزيارت بلدة الرسول، مطبوعه مكتبه خليليه سهارنپور ص ۱۲۰.

[2] عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أتاه الله مالاً فلم يؤد زكاته مثل له ماله يوم القيامة شجاعاً أقرع: له زبيبتان يطوّقه يوم القيامة، ثم يأخذ بلهزمتيه يعني بشدقيه، ثم يقول: انا مالك أنا كنزك، ثم تلا، ولا تحسبن الذين يبخلون الآية، بخاری شريف ص۱۸۸ ج۱ كتاب الزكاة، باب إثم مانع الزكاة الخ، مطبوعه رشيديه دهلی، مشكوٰة شريف ص ۱۵۵ ج ۱ كتاب الزكاة، الفصل الأول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[3] ومديون للعبد بقدر دينه در مختار، (قوله: ومديون للعبد) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تحفہ، دعوت قبول کرنا درست ہے۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

طلبہ کا ہدیہ استاذ کو

سوال: ۔طلباء بستی سے کھانا کھاتے ہیں، لیکن ان کے استعمال سے زائد کھانا ہے، انہوں نے اپنے استاذ کے گھر دیدیا، کھانا استاذ کو کھالینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کھانا طلباء نے اپنے استاذ کو ہدیہ دیا ہے، اس کا کھانا استاذ صاحب کے لئے درست ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۸/۲۹ھ

الجواب صحیح محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۸۸/۹/۱ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) الأولٰی مدیون بدین یطالبہ بہ العبد یشمل دین الزکاۃ، والخراج، لأنہ للہ تعالٰی مع أنہ یمنع، لأن لہ مطالبا من جھۃ العباد کما مر، در مختار مع الشامی کراچی ص۲۶۳ ج۲ کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاءً، سکب الأنھر علی ھامش المجمع ص۲۸۷ ج۱ کتاب الزکاۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] لیکن زجر کے طور پر قبول نہ کرے تاکہ وہ اس حرکت سے باز آجائے، ''ولاینبغی للناس ان یاکلوا من اطعمۃ الظلمۃ لتقبیح الامر علیھم وزجر ھم ممایرتکبون وان کان یحل .عالمگیری، ص ۳۴۲/ ج۵/ (مطبوعہ کوئٹہ) کتاب الکراھیۃ،الباب الثانی عشر''

''یجیب دعوۃ الفاسق والورع ان لایجیبہ الخ عالمگیری ،ص ۳۴۳/ج۵/ (مطبوعہ کوئٹہ) کتاب الکراھیۃ،الباب الثانی عشر''

[۲] کمایستفاد :عن عائشۃؓ قالت کان فی بریرۃ ثلث سنن احدی السنن انھا عتقت فخیرت فی زوجھا الیٰ قولہ ودخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والبرمۃ تفور بلحم فقرب الیہ خبز وادام من ادم البیت فقال الم اربرمۃ فیھا لحم قالوا بلی (**بقیہ اگلے صفحہ پر**)

ایک شخص نے قرآن شریف خرید کر ہبہ کیا اس نے دوسرے کو ہبہ کیا تو کس کو ثواب ملیگا

سوال:۔ اگر کوئی شخص اپنے پیسے سے کلام پاک لیکر دوسرے شخص کو بنیت ثواب بالکل ہبہ کردے، پھر دوسرا شخص تیسرے کو اور تیسرا چوتھے کو دیتا چلا جائے تو عطیہ کے اعتبار سے ثواب کا کون شخص مستحق ہے، آیا پہلا شخص یا ہر ایک شخص؟ نیز اگر چوری کر کے کلام پاک اٹھالیا جائے، تو شخص اول کو ثواب ملیگا، یا نہیں؟ نیز غریب آدمی اور امیر آدمی دونوں کو دینے میں ثواب برابر ہے، یا کمی زیادتی ہوگی؟ اگر کوشش اپنی طرف سے نہیں بلکہ اپنے ماں، باپ، دادا، دادی وغیرہ کی طرف سے دے تو جس کی طرف سے دیا ہے یہ عطیہ اس کے لئے صدقہ جاریہ بنے گا یا نہیں؟ اور اس کو پورا ثواب ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن پاک ہدیہ کرنے میں تو سب کا ثواب برابر ہے مگر اس اعتبار سے کہ پہلے شخص نے خرید کر (پیسے خرچ کر کے) دیا ہے، اس کا ثواب زیادہ ہے، دوسرے لوگوں نے جن کے پاس مفت آیا تھا وہی دیدیا، نیز پہلا شخص دوسروں کو دینے کیلئے سبب بنا اس لئے بھی اس کا ثواب زیادہ ہے،[1] علاوہ ازیں جس میں جس قدر اخلاص زیادہ ہوگا، اسی قدر وہ زیادہ ثواب

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ولکن ذٰلک لحم تصدق به علی بریرة وانت لاتأکل الصدقة قال هو علیها صدقة ولنا هدیة متفق علیه، مشکوٰة شریف، ص ۱۶۱/ (مطبوعه یاسرندیم دیوبند) با ب من لاتحل له الصدقة، الفصل الأول.

(صفحہ ہٰذا) [1] عن جریر قال کنا فی صدر النهار عند رسول الله صلی الله علیه وسلم ...... الی قوله : فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : من سن فی الإسلام سنة حسنة، فله أجرها وأجر من عمل بها من بعده الحدیث، مشکوٰة شریف ص ۳۳ ج ۱ کتاب العلم، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کا مستحق ہوگا۔[۱]

چوری کرنا سخت معصیت اور کبیرہ گناہ ہے[۲]، جو شخص چوری کر کے قرآن پاک لائیگا اور تلاوت کریگا اس کو نفس تلاوت کا بھی ثواب ملے گا، اور چوری کا بھی گناہ ہوگا، اور جس کی چوری کی ہے اس کو بھی ثواب ملے گا، محتاج غریب کو دینے میں زیادہ ثواب ہے، کہ وہ صدقہ ہے اور مالدار کو جو کچھ دیا جاتا ہے، وہ ہدیہ یا ہبہ ہے[۳]، ماں باپ کی طرف سے اگر دیدے تو ان کو بھی ثواب ملے گا، اور دینے والے کو بھی ہوگا۔[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الفصل الأول، مطبوعه ياسر نديم، قال في المرقاة : أى له أجر عمله وأجر من عمل بسنته الخ، مرقاة شرح مشكوٰة شريف ص۲۲۸، ج ۱، كتاب العلم، الفصل الأول، مطبوعه بمبئى، طيبى شرح مشكاة مبطوعه زكريا ص۴۰۶ ج ۱ المصدر السابق.

(صفحہ ہذا) ۱ قال تعالىٰ : والله يضعف لمن يشاء أى بحسب اخلاصه فى عمله، تفسير ابن كثير ص۴۷۴ ج ۱ سورهٔ بقرة، آيت ۲۶۱ مطبوعه مكتبة التجارية مصطفى احمد الباز، روح المعانى ص ۵۱، ج۳، الجزء الثالث، المصدر السابق، مطبوعه دار الفكر بيروت، الجامع لأحكام القرآن ص۲۷۷ ج۲ الجزء الثالث، دار الفكر بيروت.

۲ والمراد بها اى بالكبائر نحو القتل والزنىٰ واللواطة والسرقة الخ فقه اكبر ،ص۸۴/ مطبوعه رحيميه ديوبند)

۳ وصح تصدق عشرة ...... لفقيرين لا لغنيين أن لا يجوز التصدق بها على غنيين ولاهبتها لهما والفرق أن الصدقة يراد بها وجه الله وهو واحد، فلا شيوع، والهبة يراد بها وجه الغنى وهما اثنان، والصدقة على الغنى مجاز عن الهبة كالهبة من الفقير مجاز عن الصدقة، بحر كوئٹه ص۲۹۰ ج۷ كتاب الهبة، هداية ص۲۸۸ ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، خانية على الهندية ص۲۶۸ ج۳ كتاب الهبة، فصل فى هبة المشاع، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

۴ رجل تصدق علىٰ الميت اودعاله فانه يصل الثواب الىٰ الميت اذاجعل ثواب عمله بغيره من المؤمنين جاز الخ، عالمگيرى ص۴۰۸/ ج۴/ مطبوعه كويٹه، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دوستی میں کھلائے ہوئے کا مطالبہ

سوال:۔ دو شخص نے آپس میں دوستی کی ایک مدت تک ہر ایک نے دوسرے کو دوستانہ میں کھلایا پلایا، اور نقدی بھی دیتے رہے، کچھ دنوں بعد ان میں پھوٹ پڑ گئی، ایک نے کہا کہ میرا کھلایا، پلایا ہوا اور نقدی واپس کردو، دوسرے نے کہا کہ حساب کرلے، اگرچہ یہ برا ہے، لیکن میں تیار ہوں، چنانچہ حساب ہوا، دوسرے نے کہا کہ میرا حساب کر، دونوں کا حساب ہوا، ایک کے ذمہ زائد رقم پائی گئی، تو اس قسم کے دوستانہ میں خرچہ کا حساب قرض میں شمار ہوگا، اگر نہ دیا گیا تو کل قیامت میں مواخذہ تو نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کھلاتے، پلاتے، اور نقد دیتے وقت نہ زبان سے اس کو قرض قرار دیا، نہ ذہنوں میں تھا کہ یہ قرض ہے بلکہ دوستانہ تعلقات میں یہ سب کچھ ہوا، تو اس کو قرض نہیں کہا جائیگا، اور اس کا مطالبہ درست نہیں ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲۶/ ۹۲ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) كتاب الهبة، الباب الثانى عشر فى الصدقة، طحطاوى على المراقى ص ۵۱۴ كتاب الجنائز، فصل فى زيارة القبور، مطبوعه مصر، قاضى خان على الهندية ص ۲۸۴ ج۳ كتاب الهبة، فصل فى الصدقة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[1] منع الرجوع من المواهب سبعة، فزيادة موصولة موت عوض، وخروجها عن ملك موهوب لهٗ، زوجية قرب هلاک قدعرض شامى زكريا ،ص ۵۰۵/ج۸/ مطبوعه كراچى ،ص ۶۹۹/ج۵/ باب الرجوع فى الهبة، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۹۴-۲۹۱ ج۷ باب الرجوع فى الهبة، مجمع الأنهر ص ۴۹۹و۵۰۳، ج۳، باب الرجوع عنها، كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

ہدیہ کب رشوت ہے؟

سوال:۔ میں کھیت اور مکان کی رجسٹری کرتا ہوں، اس سلسلہ میں جو لوگ رجسٹری کرنے کے بعد احقر کو اپنی مرضی سے کچھ رقم دیتے ہیں، اور میں لوگوں پر زبردستی نہیں کرتا، تو کیا اس رقم کو لینے میں کوئی گناہ ہے؟ اور یہ رقم رشوت ہوگی یا نہیں؟ اور اس رقم کو کسی اچھے کام میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آپ کے ان سے تعلقات ہیں اور ہدیہ لینے دینے کا پہلے سے معمول ہے، نیز اس کے لینے سے ان کی کوئی غلط رعایت نہیں کرتے تو آپ کو اس کا لینا درست ہے،[1] ورنہ اس کے لینے سے پرہیز کریں، اگرچہ ان کا کام آپ صحیح کریں، اس میں غلط رعایت نہ ہو، لیکن ایسی صورت میں بھی رقم لینے سے آئندہ اثر پڑے گا، کہ آپ سے غلط کام لیا جائے گا، خواہ غلطی کسی نوع کی ہو[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۴ھ

---

[1] بخلاف القاضی الا من اربع السلطان والباشا وقریبه المحرم اوممن جرت عادته بذالک بقدر عادته الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۵۰/ ج۸/ مطبوعه کراچی ص ۳۷۴/ ج۵/ کتاب القضاء مطلب فی حکم هد یه المفتی، هدایة ص۱۳۵، ج۳، کتاب أدب القاضی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، تبیین الحقائق ص۱۷۸، ج۴، کتاب القضاء، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] ولوقضیٰ حاجته بلاشرط وطمع فاهدیٰ الیه بعدذٰلک فهو حلال لابأس به ومانقل عن ابن مسعود من کراهیته فورع، شامی زکریا ، ص ۳۵/ ج۸/ مطبوعه کراچی ،ص ۳۶۲/ج۵/ کتاب القضاء مطلب فی الکلام علیٰ الرشوة،

پانچ سال کی بچی کو زمین ہبہ کر کے اس کا قبضہ نہ دینا

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ مسماۃ رؤفن نے اپنی زمین اپنی سگی بہن کی لڑکی صمیدہ کو بیع نامہ رجسٹری کرایا بطور ہبہ، جس وقت پانچ سال کی صمیدہ تھی رؤفن لاولد ہے اب صمیدہ بالغ ہے تقریباً ۲۵/سال کی ہے، اس نے اپنی خالہ سے مطالبہ کیا

کہ اب مجھے زمین پر قبضہ دو رؤفن نے کہا ابھی نہیں دوں گی، جب میرا انتقال ہو جائیگا، پھر تم اس زمین کی مالک ہوگی میں نے اسی نیت سے تم کو زمین دی تھی، اس پر صمیدہ نے وکیل سے مشورہ کر کے دوسرے شخص مطلوب کے ہاتھ اس زمین کو بیع کر دیا، اور اسی زمین کو صمیدہ کے باپ شفاعت نے صمیدہ کی اس حرکت سے ناراض ہوکر اپنی بیوی کے نام بیع کروادیا، بحیثیت ولی کے کہ صمیدہ نے نابالغی میں اس زمین کو کہاں سے روپیہ لاکر خریدا لہٰذا یہ زمین میری ہوئی اس لئے بتایا جائے کہ اب یہ زمین کس کی ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع اور ہبہ دونوں الگ الگ ہیں[۱] رؤفن نے اگر بطور ہبہ یہ زمین صمیدہ کے نام کی ہے، اور قبضہ نہیں دیا، تو ہبہ تام نہیں ہوا[۲]

---

[۱] البیع فی اللغة مطلق المبادلة وفی الشرع مبادلة المال المتقوم تملیکاً وتملکاً، قواعد الفقه ص۲۱۲ الرسالة الرابعة، الهبة فی اللغة : التبرع ...... وفی الشرع تملیک العین بلا عوض، قواعد الفقه ص۵۵۰، الرسالة الرابعة فی التعریفات الفقهیة، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[۲] ومنها (ای شرائط الهبة)أن یکون الموهوب مقبوضاً حتی لایثبت الملک للموهوب له قبل القبض، عالمگیری ص۳۷۴/ ج۴/ مطبع کوئٹه، کتاب الهبة، الباب الاول، مجمع الأنهر ص۴۹۱ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شرح المجلة ص۴۷۳ ج۱ رقم المادة (۸۶۱) الکتاب السابع فی الهبة، الباب الثالث، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

رؤفن کی ملک باقی ہے، صمیدہ کا اس کو مطلوب کے ہاتھ فروخت کرنا غلط ہے، اسی طرح صمیدہ کے والد کا اس پر دعویٰ ملکیت بھی غلط ہے[1]، ہبہ کر کے یعنی بلا قیمت دیکر اس کا نام قانونی طور پر بیع رکھنا شرعاً بے سود ہے[2]، اور ظاہر یہی ہے کہ پانچ سال کی بچی سے بیع کا معاملہ نہیں کیا جاتا، اس کو ہبہ ہی کیا جاتا ہے، جو کہ قبضہ نہ دینے کی وجہ سے معتبر نہیں، ورنہ بیع کی صورت میں مطالبۂ قبضہ کے جواب میں کہنا کہ میرے انتقال کے بعد قبضہ دیا جائیگا، پھر تم اس زمین کی مالک ہوگی، لغو اور مہمل بات ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲۵/ ۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲۵/ ۹۱ھ

تم الجزء الخامس والعشرون بحمد

الله تعالیٰ ویلیه الجزء السادس والعشرون مطلعه کتاب الغصب

انشاء الله تعالیٰ وصلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلی اٰله واصحابه اجمعین

الی یوم الدین

محمد فاروق غفرله

جامعه محمودیه میرٹھ

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہٖ بلا إذنه ولا ولایته، در مختار علی الشامی کراچی ص ۲۰۰ ج ۶ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر الخ، شرح المجلة ص ۶۱ ج ۱ رقم المادة (۹۶) المقالة الثانیة فی القواعد الکلیة، مطبوعه دیوبند، الأشباه والنظائر ص ۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعه اشاعت الإسلام دهلی.

[2] (الهبة) هی تملیک عین بلا عوض، ملتقی الأبحر علی هامش المجمع ص ۸۹، ج ۳، کتاب الهبة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، شرح المجلة ص ۴۶۲ رقم المادة (۸۳۳) الکتاب السابع فی الهبة، مطبوعه دیوبند، بحر کوئٹه ص ۲۸۴ ج ۷ کتاب الهبة.